خیابان فارس

یعنی

ترجمہ کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوئسچن"

مصنفہ

ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل جارج نیتھنیل کرزن

پی۔ سی۔ جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ ایم۔ آئی۔ ای

بیرن کرزن آف کیڈلسٹن۔ اعظم الامرائے آئرلینڈ

ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی

وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند

مترجمہ

ظفر علی خان بی۔ اے (علی گڈھ)

متوسل سرکار نظام

جلد اوّل

در مطبع شمسی حیدرآباد دکن باہتمام محمد ابراہیم خان اکبرآبادی طبع شد

(سنہ ۱۹۰۲ء)

انتساب

زمانہ کی ناقدری ضرب المثل ہے۔ لیکن جب تک قلمرو آصفیہ پر اوسکے موجودہ بیدار مغز و روشن ضمیر فرمان روا کا سایہ ہے جسے خدائے جل وعلا تا بہ دیر برقرار رکہے اوس وقت تک اہل علم کو زمانہ کی شکایت کا موقع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مین اس کتاب کو سرتاج مسند آرایان کشور ہند رستم دوران۔ افلاطون زمان مظفر الدولہ مظفر الممالک نظام الدولہ۔ نظام الملک۔ آصف جاہ۔ ہزہائینس

میر محبوب علی خان بہادر

فتح جنگ۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی بادشاہ دکن رفیق خاص دولت برطانیہ خلد اللہ ملکہم کے نام نامی و اسم گرامی سے بہ اجازت خاص حضور اقدس نہایت ادب کے ساتھہ منسوب کرکے اپنی قسمت پر ناز کرتا ہون۔

نمک خوار حضور
ظفر علیخان

مختصر فہرست کتاب

فہرست مضامین جلد اوّل - - - - - - - صفحہ ۱- الی- ۶

فہرست تصاویر و نقشجات - - - - - - صفحہ ۷- الی ۸

دیباچہ مترجم - - - - - - - - - - صفحہ ۱- الی ۶

دیباچہ مصنف - - - - - - - - - صفحہ ۱- الی- ۱۲

کتاب - - - - - - - - - - - صفحہ ۱- الی- ۶۱۲

فہرست مضامین جلد اول

دیباچہ مصنف ------------------ صفحہ ا - الی - ۱۲ -

مقدمہ

اس کتاب کے مقاصد سہ گانہ - اسکا تعلق قلمرو ہند کے ساتھ - تاریخ و جغرافیہ - سیاحت - ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی - تاریخ ایران کا ڈراما - انگلستان اور ایران کے تعلقات - میرے سفر کے چار حصے (۱) خراسان - صوبجات ملحقہ (۲) صوبجات متوسط - آثار قدیمہ - (۳) جنوبی و مغربی صوبجات (۴) خلیج فارس - مشرق کی غیر تغیر پذیری - مشرق کی دائمی دلفریبی - مغرب اور مشرق کا مقابلہ - ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف - اندرونی تناقض - فریب زندگی - کتب سیاحت - تقسیم باعتبار زمانہ - اٹھارہوین صدی - انیسوین صدی - ترتیب باعتبار فضیلت ......

------------------ صفحہ ا - الی - ۵۶ -

دوسرا باب

راہ و رسد

معلومات کی ضرورت - ایران کا موقعہ - ترتیب باب - اول - سفر طہران براہ انزلی - انزلی پہونچنے کا ذریعہ - بحیرہ اخضر کے جہازات - انزلی مین جہازون کی لنگر اندازی - مرداب - پیر بازار - رشت - انتخاب ذرایع طے مسافت و سواری چاپار - سفر بذریعہ کاروان - سواری چاپار کا خرچ - رستہ کی کیفیت - رشت سے قزوین تک کا سفر - قزوین گاڑی کی سڑک طہران تک - ڈاک کی سڑک - کاروان کے راستے - مسافت - دوم - راہ تبریز و تبریز سوم - راہ طفلس و تبریز - سفر طہران براہ تبریز - ممتاز ... میانہ کے کھٹمل - زنجان اور سلطانیہ - چہارم - سفر طہران براہ مشہد - پنجم - سفر طہران براہ گز - ششم - عشق آباد سے مشہد کا رستہ - ہفتم - افغانستان کیطرف کے راستے - ہشتم - خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ - یازدہم بغداد سے طہران کی راہ - بغداد

پہونچنے کے ذرائع (۱) ترپزان اور سمسون کے راستے (۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ (۳) دمشق کی راہ - (۴) خلیج فارس کی راہ - بغداد سے طہران تک کا سفر - پہاڑ شہر اور آثار صنادید - خلاصہ - سامان قافلہ سامان سواری چارپار - ساز و یراق - لباس بستر - کہانا اور پکانا - ادویہ - ہتیار اور گولی بارود - ختقیقت امور کے متعلق مشورہ سفر کا موسم . . . . صفحہ ۷۵ - الی - ۱۲۴ -

تیسرا باب

لندن سے عاشق آباد تک سفر

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر - پروفیسر ویمبری - بحیرہ اسود کے طرف دار آگبوٹ - باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی - روزانہ زندگی - مٹی کے تیل کی تجارت - روسی جنگی خانہ - تجارت اور بندرگاہ - روس کی فوجی تیاریاں باطوم سے طفلس تک کی ریل - تعمیر سرنگ سورم - طفلس - لاندرے کا ہوٹل - طفلس سے روانگی - باکو - بحیرہ اخضر کا عبور - جرنیل اینکاف - دیسی مسافر - صحرا . . . . صفحہ ۱۲۵ - الی - ۱۶۱

چوتھا باب

ماوراءالنہر

جدید ترین معلومات - بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز - کراسنوواڈسک کو منتہا بنانے کی تجویز - مزید ترتیبات - کارخانہ واقعہ قزل اروات - اسٹیشن موریاں اور پل - دریائے جیحون کا بیڑہ - مرو کی آب پاشی اور سلطان بند - ریل گاڑیاں تار برقی - سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات - آمد و خرچ - مال کی آمد و رفت - جنگی قانون کا قیام - عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی - انگریزی [illegible] ریلوے کی توسیع - یورپی روس [illegible] دو سلسلہ ہائے ریلوے کی توسیع - ماوراءالنہر میں روسیوں کی اخلاقی حالت - انتظامی تبدیلیاں - ماوراءالنہر کی خودمختاری - جرنیل کروپٹکن - وسط ایشیا میں روسی طاقت کا اجتماع - زمانہ آیندہ . . . . صفحہ ۱۶۲ الی ۱۹۵

پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

ورود بہ عاشق آباد۔ روانگی بجانب سرحد۔ عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تاریخ۔ اس سڑک کا روسی حصہ۔ سرحدی کوہستان۔ ریل کی سڑک کی تجویز۔ متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ۔ دربدم و امام قلی۔ از زد بران تابہ کوچان۔ کوچان مین میرا استقبال۔ خان کوچان کی مہمان نوازی۔ عام کوایف۔ کردون کی نوآبادی اور اُنکی طاقت۔ اونکی سیرت۔ ایلخانی کے اقتدارات۔ حکمران خاندان۔ موجودہ ایلخانی۔ اوسکا فرزند۔ اوسکی شہرت۔ دو ملاقاتین۔ امیر حسین خان کی شکل وشباہت۔ گفتگو۔ سوال وجواب۔ مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون۔ خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے۔ شہر کوچان۔ عمارات۔ بازار۔ صوبہ کوچان۔ کوچان سے دوسرے راستے

۔۔۔ صفحہ ۱۸۶ - الی ۲۳۸

چھٹا باب

از کوچان تابہ قلات نادری

قلات نادری جانیکا قصد۔ ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی۔ از کوچان تابہ جگیر۔ یرال کوپر لسنے طریقہ پر کوٹ کر بہوسا بناتا۔ کیمپ کی زندگی۔ میرا جلو۔ رادکان کا برج۔ سفر پشتہ۔ سفر یلغار۔ بدرقہ کو زدوکوب ہوئی۔ از یلغار تابہ وارد باغ خان۔ کوہستانی گہاٹیان۔ آب گرم۔ قلات مین داخل ہونیکا امکان۔ ہمارا قلات کے قریب پہونچنا۔ دروازہ ارغوان شاہ۔ میرا داخل ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔ پہرہ والون کے ساتہہ میرا مکالمہ۔ جماعت سرباز کا برتاو۔ خان کا جواب۔ ایرانی چالین۔ دو بید وجہید وبجست ورفت۔ مشہدین ایک افواہ۔ دیوار پر کمند لگاکر چڑہنے کی کوشش۔ قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے۔ قلات کی تاریخ۔ نادرشاہ کا اسے مستحکم کرنا۔ بیسل بطظر یز۔ زمانہ مابعد کی تاریخ۔ قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا۔ قلات کی حربی حیثیت۔ قلات کے پانچ دروازے۔ آبادی۔ آثار قدیمہ۔ زراعت اور ذرایع آب رسانی۔ مراجعت بہ وارد

منزل کاردہ۔مشہد تک کی سڑک۔خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے منازل حیات بہیمی و انسانی طبعی خصوصیات۔ ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا۔ ایک حادثہ۔ خواجہ ربیع کا مزار۔ ہمارا مشہد مین داخل ہونا۔ محلات کو جانے اور وہان سے آنے کے مزید راستے۔ . . . . صفحہ ۲۳۹ الی ۳۰۶

ساتوان باب

مشہد

مشہد کے مورخین سابق۔تاریخ۔شہر کا نقشہ۔خیابان۔شہر کا باقی حصہ۔قبرستان۔مشہد کی آب وہوا۔ بادگیر اور قراول خانہ متبرک عمارات۔(۱) بست (۲) صحن (۳) مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام۔مزار امام۔ دوسرے لوگون کے مقبرے۔ وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے۔ (۴) مسجد گوہر شاد۔بست کی دوسری عمارات۔کتب خانہ امام صاحب۔ خانقاہ کی آمدنی۔مشہد کی آبادی۔خانقاہ کا انتظام۔چار دیواری کا رقبہ متعہ۔نادر شاہ کا مقبرہ۔مشہد مین یہودیون کی آبادی۔ سرکاری عمارات۔صنعت و دستکاری۔ شرح اجرت اور قیمت اشیاء۔بینک اور روپیہ قرض لینے کی سبیل۔گورنر جنرل مشہد کی ملاقات۔ارک۔رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو۔فوج متعینہ مشہد۔مشہد مین دول خارجہ کے قونسل۔مو سولساف کا تقرر۔روسی قونسل خانہ۔انگریزی قونسل خانہ۔اراکین و تقررات۔قونسلون کی کارروائی۔طوس۔تاربرقی۔اجنبیون کے ساتھ برتاؤ کا طرز۔مشہد سے دوسرے راستے۔ . . . . صفحہ ۳۰۷ الی ۳۴۶

آٹھوان باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

اس باب کا مقصد۔صوبہ خراسان طبعی کوائف۔دریا اور زراعت۔ آبادی۔تاریخ مالگزاری تقسیم۔نظم ونسق۔خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا۔صوبہ استرآباد۔روسی عاشورادہ جزیرہ کی نوعیت۔ نیا جزیرہ۔تبدیلی مستقر کی خواہش۔ واقعات گذشتہ کی تجدید پیٹر اعظم۔آغا محمد خان۔روسی مستعدی کی وجوہ استرآباد اور شاہ رود کا موقع۔ ایرانی اور روسی ترکمان۔ایرانی یموتون کی بغاوت۔حکومت عالیہ کی کمزوری۔بجنورد۔کوچان۔دورگز۔روسیہ کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

مادری۔ روس کی آرزوئین۔ سرحد روس وفارس۔ آب تجند۔ سرخس جدید وقدیم۔ عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا
جدید۔ سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ۔ حربی حیثیت مشرقی سرحد۔ ضلع مشہد۔ اضلاع جام۔ باخرز وخاف
۔آبادی اور دار الحکومت۔ سیستان۔ روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع۔ ماوراء النہری ریلوے کا اثر۔ اندرونی
ع۔ طبس۔ ترشیز۔ تربت حیدری۔ نیشاپور اور سبزوار۔ شاہرود بسطام۔ خراسان کی کل فوجی طاقت۔
ان کی تجارت۔ انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ۔ حالات مابعد بادی النظر مین روس کا تفوق۔ ایرانی
عداد۔ جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی۔ انگریزی قونسل کی رپورٹ۔ انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت۔
ہندوستانی تجارت کے راستے محصول مال درآمد۔ روسی تجارت کی راہین محصول چنگی۔ مال درآمد کی کثیر
باعتبار نوعیت۔ (۱) انگریزی و ہندوستانی مال (۲) برطانوی مال (۳) روسی مال۔ مال برآمد (۱)
کو جاتا ہے۔ روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشو ونما۔ (۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے۔ ایران وافغانستان کی
باہمی تجارت۔ میزان کل۔ برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے۔ روس کا خراسان پر حرص آز کی دانت تیز کرنا۔ ماوراء النہر
ور خراسان کا مقابلہ۔ ہندوستان کا مقابلہ۔ ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک عارضی مستقر۔ برطانیہ کلان
کی اغراض خراسان مین۔ ایرانی اطاعت کیشی۔ روسیون کی وقعت۔ انگلستان کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مشرقی خراسان
مین دوسری راہین .... صفحہ ۳۶۵ الی ۴۶۱

نوان باب

معاملات سیستان

ایران کی مشرقی سرحد۔ (۱) ذو الفقار سے سیستان تک۔ (۲) سیستان (۳) سرحد ایران وبلوچستان (۴) سرحد کران ضلع سیستان
سیستان کی وجہ تسمیہ۔ لفظ سیستان کا اطلاق۔ سیستان کی موجودہ حالت۔ گوناگون تبدیلیان۔ روایتی تاریخ۔ ابتدائی تاریخ۔ تاریخ مابعد
سر الیف گولڈ اسمڈ کا کمیشن (سنہ ۱۸۷۲ء) سیستان کے حصہ بخرے۔ آزادانہ رائے۔ سیستان کی موجودہ حکومت۔ یوروپی سیاح
سیستان کی سیاسی اہمیت۔ سیستان کے فواید روس کے حق مین۔ سیستان کے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین۔ مجوزہ سلسلہ

ریلوے کی حربی وقعت - حوالی غزنی کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان - نوشکی سے سیستان تک کی ساخت
افغانستان کی حالت آئندہ - حربی نکتہ چینی - مخالفانہ رائے - مسٹر ایچ - رالنسن کی رائے سیستان کی زرخیزی - کہ مسٹر
موافق آرار - سیستان کا پیوند و اتصالات کے وسیع تر دامن ہین - - - - - - - صفحہ ۴۶۲ - الی

دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

مشہد و طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک - سرعت رفتار - خرچ سفر - وزیر صیغہ ڈاک - چاپار کے مالہ وما علیہ - چاپار خانہ
بالاخانہ - چاپار کے گھوڑے - چاپار کے گھوڑے کی شوخیان - سڑک کی عام حالت - عبرت - منزلون اور فاصلہ کی فہرست
دوسرا راستہ - میری روانگی مشہد سے - زائرون کا زہد و اتقا - شریف آباد - میت لیجانے والے قافلے - قدم گاہ
نیشاپور کا میدان - شہر نیشاپور - نیشاپور کی تاریخ اور شہرت - نیشاپور کی آبادی - مقبرہ عمر خیام - سرکین - فیروزہ
کان کنی کی تاریخ - آمدنی - فیروزون کی خریداری - فریب دہی - زعفرانی - سبزوار - مینار خسروگرد - اس مینار کی
تاریخ - مہر اور مزینان - زائرون کے قافلے - دوسرے لوگ - کاروان سرائین - رات کے وقت اونٹ کا سفر -
لطف تقابل - ترکمانی تاخت و تاراج - فوجی بدرقہ - زائرون کا بیم و ہراس - گرفتاری کے قصے - روسیون
کا کارنمایان - پل ابریشم - عباس آباد - میان دشت - دہانۂ زیدار - ارمیان - شاہرود - بازار - بسطام - گورنر کی
طرف سے دکلامہ تحفہ آیا - سفر کا دوسرا حصہ - اجڑے ہوئے شہر - دامغان - دامغان کی تاریخ - دولت آباد
کرگان - اہوان - سمنان - لس گرد - قشلاق تک کی سڑک - دروازہ ہائے بحیرہ اخضر - درہ سردرہ - مخالفانہ
آرار - اصلی دروازے - دماوند - ایوان کیف - طہران - طہران اور مشہد کے درمیان دوسرے رستے
- - - - - - - - - - - - - - صفحہ ۱ - الی - ۶۱۲

فہرست تصاویر و نقشہ جات

تصاویر

(۱) ہز اکسلنسی لارڈ کرزن	مقابل صفحہ سرورق
(۲) ایرانی باج گیرہا	۱۹۲
(۳) مہمان خانہ کوچان	۲۰۶
(۴) ایلخانی کوچان	۲۲۲
(۵) نوباد گلدی	۲۵۰
(۶) نوباد گلدی کا گھوڑا	۲۵۰
(۷) دربندار غوان شاہ	۲۶۸
(۸) قلات نادری کا نظارہ بلندی پر سے	۲۸۰
(۹) مشہد کا ہنگامی انگریزی سفارتخانہ	۳۵۶
(۱۰) ایرانی چاپارخانہ	۵۱۰
(۱۱) ایرانی چاپارچی	۵۱۲
(۱۲) مینار خسروگرد	۵۵۲
(۱۳) برف خانہ واقع مزینان	۵۵۴
(۱۴) کاروانسرائے اور کجاوے	۵۵۶

(۱۵) پل ابریشم - - - - - - - - - - ۵۷۰

نقشہ جات

مقابل صفحہ
(۱) نقشہ سلسلہائے ریلوے مابین یورپ و وسط ایشیا - - - - - - - - ۱۲۵
(۲) نقشہ ایران - - - - - - - - - - کتاب کے خاتمہ پر



دیباچۂ مترجم

ا ایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابین لکہی گئی ہین اور اس موضوع کی دلچسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو اون ذی رتبہ سیاحون اور مقیم ملکا کا مبحث بنا رکھا ہے جنہین اپنے شوق سفر یا تعلقات سفارت کی وجہ سے اس کے مطالعہ کرنے کے مواقع حاصل ہوئے چنانچہ اس سرزمین کے مختلف پہلوون کو عالم و فاضل لوگون نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تختۂ مشق بنایا کسی نے اسکی تاریخ لکھی۔ اور کسی نے جغرافیہ طبعی۔ اسکی ہیئت طبقات الارض۔ اس کے تمدن۔ اس کی السنہ۔ اس کی اقوام آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی۔ بعض مصنفین نے دولت ایران کے اون تعلقات سیاسیہ کو جو دول خارجہ سے ہین اور نیز اسکے اندرونی طرز نظم و نسق اور اس کی تدبیر مملکت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن آجتک کسی ایک کتاب مین ان تمام امور پر اوس ملاحت اور امعان نظر سے بحث نہین کیگئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی خصوصیت ہے۔ لارڈ کرزن کی کتاب متعلقہ دولت ایران جو خود لارڈ ممدوح کے قول کے مطابق چہ برس کی لگاتار محنت چہہ مہینے کے سفر ایران و علاقہ جات ملحقہ اور اس سفر کے بعد اصحاب مقیم ایران کے ساتھ مسلسل خط و کتابت کا نتیجہ ہے اس ملک

...بت کی سیاسی، جغرافی، طبعی اور تمدنی سرگذشت ہی اور اس-
...ے حالات سابق کی وہ تمام ضروریات رفع ہوسکتی ہین جو اس-
...ت سے نسبت رکھتی ہین -

...ان ہند کے لیے جو اس ہمسایہ سلطنت مین ابھی تک عہد گذشتہ-
...ن پاتے ہین اور اسکے حوالی مثلاً بخارا، سمرقند، سیستان اور خراسان
...حیثیت سے نظر ڈالتے ہین جو فاتحان عالم کے ایک جلیل القد
...یہی کتاب جس سے ایران کے متعلق اون کی معلومات کے ذخیرہ
...پچپ ہوگی۔ اسکے علاوہ جب اس امر کو مدنظر رکھا جاے کہ اس کتاب
...اس ہین اوس روز افزون اثر کی تصویر کھینچی گئی ہے جو شمال کے
...ایران اور بلوچستان علاقون مین حاصل ہو رہا ہے جسکے باعث نصیب ا
...ہند کے ثبات قیام کا متاثر ہونا متصور ہے اور جبکہ ساتھ ہی اس بات ک
...ہنایت قابل مین تفصیل اور پیش بندی کے ساتھ اوس طرز عمل کی
...برطانیہ کو وسط ایشیا مین روس کے سیاسی اور تجارتی تفوق کے روع
...یئے تو اس کتاب کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ خیال ہندوستا
...ہے کیونکہ یہان ایک غیر محدود زمانہ سے یہ خوف پھیلا ہوا ہے کہ
...کی نیت سے برابر پیش قدمی کر رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب
...تب بھی تو یہی افواہ میرے سننے مین آئی تھی اور آج جبکہ میری عمر

ہوں کہ یہ افواہ فرو نہیں ہوئی اور مجھے ڈر ہے کہ آئندہ نسلوں کے کان بھی اسی تشویش ناک خبر سے نا آشنا نہ رہیں گے۔ مصنف نے مسئلہ کے اس پہلو پر نہایت مفصل طور پر بحث کی ہے اس لحاظ سے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہ کتاب اہل ہند کے لئے اور بھی زیادہ دلچسپ ہو جاتی ہے

اس مقام پر یہ کہنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ اس کتاب کی خوبی اور اسکے مستند ہونیکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جو تجاویز اسکے عالی مقام مصنف نے اوس زمانہ میں جبکہ وہ محض پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور ایران و وسط ایشیا میں بطور خود سفر کر رہا تھا حکومت برطانیہ کے غور کے لئے پیش کی تھیں اور وہی آج کے دن ہندوستان کی مشرقی سرحد کی قسمت کے فیصلہ کا جزو اعظم ہیں۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان براہ نوشکی و سیستان ایک تجارتی راستہ کے کھولے جانے کی تجویز اس غرض سے کہ مشہد میں روس کے تجارتی اثر کے تفوق و ترفع کا اندفاع ہو اور دریائے سندھ کے کنارے غیر مزروعہ زمین کا جو وسیع خطہ حال میں انگریزی دائرہ اثر کے اندر داخل ہو گیا ہے اوسکی زراعتی استعداد کو ترقی دیجائے آج مکمل ہو گئی ہے[۵] جنوبی بلوچستانی ریلوے کے ایک سلسلہ

[۵] یہ رستہ کوئٹہ اور مشہد کے درمیان سنہ ۱۸۹۶ء کے شروع میں کھولا گیا۔ کل فاصلہ ۱۱۰۰ میل ہے یعنی کوئٹہ سے نوشکی تک ۹۰ میل نوشکی سے قلعہ رباط تک جہاں سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے ۳۷۴ میل۔ قلعہ رباط سے نصرت آباد تک ۱۳۴ میل اور نصرت آباد سے مشہد تک ۵۰۵ میل سڑک پختہ ہے اور اوپر گاڑیاں چل سکتی ہیں۔ مناسب فصل سے مسافروں کے آرام کیلئے جابجا کنوئیں موجود ہیں۔ ہر منزل [illegible] تھانہ اور کاروان سرائے اور دکانیں بھی ہیں اور راہ میں لٹیروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ نہیں کوئٹہ اور مشہد کے درمیان ہفتہ میں دو مرتبہ ڈاک آتی جاتی ہے اور طریقہ قیمت طلب پارسل جاری ہے کوئٹہ سے نوشکی تک سلسلہ تار برقی بھی قایم ہے۔ جو قابل ذکر مقامات اس راہ پر پڑتے ہیں وہ یہ ہیں :- نوشکی۔ چاغی۔ نصرت آباد۔ بیرجند۔ ان مقامات پر انگریزی افسر متعین ہیں۔ تاجروں اور سیاحوں کی آسانی کے خیال سے نوشکی۔ نصرت آباد۔ بیرجند اور مشہد میں سرکار انگریزی کی طرف سے بینک کے ایجنٹ مقرر ہیں اور روپیہ بینک کے ذریعہ سے کوئٹہ سے مشہد کو بھیجا جاسکتا ہے اس رستہ کے کھلنے کی وجہ سے جو فروغ ہندوستانی تجارت کو ہو رہا ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۷ء میں اس راہ مشہد کے ساتھ مبلغ [illegible] روپیہ کی تجارت ہوئی اور سنہ ۱۹۰۰ء میں بڑھ کر مالیت کی مقدار [illegible] تک [illegible]

کے اس غرض سے قایم کرنے کا منصوبہ کہ برطانوی سرحد پر روس کی شمالی ماوراء النہری ریلوے کی طاقت اور دولت کا جواب ہو اس وقت زیر غور ہے[۱]۔ ان دونوں تجویزوں اور انکے علاوہ اور بہت سی تجاویز کی تحریک جن کے اعادہ کی یہان ضرورت نہین جارج نیتھنیل کرزن نے بارہ سال قبل اپنی مشہور و معروف تصنیف متعلقہ دولت ایران مین کی تہی یہ کتاب ساڑہے تیرہ سو صفحون کی ضخامت کی ہے جن مین کثیر التعداد حواشی بخط خفی درج ہین مصنف کو جو کوششین اس کتاب کے لکھنے مین کرنی پڑی ہونگی اونکا اندازہ اس امر سے کیا جاتا ہے کہ جو تصانیف اس کتاب کے مرتب کرتے وقت مصنف کے پیش نظر تہین اونکی تعداد ڈہائی سو سے کم نہین - اور ان سب کی سب یا تقریباً سب کا اوسنے بغور مطالعہ کیا۔

اردو کے معلّی مین لارڈ کرزن کی تصنیف جیسی جامع اور فاضلانہ کتاب تو کجا کوئی ایسی معمولی تصنیف بھی موجود نہ تھی جو ایران کے حالات پر آج کل کے زمانہ کے مذاق کے موافق روشنی ڈالتی اور اس لئے جب میرے مخدوم محترم جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے سابق ہوم سکرٹری وحال ڈپٹی کمشنر علاقہ سرکار آصفیہ نے مجھکو ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کی کتاب کے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا تو مین نے بہ شوق تمام اونکی تجویز پر عمل کیا۔

چنانچہ مین نے بہ وساطت سرکار آصفیہ ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم کی پیشگاہ مین کتاب "پرشیا" کے ترجمہ کی اجازت کی استدعا کی جسے ہز اکسلنسی نے اوس شوق علم و فن اور ہنر پروری کے اقتضا سے جو حضور ممدوح کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ منظور فرمایا۔

[۱] اس ریلوے کی جو نوشکی سے ہو کر گزرے گی آجکل بڑی سرگرمی سے پیمایش ہو رہی ہے۔ مترجم

اِسکے علاوہ بادشاہ دکن ہز ہائینس میر محبوب علیخان بہادر جی سی۔ایس آئی نے ازراہ مواہب خسروانہ اس امر کی اجازت مرحمت فرماکر میری قدر بڑھائی کہ ترجمہ کو حضرت اقدس کے اسم گرامی سے مزّین کرون میرا دل گواہی دیتا ہے کہ جب اس ترجمہ کو ایسے جلیل القدر سخن پرورون کی ذات سے انتساب ہے وہ جبکہ مین نے ترجمہ مین اصلی زور قایم رکہنے کی برابر کوشش کی ہو تو اسے پوری کامیابی حاصل ہوگی اس کا ترجمہ چار جلدون مین شایع کیا جائیگا۔جن مین سے پہلی جلد جو ساڑہے چہہ سو صفحے کی ہونے کے باعث کچھ ضخیم نہین ہے۔اس وقت ملک کے سامنے پیش کی جاتی ہے مجھے اُمید ہے کہ اہل ملک اسے شرف قبول عطا فرماکر دوسری تیسری اور چوتہی جلدون کے جلد شایع کرنیکی مجھے جرارت دلائینگے۔مجھے افسوس ہے کہ نقشہ ایران جو اس جلد کے ساتھ منسلک ہی خوشنما ہونے کے لحاظ سے اصل جیسا نہ ہوسکا اس لئے کہ میرے پاس ایسے ذرایع موجود نہ تھے کہ مین اصل کے مطابق نقشہ تیار کراسکتا۔مگر امید ہے کہ اس کتاب کے ناظرین کی ضروریات نقشہ منسلکہ سے پوری ہوجائین گی۔اِسکے علاوہ مین نے ایک اور نقشہ اس کتاب کے لئے مصنف کی دوسری تصنیف "رشیا ان سنٹرل ایشیا" سے لیکر تیار کرایا ہے۔اس نقشہ سے وہ تمام ریل کی راہین معلوم ہوسکتی ہین۔جو یوروپ اور ایشیا کو ایران سے ملاتی ہین یہ نقشہ اُن لوگون کے لئے جو سیاحت ایران کا قصد رکہتے ہون بدرجہ غایت مفید ثابت ہوگا۔

اصل کتاب کے بعض ابواب کا آغاز کسی اُستاد کی نظم سے ہوا ہے مین نے نظم کا نظم مین ترجمہ کیا ہے۔جہان جہان ضرورت پیش آئی ہے مین نے متن پر اپنی طرف سے حاشئے بھی لکھے ہین اور اونکے لئے میرا ماخذ حسب ذیل مصنّفین ہین۔

کی تصدیق کیلئے ان مصنفین کی تصانیف کی ورق گردانی کی تو اول تو مجھے اون کی تفصیلی ایرنما
کا سراغ شاذ ہی ملا۔ کیونکہ اس کا سرے سے وجود ہی نہ تھا اور یا اس کو زمانہ مابعد کی تحقیقات۔ آثار
قدیمیہ یا حوادث وعوارض سیاسی کی وجہ سے بالکل بے اثر پایا اس لئے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ
اس قسم کے مسائل پر قلم اٹھانے میں مصنفین مذکور کا تامل اکثر تو سہل انگاری پر مبنی ہے۔ اور
کسی قدر اس بات پر بھی کہ متقدمین کی مساعی کی تعظیم اون کو تصرف کی اجازت نہ دیتی
ایران کے متعلق جسقدر صحیح معلومات ہیں وہ ایسی پریشان و منتشر
ہیں کہ وسیع سفر کے لئے کسی سیاح کو معلومات کے لوازم کا ہمراہ
ہو تو اوس کو اون کتابوں کی باربرداری ہی کے لئے جن کے بغیر کام
نہیں چل سکتا ایک عماری یا چار پانچ اونٹ کی ضرورت ہوگی۔ پس جس نسبت سے میں
اوسی نسبت سے میرے کام کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا گیا یہاں تک کہ مجھے یہ بات محسوس
ہوئی کہ ایک ایسی جامع کتاب کا موجود ہونا حقیقی اور لازمی طور پر ضروری ہے جس میں ایران
تمدن کے ہر پہلو سے بحث ہو جس میں اسکے باشندوں۔ اسکے صوبوں۔ اسکے
ان۔ اسکے شہروں۔ اسکی سڑکوں۔ اسکے آثار قدیمہ۔ اسکے نظم ونسق سلطنت۔ اسکے
س کی طاقت۔ اسکی تجارت۔ اسکی آمدنی۔ اسکے طرز عمل اور اسکے
نشو ونما۔ غرضکہ اون تمام امور سے بحث ہو جن کی وجہ سے اسے دولت
حاصل ہے یا جو اس لقب کے حصول میں اوسکے معین ہوئے

مقر ہون اوس مطالعہ یا تحقیقات سے کرنے کی کوشش کی ہے جو کتابون
یق مصنفین سے استشارہ کرنے کی بدولت مین کر سکا۔ انہی ذرایع کو مین نے
کے حالات کی تفصیل کے بہم پہونچانے کے لئے استعمال کیا ہے جہان
فر مین مجھے خود جانے کا موقع نہین ملا۔ یوروپین زبانون مین ایران کے
نہ پانچ صدیون کے اثنا مین جو دو سو اور تین سو کے درمیان کتابین

مین یا مین نے خود شروع سے لیکر آخر تک پڑھا اور یا اور
ن سچائی کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس کتاب مین جو کئی سو حوا
مین سے ایک بھی ایسا نہین جو بجائے اسکے کہ کسی دوسری کتاب
گیا ہو میرے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ نہو۔ جو ناظرین میری اس محنت پر تبسم کر
یٹر کے ان لفظون مین جواب دونگا۔
ہے کہ مین نے بہت سی کتابین اس لئے پڑھی ہین کہ تم اون کے
رحمت سے بچو۔ اور اسکے لئے میرا شکر ادا کرو۔
ری اس محنت پر تعجب کرین اون سے مین یہ کہونگا کہ بغیر اس جانکاہی
سے سیاحون یا مصنفون کے اقوال یا افعال یا جو کچھ وہ کہ [redacted]
۔ اوسکی تحقیق کر سکتا اور نہ مجھ مین یہی قدرت ہوتی کہ تاریخ
میکہ اگر اسے اور جسے عام مورخ حذر روست نتائج

اور تلفظ کی نگرانی مین نے خود نہ کی ہو - بلا شبہ اس مین بہت سی غلطیان ہین لیکن مین امید کرتا
رہا ہون کہ یہ غلطیان غفلت و بے احتیاطی کا نتیجہ نہ ہونگی بلکہ معلومات کے نقص کا - اس کتاب
کے چھوٹے نقشے میری ہدایت کے بموجب مسٹر شاربو رایل جاگرفیکل سوسائٹی کے نقشہ
نویس نے جن کا پاکیزہ اور صحیح کام قابل تعریف ہے تیار کئے ہین -

اگر مغربی ممالک کے متعلق اسی قسم کی تصانیف کے ساتھ اس کتاب کا مقابلہ کرنے پر میرے
ناظرین کو محسوس ہو کہ ان مضامین پر اور خصوصاً ان کے اوس حصہ پر جو فن تدبیر مملکت سے
تعلق رکھتا ہے اور جسکی نسبت مین مقدمہ مین کچھ بیان کرونگا بحث کرتے وقت مجھ سے لغزشین
سرزد ہوئی ہین تو مین اون سے یہ عرض کرونگا کہ اونہین یاد رہے کہ مشرق مین اطلاع و معلومات
کے حصول کے وہ سرکاری ذرایع ہرگز موجود نہین ہین جو مغرب مین عام طور پر آسانی سے
بہم پہونچ سکتے ہین - نہ یہان کوئی بلو بک شایع ہوتی ہے نہ علمی طور پر شمار اعدادی کو ترتیب
دیا جاتا ہے - نہ مردم شماری کی رپورٹ نکلتی ہے نہ کوئی اخبار یا موقت الشیوع رسالہ ہی چھپتا
ہے غرضکہ معلومات کے اون مہتم بالشان لوازم کا ایک جزو بھی یہان نہین پایا جاتا جنکی
نسبت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اون سے انسان کے اطمینان کی دولت مین اضافہ ہوتا ہے
یا وہ خانہ برانداز عقل و ہوش ہوتے ہین - شمار اعداد و واقعات کا جو نفس الامر مین مشرقی تصور
کے لئے باعث توہین ہین اگر ایران مین بہم پہونچنا ممکن ہے تو عرصہ دراز کی تحقیقات
اور صبر و تحمل کے بعد اور وہ بھی اوس صورت مین جب کہ تفحص و جستجو کی متعدد کوششین
جداگانہ طور پر عمل مین لائی جائین - اور مین سچ کہتا ہون کہ بعض دفعہ اس کتاب کی ایک سطر کی

لکھنے مین مجھے گھنٹون کی محنت اور کئی کئی صفحون کی خط و کتابت کرنی پڑی ہے۔

جو خاص خاص باتین مین نے اس کتاب مین بڑہائی ہین وہ حسب ذیل ہین۔ جن ابوا
کا موضوع کوئی خاص صوبہ یا علاقہ ہے اونکے آخر مین مین نے قرب وجوار کے اون خاص
خاص رستون کی فہرست درج کردی ہے جنہین سیاحان سابق نے اختیار اور بیان کیا
جس ملک مین ریل نہو اور جہان مسافر کی رہنمائی کے لیئے کوئی ہدایتی دستور العمل موجود نہ
وہان اجنبی اگر پگڈنڈی سے کترا کر کوئی دوسری سمت اختیار کرے گا تو ظن غالب ہے
کہ اوسکو اس بات کا بالکل علم نہوگا کہ آیا اوسکے رستے کو پہلے کوئی اور مسافر طے کرچکا ہے
یا وہ اچھوتی زمین پر چل رہا ہے۔ صورت اول الذکر مین مین اوسکو مقابلہ کے ذرایع
پہونچاتا ہون اور صورت ثانی الذکر مین مین اوسکو تحقیقات کی ذمہ داریون سے آگاہ کرتا
ابتدائً مجھے یہ امید تھی کہ مین اس کتاب کے آخر مین ان مقامات کے نامون کی فہرست
ضمیمہ کے طور پر شامل کرسکون گا جو ایرانی جغرافیہ اور سیاحت سے متعلق ہون لیکن ان
نامون کی فہرست اس قدر ضخیم ہوگئی ہے کہ مجھے اوس کا علیحدہ شایع کرنا لازم ہوا۔ اس کی تلا
کے لیئے مین نے ہر ایک مقام یا مضمون کی بحث مین تصانیف متعلقہ بزبان یوروپ
کی جن کا مین نے مطالعہ کیا ایک مکمل فہرست درج کردی ہے۔ بہت سے نقشے۔ شجرے او
فہرستین بھی جو پہلے کبھی شایع نہین ہوئین۔ کتاب مین شامل کی گئی ہین۔

جو سیاسی آرا مین نے اس مین ظاہر کی ہین اون کی ذمہ داری مین کوئی دوسرا
میرا شریک نہین ہے۔ نہ تو ان آرا کا ماخذ سفارت برطانوی متعینہ طہران ہے اور نہ

لہٰذا سفارت مسطورہ ان سب کی ہمداستان ہی ہے اور جن احباب کی اعانت کا مین آگے چلکر اعتراف کرونگا اون سے بھی انکو منسوب نہین کیا جا سکتا۔ اگر یہ آرا ایران سے معرفین کو کبھی ناگوار گذرین تو نہین یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان آرا کے اظہار کی وجہ تحریک معاندانہ تھی جس قوم کی نسبت مین نے خیالات ظاہر کئے ہین مین تو اوسکی اغراض کا حامی اور معین ہون۔ یہ بھی واضح رہے کہ ن نے کوئی رائے اوس وقت تک ظاہر نہین کی جب تک کہ مجھے اس بات کا واثق یقین نہین اکہ یہ رائے صحیح ہے۔ یہ امر ہنوز معرض نزاع مین ہے کہ سیاسی مباحث مین اظہار حق سے کس ب کام لینا چاہیئے۔ مگر پھر بھی مجھے اون لوگون کے ساتھہ تو اتفاق ہے جو سیاسی جھوٹ کو نفرت ہ سے دیکھتے ہین۔ بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس کتاب کی دونون جلدین باستثناء اوس فصل کی موضوع اصطخر ہے اوسوقت مطبع مین بھیجی جا چکی تہین جبکہ سرکاری طور پر میرا تعلق انڈیا آفس سے وا اور اس لئے آرا مندرجہ کتاب ہذا ہر صورت مین ایک خانگی حیثیت سے شخص کی رائیں ہین اور کاری سند یا تحریک کے بغیر قایم کی گئی ہین۔

تلفظ کے متعلق واضح رہے کہ مین نے رواج عام اور عالمانہ تنقید کے درمیان حد اوسط قایم کی ہے اور بجائے اسکے کہ خود نمائی اور تفاخر کا التزام مجھپر عاید ہو مین نے عامی ہونے کا الزام اپنے سر لینے کو زیادہ پسند کیا ہے۔ فارسی اور عربی نامون کو ایک ایسی زبان مین ادا کرنا جو اون علامات سے بالکل معرا ہو جنکے ذریعہ سے ان زبانون کی بعض آوازین ادا کی جا سکین دراصل مشکل ہے اور موجودہ ورت مین اسکو ایرانی نامونکے ہندوستانی تلفظ نے جس سے انگریز زیادہ آشنا ہین مگر جن کا خود ان مین رواج نہین زیادہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ بہت سی صورتون مین مین نے "غلط العام فصیح" کے

اصول پر عمل کیا ہے جو کچھ عرصہ سے بمنزلہ قانون کے ہو گیا ہے اور اس لحاظ سے بوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشہد[1] لکھا ہے۔ کہیں کہیں میں نے ایرانی ناموں کی آوازوں کے بعینہ ادا کرنے کے ساتھ جسقدر صحت ممکن ہو سکتی تھی اوسکا لحاظ رکھا ہے۔ اگر تجربہ سے بعض دفعہ تناقض سرزد ہوا ہے تو وہ ایسا ہے جس سے اجتناب ممکن نہ تھا۔

اگر یہ کتاب کسی حد تک مصنف کی دلی خواہش کے معیار میں پوری اوترے تو اس کی وجہ بھی وہ فیاضانہ امداد ہے جو خوش طالعی سے اوسے مل سکی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں نہ تو میرا سفر اور نہ میری کتب بینی ہی میرے کام آتی اگر اوسکے معین وہ تمام مصنفین ہوتے جن سے میں نے استعانت کی۔ اس بارہ میں خاص طور سے اطلاعات و معلومات کا وہ بیش بہا مخزن میرے لئے مفید ثابت ہوا جو اس کتاب کے شایع ہونے کی تاریخ تک بعض احباب ایران سے مجھے بہم پہونچاتے رہے ہیں۔ اسکے علاوہ ان اوراق کی اشاعت میں صحت کا پورا اعتبار مجھے اوسوقت تک نہ ہو سکتا جب تک کہ لکھے جانے کے بعد وہ مجھ سے بھی زیادہ لایق لوگون کی نظر ثانی کے لئے طہران کو نہ بھیجے جاتے اور بہت سی صورتون میں اونہیں انگلستان کے مساوی قابلیت کے اصحاب کی خدمت میں تبصرہ کے لئے پیش نہ کیا جاتا۔ ان معاونین میں سے پہلا نام بلحاظ مستند ہونے اور باعتبار وسعت اطلاعات کے جرنیل اے ہاوٹم شنڈلر کا ہے۔ یہ صاحب جو ایران میں بہت سی ممتاز خدمات پر سرفراز رہ چکے ہیں اب امپیریل بینک آف پرشیا واقع طہران کے مشیر کار ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ اس ملک میں وہ ایک عرصہ دراز سے اقامت پذیر ہیں تبحر علمی اور جوش قومی اون کی ذات کے نمایاں اوصاف ہیں۔ میں ان کے

[1] اگرچہ انگریزی میں بوشہر کو بوشایر اور مشہد کو مشد کر کے لکھتے ہیں لیکن میں نے یہ لحاظ رکھا ہے کہ ان مقامات کا اصلی نام جس طرح اردو میں لکھا جاتا ہے کتاب میں لکھا جائے۔ مترجم۔

نسبت وہ جدید معلومات جو اس کتاب مین درج ہین اون سے حاصل کی ہین۔ بلکہ ان دونون جلدون کے
تقریباً ہر ایک صفحہ پر اونہون نے نظر ثانی کی ہے اور جب یہ خیال میرے دل مین آتا ہے کہ اگر اونکی
فیاضانہ اور بیدریغ مدد نہوتی تو اس کتاب مین کتنی غلطیان رہتین تو مین کانپ اوٹھتا ہون بہت کم
لوگ ایسے ہون گے جو خود ایک اعلی درجہ کی کتاب لکھنے کی استعداد رکھتے ہوئے پھر بھی دوسرے آدمی کی
کتاب کی قدر و قیمت کے بڑہانے مین ایسی بے غرض کوشش کرین۔ جن دوسرے اصحاب مقیم ایران
سے مجھے مدد ملی ہے وہ مسٹر جے آر۔ پریس حال انگریزی قونسل متعینہ اصفہان۔ مسٹر جے
فینہی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انڈو یورپین محکمہ تار برقی شیراز اور نیز میرے سفر ۱۹۰۰ء-۱۸۹۹ء کے متعدد میزبان
ہین۔ ان کے علاوہ دوسرے صاحبون کی اعانت کا بھی مجھے اعتراف ہے۔ جنکے بار منت سے مین
اسوجہ سے سبکدوش نہین ہوجاتا کہ اونکے نام یہان درج نہین ہین۔ انگلستان مین سر ایف گولڈ اسمتھ نے
براہ کرم اون فصلون پر نظر ثانی کی ہے جو سیستان اور جنوبی و مشرقی صوبجات سے متعلق ہین اور جنپر
بلحاظ وسعت تجربہ اونہین خاص طور سے رائے زنی کا استحقاق ہے۔ اسکے علاوہ اور دوسرے
امور مین بھی اونہون نے میری مدد کی۔ کرنل سر ای سی۔ راس نے جو سالہا بوشہر مین برطانوی رزیڈنٹ
تھے جنوبی ایران اور خلیج فارس کے متعلقہ ابواب پر اسی طرح کی فیاضانہ توجہ مبذول کی ہے اور کرنل اسٹوارٹ
ہماری لایق قونسل جنرل متعینہ تبریز نے اکثر ابواب کو جو سلطنت ایران کے شمالی علاقجات سے تعلق رکھتے ہین اپنی
مبصرانہ نگاہ کا فیض پہونچایا ہے۔ سر سیسل اسمتھ نے جنکا تعلق عجائب خانہ لندن سے ہے براہ عنایت
پسارگدے اور اصطخر کے حالات کو پڑہا ہے اور مین اون کی اس عنایت سے اس لئے مستفیض
ہوا کہ اونہون نے ان مقامات کی خود سیر کی ہے۔ آخر مین مجھے سر الفریڈ لائل سے کے فاضلانہ اور

محققانہ مشورون کا جن سے مجھے بیشمار صورتون مین نفع پہونچا صدق دل سے اعتراف کرتا ہون۔ جن عکسی تصاویر سے یہ کتاب مزین ہے وہ یا تو خود میری اتاری ہوئی ہین یا طہران کے شاہی یورپین ایرانی تماشائی یا میرے احباب کی جن مین خصوصیت کے ساتھ مین مسٹر سیلیہ اور مسٹر ہربرٹ ویلڈ بلنڈل کا نام لے سکتا ہون چند نقشے پیرس کی نیشنل لائبریری کی کریمانہ اجازت سے اصل سے لئے گئے ہین۔

مین خوب جانتا ہون کہ اتنی بڑی ضخیم کتاب باوجود تذکرہ بالا اسعد موافق اور سب مراد حالتون کے غلطیون اور فروگذاشتون سے پاک نہ ہوگی جن ناظرین کی نظر اس قسم کی غلطیون پر پڑے اون کی خدمت مین تمنا یہی ہے کہ اس کتاب کی طبع ثانی کیلئے (اگر خدا وہ وقت لائے) تصحیحاً میری امداد کرین جسکے لئے مین بصدق دل اون کا شکریہ ادا کرونگا۔ مین اوپر اشارہ کر چکا ہون کہ مین ایک کتاب اس تصنیف کے ضمیمہ کے طور پر شایع کرنا چاہتا ہون۔ مجھے امید ہے کہ سال رواں مین یہ ضمیمہ شایع ہو جایگا۔ اسمین ایران کی تاریخ جغرافیہ سیاحت۔ واقعات اور مقامات کے نقشون عہدنامجات و معاہدات کی نقولین۔ خاندانون کی فہرست۔ اوزان پیمانون اور سکون کے نقشون اور بہت کچھ مزید اطلاع متعلقہ شمار اعداد کی تفصیلی بیان ہوگا جسے مین نے ان اوراق کی تصنیف و ترتیب کے وقت جمع کیا ہے۔ یہ ضمیمہ جزئیات کے طالب کیلئے مفید ثابت ہوگا اور عام ناظرین کو اس سے زیادہ دلچسپی نہ ہوگی لیکن مجھے امید ہے کہ اصحاب تالیف مین سے بھی بعض مجھپر یہ عنایت کرینگے کہ جہان یہ کتاب اونکی الماری مین ہو وہان وہ اسکے ضمیمہ کو بھی اوسکی بغل مین جگہ دینگے۔

خاتمہ پر مین اپنی اس دوسری تصنیف کے لئے جسکے ساتھ میری واثق تر امیدین وابستہ ہین اس سے زیادہ کامیابی کا خواہان نہین ہون کہ دو سال قبل میری زیادہ تر کم مایہ تصنیف کو ناظرین نے جس حوصلہ افزائی اور قدردانی کی نظر سے دیکھا تھا اوسکا اسکے متعلق بھی اعادہ کیا جایگا۔

جارج نیتھینل کرزن

مقدمہ

شیاء قابل دید و مشاہدہ یہ ہین۔ بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون۔ عدالتہاے دینوی و مذہبی جبکہ وہ تجارت کی سماعت مین مصروف ہون۔ کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ بلاد و امصار فصیلین۔ شہر پناہین۔ بندرگاہ۔ قدیم یادگارین۔ کھنڈر۔ کتبخانے۔ مدارس۔ مناظرے اور بات۔ کشتیان۔ جہاز اور بحری قوت کے لوازم۔ بڑے بڑے شہرون کے قرب وجوار کی سرکاری اور تفریح عام کی عمارات و باغات۔ سلاح خانے۔ آلات حرب کے مخازن۔ گولی بارود کے ذخیرے۔ ساہوکارے۔ مہاجنی کوٹھیان۔ مال کے گودام۔ سواری۔ پھکیتی۔ فوجی قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب۔ کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لیئے شرفا جاتے ہون۔ خلعت و جواہرات کے توشہ خانے۔ شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر و کمیاب چیزین۔ غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے۔

(بیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

اس کتاب کے مقاصد سے گذارش



اپنی سیاحت کی داستان کے شروع کرنے سے پہلے
باب مین اون سے کاقہ مقاصد کو اپنے ناظرین پر واضح کرنا چاہا:
کتاب کی تصنیف کے متعلق میرے پیش نظر ہین - مینے ایران سے جو پہلا
"ٹائمس"، کو لکھا تہا اگر مین اوسکے شروع کی عبارت کا اس مقام پر اقتباس کرو
طریقہ پر اس کتاب کی اصلی غرض کی تصریح ہو سکے گی۔
"شاہ ایران کے ۱۸۸۹ء کے سفر انگلستان اور اوس خاطر و مدارات نے جو ملکی
طور پر اور خلایق عامہ کی طرف سے اون کے لئے عمل مین لائی گئی - ایران اور
کی اوس دلچسپی کو پہر تازہ کر دیا ہے جس مین چند سال سے (شاہ موصوف کے علاوہ
کے بعد اور اُس روز افزون بے توجہ ... ان کو اپنی فوجی ا...
کے علاوہ دوسرے امور کے متعلق ... پیدا تہا - جس گرمجوشی اور تپاک
کے ساتھ ابنائے ملک کے ہر طبقہ نے ملکہ معظمہ سے لیکر ادنی ترین رعایا تک اس جلیل القدر
مہمان کا استقبال کیا اور برطانیہ کلان کے عظمت و جلال اور اہل برطانیہ کی رفاقت و
اخلاص کا نقش اوس کے دل پر بٹہانے کی جو کوششین کیگئین وہ اس امر کی شاہد نہین کہ
شاہ کجکلاہ کو محض اسی نظر سے نہین دیکھا گیا کہ وہ ایک مشرقی حکمران ہے جسے ممالک
غیر مین سفر کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے اور اسلئے بزم معاشرت کی جدید ترین شمع ہونیکی

مقدمہ

شیاء قابل دید و مشاہدہ یہ ہین - بادشاہون کے دربار بالخصوص اوس
حالتین جبکہ سفرا اونکے حضور مین باریاب ہون - عدالتہاے دینوی و مذہبی جبکہ وہ
لی سماعت مین مصروف ہون - کلیسا اور صومعے اور اونکے آثار ماضیہ بلاد و امصار
بیلین - شہر پناہین - بندرگاہ - قدیم یادگارین - کھنڈر - کتبخانے - مدارس - مناظرے اور
بات - کشتیان - جہاز اور بحری قوت کے لوازم - بڑے بڑے شہرون کے قرب و جوار کی
سرکاری اور تفریح عام کی عمارات و باغات - سلاح خانے - آلات حرب کے مخازن - گولی بارود
کے ذخیرے - ساہوکارے - مہاجنی کوٹھیان - مال کے گودام - سواری - پھکیتی - فوجی
قواعد اور اسی قسم کے دوسرے کرتب - کھیل تماشے جنکے دیکھنے کے لئے شرفا جاتے
ہون - خلعت و جواہرات کے توشہ خانے - شیشہ آلات اور بلورین ظروف اور دوسری نادر
و کمیاب چیزین - غرضکہ جو کچھ بھی عجیب اور بے عدیل معلوم ہو اوسے دیکھنا چاہیئے -
دیکن کا اٹھارہوان مضمون جسکا موضوع سفر ہے)

میری تصویر مین ترتیب کی وہ ... ان ہوئی جس سے مین
کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگرچہ اس تصو ... موضوع سیاسی قرار دیا جاسکتا ہے تاہم بہت کچھ تاریخی
معلومات بھی ... گی۔ خواہ مین اسکے ضمن مین اہم صوبون
اور قومون اور شہرون ... مے درج کرون خواہ اون مدارج کے سراغ
لگانے کی کوشش کرون ... ہیت کی پستی سے تمدن کی بلندی پر پہونچنے مین
طے کر ... کے سمت رفتار پنڈلم کے بجائے مغرب کے
... ن کی ترویج سے ابھی تک طے کر رہا ہے خواہ اوس
... رسن سازی یوروپ اور ایران اور بالخصوص برطانیہ کلان سے کے
صدی سے تجارتی وسیاسی تعلقات کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کریگی۔

اسی طرح فن تحقیق آثار ماضیہ کے متعلق مین نے اس امر کو نظر انداز نہین کیا کہ اگرچہ
ایران حقیقی و اصلی اعتبار سے مدبرون اور تاجرون ہی کی جولانگاہ ہے تاہم اس مین
آثار قدیمہ بھی بہ کثرت پائے جاتے ہین جن پر متبحر اور یگانہ فضلا نے اپنے قلم اور
طبیعت کو آزمایا ہے اور ابھی تک اس میدان مین اون کی کوششین جاری ہین اونکی
مساعی نے مجھے اوس کام کے لئے تیار کردیا ہے جسے مین نے بے احتیاطی اور سہل
انگاری سے شروع نہین کیا اور جس مین طالب علم کے جوش و اشتیاق کو چند شدید شبہ
سے بہت بڑی تائید حاصل ہوتی ہے۔ پس میرا روئے خطاب اون لوگون کی طرف

اصلاحون کے منتج ہونے کے احتمال - مسئلہ وراثت تخت وتاج - فوج کی کمیت وکیفیت قلمرو ایران مین ریلوے کے اجرا اہل ایران کے سیاسی رجحانات - روس اور برطانیہ کلان کی رسوخ واثر کے مدارج کی نسبتی تعیین - ان دونون دولتون کے اغراض ومقاصد مسئلہ خراسان کے مفہوم اور اوس کی وقعت - اور اون خطرات پر مشتمل ہین جن مین انگریزی تجارت کا غیرون کے مقابلہ مین ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ کے مختلف صوبہ جات مین پڑنا بیان کیا جاتا ہے -

مسٹر چارلس میگگریگر متوفی نے ۱۸۷۵ء مین شاہ کے سفر اوّل یورپ کے بعد اپنے سفر ایران کے اثنا مین حسب ذیل راے ظاہر کی -

"میرے خیال مین شاہ کا جو استقبال ہم نے کیا اوس سے کچھ بھی مفید اثر نہین پیدا ہوا ایرانی جانتے ہین کہ ہمین روسیون کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے - اور اسلیئے وہ اس معاملہ پر محض سیاسی پہلو سے نظر ڈالتے ہین - اور گو جس گرمجوشی اور تپاک سے اونکے شاہ کا استقبال لندن مین کیا گیا اوس سے اون کی نگاہون مین اوس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے پھر بھی ہماری حالت مین اس سے کچھ ترقی نہین ہوئی - میری دانست مین ایرانیون کو یہ خیال ہے کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ جب روس کے ساتھ چپقلش ہو تو ایرانی ہماری طرف ہون اور اس کمک کیلیئے ہم اونہین بیش قرار معاوضہ دینگے - اگر انکا ایسا خیال ہے تو مجھے نہایت افسوس ہے"

"مین اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرونگا کہ آیا یہ خیال شاہ ایران کی رعایا کے ذہن مین ابھی تک سمایا ہوا ہے یا نہین - اور گذشتہ سولہ سال کے عرصہ مین فن تدبیر مملکت کے

ابتدائی اصولون کی تحصیل مین اونہون نے کس حدتک ترقی کی ہے۔ غرضکہ مین اپنے مراسلات مین ایران پرایک انگریزاور بالخصوص ایک انگریزی مدبر کی حیثیت سے بحث کرونگا کسی ملک مین جوشخص عرصہ دراز سے مقیم ہو وہ اُس ملک کے باشندون کے رسم و رواج و عادات کو بوجہ احسن بیان کرسکتا ہے اوراس کام کے لئے موزون بھی ایسا ہی شخص ہوتا ہی اگرایک سیاح اس کام کو اپنے ذمہ لیگا تو اوس سے لامحالہ غلطیان سرزد ہون گی کیونکہ جو رائے وہ قایم کریگا وہ تعجیل اور نقایص سے مملو ہو گی۔ لیکن ایک سیاسی مسئلہ کا تصفیہ بلاخوف وخطر ایک مدبر پر چھوڑا جاسکتا ہے اوراس تصفیہ مین غلط نتایج کے استنباط کا احتمال نہین ہوسکتا اگر یہ کوشش کیجائے جیسی کہ اس صورت مین کی گئی ہے کہ مسئلہ مزبور پر تنگ حوصلگی یا خودغرضی کے پہلو سے نظر نہ ڈالی جاسے بلکہ اغراض سلطنت کو ملحوظ اور اون تعلقات کو مرعی رکھکر اسپر بحث کیجائے جواس کو اجتماعی حیثیت سے ایشیائی سیاست مدن کے وسیع تر مسئلہ کے ساتھ ہین اور جسکا یہ ایک ممتاز جزو ہے ؂

اس کا تعلق قلمروہند کے ساتھ

کرہ بالا فقرون مین مینے کافی وضاحت کے ساتھ اس کتاب کے سیاسی پہلو کو دکھایا ہے۔ مجھے اس امر کے اخفا کی ضرورت نہین کہ میری اصلی غرض وغایت بھی اسی پہلو کا دکہانا ہے اور بجائے اسکے کہ مین کوئی سفرنامہ لکھون جسے عام لوگ ایک دفعہ پڑھ جائین اور پہر اٹھاکر بھی نہ دیکھین۔ مین اس بات کو بدرجہا اولیٰ وانسب خیال کرتا ہون کہ کوئی ایسی سیاسی تصنیف میرے قلم سے نکلے جو اون خاص لوگون کے پسند آسے جنکی

معلومات وسیع ہین۔ میری اس خواہش کی یہی وجہ ہنین کہ فن سیاست مدن کے متعلق اگر کسی کتاب کی تصنیف مین کامیابی ہوئی تو وہ دیرپا ہوگی۔ حالانکہ سیروسیاحت کی کسی داستان کے ساتھہ لوگون کو دلچسپی ہوئی بھی تو وہ عارضی اور بے ثبات ہوگی۔ بلکہ اوسکا منشا یہ ہے کہ وسط براعظم ایشیا کی سلطنتون اور حکومتون کے حالات سے بحث کرتے وقت کوئی امر زیر بحث ایسا ضروری اور نتیجہ خیز ہنین جیساکہ وہ حصہ ہے جو مشرق کی آیندہ قسمت کا فیصلہ کرنے مین وہ لین گی یا دے سکتی ہین۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ماوراءالنہر[۱] اور ایران ایسے نام ہین جنہین سنکر بہت سے لوگون کے ذہن مین بُعد مسافت عجیب وغریب انقلابات۔ اور اون افسانون اور حکایتون کے جادو کے سوا جسکے دہوین کوئی دم مین اڑا جاتے ہین اور کوئی خیال پیدا ہنین ہوتا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو مین یہ کہون گا کہ میرے نزدیک وہ شطرنج کے مہرے ہین جو ایک ایسی بساط پر چنے ہوئے ہین جسپر ربع مسکون کی حکومت کی بازی کھیلی جارہی ہے۔ اس خیال کے مطابق برطانیہ عظمی کی آیندہ قسمت کا فیصلہ نہ یوروپ مین ہوگا نہ اون سمندرون پر جن پر اوس کا پھریرا اڑ رہا ہے اور نہ اوس برطانیہ عظمی ترین جسکی بنا اوسکی

---

[۱] ابتدائی زمانہ کے اسلامی مورخین دریائے آکسس یعنی جیحون کو لفظ "النہر" سے تعبیر کرتے تھے اور اسی لحاظ سے اوس علاقہ کو جو دریائے جیحون کے بائین جانب واقع ہے اور جسکے شمال مین یورالسک۔ جنوب مین سطوح مرتفع خراسان وافغانستان۔ شمال مشرق مین خیوا اور بخارا۔ جنوب مشرق مین افغانی ترکستان اور مغرب مین بحیرہ اخضر واقع ہے ماوراءالنہر کہتے تھے۔ زمانہ حال کے جغرافیہ مین جس صوبہ کی حدود اربعہ حدود متذکرہ بالا پر منطبق ہوتی ہین وہ بحیرہ اخضر کی دہنی جانب واقع ہونے کے باعث انگریزی مین ٹرانس کیسپیا یعنی ماوراءالاخضر کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن چونکہ یہ دونون علاقے دراصل ایک ہی ہین اس لئے مین نے ٹرانس کیسپیا کا ترجمہ ماوراءالنہر کیا ہے۔ مترجم

اولاد و احفاد نے ڈالی ہے۔ بلکہ اوس براعظم مین جہان سے ہمارے اولین آبا و اجداد ترک وطن کرنے آتے تھے۔ اور جہان اون کی اولاد فتح و نصرت کے ساتھ پھر واپس آئی تھی ہندوستان کے بغیر سلطنت برطانیہ قایم نہین رہ سکتی۔ ہندوستان کا قبضہ کرہ زمین کے مشرقی حصہ مین شاہنشاہی کی التمغہ سند ہے جب سے کہ ہندوستان کے وجود کا علم ہوا ہے اوس وقت سے اسکے حکمران نصف دنیا کے فرمانروا رہے ہین۔ جس خواہش نے سکندر۔ تیمور اور بابر کو دریائے انڈس کی طرف بڑہنے کی تحریک کی اوسی نے پرتگیزون کے حق مین شاہنشاہی کا وہ قلیل المیعاد قبالہ لکھدیا جسکے فرسودہ پرزون کو اونہون نے ابھی تک حرز جان بنا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اوسی نے گذشتہ صدی مین ایران کے ایک شاہ کو دس سال تک مشرقی متخاصمین کا حکم بنائے رکھا اوسی نے فرانس کو وہ سلطنت دے ہی دی ہوتی جسے قوی تر دلون اور روشن تر ستارہ بخت نے ہماری قوم کو عطا کیا اور یہ وہی ہے جو آج کے دن تک دیو شمال[1] کے سمند حرص پر تازیانے برسا رہی ہے اور اوسکے رگ و پے مین موجین مار رہی ہے۔ باوجودیکہ سیاسی حیثیت سے ہمارے زمانہ مین خانگی مسائل متعلقہ سیاست مدن ایک ایسی وقعت اور اہمیت کی شان لئے ہوئے ہین جو یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے اور باوجودیکہ عام رجحان یہ ہے کہ مغرب کی طرف عنان توجہ کو منعطف کیا جائے اور واجب الاتباع نظایر اور تدبر و سیاست کی مثالون کیلئے نوخیز لوگون اور ایک صحیح رنگ کی قوم سے استشارہ کیا جائے پھر بھی ایک شخص ضرور ایسا

---

[1] دیو شمال سے مراد روس ہے۔ مترجم

ملے گا۔ جسکے مرقع تصویر مین زمانہ قدیم کی شبیہین کھنچی ہین۔ جو اپنے ہموطنون کو یہ بات یاد دلاتا ہے کہ گو مغرب مین اونکو یہ اختیار باقی نہین رہا کہ

"جس کو چاہا دے دیا اور جس سے چاہا لے لیا"

پھر بھی وہ مشرق کے وصی اور ولی ہین اور دنیا مین ملیح رنگ کی دوسرے درجہ مین سب سے بڑی آبادی اونکے زیر حکومت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ صیانت وحفاظت کا کوئی ایسا دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہیئے جسکے ذریعہ سے دوامی طور پر علم سیاست مدن کے اون عمدہ ترین نتائج سے استفادہ کیا جائے جو انسان کو اپنے اسلاف سے میراث مین پہونچے ہین۔

تاریخ وجغرافیہ

علاوہ اوس تعلق کے جو ایران کو ایشیا کے دقیق اور وسیع تر سیاسی مباحث سے ہے اور جو میرا اصلی اور ابتدائی مقصود ہے۔ ایک دوسری غرض بھی جو اہم ہونے مین اوس سے کچھ کم نہین ہمیشہ میرے پیش نظر رہی ہے اور فحوا اور وسعت کے اعتبار سے اوس نے بتدریج اسقدر ترقی کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر اس ضخیم کتاب کا موضوع اکیلی یہی غرض ہوتی تو اسے غیر حق بجانب نہ کہا جاسکتا۔ یہ غرض اس خواہش پر مشتمل ہے کہ مین ایران کی حالت موجودہ کو قطع نظر اون تعلقات کے جو اوسے دول خارجہ سے ہین بیان کرون۔ اوسکے مختلف صوبون۔ باشندون۔ قوانین وخصوصیات۔ منظرون۔ شہرون کے مختصر حالات قلمبند کرون۔ موجودہ صدی اور بالخصوص ہے جو موجودہ شاہ کی عہد حکومت پر قریب قریب منطبق ہوتا ہے

جسطرحپر ایران اقوام کے سیاسی خانوادہ مین شریک ہوا اوس کا سراغ لگاؤن اور جو کوششین
کہ اس مملکت نے ایک ایسے تمدن و شایستگی کا غیر موزون لباس پہننے کے متعلق کی ہین جو
اوسے زیب نہین دیتین اونہین تفصیل وار حیز تحریر مین لاؤن۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے
کہ جو شخص یہ تحقیق کرنا چاہے کہ ناصر الدین شاہ کا ایران کیسا ہے۔ وہان کسطرح پہونچ سکتے
ہین۔ کس راستہ سے وہان جانا چاہیئے اور کتنے دن کا وہ رستہ ہے۔ وہان کی کیا کیا
اشیا لینے یا دیکھنے کے قابل ہین۔ جن لوگون نے اوس سے پہلے ایران کا سفر کیا
ہے اونہون نے کیا کچھ کیا۔ کون سی نئی بات دریافت کی یا اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔
اور اب خود اوسکے لئے کیا کرنا باقی ہے۔ ان صفحون مین وہ باتین دریافت کر سکے جن کا
وہ متلاشی ہے۔ اس کتاب مین اوسے نہ صرف ایران کی موجودہ حالت کے کوایف معلوم
ہونگے۔ بلکہ وہ اون وسائل اور ذرایع کے حلقون کو جداگانہ طور پر دیکھہ سکیگا جن سے
اس حالت کی زنجیر تیار کی گئی ہے اور جن سے آگاہ ہونے کے بغیر نہ تو وہ اون نتایج کو سمجھ سکتا
ہے جو اوس سے منتج ہونگے اور نہ آیندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کر سکتا ہے۔ غرضکہ
ایران کے حالات کے قلمبند کرنے کے متعلق مین اون مساعی سے کام لونگا جو مجھ سے
قابل تر مصنفون نے دوسرے ممتاز ممالک پر مبذول کی ہین لیکن جنہین دو سو سال سے
کسی انگریزی مصنف نے ایران پر صرف نہین کیا یعنی اس قلمرو کی ہو بہو اور پورے قد کی
تصویر اتارنا۔

سیاحت

بالآخر مین مسافر کی زندگی کے اون حالات

آتے ہین اور سیاحت کے اون واقعات کو جو گو ہمیشہ اہم نہین ہوتے لیکن پھر بھی تازگی
کی ایک شان لئے ہوتے ہین قلمبند کرنے سے اس تصنیف مین وہ دلچسپی پیدا کرنے
کی کوشش کرونگا جسکے نہونے کی صورت مین ناظرین کی طبیعت اِسکے پڑہنے سے شاید
کسی حدتک اُکتا جاتی۔

ایرانی قوم کے حالات کی دلچسپی

۲ انگلستان کو ایرانون کے حالات سے دلچسپی پیدا کرانا کوئی زیادہ مشکل نہین ہے[۱]
کیونکہ آبا واجداد

نے اوسی پراسرار آریہ ورت کی سطوح مرتفع کو خیرباد کہا جہان سے ۔۔
ہجرت کر چکے تھے جس مقام سے اوہنون نے نقل مکان کیا وہ ایک عرصہ سے علوم وفنون

۱ مجھے ڈر ہے کہ بہت سے انگریزون کے دلون مین ایران کا خیال آتے ہی ہیروڈوٹس کے قصون، مور کی نظمون اور شاہ کے جواہرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہیروڈوٹس نے قصون کے مقابلہ مین زیادہ تر تاریخی حالات قلمبند کئے اور شاہ کے جواہرات کی خوبی اور چمک دمک مین کوئی کلام نہین ہوسکتا لیکن مجھے افسوس ہے کہ مور پر بوجہ اوس مبالغہ و اطراء عظیم کے جس سے اوس کی نظم بھری پڑی ہے۔ ذمہ داری کا بہت بڑا بار عاید ہوتا ہے۔ ایران کے جو حالات اوسنے بیان کئے ہین اون کو اصلی حالات سے اوسی درجہ مشابہت ہے جتنا کہ لیسٹر کے چوک کے الحمرا کو ابو عبداللہ کے دلفریب اور بے نظیر محل کے ساتھ۔ جوئے بندمیر کی گلگشت کا بیان ایسا ہی سراب آسا ہے جیسا کہ عادل شیدا کا "شراب عنبرین کشما" کو اصل کشم کے بنجر ویرانہ سے مقابلہ کرنے پر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور جب لٹرٹل نے یہ اشعار لکھے تھے کہ

مورا میں یہ سنا ہے کہ صفاہان پہ جب — چادر نور چڑہاتی ہے قمر کی طلعت
گاتے ہین فارسی مین لوگ تمہاری غزلین — گر یہ سچ ہے تو ہو تم یار بڑے خوش قسمت

مور کی لاعلمی کے متعلق تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہوگا اور ہمارے شاعر کی انانیت کا اوسکی خاطر سے دم بھرا ہوگا۔

اسلسل ومتصل گو غیر نتیجہ خیز بحث ہو رہا ہے[۵۱]۔ انڈو یورپین خانوادہ کے وہ پہلے افراد تھے جنہون نے خالص توحید کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اونہین مین زردشت کا ظہور ہوا جو مشرق کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤن مین زمانہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر تھا بشرطیکہ اوسکا ہو حقیقت مین کبھی ہوا بھی ہو[۵۲]۔ یزدان و اہرمن کے روح کو تزکیہ بخشنے والے عقیدے نے مین نشو و نما پایا اور اوستا نے تدوین کی شکل پکڑ کر وہان اوس آگ کو روشن کیا جو اگرچہ سپنے آبائی آتش خانون مین قریباً بجھ گئی ہے پھر بھی اوسکا ایک دہیا مگر مستقل شعلہ ہنو ز

ولد۔

تاریخ ایران کا ڈراما



ریخ ایران کی شاندار منازل کو ہم جون جون طے کرتے ہین ہماری نظر کے

---

۵۱ مین اس امر سے واقف ہون کہ آجکل یہ دعوی کیا جا رہا ہے کہ آریہ لوگ ایشیا سے نہین آئے لیکن فی الحال مجھے ارتیئین تھیوری (ملاحظہ ہو "اقوام آریہ کی قدامت قبل زمانہ تاریخ" مصنفہ ڈاکٹر شریڈر و مترجمہ ایف بی جیونس - اور "آریون ن اصلیت" مصنفہ کینن آئی زک ٹیلر سنہ ۱۸۹۰ء) کے تسلیم کرنے مین بھی تامل ہے اور اسکینڈی نیوین تھیوری (دیکھو تاریخ ریہ مصنفہ مسٹر پنکا سنہ ۱۸۸۶ء) کے باور کرنے سے بھی مین جھجکتا ہون کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہین انکے بعد کوئی تیسرا نظریہ دابھی تک معرض شہود مین نہین آیا میرے سامنے نہ پیش کر دیا جائے لہذا مین ابھی اوس قدیم مفروضہ کو سب پر ترجیح یتا ہون کہ آریون کا اصل وطن ایشیا تھا جسکی تائید پروفیسر جے اشمڈٹ نے ایک مضمون مین جو رسالہ "ٹرینز کشنس ف دی رایل ایکیڈیمی آف برلن" مین سنہ ۱۸۹۰ء مین شایع ہوا تھا نہایت شد و مد سے کی ہے۔

۵۲ اس شرط کی قید مجھے یہاں اس لئے لگانی پڑی ہے کہ پروفیسر ڈارمسٹیٹر جیسے فاضل جید کی رائے ن زردشت کے وجود کی اصلیت اس سے زیادہ نہین کہ وہ "طوفان کے عالمگیر فسانہ کا ماحصل ہے"۔

سامنے بہت سے ایسے لوگون کے نام گذرتے ہین جنکو ہم بچپن سے اچھی طرح پر جانتے
ہین - روایات اور فرضی حکایات سے جنکو بمقابلہ کسی دوسرے ملک کے ایران سے زیادہ
تعلق ہے - قطع نظر کرکے ہمین کیخسرو - دارا - اور اخشیارشا کی جلیل القدر اور عظیم الشان ہستیان
نظر آتی ہین جنکے ہاتھون کی لکھی ہوئی تحریر زبان حال سے اونکی شہرت اون محلون اور
عمارتون سے پکار رہی ہے جہان اونہون نے حکومت کی تھی اور جشن برپا کئے تھے - اسکے
بعد کچھ شہاب ثاقب جو بنی نوع انسان کو تعجب مین ڈال گئے یا اُن پر بلائے ناگہانی
کی طرح نازل ہوئے - سکندر - چنگیز خان - تیمور - نادر شاہ کی شکل مین وقتاً فوقتاً گذرتے
ہین اور آتش افشانی اور خونچکانی کرتے ہوئے غائب ہوجاتے ہین - روما کی جمہوری سلطنت
کے لئے سب سے زیادہ مصیبت ناک [illegible] کے میدان جنگ پر
کریسس کی فوجون کے کشتون کے پشتے لگ گئے - دو دفعہ روما کے [illegible] قیصر کو ایک
ایرانی یا نیم ایرانی فاتح کے آگے گردن اطاعت جھکانی پڑی ایک تو اوسوقت [illegible] قیصر
ولیرین نے اپنی گردن شاپور اول کے جوتے کی ایڑی کے نیچے رکھی اور ایک اوسوقت
جبکہ قیصر رومینس دیوجانس کو الپ ارسلان سلجوقی بزبراعظم نے قید کرایا - ایک تیسرے
روما کے قیصر جولین کا جسے ایک زمانہ جانتا ہے میدان جنگ مین مارا جانا شاپور ثانی کے
لئے بمنزلہ ایک ایسی فتح کے ہوگیا جو لڑائیان جیتنے سے بھی زیادہ قیمتی تھی - پھر دو دفعہ مشہور
و معروف خسرو نوشیروان اور اوسکے پوتے خسرو پرویز کے عہد مین سرحد ایران بحر روم کے
ساحل سے جاملی اور اوسکی سطوت و جبروت کا ڈنکا بایزنطیم کی چار دیواری کے اندر جابجا -

اسکے بعد حضرت عمرؓ کی تلوار چمکی اور قرآن کے شعلہ جوالہ کی لپٹ نے ہر طرف آتش افشانی کی۔ از منہ مابعد مین بڑے بڑے لوگون مثلاً ابو ابن سیناؔ[۵] فردوسی۔ عمر خیام۔ سعدی۔ حافظ کے نام ایران کے صفحۂ حکمت و شعر و سخن کے عنوان طراز ہوئے اور اوسکے لئے ایک ایسی میراث چھوڑ گئے جسکی شہرت کا فنا ہونا محالات سے ہے۔ بالآخر ایک ملکی خاندان شاہی اور اوسکے ساتھ ایک ملکی خصوصیتون کے رنگ مین ڈوبا ہوا مذہب نمودار ہوا اور ایران کی تاریخ کے گذشتہ تین سو سال کے جسقدر کارنامون مین عظمت و شکوہ اور ثبات و استقلال کی شان پائی جاتی ہے وہ آجکے دن تک شاہ عباس اعظم سے منسوب کئے جاتے ہین۔ اسکے بعد کمتر درجہ کے فرمانرواؤن کے نامون کا ایک سلسلہ ہماری نظر کے سامنے گذرتا ہے اور اندرونی خانہ جنگیون اور قوم [illegible] ے مسلسل نظارہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے جسکے اثنا مین [illegible] ں اور انگلستان میدان مین آ نمودار ہوتے ہین۔ یہ واقعات ہمکو موجودہ زمانہ تک [illegible] تے ہین اور ہم دیکھتے ہین کہ سلطنت ایران جسکی حدود اب بہت ہی کم رہ گئی ہین لیکن پھر بھی سمٹی ہوئی خوب ہین ایک ترکی خاندان کے زیر نگین ہے اور دنیا کے روبرو ناصر الدین شاہ کی مشہور و معروف ذات کو پیش کرتی ہے۔ اگر ایران کو کسی اور لحاظ سے وقعت کی نظر سے دیکھے جانیکا استحقاق نہ بھی حاصل ہو پھر بھی اوسکے لئے کیا یہ شرف و امتیاز کچھ کم ہے کہ اوس کی ڈہائی ہزار سال کی مسلسل و متصل قومی تاریخ موجود ہے جو دنیا کے بہت کم ملک پیش کرسکتے ہین۔

---

[۵] مصنف کی مراد مشہور حکیم بوعلی سینا سے ہے۔ مترجم

انگلستان اور ایران کے تعلقات



اسکے علاوہ جو خاص تعلقات ایران کو انگریزی قوم کے ساتھہ مختلف زمانون اور بالخصوص موجودہ صدی مین رہے ہین اوسکے لحاظ سے لازم ہے کہ انگریزون کو ایران سے دلچسپی ہو اور جس انگریز نے اپنے ملک کی تاریخ کو بامعان نظر پڑھا ہے وہ اس لزوم کا نظرانداز کرنا پسند نہ کریگا۔ شاہ ایڈورڈ اول کے عہد مین برطانیہ کلان نے ایک معتبر سفیر کو اپنی طرف سے پورے اختیارات دیکر مغل شاہنشاہ ارغون کے دربار مین بہیجا جسکے علاقہ مین اوسوقت ایران شامل تھا۔ اسکے قریباً تین صدی بعد ایک سفیر صفوی خاندان کے دوسرے شاہنشاہ کے پاس ملکہ ایلزبتھ کے خطوط لایا۔ شاہ چارلس اول نے بھی اپنا ایک ایلچی ایران بہیجا تھا مگر اوس کا یہان پہونچکر انتقال ہوگیا۔ سولہوین اور سترہوین صدی مین انگریزی کارپردازون نے شمالی یوروپ اور بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے ساتھہ تجارتی روابط قایم کرنے مین مساعی جمیلہ سے کام لیا۔ ان دونون صدیون کے درمیان انگلستان کو اپنی بحری قوت کے روزافزون تفوق کی وجہ سے پہلے تو خلیج فارس کی تجارت کا ایک حصہ ملا اور پھر پوری طرح سے یہ تجارت اوسکے ہاتھ مین آگئی۔ بالآخر موجودہ صدی کے آغاز کے ساتھہ انگلستان اور ایران مین قریبی تعلقات کا ایک ایسا سلسلہ قایم ہوگیا جو باوجودیکہ سیاسی کشاکش اور ایک مرتبہ جنگ سے ٹوٹ چکا ہے پھر بھی اوسکا وجود برابر قایم ہے۔ انہین تعلقات کی وجہ سے انگلستان کو کئی موقعون پر وہ شہرت حاصل ہوی کہ جسکے ان ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور گو ان تعلقات پر بہت سی غلطیون اور

کسی قدر ندامت کا داغ لگا ہوا ہے اور بہت سی مثالین ایسی بھی پائی جاتی ہین کہ کبھی تو اس شدو مد کے ساتھ ان روابط کے متعلق سلسلہ جنبانی کی گئی کہ اوسپر انتشار و ہیجان کے الفاظ صادق آنے لگے اور کبھی ایسی غفلت اور کاہلی سے کام لیا گیا کہ ضعف و اضمحلال کی تعریف کا اوسپر اطلاق ہونے لگا لیکن با این ہمہ انہین تعلقات کی بدولت انگلستان و ایران ایک ایسے قریب کے سیاسی رشتہ سے مربوط ہین جو مملکت اوّل الذکر کو ایشیا کی کسی دوسری خود مختار حکومت کے ساتھ نہین۔

میرے سفر کے چار حصے

حکایت کو مین اب شروع کرنے والا ہون اوسکے ضمن مین مین متذکرہ صدر زمانون مین سے اکثر کی یادگارون اور مندرجہ بالا اشخاص مین سے بعض کے کارنامون پر نظر ڈالون گا۔ میرا سفر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک تاریخی دلچسپی یا سیاسی امتیاز اور نیز جداگانہ طور پر اپنی اپنی خصوصیات کی شان لئے ہوئے ہے۔ اِن چارون حصون مین علی الترتیب ایران کے شمالی و مشرقی۔ وسطی اور جنوبی و مغربی صوبہ جات اور جنوب کی بحری شاہراہ سے بحث ہوگی۔ اور اگر مین استعارہ سے کام لون تو مین اونکو ایک تاگے سے تعبیر کرسکتا ہون جس مین مینے اون ممالک کے متعلق جن مین نے خود سفر کیا ہے یا جو اون سے ملحق تھے ایسے تمام کوایف و معلومات کو پرو دیا ہے جن کا مصدر میرا اپنا سفر ہے جو ذیل اجزا پر مشتمل ہے۔

(۱) ۸۵۰ میل کا سفر بذریعہ سواری اسپ خراسان کے سرحدی صوبہ مین اور و

دار السلطنت طہران تک۔

(۲) ۸۰۰ میل کا مشہور سفر (یہ بھی گھوڑے پر) طہران سے بوشہر تک

(۳) شط العرب، دریاے قارون کی مرحلہ پیمائی اور۔

(۴) خلیج فارس کا کشتی کا سفر۔

(۱) خراسان



ولاً مین اپنے ناظرین کو اون مقبوضات کی سیر کراؤنگا جو زمانہ کی غارت گری سے بچکر خراسان کے پاس جو کسی زمانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت ہوتی تھی رہ گئے ہین۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مملکت خراسان مین مرو کا علاقہ شریک تھا۔ خیوا تک اس کی سرحد پھیلی ہوئی تھی۔ ہرات اور قندھار اس مین شامل تھے اور دریاے جیحون اسے سیراب کرتا تھا۔ اور گو اب اسکی عظمت و شوکت قایم نہین رہی پھر بھی یہ صوبہ (جو ہیبتناک پہاڑون اور دشوار گذار گھاٹیون سے مستحکم ہے جسمین جابجا ایسے میدان پھیلے ہوے ہین جن مین مشہور و معروف دار السلطنتون کے آثار ابھی تک باقی ہین اور جس مین کم از کم ایک شہر[١] اب بھی ایسا ہے جو تمام دنیا مین مشہور ہے) ایسے بہت سے مباحث کی جولانگاہ ہے جو مو ثرا غراض سلطنت اور دلچسپ و معنی خیز ہین صدہا سال سے یہ مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد اقوام کا میدان کارزار بن رہا ہے اور جنگ کی دستبرد کے علاوہ قتل و غارت کا بازار یہان خوب گرم رہا ہے۔ ایشیا مین کم علاقے ایسے ہونگے جنکا رقبہ خراسان کے رقبہ کے مساوی ہو

[١] اس سے غالباً مشہد مراد ہے۔ مترجم

اور اُن مین استنے ہی آدمی قتل ہوئے ہون جتنے کہ خراسان ہین۔

صوبجات ملحقہ

ایک قدرتی امر ہے اور اس کتاب کی ضخامت کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اپنے سفر کے اس حصّہ کے حالات بیان کرتے وقت مین صوبجات یا اضلاع ملحقہ کے جدید ترین کوایف قلمبند کرون۔ ان کوایف کے اکثر حصہ کا ماخذ وہ تحقیقات ہیں جو مینے بطور خود اس نواح مین کی اور اجتماعی حیثیت سے نہایت لایق اور مستند لوگون نے اوس کی نظر ثانی کی ہے۔ اسمین مشرق کی طرف سرحد ایران و افغانستان اور سیستان کے مسایل کی حقیقت داخل ہے جہان سرحد ہندوستان کا مسئلہ ایک زبردست حریف کی شکل مین آکر ظاہر ہوتا ہے اور ایران کے ترکی کے مقبوضات واقع بحر اخضر کے واقعات بھی ان مین شریک ہین۔ اس حصّہ کے طبعی حالات اور اقلیم ایران کے دوسرے حصون کی طبعی خصوصیات مین ایسا حیرت انگیز تخالف اور تناقض پایا جاتا ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ہم سرزمین ایران کے کسی حصہ کے بجائے کرۂ ارض کے متقابل حصہ (امریکہ) مین آگئے ہین۔ اِسکے علاوہ کوایف مسطور شمال مغربی اور مغربی صوبہ جات کے حالات پر مشتمل ہین جہان بڑے بڑے شہر موجود ہین۔ غیر ممالک کے ہر قوم و ملت کے لوگ آباد ہین اور نہ مٹ سکنے والے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین۔ اسی طرح ایران کے جنوبی حصون کے حالات پر بحث کرتے وقت مین اون بعید المقام اور غیر معروف جنوب شرقی و جنوب غربی صوبہ جات کے حالات قلمبند کرونگا جو زمانہ کے تمدنی رجحانات

کا ایک عرصہ دراز سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہین - اور جن مین اب تک خانہ بدوشی کا وہ تمرد اور شورش پائی جاتی ہے جو ایک زمانہ مین اہل ایران کی خصوصیات کا ایک غیر تغیر پذیر جزو تھی -

(۲) صوبجات متوسط

ان کو خیرباد کہتے وقت مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے دربار کی تصویر کا ایک رخ دکھاؤنگا جو عظمت و شان کے لحاظ سے زمانہ سابق مین سلاطین مغلیہ کے دربار کا ہمسر تہا اور ایک ایسے طرز حکومت کا نقشہ کہینچکر بتاؤنگا جسپر باستثناے چین مشرقیت کا سب سے زیادہ رنگ چڑہا ہوا ہے اور بالآخر ایک ایسے شہر کی سیر کراؤنگا جس مین ایک ایشیائی دارالسلطنت کی ناقابل تغیر خصوصیات کے ساتھ یوروپ کے مستعار لوازم تمدن ملے ہوئے نظر آئینگے - طہران سے ایک شاہراہ (جسکے عرفی مفہوم کا اطلاق صرف نوّے میل کے ایک ٹکڑے پر ہوسکتا ہے) اوس عظیم الشان سطح مرتفع کی تدریجی حدود و فاصل کی طرف ہماری رہنمائی کرے گی جو سطح سمندر سے بحساب اوسط ... ۳ سے لیکر ... ۵ فٹ تک بلند ہوگی - اور جو ایران کے بیچون بیچ واقع ہے - اس سطح مرتفع کے کثیر التعداد سلسلہاے کوہ شمالی اور جنوبی سمندرون کے مابین ارہ کے دندانون کی طرح حایل ہین - جو کم یا زیادہ وسعت کے میدان ان پہاڑون کی دامن مین واقع ہین اون پر ہم کو بڑے بڑے مگر ویران شہرون کی شکل مین گئی گذری شان و شوکت - شرمناک بے عنوانی اور اندرونی انحطاط کی محسوس یادگارین نظر آئینگی - قم اپنے اوہام و تعصب اور رموز و اسرار کے

پردہ کے پیچھے سے اون دمکتے ہوئے سنہری قبون کی جھلک دکھا رہا ہوگا۔ جو اولیاء کے مزارون اور شہنشاہون کے مقبرون پر سایہ افگن ہین۔ اصفہان اپنے محلون کے اجڑے ہوئے کروفر۔ اپنے باغون کی خزان رسیدہ فضاؤن اور اپنے عظیم الشان پلون کی شکستہ حالی سے جو کسی زمانہ مین چھہ لاکھ پچاس ہزار کی آبادی کی دہمک سے گونجا کرتے تھے ایک حسرت اور درد سے بھری ہوئی داستان سنا رہا ہوگا۔ گو کہ اسکے پررونق بازارون کی گھما گھمی سے ابھی تک اس بات کا ثبوت ملتا ہو کہ بیچ بیوپار مین یہان کے لوگ سرگرمی سے مشغول ہین اور قومی تجارت فروغ پر ہے۔ شیراز جس مین کبھی حافظ کے دلکش ترانون کی شکرین صدا آتی تھی اور جو سعدی کے فلسفہ آمیز کلام کی شور انگیزی کا نمکدان تہا ان شعرا کے مقابر کو اپنی آغوش مین لئے ابھی تک اون پر نازان نظر آرہا ہوگا لیکن اسکے دلفریب چمنستان۔ اسکے رقص کنان فوارے اور اس کی جانفزا بہارین اون لوگون کے ساتھہ چلی گئی ہین جو اونکی مدح مین رطب اللسان تہے اور جنکا اب فقط نام باقی رہ گیا ہے جسکی یاد آٹھہ آٹھہ آنسو رُلاتی ہے۔ اسی نواح مین اور زمانہ حال کے ان کھنڈرون سے بالکل ملحق ایک زیادہ عظیم الشان تصور اور ایک قدیم تر عہد سلف کے آثار کچھ فاصلہ پر واقع ہین۔ یہان ابھی تک میدان پردہ سفید سنگ مرمر کا مقبرہ کھڑا ہے جسمین غالباً کسی زمانہ مین کیخسرو کی نعش ایک سونے کے تابوت مین محفوظ تھی۔ اس سے تہوڑے ہی فاصلہ پر دارا کا مقبرہ جسپر کسی نبی نے نباشی کا ستم ڈھایا ہے ایک عمودوار گہاٹی کے ڈھلوان پہلو سے حسرت بھری نگاہ کے ساتھ ٹکٹکی جمائے نظر آتا ہے۔

اسکے مقابل اصطخر کا شاہانہ چبوترہ اپنے بوسیدہ ستونون کو اپنی ہتیلی پر اوٹھائے کہڑا ہے اور ملبہ کے ڈہیرون مین سنگتراشی کی صنعت کے اون نمونون کو دکہاتا ہے جنہون نے کسی زمانہ مین اخشیارشا کے محلون اور ارتخششت کے طاق ورواق کو زینت بخشی تہی۔

آثار قدیمہ

اگر مین عہد سلف کی ان مشہور و معروف یادگارون کی سیر مین تہوڑا سا وقت اور صرف کرون تو غالباً میرے ناظرین کو مجہ سے شکایت نہ ہوگی۔ یہ یادگارین ہمین بتاتی ہین کہ دولت وعظمت اور طمطراق کے لحاظ سے ازمنہ وسطی کے ایران کو زمانہ حال کے ایران پر جسقدر تفوق عظیم حاصل تہا اوس سے بھی زیادہ عہد سلف کے ایران یعنی ہروڈوٹس اور زنوفن کے ایران کو ازمنہ وسطی کے ایران پر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے فضیلت حاصل تھی اور اب بھی اوسکے کھنڈرون کو دیکھکر ہمین اوس کی اس فوقیت کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ ان قدیم اور تاریخی یادگارون کو بحث مین لاتے وقت مین اون تفاصیل کا اعادہ نہین کرونگا جو مقام وقوع اور عمارت کی حیثیت سے ان سے متعلق ہین کیونکہ ایسی تفاصیل دوسری زیادہ تر اصطلاحی کتابون مین شرح و بسط کے ساتھ درج ہین۔ پھر بھی مین علوم وفنون جدیدہ کی معلومات وتحقیقات سے استفادہ کرونگا۔ مجھے اون لوگون کے ساتھ ہمدردی نہین ہے جو ایک ملک مین جسکے حالات لایق اور مشہور مصنفون نے لکھے ہون ادہراودہر چکر لگا کر اپنا سفرنامہ لکھہ ڈالتے ہین اور سمجھنے لگتے ہین کہ ایک سیاح کی بیاض کی مجہول الکیف یادداشتون کا رطب ویابس مواد متعدد علما وفضلا کی مساعی کے ماحصل سے بہتر ہے۔ جس وقایع نگار سفر کو

کچھ بھی پاس وضع یا خودداری کا خیال ہو وہ "ڈیورنیر" کے مدیر کے خیال کے مطابق جو ستر ہوین صدی مین گذرا ہے۔ اِن علما و فضلا کی تحقیقاتون سے فائدہ اُٹھائیگا۔ مدیر مسطور لکھتا ہے کہ "مجھے علوم و فنون والسنہ و جغرافیہ و نقشہ جات و کتب سیاحان ماسبق کے متعلق کافی معلومات حاصل ہین کیونکہ اِنکے بغیر عام اور معمولی درجہ کے سیاح اپنے سفر کے حالات آسانی اور عمدگی کے ساتھ قلمبند نہین کر سکتے اور نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسرونکو زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہین"۔ اسکے ساتھ ہی وقایع نگار مسطور کو چاہیے کہ مشاہدہ اور جایز نکتہ چینی سے کام لیکر اپنے چشمدید واقعات کو صحیح صحیح بیان کرے۔

(۳) جنوب مغربی صوبہ جات



نہاے جنوب مغرب مین ہین اپنے ناظرین کی توجہ ملک کے ایک ایسے حصّہ کی طرف منعطف کرونگا جو قدرت کے عطیون سے جنگلی انسان نے کبھی تو قدر کی اور جنہین کبھی اوسنے اپنے پاؤن تلے روندا پامال ہے اس حصّہ ملک مین کشتی چلانے کے قابل دریا اون میدانون مین بہتے ہین۔ جنپر کسی زمانہ مین سبزہ کا زمردین فرش بچھا تھا لیکن جو اب اجڑ کر پتھریلے ویرانون کی شکل مین بدل گئے ہین۔ یہان اصول فن عمارت کے عظیم الشان نتایج جو علم آب کی صنایع وبدایع اور اوس زمانہ کے لوگون کی بلند نظری اور اولوالعزمی کی دیرپا یادگارین ہین اور جن کے نشان قرون مابعد مین نہین ملتے اسوقت رایگان بہنے والے دریاؤن اور غیر مزروعہ اراضی کے درمیان شکستہ پلیا یون کی شکل مین قایم ہین۔ یہ وہی سرزمین ہے جہان کسی زمانہ مین بڑے بڑے شہر زینت دہ لبیا

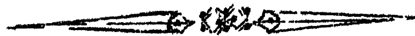
دریا تھے جہان شاندار اور خوبصورت محل بلند ٹیکرون پر اپنے ستونون کے تناسب اور دیوان نمانون کی عظمت ورفعت کی شان دکھلاتے تھے۔ جہان کیخسرو۔ دارا۔ سکندر اور شاپور جیسے جلیل المرتبہ شہنشاہ یا تو کشورستانی اور تسخیر کے امڈے ہوئے دریا کی رو کے ساتھ بہے چلے جاتے تھے اور یا آرام و آسایش کی دلفریب اور روح افزا لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے تہوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ یہان مین کچھ عرصہ کے لئے اوس صنعت و حرفت و تجارت کے شرارونکی نبسم کا تماشا دیکھنے کے لئے قیام کرونگا جسمین از سرنو جان پڑی ہے اور موجودہ نسل کا یہ فرض ہے کہ ان شرارون کو دہکاکر ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل کردے۔ اس دلفریب قطعہ کی ٹکر کا ایک اور قطعہ زمین موجود ہے جو زمانہ سلف کی تاریخ مین اس سے بھی زیادہ مشہور تھا۔ اس کی سرحد کو وہ وسیع جہانہ سیراب کرتا ہے جس مین سے دجلہ و فرات اپنے ملحقہ پانیون کو خلیج فارس مین ڈالتے ہین۔ یہ وہ سرزمین ہے جسکی قدر و منزلت مقدس روایات اور گستاخ ناپاک تاریخ کی نظرون مین یکسان ہے۔ ہم یہان باغ عدن کی روایتی سرحد سے گزر کر اوس پراسرار مقام مین جا پہونچتے ہین۔ جہان مٹی کے برتنون اور اینٹون کے دیو ہیکل تودون کے درمیان نوبخت نصر کے حروف تہجی ترشے ہوئے پتھر کے محلون۔ اونچی کرسی کے ہیکلون اور بابل کے مینارون کی داستان الف ابجد سے لیکر تائے تمت تک زبان حال سے پکار پکار کر سنا رہے ہین۔ یہ وہی مقام ہے جہان حضرت دانیال نے اپنی پیشین گوئیان کین۔ جہان بنی اسرائیل کے شیون و بکا کی صدا بلند ہوئی اور جہان سکندر پیوند زمین

ہوا۔ غرضکہ ہم بصرہ کی دریاے دہلیز پر کھڑے ہین جو سند باد جہازی زمانہ گذشتہ کے عربی کولمبس کا مولد اور وطن مالوفہ تھا۔ یہان سے ہم المداین کی رفیع القدر محراب کو مشاہدہ کرسکتے ہین اور بغداد کے مینار سے اور خراسان یہان سے ہمکو افق مین نظر آسکتے ہین۔

(۴) خلیج فارس



بالآخر ایران کی جنوبی اور بحری سرحد کے کنارہ کنارہ کشتی مین سفر کرتا ہوا مین اپنے ناظرین کو ایک ایسے حصہ ملک اور ایک ایسے سمندر کی طرف متوجہ کرونگا جسکے حالات سے بہت کم لوگ انگلستان مین واقف ہونگے اور ساتھ ہی جنگجو عرب قومون۔ بحری قزاقون اور ویران اور غیر آباد بندرگاہون کا ذکر کرونگا جنکا غلغلہ ایک زمانہ مین یورپ مین پڑگیا تھا۔ مزید بران مین سمندر کے اون حصون سے استشارہ کرونگا جنکو پرتگال ہالینڈ اور برطانیہ کلان کے رقیب تجارتی بیڑون نے اپنی جولانگاہ بنایا ہے۔ اگر اسکے ضمن مین مجھے اوس تار و پود کے سلجھانے کی خواہش پیدا ہو جس سے تاریخ کی بساط بن گئی ہے اور جس سے ہمارے ملک اور قوم کا نہایت گہرا رشتہ ہے تو مین اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی ظاہر کرسکونگا کہ برطانیہ کلان نے ایک ایسے زمانہ مین جو جنگی اور استحصالی اعتبارات سے عہد سلف سے کمتر درجہ پر ہے اوس حق کو جو اوس نے اپنی ایشیائی ملک گیری کے ابتدائی زمانہ مین حاصل کیا تھا اب تک قایم و برقرار رکھا ہے۔ اور انگریزون کا نام ان دور دراز سمندرون مین ابھی تک خوش نظمی اور آزادی کا مترادف ہے۔



مشرق کی غیر تغیر پذیری

مواد میری داستان کو رنگین بنائے گا۔ اور اسکے ساتھ جب مشرقی سیاحت کے قرین قیاس مگر غیر معمولی واقعات شامل ہونگے تو وہ لوگ بھی اسکے مطالعہ سے گریزاں کرین گے جو کسی کتاب کو مسلسل اور باقاعدہ طور پر نہین پڑھتے اسکے علاوہ جب مین زمانہ گذشتہ کے واقعات کو خواہ وہ کیسے ہی تعجب انگیز اور نتیجہ خیز کیون نہ ہون بیان کرتے کرتے زمانہ حال کے حوادث کا ذکر خواہ وہ کیسا ہی حسرت ناک اور عبرت انگیز کیون نہ ہو۔ چھیڑونگا تو ضرور ہے کہ اس قسم کے ناظرین کی رگ اشتیاق پھڑک اوٹھے جس ملک مین ریل نہین وہ بلا شبہ و شک دلفریبیون اور دلبستگیون کا مخزن ہے۔ اور چونکہ ایران کے بہت سے حصون مین ابھی تک ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو ایشیائی زندگی کی قدیمی خصوصیتون اور رواجون کی لکیر پیٹ رہے ہین۔ اور ایسی گہری نیند مین ہین کہ زمانہ حال کا تمدن اونکے دروازہ پر جو دستک دے رہا ہے۔ اوسکا جواب تک نہین دیتے اسلیئے ایران پر بھی وہی قول صادق آتا ہے۔ اب سے پچاس برس پہلے ایران کے مفصلات کے شہرون پر دارالسلطنت کا روغن گو کسی قدر چڑھ گیا ہو اور اونکے تشخص کی خصوصیت جو وقار و انحطاط کی معجون مرکب تھی۔ گو کسی قدر ضایع ہو گئی ہو۔ لیکن بحالت موجودہ تو ایران مشرق مین مشرقیت کی شان سب سے زیادہ لیئے ہوئے ہے اور گو ایرانی امرا روسی ساخت کی بروہم گاڑی مین سوار ہوتے ہون اور ایرانی سوداگر فرانسیسی گھڑیان جیب مین رکھتے ہون۔ اور ایرانی کاشتکار مانچسٹر کے کپڑے کے جبے پہنتے ہون۔ پھر بھی ایرانی قوم کی

ت وہی ہے جو پہلے تھی اور پرانے دستورون اور رسمون سے اوسے ایک متعصبانہ موانست (جس سے گو ہمیشہ غیر مضر نتائج مترتب نہین ہوتے) ہے۔ ہم ابھی تک جارڈن فلسفی کے ان الفاظ کو دہرا سکتے ہین ؛-

صُورت اشیا مثلاً عادات عمارات - باغات وغیرہ مین جو تغیرات و انقلابات آئے دن ہمارے یوروپ مین برپا ہوا کرتے ہین - وہ ایشیا مین نہین ہوتے مشرق مین لوگ تمام باتون مین غیر متغیر ہین - اہل مشرق کی عادات وخصایل آج کے دن تک وہی ہین جو زمانہ قدیم مین تھین - اور اس لئے گر کوئی شخص اس یقین کو اپنے ذہن مین جگہ دے کہ اس حصہ دنیا مین اشیا کی خارجی صورت (مثلاً وہان کے لوگون کی عادات ورواجات) اب بھی وہی ہے جو دو ہزار برس پہلے تھی تو بیجا نہ ہوگا - البتہ اگر کوئی تبدیلیان ہوئی ہین تو وہ مذہب کے باعث ظہور مین آئی ہین - لیکن وہ اسدرجہ کم ہین کہ قابل لحاظ نہین ہوسکتین -

مشرق کی دائمی دلفریبی

ن مین دوسرونکو اوس بات کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون جسے مجھے بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ مین خود کامل طور پر سمجھ نہین سکا یعنی مشرق کی حیرت افزا اور بے انداز دلبستگی - مسٹر اسٹینلی نے اپنے ایک خط مین ایک دفعہ لکھا تھا کہ سوڈان مین بھی کیا مقناطیسی اثر ہے جس نے گارڈن اور دوسرے بہت سے بہادرون کو افریقیہ کے قعر تیرہ و تار مین ہلاک ہونے کے لئے کھینچ لیا اور معلوم نہین کہ کتنی انسانی قربانیان اور اسپر چڑھین گی جب اسکی خون کی پیاس کہین جا کر بجھے گی - اسی قسم کا ایک اثر گو وہ اسدرجہ

خطرناک نہین مسافر کو کشان کشان ایشیا مین لاتا ہے اور فاصلہ اور وقت کی خفیف مزاحمتون
کی طرف سے بے پروا بنا کر اوسکے دل مین صرف یہی اشتیاق آمیز خواہش پیدا کرتا ہے کہ
وہ آگے بڑہا چلا جائے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ وسیع منظرون۔ دامن ہائے کوہ تک بے حجابانہ
پہیلے ہوئے میدانون۔ اپنے دامن سے میدانون کی حاشیہ طرازی کرنے والے پہاڑون
بے سڑک کے رستون۔ بے پشتہ یا بے خندق کی سڑکون۔ اور سطے منازل و طریقہ سفر
کے ذرایع کے بے روک انتخاب مین جو لطف اور مسرت حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز انگلستان
کے وسائل نقل و حرکت کی یکرنگی اور زندگی روزمرہ کے تکلفات کے روکھے پن مین حاصل
نہین ہوتی۔ اسکا باعث ایک حد تک اوس اطمینان کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنے
کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے کی اوس خواہش کے پورا ہونے سے پیدا ہوتا ہے
جسے نوکرون چاکرون کا ایک جم غفیر بھی مٹا نہین سکا۔ اور نیز اسے جان جوکھون مین ڈالنے
کے اوس شوق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جسے انیسوین صدی بھی زائل نہین کرسکی۔
یا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ مشرق کی سرزمین مین اُن نظارون کی دید مین محو ہو کر جہان زندگی اور
اوس کے حوالیات مین ہزارہا سال سے کوئی تبدیلی واقع نہین ہوئی۔ جہان خانہ بدوش
ابراہیم ابھی تک اپنے مویشیون کے گلون کو لئے ہوئے دشت نوردی اور بادیہ گردی
کرتے پھرتے ہین جہان ربیکا ابھی تک کنوئین سے مشک مین پانی بھر کر لاتی ہے۔
جہان وحشیانہ چپقلشین حضرت ایوب کی غریب الوطنی کے مصائب و آلام کی یاد کو تازہ
رکھتی ہین۔ مغربی شخص اپنے مصنوعی تمدن کا خول اتار دیتا ہے اور اُسے یہہ محسوس

ہونے لگتا ہے کہ مین اپنے آبا و اجداد کی نسل سے پھر آملا ہون اور اوس سرزمین کی ہوا میرے
رخسارون پر مروجہ جنبانی کر رہی ہے جس مین کبھی میرے اسلاف نے پرورش پائی تھی۔

مغرب اور مشرق کا مقابلہ

مغرب اور مشرق کی زندگی کے حوائج اور سامان معیشت کے محسوس اور مستقل
اختلافات پر خامہ فرسائی کرنا تحصیل حاصل ہے جس شخص نے مشرق خاص مین
سرسری طور پر بھی سفر کیا ہوگا وہ ان اختلافات کی حیرت انگیز بے پایانی سے بیخبر نہین۔
جن ملکون مین نہ گہاٹ ہین نہ بندرگاہ۔ نہ ریلین ہین نہ اسٹیشن۔ نہ شاہراہین ہین نہ بازار
(جن معنون مین کہ ہم ان لفظون کا استعمال کرتے ہین) نہ سرائین ہین نہ ہوٹل۔ نہ پلنگ ہین
نہ میزین اور نہ کرسیان بلکہ جہان ایک مسافر کے لیے یہی ساز و سامان کافی ہوتا ہے کہ اوسکے
پاس سواری کی ایک زین کے علاوہ اگر اور کچھ ہو تو صابن کی ایک ٹکیا ہو۔ اون مین اور ہمارے ملک
مین فی الحقیقت بعد المشرقین حایل ہے اور اونکے عجائبات فی الواقع شوق و تحیر کے پہلو مین
چٹکیان لیتے ہین۔ کوئی ایسا وقت بھی ہے کہ یہان ایک نہ ایک عمامہ کا سحر ہمکو از خود رفتہ
نہ بناتا ہو۔ یا غبار آلودہ گلیون مین سے گذرتی ہوئی اون برقعہ پوش شکلون کے معمے کے
حل کرنے مین جنہین عورتون سے تعبیر کیا جاتا ہے ہماری عقل چکر مین نہ آتی ہو؟ کیسا عجیب اور
انوکھا ہمکو معلوم ہوتا ہے وہ منظر جہان نہ کھیتون کے گرد جھاڑیون یا درختون کی باڑ ہے۔ نہ جنگل
ہین۔ نہ چراگاہین ہین اور نہ کھیت۔ جہان روشن و تابناک مطلع مین ننھی ننھی چیزین کئی میل
سے نظر آتی ہین۔ جہان شہرون پر دھوئین کی گھٹا چھائی ہوئی دکھائی نہین دیتی اور جہان

مکانون کی ہموار چھتین روشن والون اور آتش دانون سے شق نہین ہین - یہان کے کہن دست میدانون کی پہنائی پر جو بے اختیار کر دینے والی خاموشی طاری ہے وہ انگلستان کے سہانے جنگلون کی اون دلکشا آوازون سے کسدرجہ مختلف ہے جن سے ہمارے کان آشنا ہین - اور کیسی جانفزا ہے وہ آب و ہوا جسے دہند اور کہر اور ابخرے مکدر نہین کرتے بلکہ جہان نیر اعظم اپنی عمودی شعاعون کی برچھیان نصف النہار پر سے پھینکتا ہے!

ایران اور انگلستان کا بے پایان اختلاف

مشرقی ممالک مین مین پھرا ہون اون مین ایک بھی ایسا نہین جسے ایشیائی اور یوروپی مناظر کے اختلاف کے لحاظ سے ایران کی ہمسری کا دعوی ہو - انگریزی ناظرین کو جنکے قدرتی مناظر کے خیالات کا ماخذ محض یوروپ ہے اوس تناقض وتخالف کا تصور دلانا مشکل ہے جو یوروپ کے نظارون کو ایران کے نظارون سے ممتیز کرتا ہے - یورپ مین پہاڑ بالعموم نیلی یا نافرمانی رنگت کے ہوتے ہین - حالانکہ ایران مین پہاڑون کا رنگ شعلہ کی طرح سرخ ہوتا ہے یا بھورا - یا فاختئی - یوروپ مین جب کھیت گھاس یا زراعت کے سبزپوش سے ڈھکے ہوئے نہین ہوتے تو کگر متون کی سرخی کے باعث ارغوانی نظر آتے ہین لیکن ایران مین صحرا اور کھیت مین اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۲۸ سطر آخیر - مینے ایک چھوٹی سی چیز مثلاً ایک جھونپڑی یا عمارت کو متعدد بار کم از کم بیس میل کے فاصلہ سے دیکھا ہے - اور ایران مین جس شخص نے سفر کیا ہے اوسے ماننا پڑے گا کہ بسا اوقات اوسے منزل مقصود کے سراب نے یاس وحرمان کا منھ دکھایا -

کہ صحرا کی رنگت بھوری ہوتی ہے اور کھیتون کے ساتھ آبپاشی کی نالیون کی خشک تہ بھی ہمکو نظر آتی ہے۔ انگلستان کا مثال کے طور پر پیش کیا جا سکنے والا گاؤن علیحدہ علیحدہ اور اکثر خوبصورت مکانات پر جو عظیم الشان اور سالخوردہ درختون مین چھپے ہوئے ہوتے ہین مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ایرانی گاؤن کی حقیقت جسے نظیر کے طور پر پیش کیا جا سکے کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑون کے ایک مجموعہ سے زیادہ نہین جو بادی النظر مین افقی اور عمودی خطوط سے متشکل اور ایک بوسیدہ کچی مٹی کی دیوار سے محصور ہوتا ہے۔ بحیرہ اخضر کے صوبجات اور چند کوہستانی وادیون کے علاوہ اور کسی حصّہ مین جنگل نہین پائے جاتے اور ایران مین ایک بھی ایسا بن نہین جسے بن کہا جا سکے۔ یہان مسافر کئی کئی دن سفر کرتا رہے اور اوسے گھاس کی ایک پتی تک نظر نہ آئے۔ نہ یہان دریا بہتے ہین جنکے کنارون پر سبزہ و ریاحین کی رونق نظر آئے اور نہ یہان کوئی ندی

ریزۂ سنگ سے تار آب پہ دلکش زخمہ لگاتی ہے۔

یا تو کوئی جوش وخروش سے جھپٹنے والا سیل تمہارا سد راہ ہوتا ہے اور یا کسی حقیر سے نالے کو عبور کرتے وقت بمشکل تمہارے گھوڑے کے سم تر ہوتے ہین۔

اندرونی تناقص

عرصہ کے بعد یہ احساسات ایسے عامیانہ اور دلچسپی سے اس درجہ معرا ہو جاتے ہین کہ مجھے تو دلبستگی کا سامان اوس اختلاف مین اتنا نظر نہین آتا جو مشرق و مغرب کی زندگی کے اسالیب مین ہے جتنا کہ اوس تناقص مین جو خود مشرقی زندگی

کے عناصر وکیفیات مین پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا تناقض ہے جو غیر ذی روح اور انسانی دنیا مین یکسان طور پر محسوس ہوتا ہے۔ وسیع اور بسیط میدان بغیر کسی ڈھلوان یا نشیب و فراز کے یہان دفعتہً آسمان سے باتین کرتی ہوئی اور ڈراونی پہاڑ کی چوٹیون پر منتہی ہوجاتی ہین موسم سرما کا بھیانک اور اجڑا ہوا سمان فصل بہار کی مختلف الالوان جلوہ نمایون سے یکایک بدل جاتا ہے اور گو یہ رنگین عارضی ہوتی ہے لیکن اسکی دلکشائی اور روح افزائی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہزارہا قسم کے رنگ برنگ کے پھولون اور سبزہ کا فرش زمین پر کوسون بچھا نظر آتا ہے۔ سبز اور مزروعہ مقامات کی بھی یہ حالت ہے کہ ادہر ہم نے پانی کا سحر زا حصار چھوڑا اور ادہر دہشتناک صحرا نے اپنی مہیب شکل ہمین دکھائی اور اس اچانک تبدیلی سے دل پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً وادئ حیات سے بادیۂ ممات مین پہونچ گئے۔ خزان اور جاڑے کے مہینون مین دن کے وقت تو حرارت کی جان بخشی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا جسم مین سیرون خون دوڑ گیا حالانکہ رات کے وقت اور طلوع آفتاب سے قبل سردی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ مغز استخوان منجمد ہوا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہان مغنی قدرت کو اپنی معجز نما اور بے انتہا سرون کی چنگ کی پنچم اور کھرج کے تارون پر ہی مضراب لگانے مین مزا آتا ہے۔

فریب زندگی

جو آثار قدیمہ کہ اشارے اور کنایہ سے ایران کے شہرون اور اون کے باشندون کو اپنے اسرار کی حقیقت کا درس دے رہے ہین۔ اونکے سبق کا اثر ایسا

نہین کہ ویرانگی ان جاسے شہر اور اہل شہر دونون اوس کی کیفیت سے متکیف ہین - اجاڑ ویرانون اور خانہ بدوش لوگون کے خیمون کے اطراف مین

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

تھے ننھے بے قاعدہ طور پر پرورش پائے ہوئے بچے بڑے ہوکر صحیح الجسم اور تنومند جوان نکل آتے ہین - برخلاف اسکے عورتون کا حسن کی دوپہر قبل از وقت ڈھل جاتی ہے اور وہ ایسی بدصورت نکل آتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا - ایران مین جس طرح کہ ایک قصبہ اپنے باغیچون اور میوہ دار درختون کے جھرمٹ سے گھرا ہوا کچھہ دور سے دیکھنے پر حسن و خوبی کا جواہر ریزہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب اسکے پاس جاکر دیکھو تو کچی مٹی کے جھونپڑون کے ایک مجموعہ کی شکل مین منتقل ہوجاتا ہے اور جس طرح کہ ان مکانون کے بیرونی حصہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اُن کے اندر پھولون کی کیاریان اور حوض اور سامان عیش و راحت ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ فی الحقیقت ہوتا ہے اسی طرح اہل ایران کی ظاہری شکل و صورت اوس متناقض کی داستان سناتی ہے جو اوسے اونکے باطن سے ہے ایرانیون کی خصلت -

"اونچی دوکان پھیکا پکوان -"

کی مصداق قرار دی جاسکتی ہے - یہ لوگ اپنے بال بچون کے ساتھہ گو کیسی ہی شفقت اور سلوک سے پیش آتے ہون لیکن اپنے دوسرے ابنائے جنس کے مصائب و آلام کو دیکھکر اس بے اعتنائی سے منھہ پھیر لیتے ہین - کہ اونکو وحشی کہا جاسکتا ہے - ان کی وضع و روش مین بظاہر ایک شان پائی جاتی ہے لیکن ساتھہ ہی ان مین بھونڈا پن اور کرختگی بھی اسقدر جدید ہے

کہ اونہین صورت مین انسان اور سیرت مین بہایم سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ ایک ہی
شخص ایک وقت تو کبر ونخوت سے اکڑتا نظر آتا ہے اور دوسرے وقت اس تملق اور انکسار
سے کام لیتا ہے کہ فراشی سلام کرتے کرتے اوس کی کمر دوہری ہوئی جاتی ہے۔ تہذیب و تمدن
کے اصول سے بوجہ احسن آگاہ ہونے پر بھی اونکا خبط واوہام پرستی زایل نہین ہوئی۔ اونکے
اوضاع واطوار کو جنکے سامنے بادی النظر مین اہل پیرس کے اخلاق بھی ماند ہین اگر
غور سے دیکھا جاے تو مکر و دروغبافی اور گندم نمائی وجو فروشی کے سوا اون مین اور کچھہ
نظر نہ آئے گا۔ قانون اخلاق کے مقررہ ضوابط کی دکھانے مین تو نہایت سختی کے
ساتھ پابندی کرتے ہین لیکن عمل کرنے مین نہایت شرمناک بدکرداری اونکا وتیرہ ہے۔ مذہب
کا تقید اور سختی کبھی تو یہان تک بڑھ جاتی ہے کہ آتش تعصب سے لوگون کی روح جل اوٹھتی ہی
اور کبھی ایسی آزادی کی ہوا چل جاتی ہے کہ لا اوریون کی سب بے اعتنائی اوس مین حلول کرجاتی
ہے۔ نظام سلطنت کو اس لحاظ سے کہ اوسکی ترکیب سادہ ہے زمانہ قدیم کے اوس طرز حکومت
سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے۔ جسمین قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ پر فرمانروائی کرتا تھا اور اس اعتبار
سے کہ اوس کو غلط کاری کے نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گر اور ڈھب یاد ہین۔ اوس طرز
ت سے تشبیہہ دیجاسکتی ہے جسکے اصول [illegible] نس کے ایک مدبر یکتا دل نے
[illegible] صدی کے آخر [illegible] سولہوین [illegible] سے شرح مین ڈالی غرضکہ ایران کے طرز زندگی مین
ذلت بھی پائی جاتی ہی اور پھوہڑپن اور غلاظت بھی ہین یہان کے لوگ رذیل بھی ہین اور شریف
بعجم کے مرقع مین ایک طرف تو چشم ظاہر بین کی دلفریبی اور دوسری طرف مکر د زور کی

حیلہ بازی کی تصویر کہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔

کتب سیاحت

اس باب کے ختم کرنے سے پہلے مین اون تصنیفات کے متعلق کچہہ لفظ کہنا چاہتا ہون جو ایران کے حالات کے بارہ مین بالخصوص سیاحت اور تحقیقات کے مضامین پر لکہی گئی ہین۔ کم ملک ایسے ہونگے جن کا سفر اسقدر قلیل التعداد لوگون نے اختیار کیا ہو لیکن جن کے حالات مین پہر بہی اسقدر کثیر التعداد کتابین لکہی گئی ہون اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جو شخص اس ملک مین وارد ہوتا ہے۔ اوسکے مشاہدون اور تجربون کا نرالاپن اوسکے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ ان تصنیفات کی فہرست مین ایسی کتابین بہی پائی جائینگی جو نہایت قابلیت اور محنت سے لکہی گئی ہین۔ اور ان کی قدر قیمت ابہی تک نہین گہٹی بلکہ اس لحاظ سے اور زیادہ بڑہ گئی ہے کہ جس فہرست کا مینے ذکر کیا ہے اوس مین بعض نہایت ہی ناکارہ اور بے سر و پا کتابین بہی شامل ہین۔ مین عنقریب ایک دوسری جلد مین تاریخ و سیاحت ایران کے متعلق اون تصنیفات کی ایک کامل فہرست شایع کرنے کا قصد رکہتا ہون جو مین مختلف کتابون کے مطالعہ اور موجودہ وسایل معل[illegible] سے مرتب کر سکا ہون۔ لیکن فی الحال [illegible] ذیل مین ایک نقشہ درج کرتا ہون جو میری کتب بینی کا ماحصل ہے۔ اس نقشہ مین اون تمام سیاحون [illegible] تمام شہر[illegible] میرے علم مین دسوین صدی کے شروع سے ایران مین خود سفر کر کے وہان کے اور جغرافی حالات کو قلمبند کیا ہے اور اس کے متعلق ہماری معلومات کے صحیفہ

کو بڑہایا ہے اور جن کی تصنیفات معدودے چند مستثنیات کو چھوڑکر عام طور پر دستیاب ہو سکتی ہین - ہر ایک سیاح کے نام کے مقابل مین نے اوسکے سفر یا سکونت ایران کی تاریخ بھی لکھہ دی ہے - اوسکی تصنیف کی اشاعت کی تاریخ کا درج کر دینا مینے اس لئے مکتفی نہین خیال کیا کہ اوس سے ناظرین کو ٹھیک حالات معلوم نہ ہو سکین گے - اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان اعداد کے جمع کرنے مین مجھے ہر صورت مین مصنف کی اصلی تصنیف سے جو بعض حالتون مین عسیر الحصول بھی استفادہ کرنا پڑا اور بہت کم صورتین ایسی تہین جنمین مینے تصنیف متعلقہ کو بالاستیعاب نہین پڑہا تو غالباً ناظرین کو اس امر کا اعتراف ہوگا کہ ایسی فہرست کی تدوین مین جو ایران کے متعلق اپنی قسم کی پہلی فہرست ہے کچھ محنت صرف نہین کی گئی - ذیل کے نقشہ مین - مینے کسی ایسی تصنیف کا نام شریک نہین کیا جو کسی یورپین کی طبعزاد نہ ہو یا جسکا ترجمہ بعد کو یوروپ کی کسی زبان مین نہ ہوا ہو -

سنہ ۹۰۰ع لغایت سنہ ۱۰۰۰ع	سنہ ۱۰۰۰ع لغایت سنہ ۱۱۰۰ع	سنہ ۱۱۰۰ع لغایت سنہ ۱۲۰۰ع	سنہ ۱۲۰۰ع لغایت سنہ ۱۳۰۰ع
علی ابوالحسن مسعودی سنہ ۹۱۳ع لغایت سنہ ۹۱۵ع ابو اسحق الاصطخری	ناصر خسرو سنہ ۱۰۳۵ع لغایت سنہ ۱۰۵۰ع	ادریسی سنہ ۱۱۵۰ع ربی بنجمن ٹیوڈیلائی سنہ ۱۱۶۰-۷۳ع	یاقوت سنہ ۱۱۸۰-۱۲۲۹ع پادری ولیم ڈی ربروکوئیس سنہ ۱۲۵۳ع نکولو میفیو و مارکو پولو سنہ ۱۲۷۱-۹۴ع ابو الفدا سنہ ۱۲۷۳-۱۳۳۱ع

سنہ ۱۳۰۰ع لغایت سنہ ۱۵۰۰ع	سنہ ۱۵۰۰ع لغایت سنہ ۱۶۰۰ع	سنہ ۱۶۰۰ع لغایت سنہ ۱۷۰۰ع	سنہ ۱۶۰۰ع لغایت سنہ ۱۷۰۰ع
سیر یوسینوٹو سنہ ۱۳۰۶ع	لیوددویکو ورٹومیس تھیما سنہ ۱۵۰۲ع	سر انیتھونی و سر رابرٹ شرلی سنہ ۱۵۹۹-۱۶۲۷ع	آدم اولیریئس سنہ ۱۶۳۳-۳۸ع

سنہ ۱۳۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۰۰ء	سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۶۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء	سنہ ۱۶۰۰ء لغایت سنہ ۱۷۰۰ء
پادری اوڈورک ڈی پورڈینان		جی مین ویرنگ سنہ ۱۶۰۰-۱۵۹۹ء	پادری گبرئیل ڈی شنان سنہ ۱۶۲۸-۵۰ء
سنہ ۱۳۲۵ء	ایک گمنام سوداگر سنہ ۱۵۰۷-۲ء	جان کارٹ رایٹ پادری سنہ ۱۶۰۶ء	جے بی ٹیورینر سنہ ۱۶۲۹-۷۵ء
ابن بطوطہ سنہ ۱۳۳۰ء	جیوویلی انجیولیسلو سنہ ۱۵۱۰ء	ڈان جوان ڈی پرشیا سنہ ۱۶۰۰ء	جے- اے ڈی منڈیلسلو سنہ ۱۶۳۸-۴۰ء
پادری پی پیگولاٹی سنہ ۱۳۴۰ء	انتانیو ٹنریرو سنہ ۱۵۲۹ء	سر جان ملڈن ہال سنہ ۱۶۰۰ء	ہیربیسٹنگ سنہ ۱۶۴۵ء
پادری جوینی ڈی مارگنالی سنہ ۱۳۵۰ء	گیبرئیل ڈی لوئیٹنز سنہ ۱۵۴۶-۵۰ء	ایس کے زلانکی مینی سنہ ۱۶۰۲ء	پی آر رگورڈی سنہ ۱۶۵۰
ڈان رائی گانزیلرڈی کلیوجو سنہ ۱۴۰۵ء	سیدی علی سنہ ۱۵۵۶ء	پیڈرو ٹکسیرا سنہ ۱۶۰۴ء	ڈان پیڈرو سیبیٹیانو کیوبیرو سنہ ۱۶۵۰ء
عبدالرزاق سنہ ۱۴۴۱-۵۸ء	اہلکاران وافسران ربرٹش اسکوڈری	پی آر- پال سائمن سنہ ۱۶۰۷ء	پی آئی رالگرنڈرڈی ژوس سنہ ۱۶۵۶-۶۸ء
نکولو کانٹی سنہ ۱۴۱۹-۴۴ء	ٹریڈنگ کمپنی یعنی انتھونی جنکینسن	جوزف سیلبنک سنہ ۱۶۰۹ء	پی آر مینوئیل گاڈنہو سنہ ۱۶۶۳ء
اتھینیئیس نکیٹن سنہ ۱۴۷۰ء	رچرڈ چینی- آرتھر اڈورڈس-	فرے گیسپر ڈی سین برنارڈینو	پی آر انجیلو ڈی لابراسس
جوزلیفا باربیرو سنہ ۱۴۷۴ء	لارنس چیپمن- لایونل پلمٹری	سنہ ۱۶۱۱ء	سنہ ۱۶۶۴-۷۸ء
مہردڑیو کنٹرینی سنہ ۱۴۷۴-۵ء	کرستو فربرو سنہ ۱۵۶۲-۹۰ء	جان کروتھر و رچرڈ اسٹیل سنہ ۱۶۱۵-۱۶ء	جے ڈی تھیونیا سنہ ۱۶۶۴-۷ء
ہیرانیمو ڈی سینٹو اسٹیفینو	سیزر فریڈریکو سنہ ۱۵۶۳ء	ٹامس کاریٹ سنہ ۱۶۱۶ء	سر جے چارڈن سنہ ۱۶۶۵-۷۷ء
سنہ ۱۴۹۹ء	دی-ڈی- بلینک سنہ ۱۵۷۰ء	پیٹرو ڈیلاویلی سنہ ۱۶۱۶-۲۳ء	اے ڈالیر ڈیلسلٹ ڈیز
	ونسنشیو ڈی ایلیسنڈری سنہ ۱۵۷۱ء	ڈان گریشیاس ڈی سلوے	سنہ ۱۶۶۵ء
	جان نیوبری سنہ ۱۵۸۱-۵ء	فیگیوروا سنہ ۱۶۱۸ء	ایچ-ڈی- جیگر سنہ ۱۶۶۵ء
	ریف فچ سنہ ۱۵۸۳-۵ء	گائس نابز سنہ ۱۶۱۹-۲۰ء	جان اسٹرائیز سنہ ۱۶۷۱-۲ء
	جے-ایچ- وان لنشوٹن سنہ ۱۵۸۳-۹ء	نکولس ہیم سنہ ۱۶۲۳ء	الیف بیٹیس ڈی لاکرائے
	سی لیہرٹ سنہ ۱۵۹۸ء	سر ٹامس ہربرٹ سنہ ۱۶۲۷-۸ء	سنہ ۱۶۷۴-۶ء
	انٹونیو ڈی گودیا سنہ ۱۵۹۸ء	پی آر پیفک ڈی پراونس	جان فرائیر سنہ ۱۶۷۶-۷ء
		سنہ ۱۶۲۸ء	پی آر- ایس این سنین سنہ ۱۶۸۳ء

سنہ ١٦٠٠ء لغایت سنہ ١٧٠٠ء

وان کمپفر	سنہ ١٦٩٠-٩٢ء
پی اردلا	سنہ ١٦٨٩-٩٠ء
گیملی کریری	سنہ ١٦٩٤ء
پی آر ڈی لامیز	سنہ ١٦٩٨ء
ایف سی شلنگر	سنہ ١٦٩٩ء

سنہ ١٧٠٠ء لغایت سنہ ١٨٠٠ء

کپتان اے ہملٹن	سنہ ١٧٠٠-٢٠ء
جے پی ڈی ٹورنیفورٹ	سنہ ١٧٠١ء
کارنیلس لی برن	سنہ ١٧٠٣-٤ء
پی آر کروزنسکی	سنہ ١٧٠٥-٢٥ء
جان بیل ساکن انٹرموری	سنہ ١٧١٦-٧ء
بیسل بٹیٹزلیس	سنہ ١٧١٦-٣٠ء
دوری افندی	سنہ ١٧٢٠ء
پی آر بشوو	سنہ ١٧٢٢ء
کپتان بی-ایچ-بروس	سنہ ١٧٢٢-٣ء
پی آر اینڈ رو ڈی-ایس-سیسیلیا	سنہ ١٧٣٥-٦ء
جے آٹر	سنہ ١٧٣٧-٩ء
ووانگریز	سنہ ١٧٣٥ء
عبدالکریم	سنہ ١٧٤١ء
پی آر بیزن	سنہ ١٧٤١-٧ء
جونس ہنوے	سنہ ١٧٤٣-٨ء
پی آر ڈسو پینیٹر	سنہ ١٧٤٤ء
ڈاکٹر جے کک	سنہ ١٧٤٧ء
بارتھالومیو پلیسٹڈ	سنہ ١٧٥٠ء
لفٹنٹ-ای-بی-آئیوز	سنہ ١٧٥٨ء
کارسٹن نیبور	سنہ ١٧٦١-٥ء
ایس-جی گیملن	سنہ ١٧٧١-٢ء
آر-ہیبلوٹ	سنہ ١٧٧٣-٤ء
ابراہام پارسنز	سنہ ١٧٧٥ء
جی-فارسٹر	سنہ ١٧٨٣-٤ء
کانٹ دی فریرس سادیاف	سنہ ١٧٨٤-٥ء
پی-ایس-پیلاس	سنہ ١٧٨٥ء
ڈبلیو فرینکلن	سنہ ١٧٨٦-٧ء
سر ایچ جونز برجز	سنہ ١٧٨٦ء و سنہ ١٨٠٨-١١ء
ای ڈی پوشیپ	سنہ ١٧٨٦ء
جان ٹیلر	سنہ ١٨٩٠ء
جی-اے آلبور	سنہ ١٧٩٦ء
جان جیکسن	سنہ ١٧٩٧ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

سر جے میلکم سنہ ۱۸۰۰-۱۰ء
جے اسکاٹ ویرنگ سنہ ۱۸۰۲ء
پی اسیڈی جابرٹ سنہ ۱۸۰۵-۶ء
کرنل اے - ڈی بانٹمس سنہ ۱۸۰۷-۹ء
پی - اے ڈی - گارڈین سنہ ۱۸۰۷ء
کپتان ٹرول ہیر سنہ ۱۸۰۷-۹ء
اے ڈپری سنہ ۱۸۰۷-۹ء
پی ٹینکاین سنہ ۱۸۰۷-۹ء
کرنل ترینرل سنہ ۱۸۰۷-۹ء
جے پی موریر سنہ ۱۸۰۸-۹ء و سنہ ۱۸۱۱-۵ء
کپتان ڈبلیو پی گرانٹ سنہ ۱۸۰۹ء
سر ایچ پاٹنجر و کپتان کرسٹی سنہ ۱۸۱۰ء
جنرل ڈبلیو مانٹیتھ سنہ ۱۸۱۰-۳۱ء
سر جے میکڈانلڈ کنیئر سنہ ۱۸۱۰-۳۰ء
سر ڈبلیو آؤسلے سنہ ۱۸۱۱-۲ء
پادری ایچ مارٹن سنہ ۱۸۱۱-۲ء
ڈبلیو پرائس سنہ ۱۸۱۱-۲ء
جے - بی - روسو سنہ ۱۸۱۲ء
کرنل جی ڈرول سنہ ۱۸۱۲-۳ء
ایم فریگین سنہ ۱۸۱۲ء
جے ایس بکنگہم سنہ ۱۸۱۶ء
لفٹننٹ ڈبلیو ہیوڈ سنہ ۱۸۱۷ء

موسو وان کاٹزبیو سنہ ۱۸۱۷ء
کرنل جے جانسن سنہ ۱۸۱۷ء
سر آر کیر پورٹر سنہ ۱۸۱۸-۲۰ء
لفٹنٹ ٹی لملڈن سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء
پی گارڈن سنہ ۱۸۲۰ء
سی - ر - جے - رچ سنہ ۱۸۰۲-۱ء
جے - بی فریزر سنہ ۱۸۲۱-۳۴ء
آنریبل جی - کیپل سنہ ۱۸۲۴ء
ایم - آکورٹ سنہ ۱۸۲۶ء
سر جے - ای الگزینڈر سنہ ۱۸۲۶ء
کپتان - آر بگنان سنہ ۱۸۲۶-۳۰ء
ٹی - بی - آرمسٹرانگ سنہ ۱۸۲۸-۹ء
ٹامس لکاک سنہ ۱۸۲۸-۹ء - سی بیلینجر سنہ ۱۸۲۹ء
ای - اسمتھ و ایچ جی ڈوایٹ سنہ ۱۸۲۹ء
اے این گروور سنہ ۱۸۲۹ء
ای - این مینٹریز سنہ ۱۸۳۰ء
کپتان اے کونائی سنہ ۱۸۳۰ء
سار جنٹ گنس سنہ ۱۸۳۱ء
ڈاکٹر جے والف سنہ ۱۸۳۱-۴۳ء
جی فاولر سنہ ۱۸۳۱-۶ء
جے ایس - اسٹوکیولر سنہ ۱۸۳۱-۲ء
سر اے برنس سنہ ۱۸۳۲ء

لال موہن سنہ ۱۸۳۲ء
لفٹننٹ ٹی - ایس پادل سنہ ۱۸۲۳-۴ء
میجر ہیڈ نسٹم سنہ ۱۸۳۴ء
بیرن ٹامس کارنٹ سنہ ۱۸۳۴-۵ء
پادری جے پرکنس سنہ ۱۸۳۴-۴۲ء
سر ایچ - رالنسن سنہ ۱۸۳۴-۱۰ء
کرنل ڈبلیو اسٹورٹ سنہ ۱۸۳۵-۶ء
آچر ایلا سے سنہ ۱۸۳۵-۷ء
الگزینڈر شوڈزکو سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
جنرل - الیف - آرجیسنی سنہ ۱۸۳۵-۷ء
ڈبلیو - ایچ اینیورتھ سنہ ۱۸۳۵-۴۰ء
وی فانٹینئیر سنہ ۱۸۳۵-۸ء
میجر ڈارکی ٹاڈ سنہ ۱۸۳۶-۷ء
سر جے میکنیل سنہ ۱۸۳۶-۸ء
سر جسٹن اور لیڈی شیل سنہ ۱۸۳۶-۵۳ء
کپتان - آر - ولبرہیم سنہ ۱۸۳۷ء
یوجین بوری سنہ ۱۸۳۸-۴۰ء
حاجی عبدالنبی سنہ ۱۸۳۸ء
کپتان لیم سنہ ۱۸۳۸-۹ء
پرنس شہزادہ ای سالٹیکاف سنہ ۱۸۳۸-۹ء
کپتان - اے - کونولی سنہ ۱۸۳۹ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ـچ-ٹیکسپیر	سنہ ۱۸۳۹-۴۰ء	ڈبلیو کے لافٹس	سنہ ۱۸۶۵-۹ء	سرلیوئیس پیلی	سنہ ۱۸۶۲-۷۲ء
ـے فلینڈٹن وپی کاسٹی	سنہ ۱۸۳۹-۴۱ء	ایم-چیریکاف	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	آرم-ویمبری	سنہ ۱۸۶۲-۳ء
لٹراے گرانٹ	سنہ ۱۸۴۰ء	آر بی-بننگ	سنہ ۱۸۵۱ء	سر-او سینٹ جان-	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
ـرن سی-ڈی-بوڈ	سنہ ۱۸۴۰-۱ء	سجے بریزن	سنہ ۱۸۵۱ء	کانٹ سجے-ڈی راشورٹ	سنہ ۱۸۶۴-۶ء
اِسے-ایچ لیسٹرڈ	سنہ ۱۸۴۰-۲ء	زارلوٹا	سنہ ۱۸۵۲-۳ء	ایف میشن	سنہ ۱۸۶۵ء
ـا-ایل مٹفورڈ	سنہ ۱۸۴۰ء	ایچ-گارنیئر	سنہ ۱۸۵۲ء	وایکاونٹ پالمنگٹن	سنہ ۱۸۶۵ء
نٹ ڈی سرسی	سنہ ۱۸۴۰ء	کانٹ-جے-اے ڈی گابینو	سنہ ۱۸۵۵-۸ء	ڈاکٹر ایس ہاس لنشٹ	سنہ ۱۸۶۵-۹ء
لٹر-ایف-فاربس	سنہ ۱۸۴۰ء	مسٹر جے-آوڑم	سنہ ۱۸۵۷ء	ڈاکٹر جے ای-پالک	سنہ ۱۸۶۵-۸۲ء
ـا-آسکیولیٹی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	ڈبلیو-اے شفرڈ	سنہ ۱۸۵۷ء	میجر بی-لاؤٹ	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
مٹنٹ ڈبلیو-بی-سیلبی	سنہ ۱۸۴۱-۲ء	کپتان سی-ایچ ہنٹ	سنہ ۱۸۵۷ء	سی جی-ولس	سنہ ۱۸۶۶-۸۱ء
کٹر جی-پی-بیجر	سنہ ۱۸۴۲ء	کپتان-سی-کلارک	سنہ ۱۸۵۷-۶۳ء	اے-ایچ-مونسی	سنہ ۱۸۶۶-۷ء
بلیو آر ہالمس	سنہ ۱۸۴۳-۴ء	این-ڈی-خانیکاف	سنہ ۱۸۵۸ء	کرنل-ای سی-راس	سنہ ۱۸۶۷-۹۰ء
بن-ایل-وسٹرگارڈ	سنہ ۱۸۴۳ء	ڈاکٹر اوبلا	سنہ ۱۸۵۸ء	ڈی-ڈبلیو-فریشفیلڈ	سنہ ۱۸۶۷ء
ہم-ویگینر	سنہ ۱۸۴۳ء	ای-ڈیوہاسٹ	سنہ ۱۸۶۰ء	جی-میگلیوناف	سنہ ۱۸۶۸ء
ٹنٹ-آر-لیچ	سنہ ۱۸۴۳ء	آر جی-واٹسن	سنہ ۱۸۶۰ء	پادری-اے-ایل کیٹس	سنہ ۱۸۷۰ء
م سجے-ای جونس	سنہ ۱۸۴۴-۷ء	سجے-آسمیٹن	سنہ ۱۸۶۰ء	کرنل ایون اسمتھ	سنہ ۱۸۷۰-۲ء
جے-پی فیریئر	سنہ ۱۸۴۵ء	ایم-ڈی-بلاکویل	سنہ ۱۸۶۰ء	سجے بیسٹ	سنہ ۱۸۷۱-۸۵ء
ـچ ڈی-ہیل	سنہ ۱۸۴۸ء	اے-بی-ایسٹوک	سنہ ۱۸۶۰-۲ء	ڈبلیو بریٹل بینک	سنہ ۱۸۷۲ء
س آیڈاپلیفر	سنہ ۱۸۴۸ء	ڈاکٹر ایچ-بروشش	سنہ ۱۸۶۰-۱ء	بیرن میکس وان تھیل مین	سنہ ۱۸۷۲ء
اکٹر ایف اے بوسی	سنہ ۱۸۴۸-۹ء	سجے اشٹر	سنہ ۱۸۶۱ء	کپتان-ایچ-سی-مارش	سنہ ۱۸۷۲ء
ی-کیتھ ایبٹ	سنہ ۱۸۴۹-۵۹ء	سر-ایف-گولڈ اسمڈ	سنہ ۱۸۶۱-۷۲ء	ڈاکٹر ایچ ڈبلیو-بیلیو	سنہ ۱۸۷۲ء
نریبل آر کرزن	سنہ ۱۸۴۹-۵۲ء	ایف-ڈی-فلیپی	سنہ ۱۸۶۲ء	ڈاکٹر-جی روزیریو	سنہ ۱۸۷۲ء

سنہ ۱۸۰۰ء لغایت سنہ ۱۸۹۱ء

ڈبلیو ٹی بلینفورڈ	سنہ ۱۸۷۲ء	اے لیپو	سنہ ۱۸۸۰ء	کپتان اے سی ییٹ	سنہ ۱۸۵
کرنل وال بیکر و کپتان ڈبلیو گل	سنہ ۱۸۷۳ء	کرنل سی ای اسٹوٹرٹ	سنہ ۱۸۸۰-۹۱ء	جی بائولیٹ	سنہ ۱۸۸۶ء
پی اے گورڈ نیکاف	سنہ ۱۸۷۴ء	ای او ڈانوون	سنہ ۱۸۸۰ء	ٹی اسٹیونس	سنہ ۱۸۸۶ء
کپتان آنریبل جی نیپیر	سنہ ۱۸۷۴ء	اے کانڈی اسٹیفن	سنہ ۱۸۸۱-۵ء	ایچ بائینڈر	سنہ ۱۸۸۶ء
ایف اسٹولز و ایف سی انڈریاز	سنہ ۱۸۷۴-۵ء	ایم ڈیولیفائے و جے ڈیولیفائے	سنہ ۱۸۸۱-۶ء	کرنل اے لی موسوریئر	سنہ ۱۸۸۷ء
				لفٹننٹ آر ای گلنڈ	سنہ ۱۸۸۷ء
اے ریواڈنیرا	سنہ ۱۸۷۴-۵ء	ای آسٹیک	سنہ ۱۸۸۱ء	لفٹننٹ ایچ بی واگن	سنہ ۱۸۸۸-۹ء
سر جی سیگر یگر	سنہ ۱۸۷۵ء	جنرل گستیجخان	سنہ ۱۸۸۱ء	جے بی بینٹ	سنہ ۱۸۸۸ء
ایچ بیلنٹائن	سنہ ۱۸۷۵ء	کرنل ایچ ایل ولیس	سنہ ۱۸۸۱-۹۱ء	ایچ ڈی ونٹ	سنہ ۱۸۸۸ء
ٹی ایس اینڈرسن	سنہ ۱۸۷۵-۶ء	ای آر سول	سنہ ۱۸۸۲ء	ایم وان پراسکووٹز	سنہ ۱۸۸۸ء
اے آرنلڈ	سنہ ۱۸۷۵ء	ایچ موسر	سنہ ۱۸۸۳ء	کانٹ ڈی سیبرن	سنہ ۱۸۸۸ء
ڈاکٹر ای ٹیٹزر	سنہ ۱۸۷۵ء	سر جی ڈبلیو بنجمین	سنہ ۱۸۸۳-۵ء	ای جی براؤن	سنہ ۱۸۸۸ء
ای اے فلائیر	سنہ ۱۸۷۶-۷ء	اے رائلی	سنہ ۱۸۸۴ء	ایچ ایف بی لنچ	سنہ ۱۸۸۹ء
سر آر مرڈک اسمتھ	سنہ ۱۸۷۶ء	کرنل ایم ایس بیل	سنہ ۱۸۸۴ء	ڈاکٹر پی ایف ٹراین برگ	
کپتان پشین	سنہ ۱۸۷۷ء	کپتان آر ایچ جننگس	سنہ ۱۸۸۴-۵ء		سنہ ۱۸۸۹ء
سیڈیم سی سرپیا	سنہ ۱۸۷۷ء	فر ہاؤسے	سنہ ۱۸۸۵ء	مصنف کتاب ہذا	سنہ ۱۸۸۹-۹ء
کے ڈی کیاشس	سنہ ۱۸۷۸ء	اے نکولسکی	سنہ ۱۸۸۵ء	میجر ایچ او سایر	سنہ ۱۸۹۰ء
ڈاکٹر جی رڈی	سنہ ۱۸۷۹-۸۰ء	جے آر پریس	سنہ ۱۸۸۵ء	مسز بشپ (مس ایسابلا برڈ)	
جنرل گراڈیکاف	سنہ ۱۸۸۰ء	سیڈن سوین	سنہ ۱۸۸۵ء		سنہ ۱۸۹۰ء
جنرل پیٹروس وچ	سنہ ۱۸۸۰ء	جے ڈی ریز	سنہ ۱۸۸۵ء		
جنرل اے ایچ شنڈلر	سنہ ۱۸۷۷-۹۱ء	ڈاکٹر اے راڈلر	سنہ ۱۸۸۵ء		

تقسیم باعتبار زمانہ

کرہ بالا فہرست مین جونام شریک ہین اون مین سے بعض کی نسبت اس مقام پر کسی قدر راے زنی کرتا جس سے اونکے زمانہ ظہور کی تعیین اور نسبتی قابلیت وفضیلت کا اندازہ لگانے مین سہولت ہو سکے بیجا نہ ہوگا - قرون اولی مین جو فتوحات اسلام کے بعد گزرین ایران کے بہت کم سفرنامے لکھے گئے لیکن پھر بھی ہمکو مختلف ملل و مذاہب کے زایرون - مثلاً ربی بنجمین ہسپانیہ کے ایک یہودی - ابن بطوطا تنجیر کے ایک بربر - اور ولیم ڈی ابروکوئیس اور اوڈوریکس ڈی پورونیان کیتھولک پادریون کے زہد وورع کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے اونکو اکثر دیار وامصار کی مرحلہ پیمائی کا شوق دلایا - اسی زمانہ مین مارکو پولو کی عظیم الشان شبیہ خرامان خرامان اسٹیج پر جلوہ گر ہوتی ہے - پندرہوین صدی کے آخری حصہ مین وینس کی تجارتی فوقیت کا ثبوت وہان کے بعض تجار اور امراکے ایران مین آنے سے ملتا ہے - علی ہذا القیاس ایک صدی بعد انگلستان کے روز افزون تجارتی فروغ کی شہادت انگریزی تاجرون کی ایک جماعت سے بہم پہونچتی ہے - جو شمال اور جنوب کی طرف سے ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قایم کرتے ہوئے نظر آتے ہین - ڈان رائی ڈی کلیویجو - ہسپانوی سفیر نے جسے ہنری ثالث شاہ کیسٹیل نے تیمور کے دربار مین سمرقند بھیجا تھا اپنی سفارت کے حالات ایک نہایت گرانمایہ شکل مین قلمبند کرنے سے جو مثال قایم کی تھی اوسکی تقلید اون کثیر التعداد سفرانے کی جنہین تاجران یورپ نے سترہوین صدی مین شاہ عباس اعظم کے دارالخلافہ اصفہان مین سفارت پر مامور کرکے بھیجا - سر انتھونی شرلی

و سر رابرٹ شرلی نے جو آپس مین بھائی بھائی تھے اور سر ٹامس ہربرٹ نے جو سر ڈاڈ مور کاٹن سفیر شاہ چارلس اول کے ساتھ آیا اور جس نے حالات ایران پر ایک نہایت ہی دلچسپ کتاب لکھی انگریزی پہلو سے ایران کے واقعات قلمبند کیے۔ ڈان گرشیاس ڈی سلوا جسے فلپ ثالث نے خدمت سفارت پر مامور کیا گویا ہسپانیہ کا سرکاری وقایع نگار ہے آدم اولیریس اوس سفارت کے حالات کو ضبط تحریر مین لایا جو ہالسٹین کے ڈیوک نے ایران بھیجی تھی۔ پادری پیسیفک ڈی پراونس راہب نے فرانسیسی پہلو سے ایران کے حالات لکھے۔ اور کمپفر متوطن وسٹفیلیا۔ ایران مین اوس سفارت کا میر منشی ہو کر گیا جو چارلس یازدہم شاہ سویڈن نے بھیجی تھی۔ سترہوین صدی ایران کے منتہائے عروج کا زمانہ ہونے کے علاوہ وہ دور ہے جس مین غیر ممالک کے لوگون نے اسکے بہت سے سفرنامے لکھے اس زمانہ مین بہت سے فاضل و قابل سیاح تجارتی و تحقیقاتی اغراض سے یکے بعد دیگرے نہایت سرعت کے ساتھ اس ملک مین آئے اور اپنی مساعی اور اون مواقع کے حالات کو جو اونہین ایک دول خارجہ سے ربط ضبط بڑھانے والے دربار کی تائید سے حاصل ہوئے ایسی کثیر التعداد تصنیفات کی شکل مین چھوڑتے گئے۔ جنھین اگر یادگار زمانہ کہا جائے تو غیر موزون نہ ہو۔ ان کتابون مین اہل ایران کی قومی زندگی کے کوایف کے ہر پہلو سے بحث کیگئی ہے اور تفصیل و وضاحت کے ساتھ موقعہ موقعہ کی تصویرین اور نقشہ بھی دئے گئے ہین گو کہ بعض حالتون مین اونکی صحت مین کلام ہے ان سفرنامون مین نہ صرف اوس زمانہ کے ایرانیون کی عادات اور رسوم و رواجات کا حال اور صفوی خاندان کے بادشاہون

کے جاہ وجلال اور تزک واحتشام کی کیفیت مندرج ہے بلکہ ان مین پہلی مرتبہ مفصل اور واضح طور پر اصطخر اور دوسرے مقامات کے عظیم الشان کھنڈرون کے باتصویر حالات سپرد قلم کئے گئے ہین جنکی طرف مشاہیر علمائے یوروپ کی توجہ پہلے ہی منعطف ہو چکی تھی اور جن کی نسبت مضحکہ انگیز خیالات اونکے ذہن مین سما گئے تھے۔ پادری ڈیلا دیلی ایک معزز خاندان کے رومائی کو جس نے نسطورین فرقہ کی ایک خاتون سے بغداد مین شادی کر لی تھی لیکن جس کا انتقال اوسکے اثنائے قیام ایران مین ہو گیا۔ اگرچہ گبن نے طول کلامی اور خود نمائی کا مجرم قرار دیا ہے لیکن پھر بھی وہ ان ضخامت آئین مصنفین مین سب سے پہلا شخص ہے اور پر گوئی اور خود بینی ایسے عیوب ہین جنکو تنقید اوس مصنف مین اغماض کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے جو عہد عتیق کے دھندلے پردون کو اوٹھا کر ہمین اُن رازون کی سیر کرائے جو پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اسکے بعد جین بپٹسٹ ٹیورنیر مشہور فرانسیسی جوہری صوفی اعظم (شاہ ایران کو اوس زمانہ مین لفظ صفوی کو بگاڑ کر یوروپ اسی نام سے پکارتا تھا) اور سلاطین مغلیہ کے دربارون مین تاجرانہ حیثیت سے آتا ہے پھر چارڈن ظاہر ہوتا ہے۔ یہ متورع اور مشہور و معروف شخص پراٹسٹنٹ مذہب کا ایک فرانسیسی جوہری تھا اپنا متحیرانہ سفرنامہ ایران لکھنے کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ مین آئین ننٹیز کی تنسیخ پر وہ فرانس سے ہجرت کر کے انگلستان چلا گیا اور جب وہ مرا تو اوسے شہر لندن کے ایلڈرمین (چوہدری) اور نائٹ (انگریزی مین سر کا خطاب ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ اسکے بعد تھیونو اور ڈالیر ڈیلا نڈی دو خانگی حیثیت کے فرانسیسیون سینان ایک فرانسیسی پادری اور ڈاکٹر فرایر ایسٹ انڈیا

کمپنی کے طبیب کی باری آتی ہے جسکی تحریرات البتہ کچھ پن اور ظرافت مین ہربرٹ سے کچھ ہی کم ہون گی اور ان سب کے بعد کارٹیس لا برن و لمنڈیز کا ظہور ہوتا ہے جنکا ناچنے کا فیتا اور پنسل ہر وقت ساتھ رہتی تھی اور جو اون مصنفین کی غلطیون کا بلا تامل اعلان کرنے کے ساتھ جو اوس سے پہلے گذرے اپنے جانشینون کے حظ نکتہ چینی کے لئے کچھ کم مواد نہین چھوڑ گیا ہے۔

اٹھارہوین صدی



اسکے بعد کے زمانہ یعنی اٹھارہوین صدی مین ایران سیاسی شورشون کا مرکز بنا رہا اور چونکہ یہ صورت حالات سیاحت یا علمی تحقیقات کے لئے موزون نہ تھی اس لئے اسی نسبت سے غیر ملک کے مصنفین کی تصنیفات اس ملک کے حالات کے متعلق کم ہوگئین۔لیکن با این ہمہ جان بیل متوطن اینٹرموری کروزنسکی۔ متعدد رومن کیتھولک پادریون اور آٹرا اور بالخصوص جونس ہینوے کی تصانیف مین ہمکو اس عہد کی خونریزیون اور خانہ جنگیون کے ہولناک واقعات کا شرح و بسط کے ساتھ پتہ چلتا ہے۔ جان بیل اوس روسی سفارت کے بطور طبیب کے متعین تھا جو پیٹر اعظم نے خاندان صفوی کے آخری شہنشاہ شاہ سلطان حسین کے پاس بھیجی تھی۔کروزنسکی اسی عہد مین مسیحی فرقہ جیسوئٹ مقیم اصفہان کا پیشوا تھا۔ آٹر نے اوس عہد مین ایران مین سفر کیا جبکہ نادر شاہ نے ہندوستان پر اپنی مشہور و معروف چڑہائی کی۔ اور جونس ہینوے ایک زیرک اور فہیم اور ہمدرد بنی نوع انسان لندن کا تاجر تھا۔جس نے بحیرہ اخضر کی راہ سے ایران کے

ھتھ انگریزی تجارت کا تعلق قایم کرنے کے خارج از امکان منصوبہ کی تجدید کرنے کا
ِدکیا۔اسی صدی کے آخری حصتہ مین جیؔ۔ فارسٹر نے جو ہندوستان سے روانہ ہوکر
ِمرتبہ افغانستان اور ایران کی راہ سے انگلستان پہونچا۔شمالی اقطاع مین اپنے خوفناک
ِسے جغرافیہ کے متعلق ہماری معلومات کو بہت کچھ بڑھایا۔ اور جنوب مین کریم خان زند
ِدار شیراز کی بے تعصبانہ اور ہر دلعزیز حکومت کے حالات کو انگلو انڈین فوج کے
ٹ فرینکلن اور کارسٹن نیبور نے جو جزیرہ نمائے عرب کے مہتم بالشان سفر سے واپس
ِفایان کیا ہے۔اسی زمانہ مین گمیلن اور آلیور نے ایران کے عمدہ حالات لکھکر اپنے
ِن یعنی روس اور فرانس کی شہرت کے برقرار رکھنے مین حصہ لیا۔

انیسوین صدی

انیسوین صدی کے پردہ کا ایک کنارہ اُٹھا کر ہم ایک ایسے عہد کی دہلیز کے
اندر قدم رکھتے ہین جس مین یوروپ کی تدبر و سیاست نے ایران مین داخل
ِنے کے تمام رستون کو از سر نو کھول دیا اور سفیرون اور ایلچیون کے ساتھ ساتھ بہت
ِسیاح مملکت ایران مین وارد ہوئے اور دونون طبقہ کے لوگون نے اپنے تجربون
ِہدون کو مساوی محنت و جانفشانی سے قلمبند کیا۔ سر جان میلکم کی ۱۸۰۰ء اور ۱۸۱۰ء
سفارتون کا ماحصل کئی تصنیفات تھین جن کا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہے۔ دو کتابین
ِجان میلکم نے لکھین ان مین سے ایک کا نام "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)
ِسرے کا نام جو گمنام طور پر شایع کیگئی "اسکچز آف پرشیا" (مرقع ایران) ہے۔

"تاریخ ایران" اگرچہ اوس زمانہ مین لکھی گئی جبکہ فن تاریخ نویسی مین فلسفہ کی روح نہ پڑی تھی لیکن پھر بھی انگریزی مین کوئی کتاب ایران کے تاریخی حالات کے متعلق اسکی ٹکر کی نہین۔ "مرقع ایران" بھی ایک نہایت ہی دلفریب کتاب ہے اور نوادر و لطائف کا مخزن ہے۔ ایک دوسری کتاب جسے متذکرہ بالا سفارتون کے نتایج کے جزو سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کپتان میکڈانلڈ کا "جاگریفیکل میمائر" (تذکرہ متعلقہ فن جغرافیہ) ہے۔ یہ کپتان میکڈانلڈ وہی ہین جو بعد مین سر جے میکڈانلڈ کنیئر کے لقب سے ملقب ہوئے اور اون کا یہ تذکرہ ایک عرصہ تک ایران کے حالات متعلقہ فن جغرافیہ مین معلومات کا عطر سمجھا جاتا تھا سفارتہائے مسطورہ کے نتایج کے منجملہ وہ سفر اور تحقیقاتین بھی قرار دی جا سکتی ہین جو متعدد برطانوی یا ہندوستانی افسرون بالخصوص گرانٹ۔ پاٹنجر کرسٹی اور ما نتیتھ نے کین۔ اسی زمانہ مین نپولئن کے قاصد جنرل گارڈین کی فرانسیسی سفارت اپنے ہمراہ متعدد لایق لایق مصنف لیتی گئی - جن مین ٹروہیر۔ ٹریزل۔ ٹنیکائن اور ڈوپرے کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن ڈوپرے کی تصنیف سب سے عمدہ سر ہارڈ فورڈ جونس نے ۱۸۰۹ء مین اپنی محنتون اور مصیبتون کی سرگذشت کو خود قلمبند کیا اوسکے ساتھ موریئر بھی تھا جس نے اس موقعہ کو اور دو سال بعد سر گور آوسلی کے ہمراہی کے موقعہ کو غنیمت پاکر دو نہایت مستند اور محققانہ کتابین لکھین۔ کسی سفارت کے ہمراہ اتنے مورخ نہ تھے جتنے کہ اوسلی کی سفارت کے ساتھ تھے۔ کیونکہ موریئر کی دوسری کے علاوہ اس سفارت کے حالات کو سر ڈبلیو آوسلی سفیر کے بھائی نے جو مشہور

م مین بڑا ماہر تھا اور سر ڈبلیو پرائس نے قلمبند کیا۔ ۱۸۱۷ء مین کوٹزبو کاؤنٹ کی مولف
روسی سفارت کی سرگذشت کو حیز تحریر مین لایا۔ ۱۸۳۵ء مین کرنل اسٹوئرٹ سر ہنری ایلیس
میر منشی ہوکر آیا اور محمد شاہ کے نظام سلطنت کی ایک دلاویز تصویر کھینچتا گیا۔ اسکے بعد مسٹر
مٹن شیل سفیر انگریزی نے اپنی بی بی کو ایک مفید اور معلومات سے بھری ہوئی تصنیف کے
ب کرنے مین مدد دی۔ کاؤنٹ ڈی گابینو نے طہران مین بطور سفیر مقیم ہونے کے
مین اغراض فرانس کو مرعی رکھکر متعدد عالمانہ کتابین تصنیف کین۔ اور دوسری سفارتون
کے اراکین نے بھی عمدہ عمدہ کتابین لکھین۔ چنانچہ بیرن ڈی بوڈ روسی سفارت کے میر منشی نے
سرزمین بختیاری کے دلچسپ حالات کو جو اوس نے ۱۸۴۰ء مین اختیار کیا تھا ایک
اب کی شکل مین قلمبند کیا۔ ایسٹوک نے جو بیس سال بعد انگریزی سفارت مین اسی
ہ پر معمور ہوکر آیا ایک عمدہ کتاب لکھی اور موسو باربیر ڈی میبارڈ مشرقی مصنفین کی تصانیف
کے تراجم اور شرحون کی وجہ سے درجہ اوّل کے فرانسیسی علما مین شمار ہونے لگا۔

مغربی دنیا مین ایران جو روز افزون شہرت حاصل کر رہا تھا۔ اوس سے متاثر ہوکر متعدد
ول انگریزی سیاحون نے انیسوین صدی کے پہلے دس سال کے بعد سے اس
ب کو فن جغرافیہ کی تحقیقات یا آثار قدیمہ کی سراغ برآری اور بعد مین اس تحقیق و تفتیش کی
ائج کو معرض انشا مین لانے کے متعلق اپنا مقصود قرار دیا۔ اسکاٹ ویرنگ۔ بکنگھم۔
ر آر۔ کیر پورٹر اور جے بیلی فریزر اس طبقہ کے وہ مصنفین ہین جو موجودہ صدی کے
پہلے نصف حصہ سے تعلق رکھتے ہین اور فریزر کو تو ایران مین ایک علمی کان مل گئی تھی

جسکے خزاین مین اوسوقت تک کمی نہ آئی جب تک کہ اوس نے متعدد گرانمایہ سفرنامے اور بہت سے لطیف و دلچسپ افسانے دنیا کے سامنے پیش نہین کیے۔ ایک دوسرے طبقہ کے مصنفین وہ ہین جنکا تعلق افسرانہ حیثیت سے ہند کے دیوانی و فوجی محکمہ جات کے ساتھ تہا اور جو انگلستان کو جاتے ہوئے ایران مین سے ہوکر گذرے۔ ان مین سے محکمہ فوج کے متعلق کرنیل جانسن۔ کپتان آرتھر کونولی۔ (جو بعد مین بخارا مین قتل ہوا) اور سر الگزینڈر برنس جو کابل کے حسرتناک سانحہ کا شکار ہوا اور محکمہ دیوانی کے متعلق اے۔ بی۔ بننگ اور ای۔ اسٹیک کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ بننگ نے ۱۸۵۱ء مین فارسی زبان مین اعلی درجہ کی دستگاہ رکھنے کے باعث ایران کے حالات کے متعلق حقیقت مین ایک ایسی اچھی کتاب لکھی کہ اوس سے بہتر اور کوئی کتاب نہین لکھی گئی اور اسٹیک نے اپنی جدت طراز تحقیقاتون کی رونق کو خیالات کی روانی بندش کی چستی اور طرز ادا کی دلفریبی سے دوبالا کردیا۔ اس صدی کے وسط مین اور اوس کے بعد کچھ کچھ فصل سے ایران کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو انگریزی اور امریکی پادریون نے بڑہایا ہے جنھون نے شمالی سرحد پر نسطورین فرقہ کے عیسائیون اور بعض بڑے بڑے شہرون مین ارمنی عیسائیون کے درمیان ایران کو اپنی مساعی کی جولانگاہ بنایا۔ اسی زمانہ مین بعض دوسرے لایق اور ممتاز مصنفین ظاہر ہوئے۔ ان مین سے پہلا نام میجر راولنسن کا ہے (جو اب سر ہنری راولنسن کہلاتے ہین)۔ اس لایق شخص نے اوس زمانہ مین جبکہ وہ محمد شاہ کا ملازم تھا اپنی جغرافی تحقیقات کے ساتھ ایک ایسی سیاسی

نکتہ شناسی اور معاملہ فہمی کا ثبوت دیا کہ اوسے وول نے طہران مین اپنا سفیر اور
اور اوسکے بعد انگلستان اور فارس کے تعلقات کا سیاسی وقایع نگار مقرر کردیا۔ اور آثار قدیمیہ
کا کھوج لگانے کے متعلق اوس نے ایسی قابلیت ظاہر کی کہ مخروطی ابجد کے راز سربستہ
کو اوس نے کہولدیا اور علوم شرقیہ کے ماہرین کے طبقہ اعلیٰ مین اوسکا شمار ہونے لگا۔
سر ایچ لیارڈ بھی کچھہ کم پایہ کا مصنّف نہین۔ اوس نے ملک ایران کے ایک حصّہ کے
حالات پر دقیقہ سنجی اور طرز ادا کی شستگی کی اون خوبیون کو صرف کیا جنکی وجہ سے وہ
مشہور ہوگیا۔ اور دوسری قومون کے افسرون مین جو ایران مین مامور کئے گئے فیریئیر
فرانسیسی کو اپنی قیمتی اور عالمانہ تصنیف کے لحاظ سے سند امتیاز حاصل ہے۔ فرانس اس
تعریف کا بھی مستحق ہے کہ اوس نے ٹیکسیئر۔ فلینڈن اور کاسٹ اور اونکے بعد ڈیولافا
کو بصرف زر کثیر ایران مین علمی تحقیقات کی غرض سے بھیجا اور اونہون نے جو تحقیقاتین یا
نئی باتین دریافت کین وہ نہایت عظیم الشان کتابون کی شکل مین نفیس اور پاکیزہ تصاویر
کے ساتھ معرض اشاعت مین آئی ہین۔ ۱۸۵۹ء مین سینٹ پیٹرس برگ کی انجمن جغرافیہ نے
خانیکاف کو اپنی طرف سے مقرر کرکے ایران بھیجا اور اوس نے فن جغرافیہ کے متعلق اس
ملک کے حالات کو فلسفیانہ طور پر قلمبند کیا لیکن اس تذکرہ مین کسی قدر سیاسی تعصب
کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ اسی زمانہ مین اگرچہ برطانیہ کلان نے اس قسم کی تحقیقات کے
لئے نہ تو کوئی خاص جماعت مامور کی اور نہ اس کام پر روپیہ صرف کیا اور واقعی اوس نے
اس بارہ مین ایسے تساہل اور تغافل سے کام لیا ہے کہ اوسے قابل معافی تصور نہین کیا

جا سکتا پھر بھی کم از کم جن ـــــ ـــت کا بیڑا دولت برطانیہ نے اٹھایا اونکے نتایج
سر ایلفٹ گولڈ اسمڈ اور اوسکے اون لایق مددگارون کی مساعی و تصانیف کی شکل مین ظاہر
ہوئے ہین جو قیام سلسلہ تار برقی اور تصفیہ مسئلہ سرحد کی انتظامی جماعتون کے رکن تھے
مسٹر کلیمنٹس مارکہم نے ایران کی ایک مفید تاریخ ایک جلد مین لکھی اور موجودہ صدی کے
پہلے نصف حصہ کے تاریخی واقعات کو مسٹر آر۔ جی واٹسن نے احتیاط کے ساتھ مرتب
کیا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے ایران کی تاریخ کا موضوع ابھی تک کسی ایسے انگریز کی طبیعت
کی زور آزمائی کا محتاج ہے جو مشرقی زبانون سے اچھی طرح پر واقف ہونے اور وسیع تاریخی
معلومات رکھنے کے علاوہ ایک عالم متبحر و فاضل جید ہو۔ جرمنی مین اسپائگل جسٹی
نولڈیک اور گٹشمڈ نے ان عالمانہ اوصاف کو آپس مین بانٹ لیا۔ لیکن پھر بھی کسی ایک
مین یہ سب فضایل جمع نہین ہوئے۔ مجھے اس بات کے کہنے مین تامل نہین کہ ایران
کے حالات مین سب سے بہتر اور صحیح و مستند کتاب سو صفحے کے حجم کی جو مین نے دیکھی
ہے۔ وہ لیپی رکیولے فرانسیسی کی یادگار زمانہ تصنیف ہے۵۱۔ گذشتہ تیس سال مین ایران
کے شمالی و مشرقی حصہ کے متعلق متعدد لایق محققین کی پیہم کوششون نے ہماری
معلومات کو بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔ ان مین سے خانیکاف روسی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے
کرنل ولینٹائن بیکر اور کپتان گل نے جن مین سے اول الذکر کو وسط ایشیا کے سیاسی
مسایل پر عاقلانہ رائے زنی کرنے مین ید طولیٰ حاصل تھا اس مضمون پر عمدہ کتابین لکھین

۵۱ اسکا ترجمہ زبان انگریزی مین ہوگیا ہے۔ دیکھو "یونیورسل جاگرفی" (جغرافیہ عالم) جلد نہم۔

سر چارلس میکگریگر کی حب الوطنی کا جوش اوسکی درشت مگر بے روک طرز تحریر سے ٹپکا پڑتا ہے اور اے ۔ او ڈانووین نامہ نگار ڈیلی نیوز جو مرو تک سفر کر آیا اور پھر سوڈان مین جاکر مارا گیا اپنے علمی کمال کے لحاظ سے ایران کے کسی وقایع نگار سے کم نہین ۔ ان سب کا انتقال ہو چکا ہے ۔

اسی زمانہ مین مسٹر اسٹولز اور مسٹر اینڈریاز نے ایرانی تجارت ۔ صنعت و حرفت نظم و نسق سلطنت اور وسائل و ذرایع آمدنی کے مسئلون پر بہت کچھ روشنی ڈالی اور جنرل ہاوٹم شنڈلر نے جسکی تحریرات سے مین اکثر موقعون پر اقتباس کرون گا ۔ جغرافیہ ۔ آثار قدیمہ اور عام معلومات کے متعلق ایران کے بہت کچھ حالات لکھے ۔ ڈاکٹر ولس نے جو کئی سال تک انڈو یوروپین محکمہ تاربرقی کے ہمراہ بطور طبیب کے مامور رہا زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی اور رسم و رواج کے واضح اور دلچسپ حالات قلمبند کئے ہین ۔ مسٹر بنجیمین نے جو امریکہ کی طرف سے سب سے پہلا سفیر مقرر ہو کر ایران مین بھیجا گیا انگریزی زبان مین اس ملک کے حالات پر سب سے آخری کتاب لکھی اور عادات و صنایع کے متعلق اوس نے اپنے جن مشاہدون کو قلمبند کیا ہے وہ دلچسپ ہین لیکن جن واقعات کو اوس نے بیان کیا ہے وہ عام طور پر اسدرجہ نادرست اور غیر صحیح ہین کہ اوسکی کتاب کی کوئی قدر و قیمت باقی نہین رہتی ۔[۵۱] میڈم ڈیولیفائے کی ضخیم کتاب نہایت شاندار تصاویر سے آراستہ ہے

۵۱ بھلا ایسے مصنف کی نسبت کیا خیال ہوسکتا ہے جو ایک وسیع قطعہ آب کی نسبت جسکا دور تین سو میل ہو یہ بیان کرے کہ وہ "اور دریا مین ایک چھوٹی سی شور جھیل ہے" جو ہامون واقع سیستان کے اکثر خشک رہنے والے تالاب کو "ایک قابل ذکر رقبہ کی جھیل" ہے

اور اوسکے اوراق دلچسپ ہونے کے ساتھ نتیجہ خیز بھی ہین۔ ایک اور خاتون مسز بشپ نے بختیاریون اور کُردون کے درمیان اپنے سفر کے حالات پر حال مین ایک کتاب شایع کی ہے جس مین نہایت جدت طراز اور دلچسپ واقعات درج ہین۔

ترتیب باعتبار فضیلت

ان ملکی اور ممتاز مصنفین کے نامون کی جو طویل فہرست مینے اوپر درج کی ہر اون مین فضیلت کے اعتبار سے کسی ما بہ الامتیاز کے قایم کرنے مین زیادہ وقیقہ سنجی یا موشگافی سے کام لینا شاید گستاخی اور بے ادبی مین داخل ہوگا۔ جن مصنفین نے امن و اطمینان یا شورش و انقلاب کے زمانون مین اپنے چشم دید حالات کو صحیح صحیح طور پر قلمبند کر دیا۔ یا تحقیق و تدقیق مین صبر اور تحمل سے کام لیکر ایران کے حالات کے متعلق ہماری معلومات کے ذخیرہ کو بڑہایا اون مین سے اکثر کا نام مین لے چکا ہون۔ اِن مین سے بعض ایسے ہین جو امعان نظر یا مشاہدات کی وسعت کے باعث اس امر کے مستحق ہین کہ اون کا شمار

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱ - سے تعبیر کرے۔ جو سلسلہ کوہ البرز کا مرو تک پہیلا ہوا ہوتا بیان اور جن قومون کے ساتھ کاف مین وسط ایشیا مین لڑا تہا اونکا تفق ترکمان ہونا ظاہر کرے جونہ صرف حضرت امام حسنؓ بلکہ حسینؓ کے کربلا مین شہید ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس زمانہ مین بہی شوسنترا اور سوسا مین کوئی فرق نہ سمجہے۔ جو ''ایران کے جنوبی و مغربی حصہ مین بہترین بندر گاہون کے نزدیک کوئیلے کی لازوال کانون'' کے موجود ہونے پر مصر ہو حالانکہ اس طبقہ زمین سے ایک مکعب فیٹ کوئلہ بھی کبھی کہودا نہین گیا۔ جو نادر شاہ کے ظہور کی تاریخ اصل سے پچاس سال قبل اور مشہور قحط کی تاریخ کو اصل سے تین سال بعد بتائے اور جو یہ خیال کرے کہ انگریزی فوج مین پچیس ہزار گرینیڈیر (تنومند اور قدآور جوان) ہین۔

طبقۂ اعلیٰ ترین مین ہو -

میرے رائے مین یہ لوگ چارڈن ٹیورینر - ہینوے - میلکم - آؤسلے - بیلی فریزر اور راؔلنسن ہین - جن تین مصنفین یعنی موریر - آؤسلے اور فریزر کی تصانیف ایک عرصہ دراز سے اون خیالات کا ماخذ ہین جو انگریزون کے دلون مین ایران کے حالات کے متعلق جاگزین ہین ان مین سے اول الذکر نے اپنے سفرنامون کی وجہ سے اتنی شہرت اور امتیاز حاصل نہین کیا - جتنا کہ حاجی بابا کے قصّہ کے لکھنے سے - میرے رائے مین فریزر اور آؤسلے بھی اسی پایہ کے لوگ ہین - فریزر کو زمانہ حال کے اہل ایران کی طرز زندگی کے ہر پہلو سے کماحقہ واقفیت حاصل ہے اور وہ جو کچھ لکھتا ہے اوس مین اور اصل مین سرِمو فرق نہین ہوتا - اور آؤسلے کا مایۂ امتیاز وہ حیرت انگیز تبحر ہے جسکی وجہ سے اوس کی ضخیم کتابین شائقین علم کو مسرور و محظوظ بھی کرتی ہین اور مایوس و محروم بھی اور یہی باعث تھا کہ جو واقعات اون مین درج ہین اونکے ظہور کے پورے دس سال بعد وہ معرض اشاعت مین لائی گئین -

۵۱ مین جانتا ہون کہ ٹیورنیر پر بعض سنگین الزامات لگائے جاتے ہین اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہین - چارڈن کا بیان ہے کہ وہ زبان فارسی کا ایک لفظ نہین سمجھہ سکتا تھا - ایک معترض کا قول ہے کہ وہ نہ لکھہ سکتا تھا نہ پڑھ سکتا تھا - بعض مقامات کے جو حالات اوس نے بیان کئے وہ صریحی طور پر غیر صحیح ہین - اس مین کچھہ شک نہین کہ جن لوگون نے اوسکی کتاب کو شایع کیا اونہین اوسکے سودات کے ترتیب دینے اور سلجھانے مین جو نہایت پریشان حالت مین تھے نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑا (دیکھو سفرنامہ آؤسلے جلد دوم ضمیمہ ۱۰) باین ہمہ ٹیورنیر کی تصنیف کی قدر و قیمت اس لحاظ سے کہ اوس مین جدت اور قدرت پائی جاتی ہے اور وہ مبالغہ و اطراء سے معرا ہے ابھی تک قایم ہے -

قدیم تر سیاحون مین سے فرانسیسی پراٹسٹنٹ اور انگریزی "ٹاوبرنٹ" "چارڈن کو سند امتیاز کے دیئے جانے مین کسیکو کلام نہ ہوگا - اس مین شک نہین کہ وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ ہر صورت مین قابل اعتبار و لایق پذیرائی نہین ہوتا - لیکن پھر بھی وہ ہمیشہ محنت و جانفشانی سے کام لیتا ہے اکثر طباعی و ذہانت ظاہر کرتا ہے اور بسا اوقات تبحر کا ثبوت دیتا ہے - دوسرے درجہ کے مصنفین سے کئی ایک کو ہم پیشتر سے نام اوپر بیان کر چکا ہون - اور بھی بعض نام ایسے ہین جو اسی درجہ مین شریک کیے جا سکتے تھے یا جنھین شاید اب تک بھی اسی درجہ مین شریک ہونا چاہیئے لیکن شرق کی نرالی آب و ہوا کا آسیب کچھہ ایسا زبردست تھا کہ اوسنے اون کی رائے نیز اونکی تیز بینی کے دماغ کی صحت مین خلل پیدا کرکے اون کی سلیم الطبعی و متین الفکری کے چراغ کو رنگینی جذبات کی صرصر کے حوالے کر دیا - اور کبھی تو اونھین فصاحت معانی کے اعلیٰ علیین پر پھونچا دیا اور کبھی رقت وحسرت کے اسفل السافلین مین جا گرایا - قدیم سیاحون مین سے جان اسٹرائیز ایک ولندیزی نے اس پرستان کی خوب سیر کی - موجودہ صدی مین اوسکا اتباع قابلیت کے ساتھہ سر آر کیر پورٹر نے کیا - یہ سیاح اگرچہ تحقیق مین مستعدی و عرق ریزی سے کام لیتا ہے لیکن نقشہ جات کی صحیح ترتیب اور واقعات کے اندراج کے متناسب اسلوب سے جن عمدہ نتائج کا اوس نے استنباط کیا ہے اوسکی قدر و قیمت اوس مبالغہ آمیز تفاخر و خود نمائی سے بھری ہوئی طرز تحریر سے کم ہو جاتی ہے جسکو دیکھکر کبھی تو طبیعت کھسیانی ہو جاتی ہے - اور کبھی بے اختیار ہنسی آتی ہے - ان بے ربط سخن سراون کا کمال دکھانا

ہے تو اوس وقت اونکو لکھنا چاہیے۔ جبکہ وہ قدرت کی عظمت وشان کی لفظی تصویر کھینچ رہے ہون یا پرانے کھنڈرون کی حسرتناک داستان بیان کررہے ہون۔ ایسے موقعون پر اونکی وجد کی وہ کیفیت ہوتی ہے۔ کہ حال مین آنیوالے فقیر بھی اون سے سبق لے سکتے ہین ایک اور طبقہ کے مصنفین کی نسبت جنکی تعداد روزافزون ترقی پر ہے۔ جو ایک ملک کی سیاحی کا یہی مفہوم سمجھتے ہین کہ ایک سیل کی طرح اوس مین سے گذرتے ہوئے چلے جائین جو ایسی تصنیفات کا جو اون سے قابلتر لوگ پہلے لکھ گئے ہون اول تو مطالعہ نہین کرتے یا کرتے بھی ہین تو محض اس غرض سے کہ سرقہ کے مرتکب ہوکر اوسکے مضامین کو اپنا طبعزاد بتائین اور جو معنی سمجھتے ہین تو غلط تعبیر وتاویل کرتے ہین تو غلط ہجہ تک کرتے ہین تو غلط ہین کچھ نہین کہنا چاہتا۔ ایران اس قسم کے وقایع نگارون کا بھی موقف بنا ہے۔ لیکن جس قسم کی کتابین وہ لکھتے ہین۔ اونکے لئے بمقابلہ دوسرے مقامات کے یہان کمتر مواد دستیاب ہوسکتا ہی اس مواد کے بہم پہونچانے کے لئے بہت کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ یہان ریل کی سڑکین نہین ہین کہ ان حضرات کو سفر مین جسمانی آرام ملے اور دماغ کے خیالی ڈھکوسلون کے بجائے ضخیم اور کثیر الحجم کتابون کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ غرضکہ ممالک محروسہ شاہ ایسا میدان نہین جہان سے اونہین عمدہ مال غنیمت مل سکے۔ اسکے علاوہ جس بیاض نسیان مین ان لوگون کے نام موزون طور پر درج ہین۔ اوس سے ایک کو بھی نجات دلانے کے لئے مین سیاہی کا ایک قطرہ تک ضایع نہ کرون گا۔

دوسرا باب

راہ ورسد

(اس باب کو صرف سیاح کے نام سے معنون کیا جاتا ہی)

افریقہ کے آتش بار اور ریگ فشان صحرا — یا قاف کے بے توفیق اور وحشت ناک رستا
کیا جانئے بنتے ہین موقف میری چکر کا — جہلم مین پڑے جا کر یا ناؤ میری منجدہار
(ہاریس)

معلومات کی ضرورت

انگلستان سے روانہ ہونے کے قبل احباب نے مجھ سے استفسار کیا کہ مین کس راستہ سے سفر کرنیکا قصد رکھتا ہون اور جب مین واپس آیا تب بھی مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ مین کس راہ سے گیا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ باوجودیکہ آجکل عام طور پر مسافرون کی رہنمائی اور رہبری کے لئے ہدایتی دستور العمل جاری ہین۔ پھر بھی جغرافیہ کے متعلق تفصیلی اطلاع ایسے عام طور پر شایع نہین کہ ایک علیحدہ باب جس مین اون مختلف راستون کی تصریح ہو جس سے مسافر ایران جا سکتا ہے اور وہان سے واپس آسکتا ہے اور جس مین اون تدابیر کی توضیح ہو جن پر اوسے آغاز سفر سے پہلے کاربند ہونا چاہیئے۔ غیر ضروری متصور ہو۔ مسافر کے لئے راہ اور زاد راہ دونون کے انتخاب کے

اسقدر پہلو موجود ہین کہ کچھ ہدایات ان دونون امور کے بارہ ہین مناسب معلوم ہوتی ہین۔ راستون اور فاصلون کے جو نقشے ہیننے دئے ہین۔ اون کا ماخذ قابل اعتماد ذرایع ہین اور وہ جدید ترین معلومات پر مشتمل ہین۔ کوئی کتاب اسوقت ایسی موجود نہ ہوگی جس ہین اونہین اسطرحپر ایک جگہ جمع کیا گیا ہو۔

ایران کا موقعہ

ایران اگرچہ دور ہے لیکن رسائی سے دور نہین۔ طبعی لحاظ سے یہ ملک شمال اور جنوب کی طرف دو سمندرون سے محدود ہے اور اس لئے قیاس معًا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہان بڑی آسانی سے پہونچ سکتے ہین۔ اس کا مشرقی اور مغربی سرحدی علاقہ وسیع اقطاع سے جو غیر مخالف مگر مختلف النسل اقوام کے قبضہ ہین ہین ملحق ہے اور ایران ہین داخل ہونے کے دوسرے ابواب کو جو اسقدر آسان نہین ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ زیادہ تر مسافر اسی وجہ سے اول یا تو بحیرہ اخضر اور یا خلیج فارس کے سواحل پر لنگر انداز ہوکر سرزمین ایران ہین داخل ہوتے ہین۔ موجودہ دار السلطنت طہران بحیرہ اخضر سے سڑک کے راستہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسی لئے اکثر مسافر یہی راستہ اختیار کرتے ہین۔ سترہوین صدی عیسوی ہین جبکہ خاندان صفوی کے سلاطین کا پایہ تخت اصفہان تھا جو خلیج فارس سے قریب تر ہے تو قدرتی طور پر مسافر خلیج مسطور کے بندرگاہون پر جہاز سے اُترتے تھے۔ موجودہ صدی کے ابتدائی حصہ ہین بھی جبکہ قاف نے علم گردن افرازی بلند کر رکھا تھا۔ اور مسافرون کے لئے خوف وخطر کا کمین گاہ بن رہا تھا تو یورپین سیاح بالعموم اور انگریزی

سیاح بالخصوص جنوبی راستہ کو ترجیح دیتے تھے اور اس خصوصیت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ انگلستان اور فارس کے تعلقات کی شیرازہ بندی اوس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی تھی اور ان کی نگرانی کا صدر مقام کلکتہ تھا یا بمبئی۔ چنانچہ سر جان میلکم۔ سر ہارفورڈ جونس اور سر گور آؤسلی کی سفارتون نے شاہنشاہ فارس کے ممالک محروسہ مین اول اول بوشہر کو اپنا مقام ورود قرار دیا۔

ترتیب باب

لیس اس امر کو مسلم قرار دینے کے بعد کہ ایران مین داخل ہونے کے آسان ترین اور واضح ترین یہی رستے ہین۔ مین شمالی راستون مین سے اول اوس راستہ کا ذکر کرونگا جس سے انزلی ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ اور پھر شمال کیطرف کے باقی راستون کا حال لکھون گا۔ اسکے بعد مین مشرقی جنوبی اور مغربی راستون کو علے الترتیب بیان کرون گا۔

(۱) سفر طہران براہ انزلی

بحیرہ اخضر کا ایرانی بندرگاہ یا یون کہیئے کہ لنگراندازی کا مقام (کیونکہ ایران مین کوئی ایسا بندرگاہ نہین کہ جسپر لفظ بندرگاہ کے صحیح مفہوم کا اطلاق ہوسکے) انزلی ہے انزلی ایک گاؤن ہے جو سمندر کے کنارے ایک نشیب والے قطع زمین پر جسنے ایک وسیع مگر پایاب سمندر سے ملی ہوئی جھیل کو محیط کر رکھا ہے واقع ہے۔ اس جھیل کا نام مرداب ہے۔ اور اسکے جنوبی کنارہ پہ سمندر سے کسی قدر دور رشت کا بڑا قصبہ آباد ہے مسافران

ایران رشت مین لنگر انداز ہونے کا بیان عام طور پر اسی لحاظ سے کیا کرتے ہین۔

انزلی پہونچنے کا ذریعہ

انزلی مین "رشین کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے دخانی جہازون مین جو باکو سے روانہ ہوتے ہین پہونچتے ہین۔ یوروپ سے باکو تک پہونچنے کے کئی طریقے ہین۔

اوّل۔ قسطنطنیہ تک ریل مین آسکتے ہین اور وہان سے رمیسیجریز یا آسٹرین لائڈ یا روسی دخانی کشتی مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔ جس مین تین یا چار دن لگین گے اور پھر وہان سے ریل مین سوار ہوکر طفلس کے راستہ سے ۳۲ گھنٹہ مین باکو پہونچ سکتے ہین۔

دوم۔ ریل پر سوار ہوکر برلن اور کراکو کی راہ سے اوڈیسہ اور وہان سے روسی جہاز مین سوار ہوکر باطوم پہونچ سکتے ہین۔

سوم۔ طفلس مین سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو سے والڈیکوکاس تک ریل پر اور وہان سے مشہور سڑک دآریل کی راہ سے جو ۱۳۶ میل لمبی ہے گھوڑے گاڑی کے ذریعہ سے گرجستان مین داخل ہوکر پہونچ سکتے ہین۔

چہارم۔ باکو پہونچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ روس کی سرحد مین زارٹسن تک جو دریائے والگا کے کنارے واقع ہے ریل پر آئین اور وہان سے کشتی پر سوار ہوکر ندی ندی استرخان تک آئین اور پھر وہان سے "کاکیس اینڈ مرکری کمپنی" کے کسی جہاز پر سوار ہوکر بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر پیٹرا اور دربند سے گذرتے ہوئے جس مین اڑہائی دن

صرف ہونگے باکو پہونچین شاید وقت کے اعتبار سے یہ نہایت قریب کا راستہ ہے۔ بہر حال کسی صورت مین مسافر کو یہ یقین نہین ہونا چاہیئے کہ اُسے لندن سے باکو تک پہونچنے مین آٹھ یا نو دن سے کم مدت لگے گی۔

بحیرہ اخضر کے جہازات

مئی سے نومبر تک "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جہاز ہفتہ مین ایک دفعہ اور بعض اوقات دو دفعہ انزلی آتے ہین اور باکو سے علی العموم یکشنبہ کی رات کو روانہ ہوتے ہین۔ باقی مہینون مین اونکی آمد و رفت کسیقدر بے قاعدہ ہوتی ہے لنکران کے روسی بندرگاہ (کسی زمانہ مین یہ ایران سے تعلق رکھتا تھا اور آستارا کے سرحدی گاؤن مین دوشنبہ کی دوپہر کو لنگر کرنے کے بعد انزلی مین جو ۱۹۷ بحری میلون کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ جہاز ۳۰ سے لیکر ۳۶ گھنٹہ کے اندر یعنی سہ شنبہ کی صبح کو کسی وقت پہونچتے ہین۔

انزلی مین جہازون کی لنگراندازی

لیکن یہان پہونچکر سفر ایران کی تکلیف دہ خصوصیات کا احتمال شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ریتلی جھال[۵۱] پر بسا اوقات لہرون کی طغیانی کی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافرون کو کشتیون

۵۱۔ یہ جھال جہازونکے لئے ایسی روکاوٹ ہے کہ جو جہاز پانچ فیٹ سے زیادہ پانی مین ڈوبے رہتے ہون وہ اسمین داخل نہین ہو سکتے بلکہ اونہین باہر رہنا پڑتا ہے ایران کی گورنمنٹ سے بارہا تقاضا کیا گیا ہے لیکن اوسنے اس کی درستی کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی۔ شاہ کی چھوٹی سی دخانی کشتی الموسوم بہ "ناصرالدین" کا حال جو بالعموم مرداب مین پڑی رہتی ہے۔ آگے چلکر ایک فصل مین جسکا عنوان بحری قوت ہے درج کیا گیا ہے۔

پر خشکی تک پہونچانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے اور جاڑون مین تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ناشاد سیاح کئی کئی گھنٹون تک منزل مقصود کو اپنی نظرون کے سامنے پاتا ہے مگر سواے اسکے کہ موجون کے تھپیڑے کھاے اور اوس سے کچھ نہین بن پڑتا اور پھر اوسے الٹا باکو کو جانا پڑتا ہے جہان ایک ہفتہ تک مٹی کے تیل کی بو سے دماغ پراگندہ اور حواس کو مختل کرنے کے بعد اوسے پھر اپنے سابق کے تجربہ کے دہرانے کے لئے انزلی واپس آنا پڑتا ہے۔

مرداب

اگر انزلی مین طوفان برپا نہ ہو تو مسافر کو ایک چھوٹی سی دخانی ناؤ مین سوار کر کے خشکی پر اتارا جاتا ہے۔ جہان انزلی کا چنگی خانہ اور ایک کسیقدر بوسیدہ مگر خوشنما پنج منزلہ گرمیون کے رہنے کا بنگلہ جو شاہ کی ملک سے ہے واقع ہے۔ اس مکان پر آسمانی سرخ اور دھانی رنگ کا روغن چڑھا ہوا ہے۔ اور نیچے کے درجون سے اوپر کے درجون کی آرایشی حالت اچھی ہے۔ سب سے اوپر کا درجہ شاہ کجکلاہ کے ورود کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اس کا آرایشی سامان نہایت ویرانی کی حالت مین ہے اور اکثر تو ایک چٹائی کے غلاف کے چڑھے رہنے کے باعث جو اسے یہان کی بے حدنمی کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے اوڑہا دیا جاتا ہے۔ نظر ہی نہین آتا۔ یہان سے بذریعہ دخانی ناؤ کے مرداب کو جس کا پاٹ دس میل ہو گا۔ پونے دو گھنٹہ مین عبور کرتے ہین۔ یہ جھیل جس مین ہوا کے طوفان چلتے رہتے ہین اور جو زیادہ عمیق نہین مشرق سے لیکر مغرب

تک ۳۰ میل لمبی ہوگی اور شمالاً جنوباً اسکا زیادہ سے زیادہ عرض ۱۲ میل ہوگا۔ انواع واقسام
کے آبی جانور مثلاً ماہی خور۔ قاز۔ راج ہنس۔ بطین۔ جلکوے۔ پنڈبیان۔ چینیا بطین
کلنگ۔ حواصل۔ بگلے اور پچھے اس مین آباد ہین۔ پانی کی سطح پر انکا ٹڈی دل چھایا رہتا
ہے اور چھوٹے چھوٹے جزیرون اور سرکنڈون کے جہاڑون مین انہون نے اپنی کمین
گاہین بنا رکھی ہین۔ اس آبی شکار کے علاوہ شکاری کو اوس شاداب قطعہ زمین مین جو سمندر اور
پہاڑون کے درمیان واقع ہے جنگلی جانورون کا شکار بکثرت ملسکتا ہے۔ جہیل کے جنوب
کی جانب دخانی ناؤ کو چھوڑکر ایک دیسی ساخت کی ناؤ مین سوار ہوتے ہین۔ جو مسافرونکو ایک
کہاڑی کے رستہ سے پانچ میل تک لیجاکر پیربازار کے ماہی گیرون کے گاؤن جا اُتارتی ہے

پیربازار

پیربازار (جو غالباً پیلہ بازار یعنی ریشم کے بازار کا بگاڑ ہے اور جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے
کہ یہان ریشم کا کام تیار ہوتا ہے) ایک کاروانسرا سے چند مکانون اور جھونپڑون اور کچھہ
ماہی گیرون کے گھرون پر مشتمل ہے۔ ماہی گیر اس مقام پر ندی کے پاٹ مین قریب قریب
لکڑیان نصب کرکے ایک جنگلا نما کھانچا لگا دیتے ہین۔ اور اس طریقہ سے ایک قسم کی مچھلی
جو روہو سے مشابہت رکھتی ہے۔ بہ تعداد کثیر آسانی سے پکڑی جاتی ہے۔ ناقص اور بوسیدہ
گاڑیان یہان موجود رہتی ہین جنمین تازہ وارد مسافر سوار ہوکر ایک نہایت ہی خراب سڑک کے
راستہ سے جسپر اسے نام کنائی ہو رہی ہے چھہ میل کا فاصلہ جنگل بن سے طے کرتا
ہوا رشت مین جا پہونچتا ہے۔ دریاے رشت جسے شاہ رودبار کہتے ہین۔ بائین جانب کو

بہتا ہوا سمندر مین جا ملتا ہے اور دائین طرف نالیون اور دلدلون کی کیچڑ مین سانپ اور بچھوے رینگتے ہوے نظر آتے ہین۔

رشت

رشت کے حالات مین ایک آیندہ فصل مین بیان کرون گا۔ جس مین ایران کے شمالی صوبجات کا ذکر ہے اور جس مین سے ایک صوبہ یعنی صوبہ گیلان کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ یہان اسکا حوالہ محض اسلئے دیا گیا ہے کہ یہ پہلا شہر ہے جسمین داخل ہونے سے مسافر سرزمین ایران مین اول اول اپنا قدم رکھتا ہے اور جہان سے ایران کے سفر اندرونی کے لئے وہ روانہ ہوتا ہے۔ اس شہر اور اسکے قرب وجوار کے منظر کو دیکھکر مسافر کے دل مین ایرانی مناظر و زندگی کے متعلق جو خیالات قایم ہون گے اونھین اوسے بہت جلد اپنے دل سے محو کرنا پڑیگا کیونکہ ایران کی عام خصوصیات مین اور اون مین ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عدن اور ڈوور مین اور اس فرق سے آگے چلکر اوسے افسوس کے ساتھ آشنا ہونا پڑیگا۔ رشت مین وہ سرخ کھپریل کے مکان۔ مسجدین۔ بازار کھیتون کے گرد درختون یا جھاڑیون کی باڑین اور باغات پائے گا۔ جنہین دیکھ کر اوسکا تصور دوسری سرزمینون کی طرف منتقل ہو گا۔ اور جنگلون کی شادابی اور ندی نالون کی روانی سے اوسے ایرانی اراضیات کی زرخیزی کا ثبوت ملے گا۔ لیکن اوسے چاہیئے کہ ان دونون تازگی بخش مناظر کی خوب جی بھر کر سیر کر لے کیونکہ رشت کی واجبی مگر دلکش اعمارتی شان بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاوہ اوسے اور کہین نظر نہ آئے گی اور جنگلون اور دریاؤن

سے بجائے تھوڑی دیر مین سنگلاخ بیابان اور پہاڑون کی بے شجر چوٹیان نمودار ہونگی۔

انتخاب ذرایع طے مسافت سواری چاپار

رشت مین مسافر کو ایرانی مسافرت کی اون کیفیتون کا پہلا تجربہ حاصل ہوگا جنکی لذات وآلام کے متعلق مجھے اثنائے سفر مین بہت کچھ کہنا پڑے گا۔ ایران مین سفر کرنے کے دو ہی عملی طریقے ہین۔ یا تو اوسے بذریعہ سواری چاپار یعنی سرکاری ڈاک کے گھوڑون پر چوکی بہ چوکی سفر کرنا پڑتا ہے اور یا بار برداری اور سواری کا خود انتظام کرکے ایک قافلہ کی حیثیت سے منزلین طے کرنی پڑتی ہین۔ سرکاری ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے مین گو تکان اور تکلیف تو بیحد ہوتی ہے لیکن سفر بہت جلد کٹتا ہے اور اپنے طور پر سفر کرنے مین گو اتنی تکلیف اور بے آرامی نہین ہوتی لیکن اوس سے بے انتہا جی اکتا جاتا ہے اور چونکہ روز روز اونہین جانورون پر سواری کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے منزلین اسقدر دیر مین کٹتی ہین کہ بیان نہین ہوسکتا۔ ایک صورت مین تو مسافر کی حقیقت ذی روح رخت سفر سے زیادہ نہین ہوتی۔ جو روانگی کے مقام سے منزل مقصود تک اس قدر سرعت کے ساتھ منتقل کردیا جاتا ہے جو یا تو درمیانی اور بعض اوقات قابل نفرین حیثیت کے گھوڑون کے امکان مین ہو۔ یا جسکی تاب اوس کی خواہش یا طاقت لاسکتی ہو۔ وہ اپنا سامان گھوڑے کی پیٹھ پر لاد کر اپنے ہمراہ لے جاتا ہے "چاپار خانون" یا ڈاک کی چوکیون مین جو راہ مین برابر برابر فاصلہ پر واقع ہین سوتا ہے۔ اشیاء خوردنی یا تو ہمراہ لے جاتا ہے یا رستہ مین خرید لیتا ہے۔ سواری اور رہایش کا کرایہ مقررہ شرح سے ادا کرتا ہے۔ شاہ راہ سے ایک

اپنے نہ ادہر کو ہٹتا ہے اور نہ اودہر کو۔ اپنے پیچھے مڑکر دیکھتا تک نہین اور صرف ایک دہن اوسکے جی مین سمائی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ آگے بڑھا چلا جاے۔

سفر بذریعہ کاروان

کاروان کے ذریعہ سے سفر بہت کچھ دور اندیشی و تیاری کا محتاج ہے۔ اس کے واسطے بہت سے رسد و سامان سفر کی تیاری کرنی پڑتی ہے بار برداری اور سواری کے جانور کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور انکی نگہداشت کے لئے نوکر رکھنے پڑتے ہین اور ایک بڑے قافلہ سے جسقدر ذمہ داریان متعلق ہوتی ہین ان سب کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ مسافر کو اپنی نقل و حرکت پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ کسی حالت مین بھی عجلت کے ساتھ سفر نہین کرسکتا کیونکہ بار برداری کے جانورون پر بحساب اوسط ۲۵ میل روزانہ سے زیادہ مسافت طے کرنے کا بھروسا نہین کیا جاسکتا۔ اس لئے اوسکو تضیع اوقات کی خوب فرصت ملجاتی ہے۔ پس اپنے مقاصد اور مذاق و رجحان طبیعت کے لحاظ سے مسافر کو سفر کے ان دونون طریقون مین سے ایک کے انتخاب کرنے مین بہت کم وقت کا سامنا ہوگا۔ اگر اوسکی یہ خواہش ہو کہ رستہ مین کہین قیام کئے بغیر آگے بڑھا چلا جاے اور وہ سفر کی صعوبتون کے برداشت کرنے سے جھجکتا نہ ہو اور اچھا تنومند و مستعد بھی ہو تو وہ سواری "چاپار" کو ترجیح دیگا۔ بخلاف اسکے اگر اوسکے ساتھ عورتین ہون یا پورا کنبہ ہمراہ ہو یا سواری کی اوسے زیادہ مشق نہ ہو یا تفحص و تحقیق کی غرض سے اوسے آہستہ سفر کرنا ہو یا اگر وہ شارع شام سے کترانے کا خواہش مند ہو (کیونکہ ایران مین ڈاک چوکیون کی سڑکین

ایک درجن سے کہین اور خاص خاص شاہراہون سے متعلق ہین) تو وہ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنا پسند کرے گا۔ دونون صورتون مین غالبًا اوسکے لیئے یہی امر قرین مصلحت ہوگا کہ طہران تک بہ سرعت ممکنہ سفر کرے۔ وہان پھونچ کر آیندہ کے سفر کے متعلق وہ تجویزین قایم کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ یہ انتظام کرسکتا ہو کہ اوسکا کوئی دوست پایۂ تخت سے ایک غلام کو بہیجدے جو اوسے انزلی یا رشت مین آملے تو اوسے اوس عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی جسمین بصورت اخری اوسے ایک اجنبی قوم اور ایک غیر زبان کے ساتھ ابتدائی کشمکش کرنے کے باعث مبتلا ہونا پڑتا اور ایرانی چاپار خانون اور بارگیرون سے سابقہ پڑنے کے جانکاہ امتحان کی سختی اوسکے لیئے کسی قدر کم ہو جائے گی۔ اس راے کی تائید مین حسب ذیل دلائل بھی پیش کیجا سکتی ہین۔

اول یہ کہ اوسے رشت سے کوہ دم تک جو اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے گاڑی مل سکتی ہے اور اس لیئے ضرور نہین کہ وہ سفر سواری اسپ کوہ دم سے پہلے شروع کرے۔

دوم یہ کہ رشت اور طہران کے درمیان ڈاک کی چوکیون کی حالت ساز و سامان کے اعتبار سے دوسری رستون کی چوکیون کے مقابلہ مین بہتر ہے۔

سوم یہ کہ ان چوکیون کے گھوڑے ایسے تبہ حال اور قابل نفرین نہین جیسے کہ دوسری چوکیون کے بلکہ اون سے بدرجہا بہتر ہین۔

چہارم یہ کہ قزوین پہونچ کر اوسے گاڑی مل سکتی ہے جس مین بآرام تمام وہ پایۂ تخت تک باقی سو میل کا سفر یورپین طریقہ کی ایک ہی سڑک پر جو اس ملک مین پائی جاتی ہے طے

کرسکتا ہے۔

سواری "چاپار" کا خرچ



اس ضمن مین یہ بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ ایک گھوڑے کے لئے ایک "قران" (۲ پنس[۵۱]) فی فرسخ (جسکے اندازاً ۳½ میل سے لیکر چار میل تک ہوتے ہین) ہوتا ہے۔ کم سے کم تعداد گھوڑون کی جو ایک مسافر کو مطلوب ہوتی ہے ایک تو اپنے لئے ہے ایک اپنے دیسی ملازم[۵۲] کے لئے اور ایک چاپار شاگرد یا یارگیر کے لئے جو مسافر کو دوسری چوکی تک پہونچا کر گھوڑونکو اپنے آگے ہانکتا ہوا واپس لے آتا ہے۔ مسافر کے ہمراہ بہت سا سامان ہو تو ایک اور یابو کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن اس ٹٹو کی شوخیان کچھ عجیب انداز کی ہوتی ہین۔ اڑیل ایسا ہوتا ہے کہ لگام اسکے منہ مین دیکر اگر لیجانا چاہو تو چلتا نہین اور جب ذرا موقعہ پاتا ہے تو ترنگ مین آکر دولتیان جھاڑتا ہوا سڑک چھوڑکر جنگل مین بھاگ جاتا ہے اور تعاقب و تلاش کے بعد اوسے کوڑے مار کر واپس لانا پڑتا ہے اور اس سے سفر مین اسقدر ہرج اور طبیعت اسقدر برہم و آشفتہ ہوتی ہے کہ بہت کم شخص ایسے ہونگے جو اپنے سفر کو ایسے غیر محدود طور پر بڑہانے کے بجائے

---

[۵۱] ہندوستان مین آجکل پاؤنڈ کا جو بہاؤ ہے اوسکے حساب سے ۲ پنس ۲ ر کے مساوی ہوتے ہین۔ (مترجم)

[۵۲] بہترین اصول یہ ہے کہ اگر کاروان کے ذریعہ سے سفر نہ کرنا ہو تو یورپین ملازم ہمراہ نہ لے جائے۔ یہ حالت سفر بذریعہ کاروان اوسکے ہمراہ لانے سے قافلہ مین صرف ایک متنفس اور بڑہ جاتا ہے حالانکہ اوسکے وجود سے بہت کچھ فائدہ اور آرام مل سکتا ہے۔

نہایت خوشی سے اپنے سامان مین اتنی کمی نہ کردین کہ باربرداری کے لیئے علیحدہ ٹٹو کی ضرورت
ہی نہ پڑے۔ اسکے علاوہ جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا تعجب معلوم ہوتا ہے کہ بہت مقدرت تھا۔ ڈاک کا کرایہ کیا
گیا ہے وہ اسقدر سامان کیونکر لیجا سکتے ہین۔ ہر منزل کا کرایہ "چاپارچی" یعنی ڈاک منشی کو "چاپار
خانہ" مین جہان تازہ دم یابو لئے جاتے ہین پیشگی دینا پڑتا ہے اور ہر منزل کے ختم ہونے پر
بارگیر کو جو تمہارے ہمراہ آیا ہو۔ اگر معمولی منزل ہو تو ایک قران اور اگر بہت لمبی منزل ہو تو دو
قران انعام کے طور پر دینے پڑتے ہین۔ مین نے بارہ سو میل سے زیادہ کا سفر انہین
ڈاک کے گھوڑون پر کیا اور ان بارگیرون کو ہمیشہ انعام دیتا رہا لیکن ان حضرات کی دکھائی
اور بے اعتنائی کچھ ایسی ہے کہ انعام لینے سے جو مسرت انگیز کیفیت دل مین پیدا ہوتی
ہے اوس سے بھی یہ متاثر نہین ہوتے اور ان مین سے کسی نے اتفاقی طور پر بھی اظہار
شکر و منت نہین کیا۔ چونکہ ایرانی مسافرون سے انکو کبھی کچھ نہین ملتا۔ اس سے میرا خیال ہے
کہ جب کوئی یورپین اونھین انعام دیتا ہے تو وہ اوسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور
سمجھتے ہین کہ ہم نے اسکو خوب الو بنایا۔ چاپارخانہ مین جہان مسافر شب باش ہوتا ہے اور
جہان اوسے پانی ایندھن اور ممکن ہو تو دودھ اور انڈے دستیاب ہو سکتے ہین۔ ڈاک
منشی کو صبح کے وقت روانہ ہونے سے قبل اوسکی خدمت کی نوعیت کے لحاظ سے دو سے
لیکر چار قران تک دینے پڑتے ہین۔ سوا سامان رسد کے خرچ کو جو راستہ مین دیہات
سے خریدا جاتا ہے باقی مصارف بس یہی ہین۔ اور اسکے لئے کئی سو قران جو باکو مین ایک
قران یا دو قران کے سکون کی شکل مین مل سکتے ہین۔ یا طہران سے منگوائے جا سکتے ہین۔

وری ہین۔ انہین کیسون مین ڈالکر سوار بالعموم اپنے قبو رہین رکھہ لیتا ہے اور اگر سفر ہو تو انکی وجہ سے نہایت تکلیف ہوتی ہے لیکن اور کسی سکہ کا رواج نہ ہونے کے باعث اسکی اور کوئی سبیل ممکن نہین ہے[1]۔ مسافرون کو ان ابتدائی ہدایات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو عراو سکے سامنے ہے اگرچہ اوس مین آرام نہین لیکن وہ سستا ضرور ہے۔ پس رشت مین پہونچنے پر اوسے چاہیے کہ ڈاک گہر مین جاکر وہان سے اپنا تذکرہ یعنی گہوڑون کی ڈاک کے ذریعہ سے سفر کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرکے بعجلت ممکنہ روانگی کی تیاری کرے۔ کہین وہ ایسا نہ کرے۔ جیسا کہ میرے ایک دوست نے کیا تھا کہ ایک شروع مزدور کو طلب کرکے یہ کہا کہ سامان ہوٹل مین لیچلو۔ رشت مین ایک انگریزی اور نیز ایک روسی قونسل متعین ہے۔ انگریزی قونسل کچہہ عرصہ سے یہان موجود نہ تھا لیکن حال مین ایک نیا انگریزی قونسل مقرر ہو کر آگیا ہے پس اگر استمداد ہی کی ضرورت پڑے تو ایک ہموطن سے باعتبار اسکے کہ وہ سرکاری شان اور حیثیت رکھتا ہے چارہ جوئی کیجا سکتی ہے۔

راستہ کی کیفیت

رشت اور طہران کا درمیانی علاقہ سرسری طور پر تین حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اوّل جنگل کا وہ قطعہ جو رشت سے پہاڑون تک پہیلا ہوا ہے اور جو اوس گنجان جنگلون سے ڈہکے ہوئے وسیع طبقہ کا ایک جزو ہے جو مغرب مین تالش سے شروع ہو کر مشرق مین

[1] امپیریل بنک نے حال مین بینک نوٹ جاری کیے ہین لیکن چونکہ اونہین صرف اونہین شہرون مین بہنایا جا سکتا ہے جہان کہ اونکا اجرا عمل مین آیا ہو اس لئے مجھے شبہ ہے کہ آیا ڈاک کی چوکیون مین بہی نوٹ لے لئے جاتے ہین یا نہین۔

استرآباد تک چلا گیا ہے اور ساحل بحیرہ اخضر کی عریض دہاری ہین چار سو میل تک پہیلا ہوا ہے۔

دوم۔ کوہستان البرز کی وہ شاخین اور اوسکا وہ اصلی سلسلہ جسکا ارتفاع درہ البرز کے بلند ترین حصون مین سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فیٹ سے بھی زیادہ ہے۔

سوم۔ وہ سطح مرتفع جو جانب جنوب واقع ہے اور جو قزوین سے ڈہلتی ہوئی طہران کو چلی جاتی ہے۔

رشت اور قزوین کے درمیان مفصلہ ذیل منزلین ہین[۵۱]۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ بحساب میل (تخمیناً)
رشت سے کوہ دم	۶	۱۶
کوہ دم سے رستم آباد	۵	۱۸½
رستم آباد سے منجل	۵	۱۷½
منجل سے پے چنار	۵	۱۳
پے چنار سے مزرعہ	۵	۲۰
مزرعہ سے قزوین	۵	۲۱
میزان	۳۱[۵۲]	۱۰۶

۵۱ زمانہ حال کے مفصلہ ذیل مصنفون نے سفر طہران براہ انزلی کی کیفیت قلمبند کی ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۰-۶۱ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۲۹۳ الخ وجلد دوم صفحہ ۱ تا ۱۴۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰ - کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (بگھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۷ + اے آر نلڈ (۱۸۷۵ء) "تھرو پرشیا بائی کاروان" (سفر ایران بذریعہ کاروان) جلد اول فصل ہشتم نہم دہم + سفرنامہ اے ایچ شنڈلر (۱۸۷۷ء) جلد چہارم دہم + چارلس میاگریگر (۱۸۷۹ء) "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۸ + ای - او ڈانوون (۱۸۸۲ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول صفحہ ۳۹ تا ۴۷ + ای - آرسال (۱۸۸۲ء) "سلے کا کیس اے لا پارس" (از قاف تا بہ فارس) فصل یازدہم تا پانزدہم +

۷۱ کل فرسخون کو اگر چار سے ضرب دیجائے تو کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ حاصل ضرب اصلی میلون کی تعداد کے مساوی ہو جسکی وجہ یہ ہے کہ فرسخ پیمایش کی اکائی ہے اور اس لئے اس کی کسر محسوب نہیں ہوتی - مثلاً ۱۲½ میل کے بھی چار فرسخ ہون گے اور ۱۶ میل کے بھی ۴ ہی اور اسی حساب سے اونٹ کرایہ دینا پڑے گا - اسکے علاوہ فرسخ کا طول ملک کے مختلف حصّون مین زمین کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اہل ایران ایک فرسخ کی تعبیر اوس فاصلے سے کرتے ہین جو ایک لدا ہوا خچر ایک گھنٹہ مین طے کرے - چنانچہ پہاڑی علاقہ مین فرسخ بالعموم تین میل سے زیادہ نہین ہوتا حالانکہ میدان مین بعض دفعہ چار میل سے بھی بڑھ جاتا ہے - لفظ فرسخ جیسا کہ لکھے پڑھے لوگ جانتے ہین قدیم فارسی لفظ پارہ سنگ کا معرب ہے جسے یونانی Παρασάγγης لکھتے ہین - اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس وجہ تسمیہ سنگ یعنی پتھر ہین جو سڑک کے کنارہ مقررہ فاصلہ پر بطور نشان رکھہ دئے جاتے ہین مجوسیون کی مقدس کتاب زنداوستا مین ایک مقام پر اس اصطلاح کی یہ خارج از تعیین تعریف درج ہے :- "فرسخ اوس فاصلہ کو کہتے ہین جہان سے ایک دوربین شخص ایک اونٹ کو دیکھہ سکے اور یہ بتا سکے کہ وہ اونٹ سفید ہے یا سیاہ" بخلاف اسکے ترکستان مین معیار فاصلہ کا تعین نظر کی وساطت سے نہین کیا جاتا بلکہ آواز کے توسل سے اور وہان فرسخ سے مراد ہوتا ہے وہ فاصلہ جہان سے نقارہ پر چوب پڑنے کی آواز سنائی دے سکے - حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اصل پارہ سنگ بابل کا ایک قدیم ٹہیٹہ بہر کا پیمانہ تہا جو بابلی گز پر مبنی ہے جو ۳ء۵۲۳ میل کے مساوی ہوتا تہا - لیکن زمانہ حال کے فرسنگ کو اوسکے ساتہہ اوسی نسبت سے تفاوت ہے جس نسبت سے کہ آجکل کا گز مختلف ہے - اسکی اوسط مقدار ۳ء۹۱۵ میل ہے جو بابل کے شاہی گز کے مطابق ہے دیکھو یادداشت متعلقہ طول فرسخ مرتبہ جرنیل اے - ایچ - شنڈلر مندرجہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" سلسلہ جدید جلد دہم صفحہ ۵۸۴ الی ۵۸۸ مطبوعہ ۱۸۸۸ء



رشت سے قزوین تک کا سفر

رشت سے روانہ ہوکر مسافر کو اول اوس طبقہ مین سے گزرنا پڑتا ہے جو گھنے درختون سے ڈھکا ہوا ہے۔ سڑک ایک جنگل کو کاٹتی ہوئی جاتی ہے جسمین [illegible] عفونت انگیز ابخرے اٹھتے ہین مگر شکار کثرت سے دستیاب ہوتا ہے [illegible] یہان نہ صرف خرگوش لومڑی تیتر اور اس قسم کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانور جن سے ہم انگلستان مین بخوبی آشنا ہین۔ ہمکو ملتے ہین بلکہ بہیڑے۔ چرخ۔ گیدڑ۔ چیتے۔ شیر۔ سیاہ گوش۔ اور جنگلی سور بھی پائے جاتے ہین۔ بحیرہ اخضر کے ساحل کے علاقہ کے شیر بالعموم آدم خوار نہین ہوتے ان مین سے اکثر کا قد بہت بڑا ہوتا ہے۔ مین نے ایک شیر کی کھال رشت کی نواح مین مارا گیا تھا دیکھی اور ایک مشہور ہندوستان کے شکاری نے بیان کیا کہ جسقدر کھالین شیرون کی اوس نے ہندمین دیکھین اون سب مین یہ بڑی تھی۔ چونکہ یہ جنگل اس قدر گھنا ہے کہ اوس مین نفوذ ممکن نہین اور اسکے علاوہ یہان کے ابخرات فاسد تپ آور ہین۔ اسلئے یورپ کے قرب وجوار مین جو چند شکارگاہین انگریزون کی دستبرد سے بچ رہی ہین اون مین اسکا بھی شمار ہے۔ کوہستان البرز مین بلندی پر جاکر بڑے بڑے جانورون کا شکار جو مرتفع مقامات مین رہتے ہین دستیاب ہوتا ہے۔ یعنی جنگلی بکریان پہاڑی بہیڑین اور عظیم الجثہ ریچھ۔ بارہ میل کی مسافت کے طے کرنے کے بعد چڑہائی شروع ہو جاتی ہے اور کوہ دم سے روانہ ہونیکے بعد سڑک بہت جلد پہاڑی علاقہ مین داخل ہوتی ہے۔ سڑک کے اس حصہ پر کسی زمانہ مین گول سنگریزون کا فرش ہوتا

تھا لیکن ایران کی اکثر دوسری چیزون کی طرح یہ سڑک بھی اب برباد اور ویران ہو گئی ہے
اور بعض حصون مین اسکی حالت دلدل سے بہتر نہین جسمین مسافر پھنس جائے تو دقت سے نکلے
اور جہان پر اتار شروع ہوتا ہے وہان اسکی شکل بجائے ایک تدریجی ڈھلوان کے آئینہ سے
مشابہ ہے کوہ دم سے گذر کر سفید رود کا بایان کنارہ آتا ہے اور دلفریب منظرون مین
سے گذرتے ہوئے جہان جنگلون کے درمیان سہانے مرغزار اور گھاٹیان بکھرے
پڑی ہین دریا کے کنارے کنارے منجیل تک جاتے ہین یہان سے بلندی شروع
ہو جاتی ہے اور نباتات کا وجود مفقود ہونے لگتا ہے۔ جنگل کے گنجان درختون کے
بجائے زیتون کے پودے نظر آنے لگتے ہین اور بالآخر چھوٹی چھوٹی کانٹے دار جھاڑیون
کے کھیت دکھائی دیتے ہین۔ نظارہ زیادہ وحشت افزا اور مہیب الشان ہوتا جاتا ہے
حتی کہ منجیل کی منزل پر پہونچنے سے کچھ دور پہلے دریا کو ایک سات محراب والے پل کے
ذریعہ سے عبور کرنا پڑتا ہے جو جا بجا ٹوٹا ہوا ہے اور جسپر بعض دفعہ ہوا درہ کی تنگی سے
تنگ ہو کر غصہ سے سائین سائین کرتی ہوئی تھپیڑے مارتی ہے۔ منجیل اور پے چنار
کے مابین سڑک اول اوشن کے پل تک شاہ رود کے کنارہ کنارہ جاتی ہے اور وہان
سے دریائے پے چنار کے ساحل کا دامن تھامے ہوئے جو سفید رود سے ملتا ہے
آگے بڑھتی ہے اور یہان سے بصد دقت و زحمت مصیبت زا نشیب و فراز کے صدمے
سہتی اور وحشت افزا چٹانون اور کرٹارون کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کرتی آہستہ آہستہ
درہ خرزان پر سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فیٹ بلند جا پہونچتی ہے۔ جاڑون کے موسم مین

یہ مقام نہایت خوفناک ہوجاتا ہے۔ کئی کئی دن تک برف راستہ کو بند کئے رکھتی ہے اور جن اونٹون اور خچرون کی ہڈیون کے ڈھیر اسکی سفاک و بیدردی کے ثبوت پر بکھرے پڑے ہین۔ اون کی تعداد ان گنت ہوگی۔ پھر بھی اتنا غنیمت ہے کہ یہان ایک گانوان اور ایک بڑی کاروان سرا واقع ہے۔ یہان سے اس سلسلہ کوہ کے زاویۃ الراس پر پہونچنے کے بعد دوسری طرف مزرعہ تک اتار ہی اتار ہے۔ مزرعہ ایک ایرانی گاؤن ہے جو اون نفرت انگیز کھٹملون کی وجہ سے مشہور ہے جنھین ایرانی کبھی غریب گز اور کبھی شب گز کہتے ہین اور جنکا علمی نام زبان لاطینی مین آرگاس پرسیکس ہے۔ سفر ایران کے جسقدر مصائب و آلام ہین اونمین یہ کھٹمل بھی ایک بڑی مصیبت ہین۔ موضع آغا بابا سے گذرنے کے بعد ہموار زمین آجاتی ہے اور مسافر اپنے خستہ ماندہ گھوڑے کو مہمیز لگا کر بے اختیار پویہ مین ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جلدی سے قزوین مین جو کسی زمانہ مین ایک بڑا آباد شہر ہوتا تھا اور جسکے وسیع انگورون کے باغ اور میوون کے حدیقے اوس کی نظر کے سامنے ہین۔ پہونچ جائے

قزوین

قزوین جسکی آبادی چالیس ہزار بیان کیجاتی ہے لیکن جو غالباً اس عدد کی دو تہائی سے زیادہ نہین پہلا بڑا شہر ہے جسمین مسافر وارد ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر اوسکے دل مین ایران کے اون شہرون کا جو پیش کئے جاسکنے والے شہر کا جنکی بہت سی مثالین اوسے آگے چلکر ملینگی۔ تصور پیدا ہوسکے گا۔ ایران کے اکثر بڑے شہرون کی طرح قزوین کو بھی

اپنے زمانہ مین اصفہان ۔ شیراز ۔ طہران ۔ تبریز ۔ سلیمانیہ ۔ اردبیل ۔ نیشاپور اور مشہد کیطرح ایران کے پایہ تخت ہونے کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے ۔ لیکن اپنے اکثر ساتھیون کی طرح اسکی عظمت و شان کا آفتاب بھی اب غروب ہو گیا ہے اور غیر آباد عمارتین اور بوسیدہ کھنڈر زبان حال سے اوس مقام کی داستان بیان کر رہے ہین جس مین کبھی زندگی کی چہل پہل کی رونق نظر آتی تھی اور جو شہنشاہانہ تزک و احتشام کے زیور مین سر تا پا غرق تھا ۔ کہتے ہین کہ اس شہر کی بنا شاپور ثانی ذوالاکتاف [۱] نے ڈالی اور یہ منجملہ اون مقامات کے تھا جنہین ۱۰۹۰ء مین حسن صباح اوس جماعت کے مشہور و معروف سردار نے جو حشاشین کے لقب سے تعبیر کی جاتی ہے مسخر کیا ۔ حسن صباح کا عربی خطاب شیخ الجبل تھا جو عیسائی کہ محاربات صلیبی مین شریک تھے اونہون نے اس لفظ کا ترجمہ یورپ مین جا کر پہاڑی بڈھا کیا ۔ چنانچہ یورپ مین حسن صباح پہاڑی بڈھے کے نام سے مشہور ہے ۔ اوس نے اپنی جماعت مین مریدون کے جمع کرنے کا جو عجیب طریقہ اختیار کر رکھا تھا اوسے مارکوپولو نے

[۱] اسیٹوک (جلد اول صفحہ ۲۱۲) کہتا ہے کہ اس شہر کی بنا ۲۵۱ء مین پڑی لیکن شاپور ثانی کی حکومت کا زمانہ ۳۱۰ء سے لیکر ۳۷۹ء تک کا ہے بعض لوگون کا بیان ہے کہ قزوین کا بانی شاپور اول ۲۴۱-۲۷۲ء تھا قدیم مورخین نے قزوین کے جو حالات لکھے ہین اونکے لئے دیکھو تصانیف اصطخری (ڈی گوئیم ۲ صفحہ ۲۱۱) ۔ یاقوت (''ڈکشنری جاگریفیک'' (لغات جغرافیہ) صفحہ ۴۳۵ - ۴۴۱) اور ناصر خسرو (سفرنامہ) مسٹر چارلس شفر نے سفرنامہ ناصر خسرو کو طبع کیا ہے اور اوس کے صفحہ ۱۲ پر قزوین کے مقامی مورخین کے نامون کی فہرست درج کی ہے جن مین سے بعض نے نہایت شہرت حاصل کی ۔ اس ضمن مین تاریخ قزوین مصنفہ بی ۔ ڈی ۔ مینارڈ (۱۸۸۱ء) بھی دیکھو ۔

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ اوسکا ناقابل محاصرہ قلعہ الموت (یعنی آشیانہ عقاب) یہان سے صرف تین میل کے فاصلہ پر پہاڑون مین واقع تھا[۵۱]۔ قزوین شاہان خاندان صفویہ کے زمانہ عروج مین اپنی شہرت اور عظمت کے نصف النہار پر پہونچا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴-۱۵۷۶ء) نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا[۵۲] جسکی وجہ مورخین نے مختلف طور پر بیان کی ہے بعض کا قول ہے کہ وہ تبریز کو ترکون کی دستبرد سے بچانے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اوس نے اپنا دارالسلطنت قزوین مین منتقل کر دیا اور بعض کی رائے ہے کہ وہ اردبیل سے جہان اوسکے خاندان کی فلاکت و زوالت کو سب جانتے تھے کچھ دور چلا جانے کا خواہشمند تھا اس لئے اوس نے قزوین کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ پچاس سال تک دارالسلطنت رہ کر قزوین نے آخر یہ دولت امتیاز اصفہان کے حوالہ کی کیونکہ شاہ عباس اعظم کو اپنے وسیع ممالک کے لئے ایک جنوبی پایہ تخت زیادہ موزون اور بہتر مرکز معلوم ہوا۔ پیٹرو ڈیلا ویلی اطالیہ کا سیاح شاہ عباس کے حین حیات

۵۱ قلعہ الموت کو (جو مشہور ہے کہ بعد اسکے کہ ہلاکو خان مغل نے اوسے مسخر اور منہدم کیا از سر نو تعمیر کیا گیا ہو) بعد کے زمانہ مین خاندان صفوی کے بادشاہون نے بڑے درجہ کے معتوب شخصون کا قیدخانہ بنا رکھا تھا جب اونکا وجود ناگوار گذرتا تو اونہین اوس بلند چٹان پر سے جسپر قلعہ بنا ہوا ہے نیچے گرا دیا جاتا۔ – دیکھو چارڈن کی تصنیف (مطبوعہ انگلستان) جلد نہم صفحہ ۱۱۵۔ حال کے زمانہ مین قلعہ الموت کے جو حالات لکھے گئے ہین اونکے لئے دیکھو مسٹر سٹیل کا مضمون "طہران تا الموت" (طہران سے الموت تک کا سفر) مندرجہ رسالہ جاگرافیکل سوسائٹی جلد ہشتم صفحہ ۱۳۰۔

۵۲ دیکھو "پیرڈائیز لاسٹ" (فردوس گم گشتہ) باب دہم سطر ۴۳۴ تا ۴۳۶ مصنفہ ملٹن۔

مین ۱۶۱۸ء مین یہان تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ "سوائے بادشاہ کے محل کے پھاٹک اور بڑے میدان یا چوک کے اور مجھے یہان ایسی کوئی شئے نظر نہین آئی جو شاہانہ سکونت کی شان کے زیب دینے والی ہو" بخلاف اسکے سر ٹامس ہربرٹ جو اوس سفارت کے ہمراہ بطور مورخ کے مقرر ہوکر آیا تھا جسے شاہ چارلس اول نے بہ سرکردگی سر ڈاڈمور کاٹن عباس اعظم کے پاس بھیجا اور جو سر رابرٹ شرلی اور سر ڈاڈمور کاٹن کے ساتھ (بعد اسکے کہ ۱۶۲۷ء مین بمقام اشرف شاہ ایران کے پاس اونکے باریاب ہونے سے کوئی مفید نتیجہ نہین پیدا ہوا) یہان آیا بیان کرتا ہے کہ "باستثنائے صفاہان[۱] عظمت وشان کے لحاظ سے قزوین سلطنت ایران کے دوسرے کسی شہر سے کم نہین اس کی فصیل کا دور سات میل اور اسکی آبادی دو لاکھ ہے" یہان بیچارے سر رابرٹ شرلی نے اوس عتاب کی وجہ سے جسکا اوسے مورد بنایا گیا کڑھ کڑھ کر اور بادشاہون کی تلون مزاجی کا خیال دلمین لا لا کے غم کھا کھا کر ۱۳ جولائی ۱۶۲۷ء کو جان دی اور اوسے دروازہ کی دہلیز کے تلے دفن کیا گیا[۲] اور چند ہی دن کے بعد اوسکا رفیق سر ڈاڈمور کاٹن بھی مرض پیچش مین مبتلا ہوکر

[۱] ہربرٹ نے نامون کے ہجے کرنے مین صحت کا خیال نہین کیا بلکہ جو آواز اوسکے کانون کو بھلی معلوم ہوئی اوس کے لحاظ سے اوسنے اوسکا تلفظ لکھنے مین ادا کیا۔ مثلاً جلفہ کا اوسنے جیلفیا بنا دیا۔ طہران کا نام روح ریحان کا لیری جان اور بادشاہ کا پاٹ شا گذشتہ صدی مین انگریزی کارخانہ کے اہلکار شاہ طہماسپ کو شاہ ٹامس کرکے لکھتے تھے انگلستان مین اس سوقیانہ نام کو سنکر بلاشبہ لوگ یہ کہتے ہونگے کہ اسمین تو کوئی شہنشاہانہ شان نہین پائی جاتی۔

[۲] مین ہربرٹ کی نرالی اور انوکھی طرز تحریر کی مثال پیش کئے بغیر نہین رہ سکتا وہ لکھتا ہے کہ اُسی وجہ سے دو تاجیان قیان رہین آئین۔ نہین نہین مینے غلط کہا! مجھے یون کہنا چاہیئے تھا کہ یہی اوس ناوک اجل کے لگنے کا باعث ہوا

انتقال کرگیا[۱]۔ چارڈن جو ترک صدی کے بعد ۱۶۷۳ء میں قزوین آیا بیان کرتا ہے کہ اسکی شہر پناہ کے کھنڈر باقی رہ گئے ہیں اور وہ تمام سامان جس سے ایک عالیشان دربار کا تزک و احتشام نمودار ہوتا تھا ناپید ہو گیا ہے لیکن پھر بھی اس میں بارہ ہزار مکانات اور ایک لاکھ کی آبادی موجود ہے اور امرا کے محلوں سے پتہ چلتا ہے کہ نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کو ترکہ میں پہونچتے رہے ہیں ابھی تک اس میں ایک خاص شان پائی جاتی ہے[۲] ۱۷۲۳ء میں افغانوں اور ۱۷۲۵ء میں ترکوں نے اسکو فتح کیا اور اوس وقت سے لیکر ابتک زلزلوں کی وجہ سے اسے بہت بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے۔ اسکے عہد سلف کی عظمت دستان کو وہ شاہی محل جسے طہماسپ نے تعمیر کیا تھا اور جس میں عباس اعظم نے تجدید و ترمیم کی یاد دلاتا ہے۔ یہ محل اب ویران حالت میں ہے لیکن اس کا عالیشان دروازہ جسے

نوٹ متعلقہ صفحہ ۷۷ جس نے اوسکو آگے بڑھنے سے روکدیا کیونکہ ۱۲ر جولائی کو اوسنے اپنی مصیبتوں کے نازک رشتہ سے قطع تعلق کیا اور دنیا کے اس مرحلہ سے نجات سے کوچ کرکے داعی اجل کو لبیک کہا۔ "مسم ایرس ٹریول" (چند سال کا سفرنامہ) طبع سوم صفحہ ۲۱۲۔

[۱] "اسٹیج کی بد دلیوں اور متخالف طبایع کی مخالفتوں اور چودہ دن تک مرض پیچش میں مبتلا رہنے کے باعث (جسکی وجہ میرے خیال میں حد سے زیادہ میوہ کا استعمال اور طہران کی ہوا کی حد سے زیادہ سردی تھی) ہمارا متقی اور متورع سفیر سر ڈاڈ مور کاٹن ۲۳ر جولائی کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کرگیا" منہ صفحہ ۲۱۳

[۲] دیکھو سفرنامہ حصہ دوم صفحہ ۳۸۲-۳۷۸۔ نیز دیکھو قزوین کے حالات مرقومہ پادری جان کارٹ رایٹ مندرجہ "پرکاس پلگرمس" جلد ثانی باب نہم فصل چہارم جو اوس نے سنہ ۱۶۰۰ء میں قلمبند کئے۔ جان اسٹرائیز نے بھی سنہ ۱۶۷۱ء میں قزوین کے حالات لکھے ہیں جو اوسکے سفرنامہ کی جلد ثالث کی چودھویں فصل میں درج ہیں۔

علی کپی لکھتے ہین اصفہان کے محل سے کے رفیع القدر دروازہ کی طرح ابھی تک بحالت اصلی موجود ہے۔ مسجد جامع جسے ہارون الرشید نے آٹھوین صدی مین ابتداءً تعمیر کیا تھا ایک وسیع عمارت کی شکل مین، دو آسمانی رنگ کے گنبد والے میناروں اور بڑے بڑے ویران صحنون کو لئے ہوئے ابھی تک امتداد زمانہ کی مدافعت کر رہی ہے۔ لیکن سب مین بڑی مسجد مسجد شاہ ہے جسے آغا محمد اور فتح علی شاہ نے طہماسپ اور عباس کی قدیم مسجد کے آثار پر از سر نو تعمیر کیا۔ بہرحال گو قزوین کی وہ اگلی سی شان اب نہین رہی تاہم کئی ایک اعتبار سے یہ اب بھی ایک ممتاز مقام ہے۔ رشت اور تبریز سے طہران کو جو سڑکین جاتی ہین اور نیز قم کو جو سڑک گئی ہے[۵۱]۔ ان سب کا اتصال قزوین ہی مین ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہان کے انگورون کے باغ جن مین نہایت اچھا انگور پیدا ہوتا ہے اور پارچہ بافی کا کام جو یہان بکثرت ہوتا ہے اسکی وقعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اور انحطاط پذیرفتہ عظمت و جلال کے آثار کے ساتھ تجدید پذیر خوشحالی اور ترقی کے نشانات نظر آتے ہین۔ شہر کے پھاٹک زمانہ حال کی طرز کے نہایت خوشنما بنے ہین اور ایک نہایت ہی عمدہ سرا (جسکے مقابل کی سرا ایران مین اگر ہے تو ایک اور ہے) یہان موجود ہے۔ اس سرا کی عمارت جسے مہمان خانہ کہتے ہین ڈاک کی چوکی سے ملحق ہے اور ایک بڑے باغ مین جو کشادہ خیابانون سے معمور ہے واقع ہے یہ ایک دلکشا دومنزلہ مکان ہے جسکے آگے ایک

---

۵۱ یہ وہ سڑک ہے جس پر سے اکثر سیاحون مثلاً اسٹرائیز، چارڈن، لی برن وغیرہم نے سترھوین اور اٹھارھوین صدیون مین طہران کے پایہ تخت قرار دئے جانے سے پہلے سفر کیا۔

سائبان ہے گورنر (والی) قزوین جسکا مکان یہان سے تھوڑی دور پر ہے اس سرا کا مالک ہے اور اس کی آمدنی اوسکے پاس جاتی ہے - سرا کے کمرے ساز و سامان سے آراستہ ہین اور کھانا بھی نفیس ملتا ہے اور مسافر کو عیش و راحت کے جملہ لوازم تعجب مین ڈالدیتے ہین - قزوین مین ایرانی اور انڈو یوروپین محکمہ جات تار برقی کا ایک ملتقی قریبی ہے - محکمہ ثانی الذکر تار برقی طہران کو تبریز سے ملاتا ہے اور ایرانیون کے زیر اہتمام وہ سلسلہ تار برقی ہے جو رشت تک گیا ہے -

گاڑی کی سڑک طہران تک

قزوین کے مہمان خانہ سے مسافر کو یوروپین وضع کی بے کمانی کی چوپہیہ کشتی نما گاڑیان مل سکتی ہین جو کرایہ لگتا ہے طہران تک باقی کا سو میل کا سفر طے کرنے کے لیے مل سکتی ہین - اوسے چاہیے کہ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اوس سے فائدہ اُٹھائے کیونکہ جس سڑک پر سے اوسکا گذر ہوگا وہ منجملہ صرف ان دو بنی ہوئی سڑکون کے ہے - جو ایران مین موجود ہین - اور جس با آرام طریقہ سے وہ سفر کرے گا اوس سے پھر کئی مہینون تک وہ استفادہ نہین کر سکے گا - قزوین سے طہران پورے ۲۴ فرسخ یا ۹۶ میل ہے اور چھہ منزلون مین جو قریباً سولہ سولہ میل کی ہین منقسم ہے - قیام کے مقام جہان اینٹ کی معقول عمارتین بنی ہین اور شب باشی کا سامان مناسب طور پر مہیا ہے - کا دان وہ کشلاک یعنی امام - حصارک اور شاہ آباد ہین - یہ فرض کر لینا غلطی مین داخل ہوگا کہ گاڑی کی اس سڑک کو کچھ بھی اوس شے سے مشابہت ہے جسے یوروپ مین لفظ سڑک سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ یہ محض زمین کی ایک صاف شدہ عریض وہاری ہے جسپر سے پتھر کنکر ہٹا دیے گئے ہین مگر جسپر نہ تو کٹائی کیگئی ہے اور جسے نہ ہموار کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس بے نظیر شاہراہ پر ۹۴۰ پاؤنڈ (لعہ ۱۴۱۰۰ روپیہ) فی میل کے حساب سے لاگت آئی بیان کیجاتی ہے۔ طہران مین اگر مسافر نے قیام یا فرودگاہ کا انتظام پہلے سے نہ کر رکھا ہو یا اوسے کوئی دوست ایسا نہ ملے جو اوسے اپنے گھر لیجا کر اوتارے تو وہ دو چھوٹے ہوٹلون مین سے کسی ایک مین جا کر ٹھہر سکتا ہے جو بڑے میدان کے قریب ایسے موقعہ پر واقع ہین جہان سے سب مقامات قریب پڑتے ہین۔ ان ہوٹلون کا مالک ایک فرانسیسی پریوو نامی ہے جو پہلے شاہ کا طباخ تھا۔

ڈاک کی سڑک

قدیم ڈاک کی سڑک جسپر (چاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا۔ گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور "چاپار خانون" کے نام عبد اللہ آباد، سفر خوجہ (جسے سفر خواجہ بھی کہتے ہین) اور شنگر آباد اور میان جب ہین۔ اس راہ پر مقام کریج مین جو دو موخر الذکر منزلون کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ہے ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک ہے اور جسے اوسکے پردادا فتح علیشاہ نے ۱۸۱۲ء مین تعمیر کیا تھا[۵۱] واقع ہے

[۵۱] جب سر گور اوسلی اپنی سفارت طہران سے ماہ مئی ۱۸۱۲ء مین موریر کے ہمراہ اس راستہ سے واپس آیا (دیکھو موریر کا "دوسرا سفر" صفحہ ۱۹۹) تو یہ مکان بن رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا نام کردستان کے ایک ضلع سلیمانیہ کے نام پر رکھا گیا جسکو فتح علی شاہ کے ایک بیٹے نے فتح کر لیا تھا اور جو مال غنیمت اس چڑھائی مین ملا اوسی سے اوسکی تعمیر کا خرچ ہوا

سلیمانیہ نہر کرج کے کنارہ پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جسکا مصفی اور پاکیزہ پانی فتح علیشاہ مشکون میں بھرواکر ہر روز طہران منگوایا کرتا تہا واقع ہے اور اس میں دو بڑی بڑی تصویرین آغا محمد علی شاہ اور اوسکے بھتیجے فتح علیشاہ کے درباروں کی عبداللہ خان کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہین جو ابتدائی شاہان قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تہا لے۔

کاروان کے راستے



یہ ہے کہ جو لوگ کاروان کے ذریعہ سے سفر کرتے ہون۔ اونکے پہر ستہے اونہین دوسرے راستون سے جو قزوین اور پایہ تخت کے درمیان ہین لیجائین اور اسکے انتخاب کا انحصار موسم اور چارہ کی قیمت پر ہوتا ہے۔ اسقدر اختیاری راستون کے موجود ہونے سے مسافر کو خود یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ وہ ایسے ملک میں ہے جہان معمولی طریقہ کے مطابق سڑکین موجود نہین ہین بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جدہر سے جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اراضیات کے درمیان حدبندی کے نشانات کے نہ ہونے آبپاشی کی نالیون کے سوائے قابل زراعت قطعات زمین مین باڑون اور کہائیون کے نہ پائے جانے۔ وسیع سنگلاخ میدانون کے ہرطرف میلون تک چلے جانے اور کوہستانی سلسلون مین بہت سے دروں کے موجود ہونے کے باعث جن مین سے مسافر جسے چاہے اپنی راہ بنا سکتا ہے۔ مسافر کو ایران مین بمقابلہ دنیا کے کسی دوسرے آباد ملک

لے اس طہران تک کی سڑک کے حال کے لیئے دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) مصنفہ ایسٹوک جلد اول صفحہ ۲۱۳ الی ۲۱۷۔

کے نقل و حرکت کے اعتبار سے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ گاڑی کی سڑک کے راستہ سے جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے رشت سے طہران تک کے پورے سفر مین اوس سرعت رفتار کے لحاظ سے جو ابتدائی منزلون کے بذریعہ سواری اسپ طے کرنے مین صرف ہوتین یا چار دن لگین گے۔

مسافت



۵ احضر سے ایران کے پایہ تخت کو آنے کا خاص اور آسان ترین راستہ یہی ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ اگر صورت حالات موافق ہو اور ریل اور جہاز برابر ملتے جائین تو لندن سے طہران تک پہونچنے مین پندرہ دن لگتے ہین۔ لیکن اکثر صورتون مین مسافر تین ہفتہ سے کچھ ہی کم مین لندن سے یہان پہونچتا ہے۔ اب مین اُن راستون کا ذکر کرتا ہون جو ایران مین شمال و مغرب کی طرف سے داخل ہوتی ہین اور جنکی اصلی منزل مقصود ایران کا تجارتی پایۂ تخت تبریز ہے۔ یہان سے ڈاک کے گھوڑون کی ایک سڑک کے ذریعہ سے جسکا طول تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل ہوگا۔ براہ قزوین طہران پہونچتے ہین۔

دوم راہ ترېزان و تبریز

یہ دو راستے ہین۔ ان مین سے ایک راہ تو وہ کاروان اختیار کرتے ہین جو روسی مال کے سوا دوسرا مال تجارت لاد کر لیجاتے ہین اور باطوم کے پیش قرار چنگی کے محصول اور ماوراء النہر کی ریلوے کے کرایہ سے بچنے کے لئے ترېزان سے جو بحیرہ اسود کے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ترکی بندرگاہ ہے۔ روانہ ہو کر پانسو میل تک ایک ایسے حصہ ملک

مین سے گذرتے ہوئے جس مین نشیب اور ڈھلوان برابر چلی گئی ہین - تبریز جا پہونچتے ہین - یہ راستہ جیسا کہ مین آگے چلکر ایک فصل مین جسکا موضوع تجارت ایران ہے بیان کرونگا - گذشتہ پچاس سال سے انگریزی مال تجارت کی درآمد کا واسطہ بن رہا ہے بالخصوص سنہ ۱۸۸۳ع سے جب سے کہ روس نے علاقہ قاف مین سے اشیا کے بلا محصول لیجانے کی اجازت کو روک دیا ہے - اور اسمین شک نہین کہ یہ قریب ترین راہ ہے جس سے مال تجارت تبریز پہونچ سکتا ہے - لیکن احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ مسافر اس راستہ سے آنا پسند کرے گا - ہان اگر راستہ مین وہ ارض روم کے ترکی قلعہ کو دیکھنے یا کردی یا ارمنی معاملات کی مقامی طور پر تنقیح کرنے کا خواہشمند ہو تو ممکن ہے کہ وہ بھی راستہ اختیار کرے

لہ اس رستہ کا حال متذکرہ ذیل کتابون مین درج ہے " جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا " (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۲۷ الی ۳۸ ، مصنفہ لفٹنٹ کرنیل اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۳۵ع) " حالات آرمنیا و فارس " بزبان فرانسوی جلد اول و دوم مصنفہ چارلس ٹیکسیر (سنہ ۱۸۳۹ع) " ٹریولس ان پرشیا " (سفرنامہ ایران) جلد دوم و سوم حصہ سوم مصنفہ مسٹر ویگنر (سنہ ۱۸۴۲ع) " لایف اینڈ ایڈونچرز " (سیاحت و سوانح غریبہ) مصنفہ ویمبری فصل چہارم پنجم - و ہفتم (سنہ ۱۸۶۴ع) اور " پرشیا دی لینڈ آف امامز " (ایران یعنی سرزمین ائمہ) مصنفہ بسیٹ فصل دوم (سنہ ۱۸۷۱ع) ، ترابزان اور تبریز کے درمیان کاروان کی منزلون اور ہر ایک منزل کی مسافت جسقدر گھنٹون مین طے ہوتی ہے ، ترکی گھنٹہ یعنی پیمانۂ وقت ایرانی فرسخ یعنی پیمانۂ مسافت کے بالکل مساوی ہے ، یعنی ایک لدو جانور ایک گھنٹہ مین جسقدر فاصلہ طے کرتا ہے اوسکی فہرست حسب ذیل ہے -

ترابزان سے جوزلک (۶) خمسی کوئی (۵) اردواسا (۸) گمش خانہ (۵) مراد خان (۵) قدرک (۵) بلے برت (۶) ، قوپ داغ خان (۶) ، آشس کا (۹) ایلجا - (۸) ، ارض روم (۳) حسن کالہ (۶) ، امراکم (۵) ویلی بابا (۹) ، تیار (۵) ، ملاسلیمان - (۷) ، کاراکلیسا (۷) ، طاشلیچائی (۵) ، ویادین (۶) قزلدیزہ (۵) ، اواجیک (ایرانی سرحد)

سوم راہ طفلس و تبریز



وسرا رستہ وہ ہے جہان سے روسی تجارت کا مال درآمد و برآمد گذرتا ہے اور جسے اکثر سیاح بھی اختیار کرتے ہین۔ یہ سڑک طفلس کی طرف سے روس اور ایران کے سرحدی مقام جلفا کو جو دریائے ارس[1] پر واقع ہے عبور کرتی ہوئی تبریز آئی ہے۔ زمانہ سابق مین اس راہ پر سڑک سے آنیوالے مسافر طفلس سے روانہ ہوتے تھے[51] لیکن جب سے کہ خاکنائے قاف مین سے ریل کی سڑک گذری ہے اکستافا کا اسٹیشن جو طفلس سے ۵۰ میل جانب شرق واقع ہے عام طور پر مسافرون کا مقام روانگی قرار پا گیا ہے۔ یہان

نوٹ متعلقہ صفحہ ۸۴ - (۵) کرینہ (۷) زرودہ (۶) پیرہ (۶) خوئی (۳) سید حاجی (۵) تسیہ (۶) دزاخلیل (۷) میانہ (۰) تبریز (۳) یہ کل ۷۲ گھنٹے یا تین میل فی گھنٹہ کی اوسط سرعت رفتار کے حساب سے ۲۱۶ میل ہوئے کرنیل اسٹوارٹ نے ۱۸۳۵ء مین اس فاصلہ کے متعلق ۹۰ میل کا اندازہ لگایا تھا۔

[1] یہ ارس وہی معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت خواجہ حافظ فرماتے ہین ؎

اے صبا گر بگذری بر ساحل رود ارس　　بوسہ زن بر خاک آن وادی و مشکین کن نفس

[51] طفلس سے تبریز تک کے سفر کا حال مفصلہ ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے:۔ سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) "کردیولز (سفرنامہ) صفحہ ۲۳۸ الی ۲۵۲ جے پی موریر (۱۸۱۲ء) "سکنڈ جرنی" (دوسرا سفر) صفحہ ۲۳۱ الی ۲۰۳ لفٹننٹ کرنل اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان نادرن پرشیا" (شمالی ایران کے ایک مقیم کا روزنامچہ) صفحہ ۱۴۵ الی ۱۶۹+۱۷۱ - بی ایسٹوک (۱۸۶۰ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد اول صفحہ ۱۴۵ الی ۱۷۸+۱ - اے ایچ مونسی (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) صفحہ ۵۰ الی ۹۰ + اے ایچ شنڈلر (۱۸۸۱ء) "از ایران تا بہ برلن" (بزبان جرمنی) جلد ہشتدہم میڈیم ڈیولافائے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران"

ریل چھوڑ دی جاتی ہے[۵۰] اور گاڑیان یا گھوڑے کرایہ کر لئے جاتے ہین[۵۱]- اکستافا سے جلفا تک قریباً ۲۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ مسافر راہ مین ایروان سے دلچسپ شہر سے گذریگا جو روسی آرمینیا کا دارالحکومت ہے اور اچمیا وزین لی جو ارمینون کا مذہبی مرکز ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۹۵ (بزبان فرانسیسی) صفحہ ۱۲ الی ۴۳- ایچ بائینڈر (۱۸۸۴ء) "حالات کردستان" صفحہ ۱۱ الی

۵۱- مؤخرالذکر سیاح نے اس سفر کے موجودہ طریقہ طے مسافت کا حال صحت اور تفصیل کے ساتھہ بیان کیا ہے یعنی اکستافا تک بذریعہ سواری ریل اور وہان سے جلفا تک گاڑی مین اور جلفا سے تبریز تک بذریعہ چاپار"۔

۵۰ طفلس سے اکستافا تک ڈاک کی ریل مین ۳½ گھنٹہ اور مسافر گاڑی مین ۵ گھنٹہ مین پہونچتے ہین- اول درجہ کا کرایہ ۵ روبل[۱] ہے-

۵۲ اس غرض کے لئے ایک "پدوروجنا" یا ڈاک کا پروانہ طفلس مین سے لینا چاہئیے- اس سے ڈاک کے گھوڑون کو کرایہ پر لینے اور سڑک پر ڈاک بنگلون مین فروکش ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے اکستافا سے جلفا تک (لیکن اس سے آگے کے لئے نہین) ایک گاڑی (یا تو فٹن اور یا بے کمانی کی چوبی) تین گھوڑون والی گاڑی ۴۰ سے ۴۵ روبل تک کرایہ پر مل سکتی ہے- ڈاک کے گھوڑون کا کرایہ بحساب ۳ کوپک[۲] فی ورسٹ (⅔ میل) ایک گھوڑے کے لئے لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھہ کوچبان کو ہر چوکی پر ۲۰ کوپک کا مقررہ انعام دینا پڑتا ہے اکستافا اور تبریز کے درمیان جو منزلین پڑتی ہین اور اون مین جو فاصلہ بحساب ورسٹ کے ہے اونکی تفصیل حسب ذیل ہے- اکستافا سے اوزنتلی (۲۲½) کاروانسرائے (۱۷½) ترساچائی (۱۸½) - دلی جان (۱۴½) سیمینا فسکا (۱۸½) ہلینا فسکا (۲۱½) اختی (۱۴½) - فانٹیکا (۲۰) ایلیار (۱۹½) - اریوان (۱۵) آغا ہمدانی (۱۳) قمرلو (۱۵) دوالو (۱۸¾) - صدارک (۱۸¾) - بشنورشین (۲۲½) - ترتشاہ (۱۰) کیورک (۱۹) بچکدوسی (۱۲½) نخچیوان (۲۱) النجا چائی (۲۵) جلفا (۱۳) یہ کل ۳۶۳¾ ورسٹ یا ۲۴۲½ میل ہوئے- ان منزلون مین سے اکستافا- دلی جان (جہان سے سڑک کی ایک شاخ کاریس کو جاتی ہے) اختی اریوان- صدارک اور نخچیوان مین انڈو یورپین محکمہ تار کے دفاتر قایم اور متصدی متعین ہین-

[۱] روبل روس کا کمترین نقرئی سکہ ہے جسکی قیمت اندازاً عہ کے مساوی ہے مترجم [۲] ایک روبل سو کوپک کا ہوتا ہے- مترجم

سیر کر سکیگا۔ جلفا مین کشتی کے ذریعہ سے دریا کے پار اُتر کر وہ ایرانی علاقہ مین داخل ہوگا جہان جنگی خانہ سے نبٹنے کے بعد وہ چاپار خانون اور بارگیرون۔ مریل یابوون جسمانی تکلیفون اور قابل نفرین سڑک کے اوس نظارہ کو دیکھے گا جسے رشت اور طہران کی راہ کے سفر کے متعلق مین پیشتر بیان کر چکا ہون۔ جلفا سے تبریز تک قریبًا ۸۰ میل کا فاصلہ ہے یا ایرانی حساب کے مطابق یون کہیے کہ چار چار فرسخ کی پانچ منزلین ہین جنکے نام معہ فاصلہ کے درج ذیل کیے جاتے ہین۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
جلفا		۰
ارندی بیل } گگند کیا	۵	۲۰
مرند	۵	۲۴
صفیان	۵	۱۷
تبریز	۵	۲۳
کل	۲۰	۸۴

سفر طہران براہ تبریز

تبریز کے متعلق ایک دوسرے باب مین جو ایران کے شمالی مغربی صوبہ جات

کے حالات کے لئے وقف کیا گیا ہے مین نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ ناظرین اوسکو پڑھ لین۔ تبریز سے طہران تک کا راستہ ایران مین دوسرا راستہ ہے جسپر لوگ بکثرت سفر کرتے ہین۔ بہت سے مشہور و معروف سیاح ایران مین اسی راہ سے آئے اور اپنے تجربون اور مشاہدون کو جو دوسو سال کے زمانہ پر محیط مین قلمبند کرتے گئے[۵۱]۔ قزوین تک کی چوکیان اور اونکا درمیانی فاصلہ ذیل کے نقشہ مین درج کیا جاتا ہے۔ سڑک کا باقی حصہ جو قزوین اور پایۂ تخت کے درمیان واقع ہے اوسکا حال پیشتر بیان کیا جاچکا ہے۔

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
تبریز	۰	۰
صید آباد	۶	۲۰

[۵۱] مین ان مین سے صرف چند کا نام لیتا ہون۔ سر جے چارڈن (۱۶۷۱ء) "ٹریولز انٹو پرشیا" (سفر ایران) صفحہ ۳۷۰ الی ۳۸۲ + موسٹنکائن (۱۸۰۷ء) "نیریٹو آف جرنی انٹو پرشیا" (داستان سفر ایران) بارہوان اور چودہوان مراسلہ + جے پی موریئر (۱۸۰۹ء) "فسٹ جرنی" (پہلا سفر) فصل چہاردہم + سر ولیم آوسلی (۱۸۱۲ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد سوم فصل ہژدہم + سر آر کے۔ پورٹر (۱۸۱۸ء) "ٹریولز" (سفرنامہ) جلد اول صفحہ ۲۵۱ الی ۳۰۶ + جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۳۴ء) "ونٹرز جرنی" (سفر سرما) جلد اول مراسلہ ہشتم + کرنیل ڈبلیو۔ کے اسٹوارٹ (۱۸۳۵ء) "جرنل آف اے رزیڈنس ان ناردرن پرشیا" (شمالی ایران) کے ایک مقیم کا روزنامچہ) فصل پنجم و ششم + لیڈی شیل "گلمپسز آف لایف" (نظارہ حیات) فصل ہفتم + اے ایچ۔ مونسی۔ (۱۸۶۵ء) "جرنی تھرو دی کاکیسس" (سفر قاف) فصل ہشتم + سیڈیم ڈیولافاے (۱۸۸۱ء) "حالات ایران" (بزبان فرانسوی) صفحہ ۱۶۶ الی ۱۱۹ +

نام منزل	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
حاجی آغا	۴	۱۳
گجین	۵	۲۰
ترکمان چپائی	۵	۱۹
میانہ	۶	۲۴
جمال آباد	۳	۱۰
سرچم	۴	۱۲
مزار	۴	۱۳ ½
[illegible]	۳	۱۲
زنجان	۶	۱۸ ¼
سلطانیہ	۶	۲۳ ½
خیاو یا حدج	۵	۲۰ ½
کردہ	۴	۱۹ ½
سیاہ دہان	۵	۱۷ ¾
قزوین	۶	۱۸ ½
کل	۷۲	۲۶۳ ½

پس کل فاصلہ تبریز سے طہران تک ۳۶۰ میل اور جلفا سے طہران تک ۴۴۰ میل ہے

ممتاز مقامات



راستہ کی اوپر تفصیل دی گئی ہے اوس مین چند مقامات خاص طور سے قابل ذکر ہین۔ ترکمان چای ایک گاؤن ہے جہان ۲۱ فروری ۱۸۲۸ء کو پسکی وچ نے شہنشاہ روس اور عباس مرزا نے اپنے باپ فتح علیشاہ کیطرف سے اوس مشہور عہدنامہ پر دستخط ثبت کئے جو روس اور ایران مین ہوا۔ اس عہدنامہ کی روسے وہ لڑائی جو دو سال سے زور ہی تھی ختم ہوگئی۔ ایران کے قبضہ سے اریوان اور نخچیوان نکل گئے اور مزید بران پینتیس لاکھ پاونڈ[۵۱] ادسے تاوان جنگ کے دینے پڑے۔ اس عہدنامہ نے انیسوین صدی کے شروع سے اس علاقہ پر گویا روس کی فتوحات کی مہر لگادی اور شمال ومغرب مین اوسکی جنگی قوت کا پلہ بے انتہا بھاری کردیا اوس وقت سے لیکر اب تک دیو شمال برابر آذربایجان پر آزوحرص کے دانت پیسا کیا ہے۔

میانہ کے کھٹمل

میانہ اوس ہیبتناک موذی غریب گز کا صدر مقام اور شکارگاہ ہے جسکے کارنامون کی یہان نہایت وحشت انگیز اور خوفناک روایتین بیان کی جاتی ہین۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ میانہ کو اپنے بیداد کا خاص تختہ مشق بنانے کے لئے اسنے تہوڑے ہی دن سے منتخب کیا ہے کیونکہ چارڈن بلکہ اوس سے بھی بعد کے زمانہ کے کسی سترہوین صدی کے سیاح نے میانہ کا حوالہ دیتے یا اوسکا حال بیان کرتے وقت اس کھٹمل کا

[۵۱] اوس زمانہ مین پاونڈ کی جو قیمت تھی اوسکے حساب سے تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ روپیہ۔ مترجم۔

مطلق ذکر نہین کیا۔ اسکا ڈنک خطرناک ہوتا ہے اور اجنبیون کے لئے بعض دفعہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگ حماقت کی وجہ سے یہ کہتے ہین کہ یہان کے رہنے والون پر اسکے کاٹنے کا کچھ اثر نہین ہوتا حالانکہ وہ وقتاً فوقتاً اسکے ضرر سے محفوظ رہنے کیلئے علاج بالمثل کے اصول پر ایک طرح کا ٹیکا لگا دیتے ہین اسکا طرزعمل یہ ہے کہ جب کوئی اجنبی وارد ہوتا ہے تو اوسے ایک کھٹمل روٹی کے ایک نوالہ مین لپیٹ کر کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیڑا جسکی کسی قدر مختلف قسمین ایران کے مختلف حصون مثلاً مزرعہ شاہ رود وغیرہ مین پائی جاتی ہین یورپ کے کھٹمل سے ذرا ہی بڑا لیکن رنگ مین گہرا خاکی ہوتا ہے اور اسکی پیٹھ پر سُرخ چیتیان ہوتی ہین[۵] جب کسی شخص کو کھٹمل نے کاٹا ہو تو ایرانی طبیبون کا معمولی نسخہ یہ ہے کہ مریض کو بگڑے ہوئے دودھ کا ایک پیالہ پلا کر اوسے ایک چوکی پر جو چھت کے ساتھ بذریعہ رسیون کی معلق ہوتی ہے بٹھا دیا جاتا ہے اور رسیون کو بل دیکر اوسے خوب گھمایا جاتا ہے حتی کہ مریض کو شدت سے چکر آنے لگتے ہین اور اس نادر علاج ہی زہر کے اثر کا کلی طور پر زایل ہوجانا باور کر لیا جاتا ہے ایک اور علاج یہ ہے کہ مقام گزیدہ کو تازہ ذبح کئے ہوئے بیل کی گرم گرم کھال مین لپیٹا جائے۔ لیکن مقتضائے انصاف ہوگا اگر یہان پر یہ بیان کیا جائے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو میانہ کے کھٹمل کی بہادری کے قایل نہین۔ ڈاکٹر کارمک جسنے اپنے باپ کیطرح ایران مین کئی سال تک مطب کیا ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کھٹمل کی نسبت جتنے قصے مشہور ہین وہ سب

[۵] دیکھو ضمیمہ متعلقہ سفرنامہ ایستوک جلد ثانی اور تاریخ حشرات الارض مصنفہ ہیرت و الکنیٹر۔

لغو اور مہمل ہین۔ اسکے علاوہ ظریف الطبع مسافر جنہین میانہ مین آرام سے شب باش ہونے کا اتفاق ہوا ہے اپنے بستر راحت سے صبح کو اُٹھکر یہ شعر گنگناتے ہوئے سنے گئے ہین۔

بہت شور سُنتے تہے ان کھٹملون کا　　　جو دیکھا تو بیچا رے بڑھ کر پایا

لیکن اسکے ساتھہ ہی مین ایسے لوگون کو بھی جانتا ہون جو میانہ کے کھٹمل کے ڈنک کے اثر سے مہینون بیمار رہے ہین اور پیدل سپاہیون کی ایک رجمنٹ مین جو ماہ اپریل ۱۸۹۱ء مین تبریز سے طہران گئی ۱۳۰ جوان اسی وجہ سے رجوع شفاخانہ ہوئے۔ کوٹزبیو ۱۸۱۷ء مین دو شخصون کا حال بیان کرتا ہے جو کھٹمل کے کاٹے سے منجر بہ ہلاکت ہوئے[۵]۔

زنجان اور سلطانیہ

اب صرف زنجان اور سلطانیہ کا ذکر کرنا باقی رہتا ہے۔ زنجان ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہوگی اور ضلع خمسہ کا مستقر ہے۔ ابتدائے یہ بابیون کے فرقہ کا ملجا و ماوی تھا اور باب کے تبریز مین قتل ہونے کے بعد ۱۸۵۰ء مین اوسکے متعصب پیروون کا یہان قتل عام ہوا۔ سلطانیہ زمانہ قدیم مین ایران کا پایۂ تخت ہوتا تھا تین صدیان گذرتی ہین کہ سیاحون نے اسکے شاندار محلون اور مسجدون کی تعریف شد و مد سے کی اور اس کی بیرونی حالت اور اسکے گرد و پیش کی مقامات کے نقشے

۵ ان مین سے ایک تو انگریزی قونسل متعینہ تبریز کا انگریزی ملازم تہا اور دوسرا روسی سفیر بیرن ریڈ کا روسی نوکر تہا۔ دیکھو "سینر ہیٹو آف اے جرنی" (ایک سفر کے حالات) صفحہ ۲۱۱۔

بتے گئے لڑائی زلزلہ زمانہ کے امتداد اور بادشاہون کے تلون نے باہم ملکر اسکے ماطمین حصہ لیا ہے اور سلطان خدابندہ کے عظیم الشان مقبرہ کے پہلو مین یہ اپنی بم عظمت وشان کا محض ایک سایہ رہ گیا ہے[1]۔

سفر طہران براہ چہارم مشہدسر

چونکہ شمال اور شمال ومغرب کی جانب سے ایران مین داخل ہونے کے یہی دو بڑے راستے ہین۔ دو چھوٹی راہین طہران مین شمال اور بحیرہ اخضر کی طرف سے آنے کی اور بھی ہین لیکن چونکہ انکی منزلین بڑی کٹھن ہین اور باربرداری کے ذرایع بھی عسیر الحصول ہین۔ اس لئے لوگ ان راستون کو کم اختیار کرتے ہین۔ ان مین سے ایک وہ رستہ ہے جو سلسلہ کوہستان البرز سے گذرتا ہے جو مسافر اس راہ کو اختیار کرتے ہین وہ مشہدسر کے بندرگاہ سے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل پر رشت اور استرآباد کے مابین واقع ہے روانہ ہوکر برفروش اور امول ہوتے ہوئے طہران پہونچتے ہین۔ مشہدسر (جسکی وجہ تسمیہ کا ماخذ یہ روایت ہے کہ حضرت امام رضا کے بھائی ابراہیم یہان سر قلم ہوکر شہید کئے گئے) مازندران کا ایک

[1] انیسوین صدی کے ابتدائی حصہ مین فتح علیشاہ نے سلطانیہ کو اپنا موسم گرما کا مستقر بنایا اور یہان وہ گرمیون مین اپنی فوج۔ دربار۔ اور حرم کے ساتھ چلا جاتا تھا اور سیر وشکار مین وقت گزارتا تھا۔ لیکن جب روسی ۱۸۲۸ء مین "شہنشاہ عالم پناہ" کے اسقدر قریب آگئے کہ ترکمان چائے تک پہونچ گئے تو اس بدبختی اور بےآبروئی کے باعث اوسنے سلطانیہ مین آنا چھوڑ دیا۔ مقبرہ خدابندہ کے نقشہ اور تعمیر وتجدید کے لئے دیکھو چارلس ٹکسیر کی کتاب "حالات آرمینیہ" (بزبان فرانسوی) کی پہلی جلد کی تصاویر ۵۴-۵۶-۵۷ اور ۵۸ اور نیز "آثار جدیدہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ پی کاسٹی۔

ہی بندرگاہ ہے لیکن لفظ بندرگاہ کی تعریف اسپر بھی اوسی حیثیت سے صادق آتی ہے جس اعتبار سے کہ ایران کے دوسرے بندرگاہ بندرگاہ کہے جاسکتے ہین - یہان ایک دریا بحیرہ اخضر سے ملتا ہے اور مغربی ہواؤن کی مدد سے مقام التقال پر اوس جہال کو پیدا کرتا ہے جسے سب جانتے ہین یہی اس کا بندرگاہ سمجھ لو - "کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی" کے جو جہاز رشت سے روانہ ہوکر یہان ٹھہرتے ہین اونہین مجبوراً سمندر کے اوس حصہ مین دور کھڑا رہنا پڑتا ہے جہان پانی کافی گہرا ہو - باعتبار مسافت یہ قریب ترین راہ ہے جسکے ذریعہ سے بحیرہ اخضر سے طہران پہونچ سکتے ہین - مشہدسر سے برفروش تک ۱۵ میل اور وہان سے امول تک ۳۸ میل اور پھر وہان سے براہ دماوند طہران تک ۱۶۰ میل کا فاصلہ ہے یعنی بذریعہ قافلہ کے پانچ دن مین اس راہ سے طہران پہونچ سکتے ہین[۱۵] - حال مین ایک متمول ایرانی نے ساحل کے ایک مقام سے جو مشہدسر کے قریب سے واقع ہے امول تک اپنے خرچ سے ریل کا ایک ناقص سلسلہ جسکا مین پھر ذکر کرونگا قایم کیا ہے - لیکن جیسی کہ توقع کیجاسکتی تھی اس کا خاتمہ ناکامی پر ہوا - مشہد

---

۱۵ اس راستہ کے تفصیلی حالات ذیل کی کتابون مین درج ہین - "سفر سرما" مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۴ء) جلد دوم مراسلات پانزدہم و شانزدہم - "رایل جاگریفیکل سوسائٹی کا روزنامچہ" مرتبہ کپتان آنریبل نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) جلد چہل و ششم صفحہ ۱۱۸ الی ۱۲۹ - "سکس منتھس ان پرشیا" (چھہ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ سٹیڈیم سی سینا (سنہ ۱۸۷۵ء) فصل دوم - سوم - ہشتم - نہم - مصنفہ ای اسٹیک (سنہ ۱۸۸۱ء) جلد دوم - فصل ہفتم و ہشتم - "ازقاف تا بہ ایران" (بزبان فرانسوی) مصنفہ ای آرسل (سنہ ۱۸۸۲ء) فصل ہیزدہم

بحر کی راہ سے البتہ روسی تجارت کا مال مازندران اور بعض دفعہ طہران کو بھی لیجاتے ہین اور اموں سے طہران تک موجودہ شاہ کی ہدایت کے بموجب آسٹریا کے ایک انجنیر جنرل گستیجر خان نے اپنی نگرانی مین از سرنو سڑک تیار کرائی ہے۔ لیکن باوجودیکہ اون راستون کی مسافت کم ہے پھر بھی وہ سہل المرور ہونے کے اعتبار سے اوس راستہ کا مقابلہ نہین کرسکتی جو رشت اور طہران کے درمیان واقع ہے۔

پنجم سفر طہران براہ گز

دوسرا راستہ گز سے جو بحیرہ اخضر کے منتہائے جنوب ومشرق مین واقع ہے شروع ہوتا ہے یہان سے ایک سڑک متذکرہ بالا راہ کے ساتھ برفروش[۵۱] مین جاملتی ہے اور ایک علیحدہ راہ بھی ہے جو استرآباد تک (۲۳۹ میل کا فاصلہ ہے) جاکر وہان سے نہایت ڈھلوان گھاٹیون کو عبور کرتی ہوئی ۶۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد شاہرود پہونچتی ہے اور یہان اوس بڑی کاروان اور ڈاک کی سڑک سے جاملتی ہے جو طہران اور خراسان کے بیچون بیچ گئی ہے۔ ان تمام مقامات سے مین آگے چل کر شرح وبسط کے ساتھ بحث کرونگا فی الحال مین ان کے متعلق صرف اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ سرزمین ایران مین داخل ہونے کے یہ بھی مختلف راستے ہین۔

---

[۵۱] اس راہ کا حوالہ مفصلہ ذیل سفرنامون مین پایا جاتا ہے "ٹریولز انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سرالکزنڈر برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم صفحہ ۱۰۵ الی ۱۱۴ "ایک سفیر کا روزنامچہ" مصنفہ ای۔بی اسیٹوک (۱۸۶۲ء) جلد دوم صفحہ ۱۶۰ الی ۱۷۱۔ "گلگشت شرق مین" مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) صفحہ ۷۰ الی ۷۷۔

عشق آباد سے مشہد کا راستہ



ق کی طرف ماوراء النہر کی ریلوے نے جسکو روس نے حال ہی مین اپنے جدید مفتوحہ ممالک مین (جو سرحد ایران کے شمال کی طرف واقع ہین) تکمیل کو پہونچایا ہے اور اوس سڑک نے جو اس سلسلہ مین روس نے عشق آباد سے جو اوسکا انتظامی اور فوجی دارالحکومت ہے خراسان کی سرحد تک تعمیر کی ہے گذشتہ دو سال سے شمالی و مشرقی حصہ ایران مین داخل ہونے کا ایک نیا رستہ جو پہلے موجود نہ تھا یا موجود بھی تہا تو غیر محفوظ تھا۔ کھول دیا ہے۔ یہ سڑک اب خراسان سے کوچان اور مشہد کیطرف بڑہائی جارہی ہے۔

چونکہ خراسان کی اس نئی سڑک کا حال ابھی تک شایع نہین ہوا تھا اور اسکے علاوہ میری خود بھی یہ خواہش تھی کہ مین اس وسیع علاقہ کے سرحدی مقامات کے حالات سے کسیقدر آگاہی حاصل کرون اور اسکے دارالحکومت مشہد کی سیر کرون اسلیئے مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ اگر ممکن ہوا تو مین ایران مین اس رستہ سے ہی داخل ہونگا۔ جو انگریزی عہدہ دار مشہد مین مامور تہے اونہین ایک سے کئی مرتبہ اسی رستہ سے آنے جانے کی اجازت مل چکی تھی اور چونکہ مین گذشتہ سال ماوراء النہر کی ریل مین سفر کرچکا تھا اس لیئے مجھے اُمید تھی کہ گورمنٹ روس کو مکرر اجازت دینے مین تامل نہ ہوگا اور حقیقت مین کوئی معقول وجہ بھی انکار کی نہ ہوسکتی تھی۔ روسی سفیر متعینہ لندن کے اخلاق اور انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کی عنایت آمیز امداد کے متفقہ اثر سے مجھے اس مقصد کے حصول مین کامیابی ہوئی اور ذیل کے صفحون مین مین اپنے سفر کے حالات کو موقعہ موقعہ سے درج کرونگا۔

اس باب مین پیش از پیش اونکے اندراج کی ضرورت نہین۔

ہفتم۔ افغانستان کی طرف کے راستے



محال اس امر کا مقتضی نہین کہ کوئی انگریزی سیاح آجکل ایران مین مشرقی سرحد کیطرف سے داخل ہو۔ ہندوستان اور ایران کے درمیان افغانستان کا حائل ہونا اور امیر عبدالرحمن خان کا اجنبیون کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے قطعی طور پر ممانعت کر دینا ایسی روکاوٹین ہین کہ انکی وجہ سے کوئی انگریز افغانستان کی طرف سے ایران مین جانے کا تصور بھی ذہن مین نہین لا سکتا۔ ہم نے بہت سے یورپین سیاحون کے حالات پڑھے ہین۔ جنہون نے عہد سلف مین سلاطین مغلیہ کی ہندی سرحد کو قندہار کے رستہ سے عبور کر کے سرزمین ایران مین قدم رکھا اور اسی طرح موجودہ صدی کے نصف ابتدائی حصہ مین بھی حتی کہ ۱۸۷۳ء تک بھی بہت سے انگریز مثلاً کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (جو آخری شخص تھا جس نے اس راستہ سے ہندوستان و ایران کا سفر کیا) کپتان آرتھر کونولی (۱۸۳۰ء) مسٹر مٹفورڈ (۱۸۴۰ء) اور سر لیوئیس پیلی (۱۸۶۰ء) ایران سے روانہ ہوئے اور مشہد سے گھوڑے پر سوار ہو کر ہرات اور قندہار ہوتے ہوئے افغانستان کے بیچون بیچ ہندوستان مین جا پہونچے۔ لیکن جو کام کہ یہ لوگ بلا خوف مزاحمت و تعرض کر سکتے تھے گو کہ پھر بھی اونکا سفر خطرون سے خالی نہ تھا اوسے آج کے دن ہم نہین اختیار کر سکتے اور اسلیئے جماعتہائے مامورہ تصفیہ سرحد کے اراکین اور اون لوگون کے سوا جو محنت اور زحمت اُٹھا کر دوسری غیر معروف اطراف سے ادھر کو آئے ہین باقی شخصون کے لئے

عام طور پر ایران کا مشرقی حصہ اور اوسکے دوسرے طرف کی سرزمین ارض مالو تعرف احوالھا بن رہی ہے۔

ہشتم۔ خلیج فارس اور بندر عباس کی راہ



اس طرح ایرانی سرحد کا چکر لگاتے لگاتے ہم جنوبی ساحل کے سلسلہ اور خلیج فارس کی بندرگاہون تک پہونچتے ہین۔ مین آگے چلکر ایک باب مین اون مختلف تجارتی راستون کا حال لکھونگا جو یہان سے ملک کے اندرونی حصّون کی طرف جاتے ہین اور جو مسافر کہ بندر عباس مین اُترنے کا قصد رکھتا ہو۔ اوسے چاہیئے کہ اس باب کو پڑہے بندر عباس سے خاص تجارت کے راستے دو ہی ہین جو کرمان اور یزد کو جاتے ہین لیکن جو لوگ کہ بندر عباس سے مغربی سمت مین روانہ ہوکر شیراز پہونچنا چاہتے ہون اون کی اطلاع کے لئے مین یہ کہہ سکتا ہون کہ گو ایران مین داخل ہونے اور وہان سے روانہ ہونے کا یہ راستہ اب بالکل متروک ہے لیکن ایک زمانہ مین (یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شاہی خاندان صفویہ کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور جبکہ اول تو ہرمز اور بعد ازان گمبرون کا مشرق کی بڑے سے بڑی منڈیون شمار ہوتا تہا) اسی راہ کو اکثر مسافر اختیار کرتے تھے اور بہت سے مشہور سیاحون نے جن مین ٹیورنیر اور چارڈن ممتاز ترتہے اس راستہ کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نہم بوشہر سے طہران کی راہ

یہان مین اوس بڑے جنوبی راستہ کا ذکر کرتا ہون جسکی طرف مینے اس باب کے ابتدائی حصہ مین یہ کہکر اشارہ بھی کیا ہے کہ رشت کی راستہ سے باعتبار عام پسند

ہونے کے یہ دوسرے درجہ پر ہی یعنی وہ راستہ جو خلیج فارس کے مقام لنگر اندازی (بندرگاہ کا لفظ استعمال کرنا مجھے پسند گران گزرتا ہے) بوشہر سے روانہ ہوتا ہے اس راستہ کو تمام ہندوستان سے آنے والے مسافر اختیار کرتے ہین اور کل انگریزی اور ہندوستانی تجارت کا مال جسکا لیجانا اصفہان کو مقصود ہوتا ہے اور جس مین سے کسیقدر طہران کی منڈیون مین بھی کھپتا ہے اسی راہ سے جاتا ہے۔ ایران کے راستون مین یہ راستہ سب سے زیادہ کثیر المرور اور معروف ہے چونکہ مین نے اس راستہ کو سمت مخالف سے طے کیا ہے اور آگے چلکر مین اپنے مشاہدون اور تجربون کو بالتفصیل بیان کرونگا اس لئے یہان مین صرف اسیقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ یہ راستہ شیراز۔ اصفہان۔ کاشان۔ اور قم مین سے ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے اور اس کا کل فاصلہ ۷۰۰ میل ہے۔ بوشہر اور شیراز کے درمیان پہلی ۱۷۰ میل کی مسافت کاروان کے ذریعہ سے طے کرلی پڑتی ہے کیونکہ جنوبی کوہستان کے کراڑون اور زینہ نما چٹانون پر سے گزرنے کیلئے ڈاک کی کوئی سڑک موجود نہین لیکن شیراز سے شمال کی طرف سوار اسقدر تیز جاسکتا ہے جتناکہ مہمیز لگام اور گھوڑے کے سم اوسے لیجاسکین۔

دہم محمرہ سے طہران کی راہ

ظن غالب ہے کہ زیادہ عرصہ منقضی نہ ہونے پائے گا۔ کہ اس راستہ کی خطرے اور تکلیفین جو کچھ کم نہین ایک اور راستہ کے تیار ہوجانے سے رفع ہوجائینگی جو ایک ایسے مقام سے شروع ہوگا۔ جو بوشہر سے مغرب کیطرف جنوبی ساحل پر واقع ہے جسطرح سے کہ

ایران کی شمالی و مشرقی سرحد پر اوسکے سیاسی تفوق کا احصل عاشق آباد سے کوچان تک اوس سڑک کی تعمیر ہے جسکی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اسی طرح گمان غالب ہے کہ جنوب مین برطانیہ کلان کے رسوخ کا نتیجہ ایک نئی سڑک کی شکل مین مترتب ہوگا جو دریائے قارون سے شروع ہوکر براہ اہواز - شوستر - دزفل - خرم آباد - و برو جرد طہران پہونچیگی - ایران کے امپیریل بینک نے اس کام کے انجام دینے کے لئے رعایتی اجازت حاصل کرلی ہے اور ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین کام شروع بھی کردیا گیا - اور اگر یہ سڑک کامیابی کے ساتھہ تکمیل کو پہونچ گئی تو ہم دیکھینگے کہ لوگ بوشہر کی راہ کو چھوڑکر ایک ایسا راستہ اختیار کیا کرینگے جو باعتبار مسافت جہاز سے اُترنے کے مقام سے پایۂ تخت تک بقدر ۲۵۰ میل کے کم ہے اس راستہ کے مزید حالات بھی مین آگے چلکر بیان کرونگا فی الحال یہ راستہ جسکا خاکہ کھینچ کر بتایا گیا ہے مسافر کے لئے عملی متصور نہین ہوسکتا اور نہ ایک اجنبی کو اسکے اختیار کرنے کی صلاح دی جاسکتی ہے -

یازدہم - بغداد سے طہران کی راہ

جو وہ رہ کہ میرے ناظرین کو خلیج فارس کے منتہا اور دجلہ و فرات کے دہانہ تک لایا ہے اوس مین تھوڑی سی اور توسیع اونکو بغداد مین جا اُتارے گی - انگلستان مین اکثر لوگون کو سنکر تعجب ہوگا کہ سرحد ایران اور ایران کے اندرونی حصون کے سفر کیلئے بغداد ایک نہایت دلچسپ روانگی کا مقام ہے - نہ صرف مال تجارت بمقدار کثیر ایران سے یہان آتا ہے اور یہان سے ایران جاتا ہے بلکہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور شہر

اور آثار قدیمہ یہان سے اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ فقط یہین سے روانہ ہوکر دیکھے جاسکتے ہین۔ پس مین اول بغداد پہونچنے کے مختلف راستے بیان کرونگا اور پھر اوس راستہ کا مختصر حال لکھونگا جو یہان سے سرحد ایران کو جاتا ہے۔

بغداد پہونچنے کے ذرایع

سال پیشتر جبکہ مین بغداد کے سفر کا قصد کر رہا تھا تو اس شہر مین مختلف راہون سے پہونچنے کے متعلق انگلستان مین صحیح و مستند اطلاع کے بہم پہونچانے مین بڑی وقت پیش آئی۔ چونکہ اسکے محل وقوع مین ایک خصوصیت ہے اس لئے میرے علم مین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین ایک یورپین اتنے متعدد راستون سے داخل ہوسکتا ہو یا جہان پہونچنا مشکل بھی بعید ہو اور آسان بھی بدرجہ غایت لیکن اس آسانی کی صرف یہی صورت ہو کہ نسبتاً وقت بہت سا ضائع کیا جائے۔

(۱) ترپزان اور سمسون کے راستے

بغداد مین بحیرۂ اسود سے دو راستون سے پہونچ سکتے ہین۔ یعنی یا تو ترپزان سے براہ دیار بکر۔ موصل و دجلہ[لہ] اور یا سمسون سے براہ دیار بکر و دجلہ۔ آخر الذکر راستہ وہ ہے

[لہ] ترپزان سے ارض روم تک کے راستہ کے حالات کے لئے علاوہ اون مصنفون کے جن کا حوالہ پیشتر دیا جاچکا ہے دیکھو "نوٹ آن اے جرنی" (ایک سفر کی یادداشت) مرقومہ ایچ۔ سوٹر (سنہ ۱۸۳۸ع) متضمنہ روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی جلد دہم صفحہ ۳۴۳ + "جرنیز ان پرشیا" (سفرہائے ایران) مصنفہ مسز بشپ (سنہ ۱۸۹۰ع) جلد دوم۔ مراسلات بست و چہارم و بست و پنجم + اور ارض روم سے دیار بکر تک کے راستہ کے حالات کیلئے دیکھو مراسلات مرتبہ جی ٹیلر متضمنہ کارنامجات رائل جاگرفیکل سوسایٹی جلد دوازدہم صفحہ ۳۰۲ +

جسپر ترکی ڈاک قسطنطنیہ کی آمدورفت ہے اور ڈاک کی سرعت رفتار کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی معمولی مسافر تو اوسپر سبقت لیجا نہین سکتا۔ لندن سے روانہ ہو کر اس راہ سے پورے چوبیس ۲۴ دن بعد بغداد پہونچتے ہین ۔ سمسون[1] بحیرہ اسود کی ایک بندرگاہ ہے جہان قسطنطنیہ کے جانے آنے والے جہاز ٹھہرتے ہین۔ ہر دو صورتہائے متذکرہ صدر مین سال کے بعض حصون مین بغداد کا سفر موصل سے بلکہ دیاربکر سے بغداد تک دریائے دجلہ

---

[1] سمسون اور بغداد کے درمیان حسب ذیل منزلین ہین قوسین مین جو اعداد دئے گئے ہین وہ گھنٹون کی تعداد ہے جو ایک منزل سے دوسری منزل تک پہونچنے مین لگتے ہین۔ کاوک (۸) الادیک (۶) چفتاخان (۶) حمص (۷) اگتا بازار (۶) ترخال (۷) تقاط (۹) یلدزواغ (۹) بھرا (۷) سواس (۷) ایولاشن (۷) یل کالی داشش (۵) کنکریا کنگل (۴) الہ یارخان (۷) حسن چلپوری (۶) حکیم خان (۴) اسرلی (۹) گشن مدان (۹) اربعوت (۶) خرپوت (۶) ملاکائی (۶) باقردان (۹) ارغان (۵) بکلاشش (۶) دیاربکر (۶) قمارخانہ (۶) شیخان (۶) گیلیہ یامردین (۶) درہ (۶) نصیبین (۶) ازنا غور (۶) دیروند (۶) جزیرہ (۸) تکیان (۶) زاخو (۶) سمیل (۷) تل اسکیف (۷) موصل (۷) زاب (۱۰) اربیل (۷) کشس پتی (۶) التون کپری (۶) کرکوک (۹) توغ (۹) دزخرمطی (۷) سلاحیہ (۹) کاراپتی (۷) دیل عباس (۹) نہروان (۹) حدیدہ (۵) بغداد (۵) سواسس اور بغداد کے درمیان اس راستہ کے اکثر حصّہ کو سر الیف گولڈ اسمڈ نے ۱۸۶۴ء مین اپنی کتاب "ٹیلیگراف اینڈ ٹریول" (تاربرقی وسیاحت) کے صفحہ ۴۱۲ سے لیکر ۴۵۱ تک مین اور پورے راستہ کے حالات کو وایکونٹ پولنگٹن نے ۱۸۶۶ء مین اپنی کتاب "ہاف وے راونڈ دی ورلڈ" (آدہی دنیا کا سفر) کی بارہوین فصل مین بیان کیا ہے۔

مین بیڑے پر جانے سے جلد تر طے ہوسکتا ہے لیکن یہ دونون سفر صرف ایک زحمت کش مسافر کو اختیار کرنے چاہئین۔

(۲) اسکندرونہ اور حلب کا راستہ

ادہین بحر روم کی طرف سے یا تو اسکندرونہ سے براہ حلب اور یا بیروت سے براہ دمشق پہونچ سکتے ہین۔ اور ان دونون صورتون مین حلب اور دمشق سے روانہ ہونے پر مسافر ادرکئی راستے انتخاب کرسکتا ہے۔ معمولی راستہ اسکندرونہ سے اول حلب کو جو چار منزل کا سفر ہے آتا ہے۔ اس سے آگے دیر آتا ہے جو دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور دس منزل کی راہ ہے۔ اس سے دس منزل آگے ہیط آتا ہے یہ بھی دریائے فرات کے کنارہ واقع ہے اور یہان سے چار منزلین طے کرنے کے بعد بغداد پہونچتے ہین۔ گویا کہ کل ۲ منزلون کی مسافت ہوئی۔ اسکندرونہ [illegible] گھوڑے پر اور یا گاڑی پر آسکتے ہین جلد [illegible] پڑین گے اور جس قدر سامان او [illegible] ی کے لحاظ سے یہ فاصلہ وہ چودہ سے لیکر سولہ دن تک مین طے کریگا۔ حلب سے ایک اور لمبا راستہ بھی اختیار کرسکتے ہین یعنی یہان سے دیار بکر جاتے ہین جو کہ گیارہ منزل ہے اور وہان سے تیرہ منزلین طے کرنے کے بعد موصل پہونچین اور وہان سے بارہ منزلون کی مسافت براہ خشکی طے کرنے کے بعد بغداد پہونچین۔[۱]

---

[۱] اس راستہ کا ذکر مسٹر م ایلیس نے اپنی کتاب "آن اے ریفنٹ اینڈ تھرو دی ڈیزرٹ" (سفر دریا

(۴۳) دمشق کی راہ



دمشق اور بیروت کو ایک نہایت عمدہ گاڑی کی سڑک اور ایک روزانہ چلنے
والی ڈاک گاڑی جو نو گھنٹہ مین فاصلہ طے کرتی ہے آپسمین ملاتی ہے۔ دمشق سے مسافر
مفصلہ ذیل دو راستون مین سے کوئی سا ایک اختیار کرسکتا ہے یعنی (۱) براہ تدمور یا پالمیرا
اور دیر[۵] یہ کل مسافت معمولی اونٹ ۳۰ دن مین اور تیز سانڈنی ۱۳ دن مین طے کرسکتی ہی
دوسری کوئی سواری اس راہ سے جا نہین سکتی۔ اسکے علاوہ خطرون سے بھی یہ راہ خالی
نہین (۲) پرانے صحرا یا سانڈنی کی ڈاک کی راہ جو ریتیلے بیابانون کے بیچون بیچ ہوتی
ہوئی جاتی ہے۔ اس راہ کو معمولی مسافر قریبًا ۱۵۰ گھنٹہ (جو ۵۰۴ میل کے مساوی متصور

...صفحہ ۳۰۱ وصحرا کی جلد اول مین کیا ہے حلب اور دیار بکر کی درمیانی منزلین حسب ذیل ہین۔ اخارین (۲)
...لواک (۹) شمشیہ (۷) سویراک (۶) قلیہ ... (۶) قرا باغچہ
...تھیلمین نے ۱۸۷۲ء مین اپنی کتاب "سیرلی ان دی
... (۲) مو
کاکیسس" (سفر قاف وغیرہ) کی جلد دوم ... نے ۱۸۸۴ء مین اپنی کتاب (حالات
کردستان) کی فصل نہم مین بیان کیا ہے۔

۵ اس راستہ کا حال ٹرسٹرم ایلیس نے اپنی کتاب کی دوسری جلد ... لکھا ہے دمشق اور دیر کے
درمیان حسب ذیل منزلین ہین۔ جرود۔ قصیر۔ قریتین۔ عین البادیہ۔ تدمور۔ رخا۔ سخنہ۔ البویب۔
بیر کباکب۔ دیر۔ دیر اور بغداد کی درمیانی منازل کی تفصیل پہلے درج کیجا چکی ہے۔ موسیو ان تھیلمین
۱۸۷۲ء مین کربلا سے براہ پالمیرا گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق کو گیا۔ دیکھو "سفر قاف وغیرہ" جلد دوم فصل
ہفتم۔

ہو سکتا ہے) یا پندرہ دن مین طے کر سکتا ہے لیکن ڈاک کا ہر کارہ اسے دس دن مین طے کرتا ہے۔ چالیس سال سے بھی زیادہ مدت تک انگریزی قونسل متعینہ بغداد نے اس سانڈنی کی ڈاک کو اوّل اوّل ہندوستان کی گورنمنٹ سے ایک وظیفہ کی اعانت حاصل کر کے قایم رکھا۔ ابتداءً یہ ڈاک کا سلسلہ مہم فرات و فلاٹیلا[لہ] (جنگی جہازون کا بیڑا) کے متعلق قایم ہوا تھا لیکن گورنمنٹ ٹرکی نے ایک ڈاک کا سلسلہ اپنی طرف سے شرح محصول مابین الاقوام کے ساتھ جاری کر دیا جسکی رقابت کی وجہ سے سلسلہ اوّل الذکر منقطع ہو گیا۔ یہ راستہ تکلیفون اور زحمتون سے پر ہونے کے علاوہ دلچسپی سے اس درجہ معرا ہے اور لبسا اوقات خطرات کا اسمین اسقدر سامنا کرنا پڑتا ہے کہ سوائے اون لوگون کے جنہون نے آرام و آسایش کے خیال کو نظر انداز کرنے اور سلامتی کو معرض خطر مین ڈالنے کا مصمم قصد کر لیا ہو اور کوئی مسافر اس راہ کو اختیار نہین کرتا۔

(۴) خلیج فارس کی راہ

بالآخر بالکل تری کی راہ سے بھی بغداد پہونچنے کا ایک طریقہ ہے یہ راستہ گو بڑے

لہ اس ڈاک کے سلسلہ پر ماہ فروری ۱۸۳۸ء سے ماہ اپریل ۱۸۴۳ء تک مبلغ لعہ [illegible] خرچ ہوئے اسکے بعد بیس سال تک ایک مرتبہ کے آنے جانے کا خرچ آٹھ پاؤنڈ پڑتا تھا۔ لیکن اسکے بعد خطوط کی تعداد اسقدر بڑھ گئی کہ یہ ڈاک اپنے مصارف کی خود کفیل ہو گئی۔ اس راستہ سے دمشق اور بغداد کے درمیان ٹھہرنے کے مقامات یا کنوئین حسب ذیل ہین۔ الضمیر۔ ایثا۔ رومانا۔ التنف۔ ترکت۔ اکارا۔ اداما۔ امہیور۔ رحمی سابون۔ ایچ۔ کسیر خوبار۔ قبیسہ۔ اور حیط۔ ۱۲

چکر کا ہے اور اس مین وقت بہت صرف ہوتا ہے لیکن اس مین آسایش بھی بڑی ہے
برٹش انڈیا نیویگیشن کمپنی (ہندوستان کی جہازران کمپنی) کے آگبوٹ یوروپ کے
پننشولر اینڈ اورینٹل جہازون کے سلسلہ مین بمبی سے روانہ ہوکر براہ کراچی و خلیج فارس
بصرہ پہونچتے ہین۔ یہان مسافر جہاز سے اُترکر یو فریٹس اینڈ ٹائگرس اسٹیم نیویگیشن
کمپنی (دجلہ اور فرات کی دخانی کشتی چلانے والی کمپنی) کی کشتیون مین سوار ہوتا ہے جو دریا
کی حالت کی رو سے تین دن سے لیکر چار دن تک مین مسافر کو دجلہ کی راہ سے بغداد
پہونچا دیتی ہین۔ اس راستہ مین اگر کوئی نقص ہے تو وہ یہ ہے کہ وقت بہت صرف
ہوجاتا ہے۔ لندن سے منزل مقصود تک پہونچنے مین پانچ ہفتہ سے زیادہ عرصہ لگتا ہے

بغداد سے طہران تک کا سفر

غرہ بالا راستون مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے مسافر کو بغداد مین پہونچا کر
اب مین اوسے یہ بتاتا ہون کہ سرزمین ایران مین وہ اسطرف سے کسطرح داخل ہوسکتا
ہے اور راہ مین کیا کیا چیزین اوسکے دیکھنے مین آئین گی۔ بغداد سے سرحد ایران تک
جو ترکی منزل خانیکن سے پانچ میل پرے سے شروع ہوتی ہے۔ نوے میل کا فاصلہ ہے
سڑک کا اکثر حصہ ایک ہموار صحرا مین واقع ہے اور قیام کے مقام حسب ذیل ہین۔ بنی
سعد یا اورناخان (۱۵ میل) یعقوبیہ (۱۴) شہرآباد (۲۶) قزل رباط (۱۸) خانیکن (۱۷)
ڈاک کا کوئی سلسلہ اس راہ پر قایم نہین۔ مسافر کو باربرداری کے لئے بغداد مین جانور
کرایہ پر لینے پڑتے ہین اور خانون مین جو کاروان سرائے کی ترکی مترادف ہین اور مسافر

بنگلوں میں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سرحد ایران کے چنگی خانہ سے ہٹنے کے بعد مسافر کو حسب ذیل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے:

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ باعتبار میل
خانیکن (۱۰۰۰ فٹ)*		
قصر شیرین (۱۷۰۰ فیٹ)	۶	۱۸
سرپل	۵	۱۸
کرند (۵۲۵۰ فیٹ)	۸	۲۹
ہارون آباد	۶	۲۰
ماہی دشت	۶	۲۲
کرمان شاہ* (۵۰۰۰ فیٹ)	۴	۱۴
بیستون	۶	۲۱
صحنہ	۴	۱۶
کرکنگاور*	۵	۱۸
سعید آباد	۶	۲۳
ہمدان*	۶	۲۵
میلاگرد	۷	۲۵

* = دفاتر تار برقی۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
ورہ	۴	۱۶
نواران ✤	۹	۳۲
شمیران	۴	۱۴
خوشکیک	۵	۱۹
خان آباد ✤	۶	۲۲
رباط کریم	۸	۳۲
طہران (۳۸۰۰ فیٹ)	۷	۲۸
میزان	۱۱۲	۴۱۲

پس کل فاصلہ بغداد اور طہران کے درمیان ۴۰۸ + ۹۰ یا تقریباً ۵۰۰ میل[1] ہے۔ کرمان شاہ اور طہران کے درمیان چاپار کی ڈاک اور چاپار خانے ہین۔ لیکن خانیکن اور

(۱) اس راستہ کو کلی یا جزئی طور پر جے۔ ایس بکنگھم نے سنہ ۱۸۱۶ء مین اپنی کتاب "ٹریولس ان میسوپوٹیمیا" (سفر میسوپوٹیمیا) کی جلد اول فصل اول تا نہم مین بیان کیا ہے۔ اسکے علاوہ حسب ذیل سیاحون نے اپنے سفرنامون مین اسکا ذکر کیا ہے "پرسنل نیریٹو" (آپ بیتی) فصل سیزدہم الی نوزدہم مصنفہ آنریبل جے کیپل (سنہ ۱۸۲۴ء) "ٹریولس ان کردستان" (سفر کردستان) جلد دوم مراسلات ہشتم الی دوازدہم مصنفہ جے بی فریزر (سنہ ۱۸۳۵ء) "ارلی ایڈونچرز" (ابتدائی سرگذشت) جلد اول صفحہ ۲۰۱ الی ۲۵۲ مصنفہ سر ایچ لیارڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "لینڈ مارچ" (خشکی کا سفر) جلد اول فصل ۱۰ و جلد دوم فصل ۱۔ مصنفہ ای۔ ایل۔ مٹفورڈ (سنہ ۱۸۴۰ء) "نیریٹو آف اے جرنی تو دی فرانٹیئر آف ٹرکی اینڈ پرشیا"

✤ = دفاتر تار برقی۔

کرمان شاہ کے درمیان صرف ایک ڈاک کی چوکی سرپل مین ہے جہان ڈاک کے گہوڑے بدلے جاتے ہین۔ اسلئے بغداد سے کرمان شاہ تک بذریعہ کاروان آنا پڑتا ہے

پہاڑ۔ شہر اور آثار الصنادید



سفر تین اعتبار سے خاص طور پر دلچسپ ہے اولاً زگراس کے عظیم الشان سلسلہ کوہ کو اس راستہ سے خانیکن اور کرمان شاہ کے درمیان عبور کرتے ہین۔ دوم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸ ۔(سرحد ایران وروم کی سیاحت کی داستان) مندرجہ "بمبئی ریکارڈس" مصنفہ کام فیلکس جونز (سنہ ۱۸۴۴ء) "۔ دان جرنیز" (سفرہائے کاروان) صفحہ ۱ - الی ۵۰ مصنفہ جے۔ پی فیریئر (سنہ ۱۸۴۵ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از انڈس تا بہ دجلہ) صفحہ ۴۱۲ الی ۴۶۹ مصنفہ ایچ ڈبلیو۔ بلیو (سنہ ۱۸۷۲ء) "حالات کردستان" فصل یازدہم الی سیزدہم مصنفہ ایچ بائینڈر (سنہ ۱۸۸۴ء)۔ بغداد سے طہران کو ایک اور راستہ محتسم کی طرف سے بھی آتا ہے جسے کاروان بالعموم موسم سرما مین اختیار کرتے ہین۔ کنگاور سے منقطع ہوکر یہ راستہ حسب ذیل سمت مین جاتا ہے بیر سپاہ (۱۹ میل) نانج (۳۲) دزآباد (۲۵) سروک (۱۹) سیاوشان (۲۷) جیرود (۲۱) سلیان (۱۶) قم (۲۱) (دیکھو یادداشت پر نیاز "سفرہای ایران" سنہ ۱۸۹۹ء جلد اول مراسلات سوم الی ہشتم مصنفہ مسز بشپ - یہ امر قابل ذکر ہے کہ انیطیس وہی جو ایران مین اسطارطی کہلاتی تہی اور جسکی عام طور پر میڈیا - سوسیانا اور کپیڈوشیا مین پرستش کیجاتی تہی اوسکے مندر کے کہنڈر کنگاور مین موجود ہین۔ دیکھو "حالات آرمینا وغیرہ" نقشہ جات ۶۲ الی ۶۸ مصنفہ سی ٹیکسیر۔ اور "ایران قدیم" جلد اول نقشہ جات ۲۰ الی ۲۳ مصنفہ فلینڈن وکاسٹ۔ اس مندر کا پارتہین زمانہ مین تعمیر ہونا بیان کیا جاتا ہے دیکھو "ایران کی قدیم صنعت" حصہ پنجم صفحہ ۷ الی ۱۱ مصنفہ ایم۔ ڈیولافا ئے۔

کے سب سے زیادہ ڈھلوان حصّہ کو جسے تنگ گرا کہتے ہین اور جو سرپل اور کرند کے درمیان واقع ہے بوشہر و شیراز کے راستہ کے "کوتلون" سے پوری تشبیہہ دیجا سکتی ہے اور موسم سرما مین برف کی وجہ سے یہ درہ اکثر مسدود رہتا ہے یہ چڑھائی مسافر کو اسیریا اور کلدیا کے ہموار میدانون سے ایران کی اوس بڑی سطح مرتفع پر لے آتی ہے جسے مسافر ایران کو الوداع کہنے سے پہلے نہین چھوڑتا۔ ثانیاً ایران کے آباد اور پر رونق شہر کرمان شاہ اور ہمدان جنکے حالات کے لئے ناظرین کو اس کتاب کا سولہوان باب پڑھنا چاہیئے اور جو نہایت ہی شاداب اور زرخیز قطعہ زمین پر واقع ہین مسافر کے دیکھنے مین آتے ہین۔ ثالثاً بیستون اور طاق بستان مین جو کرمان شاہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ ایران کے بعض نہایت ہی مشہور و معروف آثار قدیمہ کو پاتا ہے۔ چٹانون کے ترشے ہوئے حصّے پتھر کی مورتین اور بت اور کتبے جو پہاڑ کے تراشے ہوئے پہلوؤن پر اوسے نظر آتے ہین اوسے نہ صرف عہد سلف کی عظمت و جلال کی داستان سناتے ہین بلکہ وہ اُن مین اون تاریخی کارنامون کو ثبت پاتا ہے جو دمیاط کے پتھرون سے بلحاظ وقیع اور اہم ہونے کے دوسرے درجہ پر ہین اور جنکا معمّا موجودہ صدی نے حل کیا۔ جو مسافر متجسس اور محقق ہون وہ ان کتبون کو یہان پڑھ سکتے ہین۔

خلاصہ

مین نے اب کسیقدر تفصیل کے ساتھ اور جسقدر کہ اکثر لوگون کو خیال ہوگا اوس سے زیادہ سابقہ محنت اور سعی کے ساتھ سرحد ایران کا دورہ ختم کیا ہے اور جو مسافر کہ سیاحت

ایران کا قصد رکھتے ہون اونکے لئے ایسی معلومات بہم پہونچائین ہین جو اونہین کسی دوسری کتاب مین نہ مل سکینگی لیکن مین نے ضروری خیال کیا کہ ایسی کتاب مین جسے اوس ملک کی معلومات کے متعلق جو کہ اوسکا موضوع ہے جامعیت کا دعوی ہے ایسے عام واقفیت کے امور بالتفصیل درج کئے جائین۔

مین نے ایران مین شمال جنوب مشرق اور مغرب سے داخل ہونے کے طریقے بتائے ہین اور جو راستے اور وسایل کہ اسکے لئے ضروری ہین اونہین تفصیل و وضاحت کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ اب اس باب کے ختم کرنے سے پہلے میرے لئے ساز و سامان کے متعلق اوس اطلاع کا بہم پہونچانا باقی رہتا ہے جو مشرق کے سیاح کیلئے اسی قدر ضروری ہے جسقدر کہ یورپ کی ریلوے پر ٹکٹ کا ہونا۔

سامان قافلہ

ایران مین کاروان کے ذریعہ سے سفر کرنے کے لئے جو ساز و سامان مطلوب ہوتا ہے اوسکے متعلق مین ناظرین کو مفصلہ ذیل کتابون کا حوالہ دینے سے بہتر کوئی اطلاع بہم نہین پہونچا سکتا۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس ملکر یگر کی دوسری جلد کا ضمیمہ نشان ا۔ سکس منتھس ان پرشیا" (چھ مہینے کا سفر ایران) مصنفہ مسٹر اے اسٹیک کی دوسری جلد کی تیرہوین فصل اور ڈاکٹر ولس کی دلچسپ کتاب "ان دی لینڈ آف دی لاین اینڈ دی سن" (شیر اور آفتاب کی سرزمین کی سیر) کا ضمیمہ نشان ۔ ج ۔ کم لوگ ایسے ہونگے کہ اونکو کاروان کے ہمراہ سفر کرنے کا پہلے کہین اور تجربہ نہ ہوچکا

ہو اور وہ قافلہ کی زندگی کی ضروریات کے متعلق پہلے سے اپنی رائے نہ قایم کر چکے ہون اور باوجود اسکے وہ ایران مین کاروان کے ذریعہ سے نیا نیا سفر کرین۔ خیمون کا عرض وطول بستر کی ترکیب ہمراہ لیجانیکے سامان کی کمترین مقدار۔ گولی بارود کا ذخیرہ۔ ہمراہیون کی تعداد اشیا رخورد ونوش یہ سب ایسی چیزین ہین جسکے انتخاب کا انحصار ایک حد تک تو سیاح کے مذاق یا مقاصد سفر پر ہوتا ہے اور ایک حد تک اوس وضع وروش پر جسکا کہ رواج ہو اس لیئے اگر زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ان امور کے متعلق ہدایات دی جاپئن تو ممکن ہے کہ بعض لوگ انہین زاید از ضرورت تصور کرین۔ یا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ دائرہ رواج سے خارج ہو جاپئن۔ البتہ چاپار کے ذریعہ سے سفر کرنے والے سیاح کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اوسے غالبًا انگلستان سے روانہ ہوتے وقت ذرا بھی یہ خیال نہین ہوتا کہ آگے چلکر کیا پیش آئے گا اور اگر اُسے پہلے سے معلوم ہو کہ اپنے ہمراہ کیا لے چلنا اور کیا چھوڑ جانا چاہیئے اور کن کن امور کا متوقع ہوتا اور کن کن باتون سے محترز رہنا چاہیئے تو اوسے نہ صرف بہت سی تکلیفون سے رستگاری حاصل ہوگی بلکہ خرچ مین بھی کفایت ہوگی۔

سامان سواری چاپار

یورپین وضع کے صندوق بقچے اور ٹوپی رکھنے کے صندوقچے ہمراہ لے جانے بے سود ہین۔ اگر کوئی شخص اُنہین ہمراہ لے بھی آیا تو یا تو راستہ مین اوسے اونکو چھوڑ دینا پڑیگا اور یا وہ اوسکے پیچھے پیچھے چیونٹی کی چال خچرون یا کاروان کے اونٹون پر آئینگے

اور آتے آتے اونکے پرزے اڑ جائینگے - جس اصل اصول پر چاپار سوار کو کاربند ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ رخت سفر کا ہر ایک حصہ کمیت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہو کہ پویہ پڑتے ہوئے گھوڑے کے ایک طرف کو لٹکایا یا تسمہ سے باندہ لیا جاسکے - اور دوسرا اصول یہ ہونا چاہیئے کہ جہانتک ممکن ہو رخت مسطور کے تمام اجزا مساوی وزن اور یکسان جسامت کے ہون - خفیف سی عدم مساوات بھی گھوڑے کو بہت گران گزرتی ہے اور راستہ مین قدم قدم پر ٹھہرنا اور بوجہ کو برابر کرنا پڑتا ہے - مین ایران مین دو اوسط درجہ کے گلیڈ اسٹون وضع کے تھیلے جنکا طول وعمق علی الترتیب ۲۲ انچ اور ۱۴ انچ تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا اور چونکہ دوسرے مسافرون نے بھی جن سے مجھے سابقہ پڑا انہین تھیلون کے ساتھ سفر کرنا پسند کیا ہے اس لئے مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ یہ تھیلے سب مین عمدہ ہین - ایران مین پہونچکر تم ہر ایک ایرانی قصبہ کے بازار مین ولیسی زین کے خریطون کا ایک جوڑا جنہین یہان خرجینین کہتے ہین خرید سکتے ہو یا ایک دن مین فرمایش سے تیار کرا سکتے ہو - یہ خرجینین دری اور چمڑے کو ملا کر بنائی جاتی ہین - اپنے گلیڈ اسٹونی تھیلون کو ہر ایک خرجین مین ڈال لو اور اسے اپنے بارگیر کے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دو - دونون طرف کا وزن برابر ہوگا اور تمہین پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی - چونکہ بارگیر زین کا استعمال نہین کرتا بلکہ جو سامان اوسکے گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا جاتا ہے اوسپر ٹانگین پھیلا کر بیٹھہ جاتا ہے اسلئے وہ اسکے علاوہ مکمل کوٹ اور بستر جسقدر چاہو لیجا سکتا ہے - تمہارا ایرانی ملازم جسے ضرور ہے کہ تم پہلے سے نوکر رکھہ لو (کیونکہ بغیر ایسے نوکر کے سفر کرنا داخل

حماقت ہے) اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر خرجیون کا ایک دوسرا جوڑا ڈال لیتا ہے جسمین
چہوٹے چہوٹے تسمے یا چیزین کہانا پکانے کے برتن اور خود اسکا اپنا سامان بہی
جا سکتا ہے۔ اگر تم خود اپنے گھوڑے کی قبورون اور خرجیون مین ضروری چیزین
ضرور باندہ لیتے شراب کا ذخیرہ رہے طیفن لوازم زینت اور کتابین وغیرہ ڈال سکتے ہو
گلیڈاسٹون بیگ کے علاوہ جسے اپنے ہمراہ ضرور رکہنا کے دو ... لیتا
لیے تہے جو نہایت مفید ثابت ہوئے۔ ان مین اگر کچہ بہرا ہو تو بہت سی چیزین
آسکتی ہین۔ حالانکہ اگر ضرورت نہ ہو تو لپیٹنے سے یہ تہوڑی سی جگہ مین آسکتے ہین جو کچہ
مین نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ جسقدر گہوڑے کا بوجہ ہلکا ہوگا اوسیقدر جلد
تم منزل طے کر سکو گے۔

ساز و یراق

ساز و یراق کے متعلق مجہے یہ کہنا ہے کہ ایرانی زین جو تنگ اور اونچے کنارون کا ہوتا
ہے انگریزی زینون سے اسدرجہ مختلف ہے کہ اگر ایک انگریز اوسپر سوار ہوگا تو اوسے تکلیف اٹہانی پڑیگی
اوسے چاہیے کہ ایک انگریزی کشادہ فوجی زین مع قبورون اور خرجیون کے اپنے
ساتہ لائے اور بہت سے قلاے یا کنڈے بہی جنکے ساتہ تسمے لگے ہوئے ہون اپنے
ہمراہ رکہے کیونکہ ان کی راستے مین بہت ضرورت پڑے گی۔ مین نے اپنے زین کے
ایک قبور مین شراب کا ایک شیشہ جسمین ایک کوارٹ[ل] سے زیادہ شراب تہی اور جو کئی

ل اندازاً سیر بہر۔ مترجم

سو میل کے سفر کی ضرورتوں کے لئے کافی تھی رکھ لیا تھا۔ بعض وقت مسافر اس قدر خستہ و ماندہ ہو جاتا ہے کہ کسی معین مقام تک عزیزی کا ساتھ نہ ہو نا گویا اپنے منہ سے آپ موت کا بلانا ہے۔ اور مجھے اوس بیچارے مسافر پر ترس آتا ہے جو ایران میں چاپار کا سخت سفر اختیار کر کے چابوکشی پر اکتفا کرے۔ میں اپنے ساتھ ایک انگریزی دہانہ اور دو باگ کی لگام لایا تھا اور انہیں کو میں نے برابر استعمال کیا۔ لیکن انگریزی دہانہ کا استعمال علاوہ اوس صورت کے جب کہ گھوڑے کی حالت پر رحم کیا جائے اور کسی صورت میں جائز نہیں۔ ایرانی قزئی اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور ایرانی گھوڑے اس کے قابو میں نہیں آتے۔ اگر گھوڑا اڈہا اور سست ہوا۔ تو وہ اس قزئی کو مان جائے گا لیکن اگر جاندار اور الیل کرنیوالا ہوا تو سوار کو لیکر بھاگ جائیگا۔ بہر حال دیسی قزئی کا استعمال عام طور پر بہتر ہے خواہ ایسا کرنا ظلم میں ہی داخل کیوں نہ ہو۔[۵] زین کے ساتھ ایک نمدہ کا عرق گیر بھی لے لینا چاہیے کیونکہ چاپار کے اکثر گھوڑوں کی پیٹھ زخمی ہوتی ہے۔ اور اگر

---

۵ سر ٹامس ہربرٹ کو جب ذیل رائے ظاہر کئے ہوئے دو سو ستر سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے گھوڑوں کی شوخی اور دم خم کو تیز قزئیوں سے جنمیں ایک آہنی حلقہ لگا ہوتا ہے کم کرتے ہیں" اس میں شک نہیں کہ اب بھی اسی قسم کی قزئی کا رواج ہے جسکی شکل انگریزی حرف H کے مانند ہوتی ہے بیچ کی سلاخ کے وسط میں سے ایک تیز پیچ اوپر کو نکلی ہوتی ہے۔ اس پیچ میں ایک چھلا لگا رہتا ہے جو نیچے کے جبڑے کی طرف گذر کر نہایت زبردست دہانہ کی زنجیر کا کام دیتا ہے۔ اگر گھوڑا منہ کا ذرا بھی نرم ہو تو خفیف سے اشارے سے بھی وہ بیتاب ہو جائے گا۔ حالانکہ لگام کو زور سے کھینچتے وقت جیسا کہ ایرانیوں کا اپنی شہسواری دکہانے کے لئے اکثر دستور ہے۔ بیچارے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہوگی۔

کوئی اور خیال نہ بھی ہوتاہم انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ اس احتیاط کو مدنظر رکھا جائے میں اپنی رکابون کے گرد غلالین لپیٹ لیا کرتا تھا - کیونکہ شب مین اور علی الصباح سخت سردی پڑنے کے باعث لوہا یخ ہو جاتا ہے اور اس ترکیب سے پاؤن ٹھنڈ سے محفوظ رہتے ہین -

لباس



اری کے لیئے مین ایک مضبوط نیکر باکر کے استعمال کا مشورہ دونگا جو گھٹنے پر سے تنگ نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اگر تنگ ہوگی تو کھنچنے سے جلد پھٹ جائے گی - مین نے ڈاکٹر ولس کے مشورہ پر کاربند ہو کر طفلس سے روسی لمبے بوٹون کے دو ڈھیلے جوڑے مول لئے - ان بوٹون کو آسانی سے پہن اور اتار سکتے ہین اور یہ نہایت لچکدار ہوتے ہین اسکے علاوہ ڈھیلے ہونے کے باعث ان مین پاؤن گرم رہتے ہین -

ہندوستان کے انگریزی آفیسر بالعموم سواری کے وقت چھوٹے بوٹ اور پٹی[۵۱] کا استعمال کرتے ہین اور بعض مسافرونکو نیکر باکر کے بجائے پتلون پہن کر سواری کرنا زیادہ پسند ہے شکاری بوٹ کی ایک جوڑی جسکے تلے مین میخین لگی ہون سنگلاخ کوتلون اور درون مین پھرنے کے لئے مسافر کے واسطے ازبس ضروری ہین اگر ہلکے جوتے ہونگے تو جلد اونکے تلون مین سوراخ ہو جائے گا - گولوش[۵۲] (کفش پوش) بھی ہمراہ لے لینے چاہئین تاکہ امرا

---

۵۱ پٹی غالباً ایک ایرانی الاصل لفظ ہے اور پاتابہ کا مخفف ہے جسے مازندران کے باشندے اپنی ٹانگون کے گرد لپیٹتے ہین - ۵۲ گولوش ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد ہے وہ جوتا جو ایک دوسرے جوتے کے اوپر اوسے کیچڑ پانی سے محفوظ رکھنے کے لئے پہنا جائے - ہمارے ملک مین چونکہ اس کا رواج نہین اس لیئے اسکے واسطے کوئی لفظ بھی نہین - مینے اس کا ترجمہ کفش پوش کیا ہے گو اس لفظ سے کان آشنا نہین لیکن نئے خیالات

دعمائد سے ملنے جاؤ تو انہین پہن لو۔ کیونکہ ان لوگون کو اپنی قالینون کی صفائی کا بڑا خیال ہوتا ہے اور وہ یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی شخص گرد آلود یا کیچڑ مین بھرے ہوے جوتی کا داغ اونکے فرش پر لگائے۔ اور پنڈلی اور گھٹنے تک کی اونی جرابین ضروریات سے ہین اور مہمیز کی ایک جوڑی کا ہونا بھی لازمی ہے۔ سواری کے وقت ہمیشہ فلالین کی قمیصین پہننی پڑ مین گی گو کہ طہران کے نکتہ چین لوگون کے جلسون مین پہن کر جانے کے لیے سوتی قمیصون کے بغیر کام نہین چل سکتا۔ سواری مین مجھے نارفاک وضع کی اکہرے کالر اور بہت سی جیبون والی جیکٹ (مرزئی) کی وجہ سے بہت بڑا آرام ملا۔ سواری کے لئے میرے نزدیک اس سے بہتر لباس نہین ہو سکتا اور مین ایک دوست کے شکریہ سے کبھی عہدہ برا نہ ہو سکونگا جسکے مشورہ پر عمل پیرا ہو کر مین نے کاتی ہوئی اون کی ایک کارڈیگن وضع کی واسکٹ (فتوی) اپنے ہمراہ لے لی گرمی کے وقت مین اسکو اُتار ڈالتا تہا اور سردی مین پہن لیتا تہا۔ اور سرد راتون مین تو مجھے اس سے وہ آرام ملا کہ بیان سے باہر ہے۔ اگر شاہی خاندان کے لوگون اور صوبہ دارون اور وزرا سے ملنا ہو تو ایک سیاہ فراک کوٹ (کھلے یا بند گلے کا گھٹنون تک کا کوٹ) بھی ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے جس شخص نے ایک کٹا ہوا کوٹ پہنا ہو ایرانی اوسکو نہایت غیر مقطع خیال کرتے ہین اور اگر اوس وسیع دامن والے لباس سے جیسے شاہ کجکلاہ پہنتے ہین ایرانیون کے مذاق کا اندازہ لگایا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بدن کا پیچھے کا حصہ جسقدر زیادہ ملبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ - کو اپنی زبان مین لانے کے لئے کانون کو مجبوراً ایسی آوازون سے آشنا ہونا پڑے گا۔ مترجم

ہوگا اوسی لحاظ سے اونکے نزدیک پوشاک کا رتبہ اورعہدہ بڑھا ہوا ہوگا۔ بخلاف اس کے اونہیں کے لباس کا چنداں خیال نہیں ہوتا۔ اور ملک میں شاہی ایک ایسا شخص ہو جس سے ملنے کے لیے ایک لمبی ہیٹ (انگریزی ٹوپی) پہنی واجبات سے ہے سواری کے مضبوط داستانے بھی سفر میں مطلوب ہونگے اور مجھے میکلم بکر کے ساتھ اس امر میں اتفاق ہے کہ ایک وہری ترائی ہیٹ کا اثنائے سفر میں استعمال کرنا چاہیئے۔ ہیلمیٹ (انگریزی خودنما ٹوپی) کی طرح یہ اوڑ نہیں سکتی۔ دہوپ کی تیزی سے سر کو محفوظ رکھتی ہے۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت اگر تم اسکے بیرونی خول کو اتار دو تو وہ نئی نکل آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم ابھی بانڈ اسٹریٹ (لندن کے ایک وضعدار محلہ کا نام) سے نکلے ہو لیکن مدید تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اور کپڑوں کے علاوہ ایک ڈریس سوٹ (کھانے کے کپڑوں کا جوڑا) ضرور ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ مجھے خواہ کل ہی لاسہ یا ٹمبکٹو کا سفر اختیار کرنا پڑے تاہم ڈریس سوٹ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خواہ میں حبشیوں کے بادشاہ کی حضور میں باریاب ہوں خواہ تبت کے دمہ کے دربار میں جاؤں ہر جگہ یہ ڈریس سوٹ میرے کام آئے گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے کسی سے یہ سنا تھا کہ جنرل گارڈن جب قاہرہ سے خرطوم کو روانہ ہوا تو وہ ڈریس سوٹ پہنے تھا۔ اوپر کے لباس کے متعلق روزمرہ کے استعمال کے لیے میں ایک بانا تی کوٹ۔ اگر برسات ہو تو ایک برساتی اور ایک نہایت گرم اوور کوٹ کے پاس رکھنے کا مشورہ دونگا۔ کیونکہ راتوں کو بعض وقت غضب کی کڑاکے کی سردی پڑتی ہے۔

بستر



ایرانی چاپار خانون مین پلنگ نہین ہوتے۔ مسافر کے پاس اگر اپنا سفری پلنگ نہ ہوگا تو اوسے فرش خاک پر سونا پڑے گا۔ سب سے بہتر طریقہ اس کی تلافی کا یہ ہے کہ مسافر اپنے ہمراہ ایک بڑا کرمچ کا تھیلا لیتا جائے جو ساڑھے تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا ہو اور ایک طرف سے اس طرح پر کھلا ہو کہ جب چاہین اوسے بٹن لگا کر بند کر سکین۔ ایران کے ہر ایک گاؤن مین جو کی کٹی جسے وہان کاہ کہتے ہین مل سکتی ہے۔ تھیلے کو اگر اس سے بھر کر فرش بچھا دیا جائے تو ایسا نرم اور گدگدا بچھونا بن جاتا ہے کہ اس سے بہتر دنیا مین نہین ہو سکتا۔ ہر ایک ایرانی بازار مین رضائیان بکتی ہین۔ ایک رضائی کہین سے خرید لو اور کچھ عمدہ قسم کے کمل اور ایک تکیہ ولایت سے اپنے ہمراہ لیتے آؤ۔ ایک موم جامہ کی چادر بھی مفید ثابت ہوگی جسے دن کے وقت بستر کے گرد لپیٹ سکین اور رات کو اوسکے نیچے بچھا سکین۔ مین اپنے ساتھ سوتی چادرین بھی لایا تھا لیکن کسی چاپار خانہ مین اونہین ایک دفعہ بھی مین استعمال مین نہین لایا۔ سردی نہایت شدت کی پڑتی تھی اور مین اسقدر تھکا ہوتا تھا کہ پورے کپڑے بھی نہین اوتار سکتا تھا۔ غسل کرنے اور منہ ہاتھ دھونے کے لیے ربڑ کے تہ ہو جانے والے حمام اور ایک طشت کے ساتھ رکھنے سے نہایت آرام ملے گا۔ تولیے بھی ضرور ساتھ لے لینے چاہئین۔ غسل کے جو معنی ہم سمجھے ہوے ہین اون معنون مین ایرانی غسل نہین کرتے اور اس لئے اونکے غسل کے سامان و لوازم پر تکلف نہین ہوتے چونکہ چاپار خانون کے جن کمرون مین مسافر قیام کرتے ہین اونکے در اور بعض دفعہ تین

دروازے ہوتے ہین جو باہر کی طرف کو کہلتے ہین اور یہ دروازے ہمیشہ بوسیدہ ہوتے ہین اور اکثر تو سرے سے ہوتے ہی نہین اس لئے ہلکے پردون کی ایک جوڑی اور کچھہ کیلین اپنے ہمراہ رکہنی چاہئین تاکہ باہر کی سرد ہوا کے جہونکے جہان تک ممکن ہو اندر نہ آنے پائین۔

کھانا اور پکانا

مسافر کہ گھوڑے پر کڑی منزلین طے کرتا ہے اوسے غالبًا یہ بات معلوم ہوگی کہ اوسکی غذا بہت کم ہے اور اس بارہ مین اوسکی ضروریات آسانی سے پوری ہو جاتی ہین۔ سڑک کے کنارہ جو گانون واقع ہین اون مین اور ڈاک کی چوکیون سے روٹی اور انڈے ہمیشہ خریدے جا سکتے ہین اور بعض دفعہ ایک آدھہ بڈہی مرغی بھی ملجاتی ہے۔ دودھ ہر جگہ دستیاب نہین ہو سکتا۔ کیونکہ گائین یہان زیادہ نہین پالی جاتین اور جب مینے دودھ کی جستجو کی تو مجھے اکثر ناکامی ہوئی۔ بکری کا دودھ یہان عام طور پر گائے کے دودھ سے زیادہ ہوتا ہے ایک ماہی توہ ایک چاہ کی کیتلی اور ایک چاہ دانی ضرور اپنے ساتھہ رکہنی چاہیئے۔ یہ تمام چیزین ایران کے ہر ایک بازار مین مل سکتی ہین۔ تام چینی کی طشتریان گلاس۔ انڈے دان۔ چھریان۔ کانٹے اور ایک چھوٹا سا ایٹنا کے نشان کا لیمپ جس مین روح شراب جلتی ہے یورپ (باکو) سے ساتھہ لانے چاہئین۔ ٹینون مین بند کئے ہوئے گوشت شوربے اور بسکٹ آج کل طہران اصفہان اور شیراز کے یورپین یا ارمنی سوداگرون کی دکانون سے مل سکتے ہین لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان چیزونکو

اپنے ہمراہ لایا جائے۔ کراس اینڈ بلیکول کا ٹینون مین بند کیا ہوا شوربا نہایت خوش طعم ہوتا ہے اور آسانی سے تیار کئے جا سکنے کے علاوہ پوری غذا کا کام دیتا ہے۔ قرص یا سفوف کی شکل مین تیار کیا ہوا شوربا اپنی قسم کی اچھی چیز ہے اور تھوڑی سی جگہ مین بہت سا آجاتا ہے لیکن اوسکے پکانے اور تیار کرنے مین محنت اور وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ سارڈین مچھلی محفوظ کیا ہوا گوشت۔ چاکولیٹ یا کوکا۔ لیبگ کی بیف ٹی (ماء اللحم) اور عمدہ چا، یا کافی مفید ثابت ہون گی۔ ان چیزون کو یوروپ سے خرید لینا چاہیئے۔ دانہ دار شکر ایران کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین خریدی جاسکتی ہے اثنائے سفر مین مین اپنا کھانا ہمیشہ قریباً خود ہی پکاتا رہا۔ ایندھن سستا ہے اور آسانی سے خریدا جا سکتا ہی دو اینٹون سے بڑا اچھا چولھا بنجاتا ہے اور اگرچہ دھوئین کے نکلنے کے لیے دروازہ کے سوائے اور کوئی راستہ نہین ہوتا پھر بھی اس باورچیگری مین وہ لطف حاصل ہوتا ہے کہ جس شخص نے دن مین اسّی میل سفر کیا ہو وہی اس سے آشنا ہو سکتا ہے

ادویہ

ایک چھوٹا سا ادویات کا صندوقچہ اپنے ہمراہ رکھنا چاہیئے۔ اجنبی کو خاص طور پر جن بیماریونکے اندفاع کا انتظام کرنا ہوگا وہ بخار۔ اسہال اور پیچش ہین کلوروڈین اور کونین اس صندوقچہ کے اجزا کا جزو اعظم ہونگی

ہتیار اور گولی بارود

اگر سیاح کو شکار کا شوق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جس قسم کا شکار کرنا چاہتا ہے اوسی

لحاظ سے اپنے پاس بندوق اور کارتوس وغیرہ رکھ لے گا۔ لیکن اگر محض ملک کی سیر
کیلیے وہ معروف شاہراہون پر سفر کر رہا ہو تو مین اوسکو بندوق اور کارتوس اپنے ساتھ
لیجانے کا مشورہ نہین دیتا کیونکہ وقت صرف کئے اور محنت اُٹھائے بغیر شکار آسانی سے
دستیاب نہین ہوسکتا اور ان آلات کی وجہ سے اوسکے سامان کا بوجھ بہت کچھ بڑھ جائیگا
دور از راہ مقامات مین شکار بافراط ملتا ہے اور شکاری کے پاس ہدایات کے ساتھ اگر
صید افگنی کا سامان کافی و وافی ہو تو اوسے بہت کچھ مل سکتا ہے طہران کی اطراف مین
بہترین شکارگاہون پر شاہ کا قبضہ ہے لیکن مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اگر کوئی شخص شکار کا
خواہان ہو اور شاہی شکارگاہ کے کسی محافظ سے وہ دوچار ہو جائے تو ایک شلنگ
کا انعام پاکر وہ بڑی خوشی سے اوسے شکار کے ہانکنے مین مدد دیگا۔ شمالی علاقہ مین
شیر اور جنوبی اور جنوبی و مغربی حصہ مین شیر ببر پائے جاتے ہین۔ اور جنگلی مرغ اور تیتر تو ہر جگہ
ملتے ہین۔ اسکے علاوہ سلسلہ کوہ مین انواع و اقسام کے ہرن اور چکارے اور جنگلی
بھیڑین اور بکریان دستیاب ہوسکتی ہین۔ کوہستان البرز مین جنگلی ریچھ اور جنوبی دریاؤن
کے کنارون پر جنگلی سور دیکھنے مین آتے ہین۔ جو مسافر کہ عام طور پر شکار نہ کھیلنا چاہتا ہو
اوسکے لیے قرین مصلحت ہوگا کہ ایک ریوالور (کئی ضربون کا طپنچہ) اپنے ساتھ رکھے
اکو اور لٹیرے محض اس خیال سے کہ وہ مسلح ہے اوسکے نزدیک آتے ہوئے جھجکینگے
نے اپنے پستول سے اس سے زیادہ قاتلانہ کام نہین لیا کہ یا تو بھاگتے ہوئے
رہزن پر چھرا اور یا ایک دفعہ ایک لنگڑے گدھے کو جسے اوسکے مالک نے چھوڑ دیا

تھا اس مصیبت سے نجات دی کرا۔

خفیف امور کے متعلق مشورہ

بہت سی چھوٹی چیزیں جو ابتداءً سفر مین مفید ثابت ہون گی لیکن جنکے افادہ کی زیادہ بیان کرنے کی مجھے ضرورت نظر نہین آتی ہین۔ سوتی ہوا دار بنیان۔ تہ ہوجانے والے موٹی تہبون کے آگے (روئی تکیان ایران کے بازارون مین ہر وقت ملسکتی ہین) کرم کش سفوف۔ موم روغن (تداخل وتضاد آب وہوا کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی ہے) تمازت آفتاب کے اثر سے بچنے کے لئے ایک آسمانی رنگ کی عینک۔ ہوا سے بھرے جانیوالے تکئے ایک دوربین اور سب مین آخر لیکن باعتبار افادہ کے سب مین افضل خطہ ایران کا بہترین نقشہ جو روپیہ خرچ کرنے سے ملسکتا ہو۔ اگر مین یہ کہون کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کے لئے اس کتاب کی خریداری کی ضرورت لاحق ہوگی تو مجھے امید ہے کہ میرا یہ قول گستاخانہ متصور نہوگا۔

سفر کا موسم

سفر ایران کے لئے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہوسکتے ہین یا تو موسم خزان کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اوّل الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے اور ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی مین ختم ہوتا ہے عام طور پر اواخر ماہ دسمبر مین طہران مین اور آذربائیجان مین اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہوجاتی ہے اور مرتفع درون کو بند کردیتی ہے اور مسافر کو اس کی وجہ سے سردی کی نہایت زحمت اٹھانی پڑتی ہے

مارچ مین برف پگھلنے لگتی ہے۔ موسم بہار کے سفر کا فائدہ یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ زار نظر آتا ہے جو مسافر کو کسی دوسرے موسم مین دکھائی نہین دیتا۔ وہ پرندون کو چہچہاتا ہوا سنتا ہے اور پھولون کو کھلتا ہوا دیکھتا ہے اور ایران کے قومی شاعری کے معمے کو انہین کی وساطت سے حل کرتا ہے اور اس موسم کے سفر مین سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دن لمبے ہوتے ہین جن سے لمبی منزلین آسانی سے طے ہوتی ہین مگر ان تمام دلفریبیون کے ساتھ یہ عذاب بھی لگا ہوا ہے کہ دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور رات کے وقت کھٹمل پسو اور مچھر ستاتے ہین۔ بخلاف اسکے خزان اور جاڑے مین آب و ہوا توانائی بخش اور دلکشا ہوتی ہے۔ مین نے ایک ہزار میل کا سفر گھوڑے پر طے کیا اور راستہ مین مینھ کا ایک قطرہ بھی نہین گرا۔ اور جو ملک کہ غلاظت کی وجہ سے مشہور ہے اوس مین ایک پسو نے بھی مجھے نہین ستایا لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور تھی کہ نہ سبزہ کی دلفریبی تھی اور نہ منظر کی دلکشائی اور جون جون جاڑے پڑتے جاتے تھے دن گھٹتے جاتے تھے اور رات کے وقت شدت کی سردی پڑتی تھی۔ گرمیون مین دن کے وقت سفر کرنا ناممکن ہے۔ مسافر یا تو سوتے ہین اور یا آرام کرتے ہین اور سفر چاند کی چاندنی اور تارون کی چھاؤن مین رات کے وقت کیا جاتا ہے۔[1]

[1] یہ ایک امریکن سیاح ہی کا حصہ تھا کہ اوس نے اول تو ایران مین موسم گرما مین سفر اختیار کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو کر راتون کو منزلین طے کین اور پھر دوسری غلطی یہ کی کہ جو کچھ اوسکے دیکھنے مین نہ آیا تھا اوسکے متعلق ایک کتاب لکھ ماری "دی ہونڈ نائیٹ مارچزان پرشیا" (ایران کا سفر نیم شبی) مصنفہ ایچ بیلنٹائن۔

تیسرا باب

لندن سے عشق آباد تک کا سفر

مین آتا ہون مغرب سے مشرق کی جانب　　سمند اپنا باد صبا کو بنا کر
دکھاتا ہون اون پتلیون کا تماشا　　جو اس خاکدان مین ہوئین تار گستر

(شکسپیر "ہنری رابع" حصہ دوم)

پیرس سے قسطنطنیہ تک کا سفر

مین اواخر ماہ ستمبر سنہ ۱۸۸۹ء مین پیرس سے "نئی" اورینٹ اکسپرس" ریل مین سوار ہوا جو پستھ پہونچکر بلگریڈ - صوفیا اور ایڈریانوپل ہوتی ہوئی قسطنطنیہ آتی ہے - سرویا بلگیریا اور ٹرکی مین اسکی رفتار نہایت ہی دھیمی پڑگئی تھی لیکن پھر بھی مین قسطنطنیہ مین وقت پر پہونچا - اس مین کچھ شک نہین کہ یہ سفر جس مین اب پورے ساڑھے اُنہتر گھنٹے صرف ہوتے ہین اور جسکی تکلیف وہ تاخیر کا اسکے بعد ایک دفعہ اور مین تجربہ کرچکا ہون کم از کم سات آٹھ گھنٹہ کم مین طے کیا جا سکتا ہے لیکن ریلون کے سلسلہ ہائے متعلقہ کے نظما کی سامنے اس تجویز کا پیش کرنا کچھ لاحاصل سا معلوم ہوتا ہے - قسطنطنیہ مین پہونچنے اور وہان سے روانہ ہونے کی تکلیفین مشہور ہین اور بہت سے مسافرون کو اونکا خمیازہ کھینچنا پڑا ہے

لیکن کشتی سے اُترتے وقت کا عذاب جو رشوت دے دلا کر کسیقدر کم ہو سکتا ہے اون جانکاہ مصائب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین جو چنگی کے معائنہ کے وقت پیش آتی ہین۔ انہون نے کے جدید ریلوے اسٹیشن پر چنگی افسرون کا معائنہ کرتے وقت مسافرون کے ساتھ ایسی کج خلقی سے پیش آتے ہین جو اونہین کا حصہ ہے میرے پاس ایک پروانہ راہداری تھا اور ریلوے اسٹیشن پر سفارت کی طرف سے ایک شخص مجھے لینے بھی آیا لیکن اعتبار اور اعزاز کی ان علامات کے باوجود مجھے چنگی خانہ مین سوا گھنٹہ تک روکا گیا۔ میرے صندوقون مین جو اسباب بھرا تھا اوسے نہایت بے رحمی سے الٹ پلٹ کیا گیا جن چیزونکو احتیاط اور حفاظت کے ساتھ مینے سفر ایران کے لئے باندہا اور بند کیا تھا اونہین کھولکر ایک ایک کرکے دیکھا اور جانچا گیا اور ایک صندوقچہ جسمین چند جیبی گھڑیان تہین جو مین ایران مین لوگون کو تحفتہً دینے کے لئے لایا تہا اوسے کہلوا کر فخریہ طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ میری نیت اس مال کو خفیہ طور پر بے محصول ادا کئے لیجانے کی تھی اور فوراً اوسپر محصول لگایا گیا۔ اگر چنگی کے محصول لینے کا یہی طریقہ یا یون کہئیے کہ اس طریقہ کے نفاذ کا یہی طرز قایم رہا تو بجائے اسکے کہ مسافر اس راہ سے قسطنطنیہ آنا پسند کرین۔ وہ اور اولٹے اس سے احتراز کرین گے۔

پروفیسر (علامہ) ویمبری

پیر اپنی خوبی قسمت سے مجھے معلوم ہوا کہ جس ہوٹل مین مین مقیم ہون اوسی مین میرے دوست پروفیسر ویمبری بھی فروکش ہین۔ سلطان کے مدعو کرنے پر وہ ہنگری کی

ایک کمیشن کے صدر ہو کر آئے تھے تاکہ استنبول سے لئے محلون سے تاریخی اور علمی خزانوں
کا سراغ لگائیں۔ جو سفر کہ مین اختیار کرنے والا تھا اور جسکے بعض حصوں کو وہ تیس سال
پہلے آج کل کے مقابلہ مین کم خوش آیند حالات مین طے کر چکے تھے اسکے متعلق میری
اون سے دیر تک نہایت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ آخر مین خود ایران مین لوگون معتدبہ
انقلابات واقع نہین ہوئے لیکن ایران کی ہمسایہ سلطنتون کی حالت بہت کچھ بدل گئی
ہے۔ جو علاقہ کہ پہلے ترکمانون کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنا رہتا تھا اور جہان تاتاری لوگ
پے بہ پے حملہ کیا کرتے تھے وہان اب روسی عملداری کا دور دورہ ہے اور ان وجوہ سے جو دلچسپی کہ
اس خطہ سے وابستہ ہے وہ دس حصہ زیادہ محویت انگیز ہوگئی ہے۔

بحیرہ اسود کے ظرف وار آگبوٹ

چونکہ میرے لئے ایک تاریخ مقررہ کو باطوم پہونچنا ضرور تھا تاکہ مین اوس جہاز پر جو باکو سے
چھوٹنے والا تھا سوار ہوسکون اور گولڈن ہارن سے کوئی مسافر کشتی وہان اس عرصہ مین
جانے والی نہ تھی اس لئے مین نے ایک آگبوٹ مین جسپر انگریزی بھریرا اڑتا تھا اور جو
نیوکیسل کی آرمسٹرانگ مچل اینڈ کمپنی کی ملک تھا جانیکا انتظام کرلیا۔ یہ آگبوٹ اون نئی
قسم کی دخانی کشتیون مین سے ہے جو آجکل بہ تعداد کثیر بحیرہ اسود کی موج پیمائی کرتی
ہین اور ٹینک اسٹیمر (ظرف وار آگبوٹ) کے نام سے مشہور ہین۔ انہین باطوم سے
مٹی کا تیل بھر کر لانے کے لئے خاص ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے تیس آگبوٹون
کا ایک بیڑا موجود ہے جن مین سے اکثر انگلستان مین تیار ہوئے ہین اور بیس سے زاید

انگریزی تاجرون کے قبضہ مین ہین۔ باطوم اور لندن۔ لیورپول۔ وینس۔ ٹریسٹ۔
ہیمبرگ۔ راٹرڈم۔ اینٹورپ اور براعظم یورپ کی دوسرے بندرگاہون کے درمیان
یہ آگبوٹ چلتے رہتے ہین ہندوستان چین اور جاپان کو جہان دفعتہ بہت ۔۔ا مال
جانے لگ گیا ہے تیل ظرف دار آگبوٹون مین نہین لے جاتے بلکہ ڈبو ۔۔۔ بند
کرکے لیجاتے ہین جنہین اطراف واکناف ملک ۔ن تقسیم کردیا جاتا ہے۔ دار
آگبوٹ علیحدہ علیحدہ آہنین ظروف کے ایک سلسلہ پر مشتمل ہے جن میں کے
حوضون سے تیل براہ راست بذریعہ نل کے پہونچا دیا جاتا ہے اور باطوم سے
ظرف دار ریل گاڑیون مین بھر کر لایا جاتا ہے۔ ان آگبوٹون مین سے بعض مال
بھر کر لیجانے کی کشتیان ہین جنہین موجودہ صورت مین بدل دیا گیا ہے۔ آگبوٹون
کی ترکیب اور ساخت مین دن بدن زیادہ اصلاحین ملحوظ رکھی جا رہی ہ۔ مین کچھ
آگبوٹ ایسے بنے ہین کہ ۔۔۔۔۴ ٹن (۱۲۰۰۰۰ من) تیل اون مین بہ ہے اور
امید ہے کہ آگے چل کر اس سے بھی بڑے جہاز تیار ہوسکین گے۔ جس "لکس"
نامی مین مین سوار تھا وہ اوس وقت خالی تہا لیکن باطوم کو وہان سے یہ ۔ ں لانے کے

۵۱ اب ہندوستان مین بہی تیل انہین ظرف دار جہازون مین آ۔ ؛ کی
بندرگاہون مین بڑے بڑے مٹی کے تیل کے حوض بنا دیئے گئے ہین۔ جن مین تیل آگبوٹ مین سے
بذریعہ نل کے کہینچکر بہر دیا جاتا ہے اور پہر وہان سے ریل کی ظرف دار گاڑیون مین جو خاص اسی مقصد کے
لئے تیار کیگئی ہین۔ بہر کر ملک کے مختلف حصون مین بہیجا جاتا ہے۔

مترجم

ہا۔ تھا اس کے ظروف مین دو ہزار ٹن تک سما سکتا ہے۔ یہ آگبوٹ مسافرون کی آمد و رفت کے لئے خاص طور پر نہین بنائے گئے ہین لیکن جس مسافر کو جلدی ہو وہ ان مین سوار ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ یہ قریباً تمام مسافر آگبوٹون کی طرح اینبولی سینوپ سمسون اور ترابزان کے ترکی بندرگاہون مین ٹھہرتے نہین ہین بلکہ سیدھے باطوم کو جاتی ہین جہان بونات (جہازی میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے قسطنطنیہ سے تین دن سے بھی کم مین پہونچ سکتے ہین۔

باطوم کا شہر اور اوسکی آبادی

قریباً ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ مجھے باطوم مین ایک دفعہ پہلے بھی پانچ دن تک ان عظیم الشان طوفانون مین سے ایک کا باعث جنکے لئے بحیرہ[ف۱] اسود ہمیشہ سے

ف۱ دوسو سال ہوتے ہین کہ مشہور سیاح سرجان چارڈن نے بحیرہ اسود کی جہاز رانی کے خطرات کو اسطرح سے بیان کیا ہے۔ دوسرے سمندرون کے مقابلہ مین یہان طوفانون کے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہونے کا یہ باعث ہے کہ اسکا پانی ایک محدود تنگنا کے اندر مقید ہے اور نکلنے کا کہین رستہ نہین۔ آبنائے باسفورس بوجہ زیادہ تنگ ہونے کی اسکا مخرج نہین ہو سکتی اور اسلئے جب طوفان کی وجہ سے پانی مین سخت تموج برپا ہوتا ہے اور وہ تنگ گھرا ہوا ہونے کے باعث اوسے نکلنے کو کہین راستہ نہین ملتا تو موجین بلند ہو کر بسرعت تمام جہاز کو تھپیڑے مارتی ہین اور ہر طرف سے آآکر اوسکے پہلوؤن پر ٹکراتی ہین۔ ٹریولس انٹو پرشیا (لندن) صفحہ ۱۵۶۔

مشہور چلا آیا ہے ٹھہرا رہنا پڑا (بحیرہ اسود پر بائرن نے جو مشہور نظم[1] لکھی ہے وہ یاد ہے لیکن اوسکے اقتباس کی یہان پر ضرورت نہین) لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ اس سمندر کی خوبصورت مگر غیر دلاویز شکل اسقدر جلد پھر دیکھنے کا موقع مجھے ملیگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس ایک سال کے وقفہ مین روسیون نے اس شہر کی حالت کو سدھارنے اور اوسے مستحکم کرنے مین بے حد مستعدی سے کام لیا ہے گیارہ سال نہین ہوتے کہ عہدنامہ برلن

---

[1] ہز اکسلنسی لارڈ کرزن بالقابہم نے اس نظم کا اقتباس اس مقام پر اسوجہ سے درج نہین فرمایا کہ انگریزی دان لوگ بائرن کی مشہور نظم سے بخوبی واقف ہین لیکن چونکہ اردو دان ناظرین قدرتی طور پر اس نظم کے مشتاق ہونگے اس لیے مین امید کرتا ہون کہ میرا اس نظم کا ترجمہ یہان درج کرنا اونکے لئے باعث سرور دلچسپی اور اس لحاظ سے حجم کتاب مین اضافہ کرنے کی خطا کیلیے میرا شفیع ہوگا:-

مترجم

سبہے جا اے یم ژرف و عمیق و تیرہ و اخضر — تجھے بیڑون کی کیا پروا جہازون سے تجھے کیا ڈر
زمین کو گرچہ کرتا ہے تبہ اور پائمال انسان — تفوق اوسکا مٹ جاتا ہے ساحل پر مگر آکر
تری ہر موج طوفان خیز ہے منشور بربادی — حکومت ہے تو ہی تیری ہی ملک آب پر یکسر
نہین رہتے یہان آثار باقی اوسکی غارت کے — غنیمت بلکہ انسان خود یہان ہے اور تو غارتگر
اوسے تو غرق کردیتا ہے مثل قطرۂ بہنا سے — حباب آہ کی دستار موج آب کی چادر
نہ گور اوسکو میسر ہے نہ حاصل ہو کفن اوسکو — نہ پرسان ہے کوئی اوس کا نہ کوئی نوحہ خوان دمبھر
تری راہون پر انسان کے قدم جم ہی نہین سکتے — نہین وہ چھین سکتا تیرے میدانون سے مال و زر
تو خشم آلودہ ہوکر اور جھنجلا کر جو اٹھتا ہے — تو بس ہوتی ہے اوسکو بس تری موجون کی اک ٹکر
اوسے حاصل ہے جو طاقت زمین برباد کرنے کو — مچاتا ہے وہ جسکے زعم مین ہر روز پر شور و شر
سبب تجھے نفرت ہو اس سے اور تو فرط حقارت سے — لگاتا ہے اوسے سیلاب پر ہیبت ناک کی ٹھوکر

کی رو سے روسیون کو باطوم مین اوّل قدم رکہنے کی جگہ ملی اور ساڑہے تین سال گذرتے ہین کہ انہون نے نقض عہد کرکے اوس مقام کا جو اوسوقت تک ایک عام بندرگاہ تہا۔

نہین رہنا مگر اوسکا باقی ہوسکے سرگردان
وہ جب کہتا ہے تیرے پرخطر گرداب مین چکر

اوسے اس بیکسی مین اپنے یاد آتے ہین اپنے معبود
دعائین مانگتا ہے اون سے ہوکر عاجز و مضطر

کسی ساحل پہ اوسکو پہینک دیتا ہے تو آخر کار
پڑا رہ بس زمین پر مت اوٹھا اے ابن آدم سر

وہ بیڑے جو چمکتے اور گرجتے ہین دم پیکار
بسان شعلۂ برق و مثال نالۂ تندر

ملاتے ہین جو شہر و قلعہ سنگین کو مٹی مین
مٹاتے ہین جو نقش بارہ و برج و فصیل و در

ہراسان ملک ہین جن سے لرزتی جن سے ہین زمین
پڑے ہیبت سے جن کی کانپتے ہین تاجور تہر تہر

نہنگ چوب انہین کہتی کہ جن کا صانع خاکی
عبث نازان ہے اوس شی پر بنا جسکی ہے پانی پر

انہین کے بل پہ وہ یہ دعوی بیہودہ کرتا ہے
کہ تو اوسکا ہے محکوم اور وہ تیرا حاکم و داور

کہان وہ نے ہین یہ تیرے اور مچل کر بارہا تو نے
انہین توڑا ہے موج آسمان پیکر سے ٹکرا کر

کیا تو نے ہی سر نیچا غرور آدمیت کا
گیا لٹ تیرے ہاتہون سے ہی سامان ٹریفلگر

ترے ایک ایک ساحل پر ہے اک اک سلطنت لیکن
بجز تیرے ڈہلین تغییر کے سانچہ مین سب آخر

ہوئی کیا عظمت یونان ہوئی کیا شوکت بابل
کہان ہے کارتہج کی شان کہان روما کا کروفر

زمانہ جب موافق تہا بنایا تیری لہرون نے
تجارت کا انہین مرکز حکومت کا انہین مصدر

بہت سے غاصبون اور جابرون کو ان پہ تو لایا
بنین وحشی کی یہ اور غیر کی حلقہ بگوش اکثر

تغیر اسقدر لایا زوال اور انحطاط ان کا
اجڑ کر ہوگئے صحرا جہان آباد تہے کشور

نہین ممکن مگر اے بحر تجہ مین انقلاب آنا
نہ ہوگا حشر تک بہی ختم تیرا نیلگون دفتر

ترا حسن اس بلا کا ہے نہین قدرت زمانہ مین
کہ ڈالے جہریان تیری جبین لاجوردی پر

نظر آیا تہا صبح کن فکان کو جس طرح لبریز
اوسی انداز سے اب تک چہلکتا ہے ترا ساغر

الحاق کرلیا۔ باطوم اسوقت ایک بڑا قصبہ ہے جسکی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اگرچہ صحیح شمار معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ روس مین شمار اعدادی کے صحیح طور پر حاصل ہونے کی توقع نہین کیجاسکتی لیکن باطوم کی آبادی تخمیناً تیئس ہزار ہوگی[۱] جسمین سے غالباً ایک تہائی روسی ہین اور باقی مختلف قومون کے لوگ بستے ہین۔ مثلاً ترک۔ گرجستانی۔ سرکیشیائی۔ منگریلیائی۔ ایرانی۔ ارمنی۔ یونانی۔ لیونطینی۔ یہودی۔ انگریز۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ آسٹرین۔ بلکہ یورپ کی ہر قوم وملت کے لوگ مشرق الاقصیٰ مین کسی نئی امریکن نو آبادی کی ماہیت اور پر جو ابتدائی اور اتفاقی صورت ہوا کرتی ہے وہی اس قصبہ کی بھی شکل ہے عالیشان عمارتون کے پہلو مین جھونپڑیان دکھائی دیتی ہین اور وسیع بازار اور کوچے دلدلون اور مٹی ہے ... ویرانون پر جاکر منتہی ہوتے ہین۔ اصول حفظان صحت کے اعتبار سے اس مقام کی حالت ناگفتہ بہ ہی اور رہنے کے مکان نہایت ہی بودے ناپائدار اور ناقص ہین۔ گرمیون کے موسم مین

شبیہ خالق دیبچون دبے ہمتا ہمین تجھ مین | دم طوفان نظر آتی ہے اے آئینۂ انور
تموج تجھ مین پیدا یا تلاطم تجھ مین برپا ہو | سکون کا یا خموشی کا ہو تو پہنے ہوئے زیور
تو ڈھانپے برف سے قطب شمالی وجنوبی کو | دیا کھینچے تو خط استوا پر نیل کا مسطر
ہر اک حالت مین تو بے انتہا ہے اور بے پایان | فراخی تیرا مسلک اور وسعت ہے تیرا مشرب
ازل تیرا شبستان ہے ابد ہے میکدہ تیرا | بقا تیری رواہے اور پہنائے فضا بستر
تجھے کہیئے خدا کے جود اور اکرام کی مسند | تجھے کہیئے خدا کی عظمت واجلال کا مظہر

[۱] مسٹر ہاؤسنی ایران کو جاتے وقت ۱۸۸۶ء مین باطوم ٹھیرے تو اونہون نے اسکے متعلق یہ بیان کیا کہ اسوقت باطوم کی یہ حالت ہے کہ سوائے چند میلی کچیلی جھونپڑیون کے اوریہان کچھ دیکھنے مین نہین آتا

یہان کے پچاس فیصدی باشندے بیماری کی وجہ سے اُسکا رفتہ ہوجاتے ہین اور بہت کم ایسے ہونگے جو اون سمی ابخرون کے متعدی اثر سے محفوظ رہین جنکا اس شہر کی نواح مولد و منفذ ہے اور جو ایک دوسال کی سکونت کے بعد جسم مین پیوست ہوکر قواے جسمانی مین انحطاط پیدا کردیتے ہین۔

روزانہ زندگی



یہان متعدد ہوٹل فرانسیسونکے موجود ہین اور ان سب مین اچھا ہوٹل "دی فرانس" ہے اور مین نیز "ہوٹل امپیریل" مین طبقہ اعلیٰ کے لوگ اور روسی افسر باہم ملکر کہانا کھانے اور اُس وقت کو جو کام کاج سے بچ رہتا ہے بالعموم کے بےخودی پیدا کرنے والے حوالیات سے کنارہ کش ہوکر آپس مین بات چیت کرنے اور تفریح مین گزارنے کیلیے جمع ہوتے ہین معمولی سرکاری یا تجارتی کامون کے علاوہ یہان اور کوئی دلبستگی یا تفریح کا سامان نہین۔ گفتگو کا خاص موضوع آجاکر دکانداری رہ جاتا ہے اور مٹی کا تیل جو یہان خاص لین دین کی چیز ہے مشام تقریر کو رہ رہ کر اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ اطراف و جوانب کا منظر اگرچہ بدرجہ غایت خوشنما ہے لیکن وہان اور کوئی ایسی شے نہین جسکی کشش اہل باطوم کو اپنی طرف کھینچ لائے شکار بڑی محنت سے ملتا ہے اور اگر دور گئے تو اس مین خرچ بہت پڑتا ہے۔ سڑکین اسقدر موجود نہین کہ سواری کا لطف حاصل ہو سال کے اکثر حصّہ مین دوپہر کے وقت گرمی شدت سے پڑتی ہے اور مینھ بالعموم برستا رہتا ہے۔ غرضکہ جو شے اتنے آدمیون کو اس ویرانی جگہ مین لائی ہے وہ طمع زر ہے۔ دولت یہان حیرت انگیز عجلت کے ساتھ

کمائی جاسکتی ہے اور کمائی گئی ہے اور کم باشندے یہان کے ایسے ہونگے جنکا یہ مصمم قصد نہ ہو کہ روپیہ خوب سال جائے تو باطوم سے ایسے بھاگین کہ پھر مڑ کر اوس کی طرف دیکھین تک نہین۔

مٹی کے تیل کی تجارت

بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل پر باطوم ہی ایک ایسا بندرگاہ ہے جسے عمدہ کہا جاسکتا ہے اور گورمنٹ روس نے فوجی ضرورتون کے تقاضے پر اس اعتبار سے اسپر قبضہ کرلیا لیکن جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون جس چیز نے کہ باطوم کو بنا دیا ہے وہ مٹی کا تیل ہے جو اسکی روح ہے۔ خلیج کے کنارہ کنارہ اور اوس مسطح اور بخارآلودہ قطع زمین پر جو باطوم کو عظیم الشان شجر پوش پہاڑیون سے جدا کرتا ہے مٹی کے تیل سے بھرے ہوے حوض اور اون مختلف تجارتی کوٹھیون کے کارخانے نظر آتے ہین جو اس نفع رسان تجارت مین مشغول ہین[۵۱]۔ باکو اور باطوم کے درمیان ۵۰۰ سے اوپر ظرف دار ریل گاڑیان آتی جاتی ہین۔ سب سے بڑے کارخانے نوبل اور راس چائلڈ کے ہین جنمین سے اول الذکر نے اوس تجارتی بلند ہمتی کے اقتضا سے جسکے لئے اوسکا کارخانہ عرصہ سے مشہور ہے وشوار گزار کوہ سورم پر ریلوے لائن کے ساتھ طفلس کے قریب نل کا ایک سلسلہ قایم کرنے کی رعایتی اجازت حاصل کی ہے[۵۲] چنانچہ اون کی ظرف دار گاڑیون مین جو باکو سے صاف

---

۵۱ باطوم مین ۸۵ حوض ہین جن مین ۱۳۸۰۰۰ ٹن تیل سماسکتا ہے (۱ ٹن = ۲۸ من)

۵۲ کارخانہ نوبل کے نل کے سلسلہ کا طول کیلو وسے کو یرلی تک ۴۰ میل ہے اس نل کے دور کا قطر ۴ انچ ہے اور اسکے ذریعہ سے روزانہ ۷۰۰ ٹن تیل آسکتا ہے۔

شدہ تیل بھر کر آتا ہے وہ نل کے ذریعہ سے طفلس تک آجاتا ہے اور یہان سے گاڑیون

مین پھر بھرا جاکر باطوم پہونچتا ہے۔ اسطرح سے زیادہ مسافت طے نہین کرنی پڑتی۔

انجنون اور گاڑیون کے پرزے زیادہ فرسودہ نہین ہوتے اور جو غیر معمولی چڑھاؤ اور اوتار

راستہ مین آتے ہین اون پر جو وقت صرف ہوتا وہ بچ جاتا ہے۔

روسی چنگی خانہ

بیڈشا کے "کانٹینٹل ریلوے گائیڈ" (دستور العمل ریلوے برائے براعظم یوروپ) مین جو چند سطرین باطوم کے حالات کے متعلق لکھی ہین اون مین یہ درج ہے کہ "یہان چنگی کا محصول نہین لیا جاتا" جس شخص نے یہ فقرہ لکھا ہے اوسے حقیقت اوسوقت معلوم ہو جب وہ سمندر کی راہ سے باطوم کو جائے اور یہی وثوق آمیز فقرہ مہذب مگر نا شنوا روسی چنگی کے افسر کے سامنے دہرائے جو اوسے خشکی پر اُترنے کی اجازت دینے کے قبل جہاز مین آکر اوسکی تلاشی لے لیتا ہے۔ افسر مزبور کی سختی کے کم کرنے کا اگر کوئی طریقہ ہی تو وہ یہ ہے کہ رخت سفر نیا ہونے کے بجائے کہنہ یا مستعمل ہو۔

تجارت اور بندرگاہ

باطوم سے بیرونی ممالک کو جسقدر مال تجارت جاتا ہے اوسکا اندازہ اس واقعہ سی لگایا جاسکتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۹ء مین ۷۱۴ غیر ممالک کے جہازات یعنی وہ جو کہ روسی نہین تھے بندرگاہ مین داخل ہوئے۔ ان مین سے ۲۱۴ انگریزی جہاز تھے جنکی رجسٹری شدہ کمیت ۲۱۳۰۸۰۴ ٹن مین سے ۲۶۸۷۸۱ ٹن تھی۔ کل مقدار مٹی کے تیل کی جو سنہ ۱۸۸۹ء مین

۵۸۰۹۴۶ ٹن گزشتہ سال کے پاؤنڈ ۱۲ لاکھ قیمتی ۴۵۰۱۳۳۲۶ ٹن بمقابلہ باہر بھیجی گئی

ٹن قیمتی ۳۰ لاکھ پاؤنڈ تھی ۱۸۹۰ء مین جسقدر مال ہندوستان چین اور جاپان کو گیا

جسکا مین اوپر ذکر کرچکا ہون اوسکی قیمت ۱۸۸۷ء کے مال برآمدشدہ کی قیمت کے مقابلہ مین

جو نسبتاً کچھ بھی نہین تھی بڑھکر ۹ لاکھ پاؤنڈ ہوگئی۔ اس میزان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا

ہے کہ انگلستان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اگر ممکن ہو تو بلوچستان ہندوستان

اور برہما مین تیل بہم پہونچانے کے متعلق خود اپنے ذرایع کو ترقی دے۔ روسیون

کی نگرانی مین باطوم کی بندرگاہ جس مین اب تک سوائے اسکے اور کوئی خوبی نہ تھی کہ ساحل

کے قریب پانی یہان نہایت گہرا تھا جلد جلد بہت کچھ ترقی کررہی ہے۔ گزشتہ سال شمالی بند

کے اندر کی طرف کو ایک پشتہ تعمیر کیا گیا تھا اور اب اسکے انتہائی کنارہ پر ایک برجی قایم

کرکے اسے مستحکم کیا جایگا۔ ساحل کے کنارہ کنارہ ستون بٹھائے جارہے تھے یہان

اب ایک سنگین گھاٹ بنایا جایگا اور سب سے آخر مین روشنی کے مینار سے جو جنوب کیطرف واقع

ہے ایک اور بند شروع کرکے اوس گھاٹ تک لیجانے کا قصد ہے جو شمال کی طرف

ہے۔ بندرگاہ کی ان کل تعمیرات پر تخمیناً پانچ لاکھ پاؤنڈ صرف ہون گے جو گورنمنٹ روس

ادا کریگی۔ حال مین (اکتوبر ۱۸۹۱ء مین) اخبارون مین یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ تجارتی بندرگاہ

پوٹی مین منتقل کی جانے والی ہے۔ جہان وسیع معیار پر گھاٹ تعمیر کئے جائین گے اور

باطوم مین بری اور بحری فوج اور سامان جنگ رہے گا۔ لیکن مجھے اسمین شبہ ہے۔

———

روس کی فوجی تیاریاں

اس مین کچھ شک نہین کہ باطوم مین جنگی ضروریات کی طرف بہت کچھ توجہ مبذول کی جارہی ہے اور اوسکے متعلق اسقدر جانفشانی اور عزیمت سے کام لیا جارہا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنی قوات کی سرحد کی اس بحری کلید کو نہایت اہم اور دقیع سمجھے ہوئے ہے۔ پانچ بڑے بڑے قلعے جن مین سے بعض ابھی تکمیل کو نہین پہونچے ساحل کے استحکام کا ثبوت دے رہے ہین اور بیس سے زیادہ سنگین نال کی توپین اونپر چڑہی ہوئی ہین۔ بڑا توپ خانہ جو شہر کے وسط مین واقع ہے اور جسکی کہ بندرگاہ فوری مدنظر ہے بارہ توپون پر مشتمل ہے جن مین سے ہر ایک کا وزن اٹھارہ سے لیکر بائیس ٹن تک کا بیان کیا جاتا ہے۔ تمام اجنبیون حتی کہ محکمہ دیوانی کے روسی عہدہ دارون تک کو اس کی حدود مین داخل ہونے کی سخت ممانعت ہے۔ جسدن کہ مین روانہ ہوا تو کرمچ کی چاندماریون پر جو سمندر مین لگادی گئی تھین نشانہ کی مشق ہو رہی تھی۔ بندرگاہ کی پشت پر پہاڑون کا جو سلسلہ واقع ہے اونکے پہلوون یا چوٹیون پر چار اور توپخانے تعمیر کئے جارہے ہین جو زیادہ تر پھٹنے والے گولون کی توپون سے مسلح ہون گے۔ باطوم مین مستقل طور پر ہزار ہزار جوانون کی تین پلٹنین رہتی ہین۔ جو ہر وقت حرکت مین لائی جاسکتی ہین۔ جب مین باطوم مین پہونچا تو چار پیدل فوج کی پلٹنین قرب وجوار مین ایک فوجی سڑک کی تیاری مین مصروف تھین۔ یہ سڑک ملک کے اندرونی حصہ کی جانب ایک گھاٹی کے اوپر سے گزرتی ہوئی جاتی ہے۔ اگر غنیم سمندر کی طرف سے حملہ کرے تو حاجب پہاڑیون کے باعث سڑک کا یہ حصہ اوسکے اثر سے محفوظ رہے گا۔ ان

تفاصیل سے واضح ہوگا کہ روس اپنے نئے حاصل کئے ہوئے علاقہ کے اہم ہونے کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے اور اگر کوئی جہازون کا بیڑا مخالفانہ نیت سے براہ باسفورس یہان پہونچے تو وہ روس کو باطوم مین اونگھتا ہوا نہین پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۸ء مین بزمانہ انعقاد برلن کانگریس بعض انگریزی مدبرون نے باطوم کے متعلق جو رائے زنی کی تھی اوسکی وقعت طفلانہ تراژ خائی سے زیادہ نہ تھی۔

باطوم سے طفلس تک کی ریل



باطوم سے طفلس تک، جو ریل کی سڑک گئی ہے اوسکے مناظر کی دلکشائی اور جانفزائی بیان سے باہر ہے باطوم کے جنوبی حصہ سے شروع ہو کر قصبہ کے گرد نصف دائرہ بناتی ہوئی شمال کی جانب ساحل کے کنارہ کنارہ پوٹی کے سمت مین تیس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ سڑک وادی رائن مین داخل ہوتی ہے۔ یہ رائن وہی دریا ہے جو زمانہ قدیم مین فیزس، کہلاتا تھا اور جسکی موجون کو کبھی "آرگو" نامی مشہور جہاز نے جسکا افسانون مین ذکر ہے قطع کیا تھا۔ اس پرفضا وادی مین نباتات کی شادابی کی وہی حالت ہے جو منطقہ حارہ مین دیکھنے مین آتی ہے۔ جوار نشیب کے تمام اقطاع مین بوئی جاتی ہے اور پہاڑیان سر سے لیکر پاؤن تک سبز اور گھنے درختون کی ایک چادر اوڑھے نظر آتی ہین۔ ہر ایک اسٹیشن پر جہان ریلون کے موڑ موجود ہین۔ ظرف دار تیل سے لدی ہوئی گاڑیون کی لمبی لمبی قطارین عظیم الجثہ آہن پوش ٹڈیون کی طرح رینگتی ہوئی نظر آتی ہین اور کچھ دور جا کر نگاہ سے غائب ہو جاتی ہین۔ ہر ایک دیو ہیکل کیڑے کے پیٹ مین اسقدر دولت بھری ہوئی ہے کہ

زرین پشمینہ[۵۱] کی دولت اوسکے سامنے ہیچ تھی زمانہ حال کے بہت سے آرگو" اس کے مقناطیسی اثر سے کہنچ کر فیرسٹی مین آتے ہین۔ اور اگر جیسن یہان کے عجائبات کو دیکھ پاتا

---

۵۱ زرین پشمینہ کی حکایت منجملہ اون دلچسپ افسانون کے ہے جن سے عہد قدیم کے سفائن معمور ہین۔ اسکی اصلیت غالبًا اس سے زیادہ نہین کہ چند یونانیون نے دولت کی تلاش مین جہاز کا سفر اختیار کیا اور اس سرزمین مین آکر وارد ہوئے جسکا ذکر لارڈ کرزن نے بیان کیا ہے لیکن زمانہ قدیم کے یونانیون مین جنکے معبودون کی تعداد ہندوؤن سے بھی بڑھی ہوئی تھی اور جو اپنے ہر ایک کام اور ہر ایک بات کو اپنے معبودون کی فوق الفطرت مداخلت کے رنگ مین ڈوبا ہوا تصور کرکے اوسی لحاظ سے اوسکو بیان کرتے تھے زرین پشمینہ کی روایت اپنی اوسی پراسرار ربانی وساطت کی شان لئے ہوئے ایک دلاویز سمعے کی شکل مین مشہور تھی۔ چونکہ اوسکا ذکر کرنا ناظرین کی دلبستگی کا باعث ہوگا اس لئے اسکا مین اس مقام پر اقتباس کرتا ہون۔ اوس عظیم الشان جنگ سے کچھ عرصہ پہلے جسے ہومر مشہور یونانی شاعر نے اپنی یادگار زمانہ کتاب الیڈ مین جسے گویا یونانی کی مہابھارت کہنا چاہیئے بیان کیا ہے۔ کچھ یونانی بہادر اپنے جہاز "آرگو" نامی مین بہ سرکردگی جیسن ایک عجیب وغریب مہم پر روانہ ہوئے جیسن کو اوسکے چچا پیلیاس شاہ آیالکس نے اس مہم پر اس غرض سے مامور کیا تھا کہ وہ کالچس مین جاکر زرین پشمینہ کو فرار کو جسکا محافظ ایک اژدہا تھا جس طرح بن پڑے لے آئے۔ چنانچہ جیسن نے اپنے چچا کے ارشاد کی تعمیل مین فرکس کے بیٹے آرگس نامی ایک کاریگر کو ایک پچاس چپون کے جہاز کی تیاری کا حکم دیا۔ جب جہاز تیار ہوچکا تو اوسنے پچاس یونانیون کو جو شجاعت اور بہادری مین یونان بہر مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے اپنے ہمراہ لیا اور لنگر اوٹھایا۔

یہ لوگ انواع واقسام کے خطرے برداشت کرتے اور تکلیفین جھیلتے آخرکار دریائے فیزس کے دہانہ پر جو کولچس مین ہے پہونچے۔ کولچس کے بادشاہ ایٹیز نے جیسن سے وعدہ کیا کہ مین تمکو زرین پشمینہ دونگا بشرطیکہ تم میرے دو بیلون کو جنکے نتھنون سے آگ کے شعلے نکلتے ہین اور جنکے کھر پیتل کے ہین ہل مین جوت دو اور جس اژدہے کے دانت کیڈمس (یونانی روایت کے مطابق فینیشیا کے بادشاہ اگینار کا بیٹا تھا۔ جب جوپٹر مہادیوتا اوسکی بہن یوروپا کو اغوا کرکے لیگیا تو وہ اوسکی تلاش مین نکلا اور ڈلفی مین دیبی سے فال نکلوانے گیا۔ ڈلفی کی

تو ایسا مبہوت ہوجاتا کہ کالچیا کی شہزادی کے جادو کی یاد بھی اوسکے دل سے محو ہو جاتی۔ ریل کی سڑک جون جون ندی کے کنارے اوپر چڑہتی ہے۔ حتّی کہ ندی کے منبع تک پہونچ جاتی ہے جو اوس قال مین ہے جو بحیرہ اخضر کے طاس کو بحیرہ اسود کے طاس سے جدا کرتا ہے تو نظارہ ایک زیادہ مہتم بالشان شکل اختیار کرتا ہے۔ پہاڑ آسمان سے باتین کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین اور گاڑی آہستہ آہستہ عظیم الشان درون اور گھاٹیون

دیبی نے اوسے یہ مشورہ دیا کہ ایک گائے تمہارے راستہ مین آئے گی تم اوسکے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور جہان وہ ٹہر جائے۔ تم وہان ایک شہر کی بنا ڈالو۔ چنانچہ اوسنے شہر تھیبیز آباد کیا) تھیبیز مین چھوڑ آیا تھا زمین مین بو دو۔ یہ بیل جادو کے تھے اور جو شخص اونکے قریب جاتا تھا اوسے وہ اپنی شعلہ بار سانس سے جلا ڈالتے تھے اور اژدہے کے دانتون کی یہ تاثیر تھی کہ جب اونہین زمین مین بو یا جاتا تھا تو تہوڑے عرصے بعد زمین مین سے ایک ایک دانت کے بجائے ایک ایک مسلح جوان نمودار ہو جاتا تھا اور بونے والے کو یہ ہتیار بند کھیتی ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتی تھی۔ لیکن بادشاہ کی بیٹی میڈیا نے جو جیسن پر عاشق ہو گئی تھی جادو کے زور سے اوسکو ان بلاؤن پر غالب کیا۔ اسی طرح کی اور جوان ہونی فرمائشین بادشاہ نے کین اونہین بھی جیسن نے میڈیا کی مدد سے پورا کیا۔ لیکن بادشاہ یہ نہ چاہتا تھا کہ زرین پشمینہ جیسن کو دے اسلیے جیسن نے اس عدیم المثال خزانہ کو قابو پاکر خود لے لیا اور رات کے وقت میڈیا کو اوسکے بھائی السرٹس سمیت اپنے ساتھ لیکر اپنے جہاز مین روانہ ہو گیا۔ ایٹیز نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن میڈیا نے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور اسکی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمندر مین ڈالدیے۔ ادہر ایٹیز اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑون کے جمع کرنے مین مصروف ہوا اور ادہر میڈیا اپنے عاشق سمیت فرار ہو گئی۔

مترجم

کو طے کرتی ہے۔ اسٹیشنون کے پلیٹ فارمون پر وحشی اور ناشائستہ گرجستانی لڑکون کا ایک جم غفیر جنپر کا نوا ابناء الراشدین الجبال کا قول صادق آتا ہے انگورون کے خوشے اور اخروٹ ہاتھ مین لئے نظر آتا ہے تاکہ مسافرون کے ہاتھ بیچ کر کچھ پیسے کما لیجائے۔ شاندار ریشائیں آدمیون کی شکلین اسٹیشنون پر کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہین جو چرکس "بعض سرکیشیا کی کمر پر سے چنی ہوئی چست عبا کو پہنے بھیڑ کی مرغولہ دار اون والی کھال کی ٹوپی... مختصر سے وحشی ہتیار لگائے گاڑی کی آمد اور روانگی کے موقعہ پر فوجی باقاعدگی کے ساتھ آتے ہین اور نہایت متانت اور وقار کے ساتھ اس نظارہ کو دیکھتے ہین۔

تعمیر سرنگ سورم

طوم سے طفلس تک جو ۲۲۰ میل کا فاصلہ ہے یا کم از کم پوٹی سے طفلس تک کئی سال سے ریل جاری ہے لیکن روسی کچھ عرصہ سے ریل کی سڑک کے اوس حصہ مین جو رائن اور بیکلیبو کے اسٹیشنون کے مابین واقع ہے اور جہان کہ سورم کی بلندی پر سطح سمندر سے تین ہزار فیٹ بلند ریل کو چڑھنا پڑتا ہے ایک وسیع معیار پر ترمیم کر رہے ہین اس ترمیم کا مقصد نہ صرف پہاڑ کے بیچون بیچ ایک تین میل لمبی سرنگ کا لیجانا ہے بلکہ کئی میل تک ریل کی پٹڑیون کا از سر نو بچھانا اس مین نئے پلون کے بنانے کی ضرورت واعی ہوگی۔ اور کھدائی عمارت اور پشتہ بندی کا بہت بڑا کام کرنا پڑے گا جب مین ایک سال قبل یہان سے گزرا تو بہت سے مزدور اس کام پر لگے ہوئے تھے۔ ایک سال کی عرصہ مین کام کا بڑا حصہ ختم ہو گیا ہے۔ اندازہ یہ لگایا گیا تھا کہ ۱۸۹۰ء کے موسم بہار مین

کل کام ختم ہوجائیگا لیکن کہین اکتوبر کے مہینے مین جاکر سرنگ کا افتتاح روسی طریقہ کے مطابق مذہبی رسوم کے ساتھ ہوا اور پھر بھی کل کام ختم نہین ہوا۔ گورنمنٹ روس اس علاقہ مین پانی کی طرح روپیہ صرف کرہی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ روس اسی امر کو ضروری خیال کرتا ہے کہ قاف مین ریل کا سلسلہ پوری طرح قایم ہوجائے بلکہ اوسنے اس امر کے اہم ہونے کو بھی محسوس کیا ہے کہ سلسلہ مسطورہ سریع السیر اور سہل المرور ہو۔ مین نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کام وسیع پیمانہ پر عمدہ طرح سے کیا جارہا ہے اور نہایت پختہ اور سنگین ہے سورم کی سرنگ یوروپ کی تمام دوسری سرنگون سے باعتبار اپنے دہانہ کے بڑی ہے۔ سینٹ گاتھرڈ کی سرنگ کا دہانہ صرف ساٹھ مربع میٹر ہے۔ حالانکہ سرنگ سورم کا منہ ۹۰ مربع میٹر ہے۔ باطوم سے باکو تک ریل کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ درجہ اوّل کے ایک ٹکٹ کی قیمت ۴۷½ روبل ۵۶۰ میل کے فاصلہ کے لئے دینی پڑتی ہے۔ گویا ایک میل کا کرایہ دو پنس سے بھی زیادہ ہوا لیکن غالبًا اس کرایہ کی زیادتی کی وجہ اوس خرچ کی زیادتی ہے جو اس سڑک پر ہوا۔ باطوم اور باکو کے درمیان انجنون مین کوئلے کے بجائے روغن نفت جلتا ہے۔ جسے یہان استاتکی کہتے ہین اور جو باریک پھوار کی شکل مین بھٹی کے اندر ڈالا جاتا ہے اور اسی کی طاقت سے انجن چلتے ہین۔ سورم کے پہاڑ کی چڑھائی پر ایک انجن گاڑی کے آگے لگتا ہے اور ایک اوسے پیچھے سے دھکیلتا جاتا ہے

۵؎ اسکے بعد ۲ نومبر ۱۸۹۶ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ روس نے ایک فوجی ریلوے کی قیام کی اجازت دی ہے جو کارس کے قلعہ کو بڑی سڑک سے ملائے گی۔

با کو پہونچنے مین جتنا وقت پہلے صرف ہوتا تھا اوس سے اب تین گھنٹہ زیادہ دیر لگتی ہے۔ اس دیر کی وجہ دریافت کرنے پر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے تو ریل کی مالک ایک کمپنی تھی مگر اب سلطنت نے اوسے خرید لیا ہے۔ جن لوگونکو گورنمنٹ روس کی کارروائی کے طریقہ معلوم ہین اونکے لئے یہ توجیہ کافی ہے۔

طفلس

طفلس کے حالات سے سیاح ایسی اچھی طرحپر واقف ہین کہ یہان اونکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین معلوم ہوتی اسکا عامیانہ حسن جس مین پھر بھی شاید ایک طرحکا نرالاپن پایا جاتا ہی اور جو مشرقیت کی اداؤن سے ہر سال معرا ہوتا جاتا ہے غالبًا اونہین لوگون کو فریفتہ کریگا جنہون نے مشرق کی سیر پہلے کبھی نہین کی۔ جب مین یہان پہونچا تو زراعت اور صنعت وحرفت کی ایک نمایش کا شہر مین چرچا ہو رہا تھا۔ یہ پہلی ہی نمایش تھی جو علاقہ قاف مین منعقد ہوئی اور شہر کے باہر ایک کہلے میدان مین چوبی شامیانون کے تلے اس کا سامان آراستہ کیا گیا تھا۔ کاشتکاری۔ باغبانی۔ انگورون کی زراعت۔ پالی ہوئی مچھلیون اور نگہداشت کیئے ہوئے جنگلی درختون کی پیداوار اور قاف کی پارچہ بافی اور کارہائے صنعت وحرفت کے نمونے اور نیز وسط ایشیا اور ماوراء النہر کی چیزین یہان جمع تہین۔ پارچہ بافی یا دہات کے کام کے متعلق مقامی ساخت کی اشیا مختلف الاقسام اور خوش وضع تہین لیکن عام حیثیت نمایش کی انگلستان کے کسی قصبہ کی نمایش سے بڑہکر نہ تھی اور جو لوگ یہان آتے تہے اونکا مقصد اسقدر چیزون کا خریدنا نہ ہوتا تہا جتنا کہ باجہ سننے اور ناؤ نوش مین مصروف ہونیکا

لانڈرے کا ہوٹل



ندرے کا ہوٹل واقع ماقلس مختلف الاوضاع اور مختلف الاقوام لوگون کا مشہور قیام گاہ
مین شاید سب سے زیادہ حیرت انگیز مرجع ہے یورپ اور ایشیا کی حد فاصل اور اوس
شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث جو مشرق کی دور دراز سرزمین کی طرف جاتی ہے ان
دلفریب اقطاع کا تقریباً ہر ایک مسافر آتے اور جاتے وقت اسکی مہمان نواز چار دیواری کے
اندر تھوڑی دیر کے لئے فروکش ہوتا ہے۔ مشرق کا سیاح اس نامعلوم سرزمین مین داخل
ہونے سے پہلے یہان آخری مرتبہ تہذیب و تمدن کا منھہ دیکھتا ہے اور سفر سے پلٹ کر
غالباً کئی مہینون کے بعد پہلی مرتبہ سفید چادر والے بستر کا لطف اڑاتا ہے اور اپنی تکالیف
و آلام کو شمپین کے ایک مفرح ساغر کے پینے سے بھول جاتا ہے۔ مثلاً جب مین یہان
وارد ہوا تو ایک نوجوان فرانسیسی امیرزادہ جو سرحد منگولیا کے کوہستان ٹیان شان سے شکار
کھیل کر واپس آیا تھا۔ ایران کے انگلو یورپین محکمہ تار کا ایک اعلی عہدہ دار ما وراء النہر کے
محکمہ ریلوے کا ایک آئرلینڈ کا رہنے والا انجینیر پولینڈ کا وہ ٹھیکہ دار جس نے دریاے جیحون
پر مشہور چوبی پل باندھا تھا۔ دو انگریز جو قاف کے برفستان سے سیر و شکار سے ابھی لوٹ کر
آئے تھے کچھہ روسی۔ کئی ایک ارمنی اور بہت سے مختلف الاقوام اور مختلف الالسنہ
لوگ جو بقعہ تمدن کے ہمیشہ حاشیہ طراز پائے جاتے ہین۔ یہان موجود تھے۔ ذی مرتبہ
سیاحون کے ہمراہ جن لوگون نے بطور ترجمان یا بدرقہ کے سفر کیا ہے وہ ہوٹل کے
دروازون پر اون فرسودہ سفر چٹھیون کو پیش کرتے ہوئے پائے جاتے ہین جو اونکو بطور

صداقت ناموں کے سیاحان مسطورسے ملی تھین۔ انگلستان مین بیٹھے ہوئے اس کتاب کے لکھتے وقت مجھے تامل اور توق کی وہ کیفیتین خوب یاد پڑ لی ہین جنھین اپنے دل مین پہلو بہ پہلو جگہ دیے ہوئے مین ایک سے زیادہ مرتبہ ہوٹل دی لاندرس سے روانہ ہوا۔ اور اوس اطمینان و فارغ البالی کی یاد بھی میرے دل مین تازہ ہے جو مجھے اوس وقت میسر ہوئی جبکہ مینے

طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری لله الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

کہکر کچھ عرصہ کے بعد اسکی دہلیز کے اندر قدم رکھا۔

طفلس سے روانگی

دن کے قیام کے بعد مین طفلس سے روانہ ہوا۔ ریل کے اسٹیشن پر کسی عیار طفلسی نے ایک کیسہ جس مین مینے دس پاونڈ کے روبل بھنوا کر ڈال لئے تھے اڑالی لیکن اس لحاظ سے کہ ریل کی روانگی کا وقت آدھی رات کا تھا اور مسافر کو اچلوں اور اٹھائی گیروں کے ایک ہجوم مین دو گھنٹہ تک انتظار کئے بغیر روانہ ہونے کا موقعہ نہین ملتا۔ مجھے حق روانگی کی قیمت کچھ زیادہ نہین ادا کرنی پڑی۔ دس پاونڈ کھوکر ہی مین سمجھا کہ چلو سستا پیچھا چھوٹا اور بغیر کسی قسم کی کاوش کے مینے مغرب کی دلبستگیوں سے منہ موڑا۔

باکو

طفلس سے جس دن مین روانہ ہوا اوسکی شام کو باکو پہونچا۔ کون ہے جو اس شہر کے مناظر کو ایک دفعہ دیکھکر بھولا ہو۔ اسکے دودکش اور حوض اور مٹی کے تیل کے صفا کرنے

سکے کارخانے - اسکی ریل کی سڑکین جو اسٹیشن سے اطراف مین دور تک پہیلی اور تیل سے بہری
ہوئی گاڑیون سے ڈہکی ہوئی ہین - اسکی داغ آلودہ گلیان جن پر گویا مٹی کے تیل کا چہڑکاؤ ہو رہا ہے
اسکے آسمان سے باتین کرتے ہوئے تار برقی کے کہمبے اور کہڑکہڑاتی ہوئی ٹریم گاڑیان -
اسکی دکانین جن مین دنیا جہان کی چیزین موجود ہین - اسکے ایرانی کہنڈر - اسکے طرز جدید کے
ایک منزلہ مکانات - اسکے میلے کچیلے مختلف الاقوام باشندے - اسکی سیاہ رنگ بندرگاہ
اسکا گرد آلود ہوا اسکی ہر جگہ سرایت کرنے والی بو - ایسی نہین کہ کسی شخص کے دل سے
اوسکی یاد محو ہو سکے - مین باکو مین پہونچا تو اوسے پہلے سے بڑا پہلے سے زیادہ تلخ و تند اور
پہلے سے زیادہ خیر خوش آیند پایا اسکی آبادی تخمیناً نوے ہزار بتائی جاتی ہے جو بیشی کہ
اس مین ہوئی ہے وہ صرف گذشتہ پندرہ سال کے اثنا مین ہوئی ہے اور مٹی کے تیل
کی تجارت سے ہی اوسے منسوب کیا جا سکتا ہے - جب مین نے دریافت کیا کہ یہ اندازہ
کس حساب پر مبنی ہے تو مجہے جواب ملا کہ یہ محض قیاسی اور تخمینی مردم شماری سے روس
مین صحیح یا سرکاری شمار اعدادی کا کیا ذکر مجہے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ روس مین ایک صاحب
نے مجہہ سے کہا کہ گورنمنٹ روس کی طرف سے اگر کوئی صحیح اور قابل وثوق نقشہ شمار اعدادی
کبہی شایع ہوا ہے تو وہ اس امر کے متعلق تہا کہ واڈکا[۱] کا صرف روس مین کسقدر ہوتا ہے اور
افراد قوم کی حیات و ممات پر اوس سے کیا اثر پڑتا ہے پہر اونہون نے بیان کیا کہ اس
نقشہ مین آبادی تین جماعتون پر منقسم تہی یعنی اعتدال سے پینے والے حد سے زیادہ پینے

[۱] ایک قسم کی شراب جو روس مین بنائی جاتی ہے

والے اور بالکل اجتناب کرنے والے اور از روئے اعداد یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ جماعت اوّل الذکر کے افراد کو طویل العمر ہونے کے لحاظ سے دوسروں پر تفوق حاصل تھا۔ چنانچہ اس نتیجہ کے معلوم کرنے سے مینوشوں کو تو جو خوشی اور اطمینان حاصل ہوا وہ ظاہر ہے لیکن محکمہ آبکاری نے بھی کچھ کم مسرت کے ساتھ اس نتیجہ کو نہیں سنا۔ یہ روایت اگر صحیح نہیں تو اتنا تو ضرور ہے کہ گھڑی خوب گئی ہے۔

بحیرہ اخضر کا عبور

باکو سے اڈن ادا تک میں نے بحیرہ اخضر کو اُسی انگلستانی بنے ہوئے جہاز "باریاٹنسکی" نامی پر عبور کیا جسمیں میں گذشتہ سال اسی حصہ سمندر کو طے کیا تھا اگرچہ اب یہ جہاز پرانا ہو گیا ہے تاہم کاکیسس اینڈ مرکری کمپنی کے بہترین جہازوں میں سے ہے۔ کل تعداد ان جہازوں کی جو بحیرہ اخضر کی مختلف بندرگاہوں کے درمیان چلتے ہیں پندرہ ہے اور ڈاک اور فوج کے لیجانے اور جنگ کی حالت میں باربرداری کے کام آنے کے معاوضہ میں سلطنت کی طرف سے کمپنی مسطورہ کو ان جہازوں کے لئے ایک بڑی رقم ہر سال ملتی ہے۔ ان میں سے ایک جہاز باکو سے ہفتہ میں دو دفعہ یعنی چہارشنبہ اور جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے اڈن ادا کو روانہ ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بخیر و خوبی طے ہوا کیونکہ ایک دس دن کے مسلسل طوفان نے بحیرہ اخضر کی برہمی و آشفتگی کو کچھ عرصہ کے لئے فرو کر دیا تھا۔ اور اوس پیچ و خم کھائی ہوئی آبنائے میں سے ہوتے ہوئے جو زرد رنگ کے ریتیلے ٹیلوں میں کاٹ کر بنائی گئی ہے دوسرے دن سہ پہر کے ڈھائی بجے اڈن ادا پہونچے۔

جرنیل اینڈکاف

اس زمانہ مین جرنیل اینڈکاف اذن ادا مین مقیم تھے۔ وہ میرے ساتھہ اپنی
مستمرہ مہمان نوازی سے پیش آئے اور اون مفید نتایج کا ذوق وشوق سے ذکر کرنے
لگے جو اونکی مجوزہ ریل سے حال مین مترتب ہورہے تھے اور آیندہ چلکر پیدا ہونگے۔ اور
اپنے ان مشہور ومعروف خیالات کی تشریح کرنے لگے کہ اگر روس سے لیکر ہندوستان
تک ریل کا سلسلہ قایم ہوجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور اگر انگلستان فرانس اور روس کے
درمیان ایک اتحاد ثلثہ قرار پاجاے تو کیا ہی عمدہ بات ہو۔ اسکے بعد اوہنون نے
ایک جلسہ مین میرا جام صحت نوش کیا کیونکہ گو اونکے وثوق آمیز خیالات مین مین اون کا
ہمداستان نہین تھا پھر بھی مینے سابق کے ایک موقعہ پر ماوراء النہر کی ریل کے فوایدکو
تسلیم کیا تھا اور اوسکے قایم کرنیوالون کو توقیر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مجھے ایسا
معلوم ہوا کہ اذن ادا باعتبار وسعت وآبادی کے گذشتہ سال مین کسی قدر ترقی کرگیا ہے۔[۵۱]
اور بندرگاہ اور ساحل پر دور دور تک روئی کے بورے جہازون پر لدنے کیلئے اس کثرت
سے پڑے ہوے تھے کہ تل رکھنے کو جگہ نظر نہ آتی تھی۔ جرنیل اینڈکاف نے مجھہ سے بیان
کیا کہ سمرقند سے تاشقند تک ریل کو توسیع دینے کی منظوری گورنمنٹ صادر کرچکی ہے اور امید
ہے کہ آیندہ موسم گرما مین مین اس کام کو شروع کردون[۵۲]۔ اور عنقریب اسے آمسک سے لیکر

---

۵۱ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۸۹ء مین یہان کی آبادی ۱۶۵۰۰ تھی۔

۵۲ باین ہمہ اس کتاب کے مطبع مین بھیجے جانے کے وقت یعنی سنہ ۱۸۹۱ء کے موسم سرما تک یہ کام شروع نہین کیا گیا۔

ٹامسک تک کے اوس مجوزہ ریل کے سلسلہ سے ملادون جو سائبیریا مین سے ہوتا ہوا
ولاڈی وسٹاک کو جائیگا۔ جرنیل موصوف نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ایک وقت وہ بھی آنیوالا ہے
جبکہ وہ مرد پنجدہ اور ہرات کی راہ سے قندھار تک ریل کا ایک سلسلہ قایم کرکے مشرق
اور مغرب کو باہم دوستانہ تعلقات سے مربوط کردین گے۔

دیسی مسافر

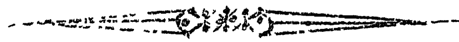

ذن اوامین دیسی مسافرون کی تعداد جو ٹکٹ گھر کی ایک ہی چھوٹی سی کھڑکی پر
ٹکٹ لینے کے لئے جمع تھی اس قدر کثیر تھی کہ وقت معینہ کے کہین دو گھنٹہ بعد گاڑی اسٹیشن
سے ... نہ ہوئی۔ یہ لوگ مسلمان تھے جو مکہ معظمہ یا دوسرے متبرک مقامات سے حج اور
زیارت کرنے کے بعد واپس آرہے تھے۔ بخارا کے ازبک۔ سمرقند اور تاشقند کے سرط
کلچہ کے چینی مسلمان۔ ترکمان اور افغان غرضکہ مختلف بلاد و امصار کے مسلمان ان مین
شریک تھے۔ مشرق کے ان ہٹ دھرم ساکنون کو نہ تو اس بات کا یقین آتا تھا کہ ٹکٹون
کی قیمت مقررہ سے جو گھٹ بڑھ نہین سکتی اور نہ وہ اوس فرانسیسی طریقہ کے مفہوم کو سمجھتے
تھے جسکی رو سے مسافرون کی ایک جماعت کو ٹکٹ لینے کی پہلے اجازت دیجاتی ہے
اور اوسکے بعد دوسری جماعت کی باری آتی ہے۔ اس چھوٹے سے دریچہ پر وہ آپس مین
لڑتے اور ایک دوسرے کو دھکے دیتے تھے اور جب ٹکٹ دینے والا اونہین قیمت
بتاتا تھا تو وہ سچے ایشیائی طریقے کے مطابق قریباً نصف قیمت اس امید پر پیش کرتے
تھے کہ جھگڑے اور تکرار کے بعد سودا ٹھیک ہو جائیگا۔

صحرا



دوسری صبح کو مطلع صاف تھا اور سورج کی چمکتی ہوئی شعاعوں میں مین نے
دوبارہ قراقم کے کف دست بیابان اور قرن داغ کے تنگ درون کو دیکھا۔ اکثر ریل کے
اسٹیشنون پر بہت کچھ اصلاح اور ترقی نمایان تہی۔ درختون کی بہتات تھی۔ پانی کی افراط
تہی اور عام طور پر آرام کا سامان زیادہ تھا۔ گیاک ہتی مین ساڑہے گیارہ بجے دن کے ہمارا اگزر
ہوا اور مجہے اتنا وقت ملگیا کہ مین اوس مشہور قلعہ کے کہنڈرون کو جاکر دیکھہ آؤن جس کا
ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اسکی کچی مٹی کی ٹہوس
دیوارونمین بہت کم فرسودگی نمایان ہے اور اگر مصنوعی طور پر انکو زمین کے برابر نہ کرونگا اودن ہ
تو کم از کم ایک سال تک نظر آتی رہین گی۔ اسکے بعد یعنی نومبر ۱۸۹۰ء مین گورنمنٹ روس
نے اس امر کا اعلان کیا کہ گیاک ہتی مین علاقہ قاف کے اون مجرمون کے لئے جنہین قید با
مشقت کی سزا دیجاتی ہے اور جو سائبیریا کی شدید سردی کی تاب نہین لاسکتے۔ ایک محبس
قایم کیا جائے گا۔ ابھی دس سال کا عرصہ بھی منقضی نہین ہوتا کہ دیسی لوگ روسی قیدیون کو
جنگ مین مارڈالتے تہے۔ اب روسی مجرمون کا اونہین مین مصروف کار رہنا نیرنگی قسمت
کا ایک شعبدہ ہے جسے حوالیات سے پوری مطابقت ہے وقت مقررہ سے دو گھنٹہ بعد
(کیونکہ تلافی مافات کی ریل نے کوئی کوشش نہین کی) اور اذن اوا سے روانہ ہونے
کے انیس گھنٹہ بعد ہم عشق آباد کے اسٹیشن پر پہونچے عشق آباد ماوراء النہر کا دار الحکومت
ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل سے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہان مجہے ریل

کو چھوڑنا پڑا اور دو ہزار میل کا وہ لمبا گھوڑے کی سواری کا سفر جو ایران کی سیاحت کے خاتمہ تک میرے پیش نظر رہتا مجھے اختیار کرنا پڑا۔ انجن سیٹی دیکر روانہ ہوا اور میں حسرت بھری نگاہوں سے اوسے غایب ہوتا ہوا دیکھتا رہا گویا کہ میں کسی پرانے اور وفادار رفیق کو الوداع کہہ رہا ہوں۔



ہا چا

چوتھا باب

ماوراء النہر

دیکھتا ہون دور سے اوٹھتا ہوا مین کچھہ غبار
اس مین ہین پنہان مگر آیندہ نسلون کے سوار

ہے یہ پہلی موج اوس انسانی سمندر کی مگر
ٹھاٹھہ ماریگا یہان رہ رہ کے جو بے اختیار

سلطنت کے وہ مبادی ہین یہان بکھری پڑی
منتقل ہو ویگا جمعیت مین جن کا انتشار

خلعت صورت ہیولے کر رہا ہے زیب تن
ڈھل رہی سانچہ مین ہے اک کارگاہ شاندار

"آن این الیگلس کویل" (بال عقاب) مصنفہ جورجی ویٹیر

جدید ترین معلومات

اپنی سیاحت کے حالات کے بیان کرنے سے پہلے مین ایک مختصر فصل مین ماوراء النہر اور ماوراء النہر کی ریلوے کے متعلق جدید ترین معلومات درج کرنا چاہتا ہون تاکہ اوسکی ترقی اور نشو ونما کے اس وقت تک کے واقعات جہان تک ممکن ہے معلوم ہو سکین۔ جو ناظرین کہ خطۂ ایران مین فوراً ہی داخل ہونا چاہتے ہین وہ اگر چاہین تو اس باب کو نہ پڑہین۔ مین نے اپنی سابق کی تصنیف الموسوم بہ "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) مین ماوراءالنہر کی ریل کی تاریخ ۱۸۸۹ء کے موسم خزان تک بیان کی

تھی - اس مضمون پر لبعد مین اور مصنفون نے بھی طبع آزمائی کی لیکن ہماری معلومات کے ذخیرہ مین اونہون نے بہت کم مواد اضافہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی انگریز کو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ اوسنے دو دفعہ اس ریلوے پر سفر کیا ہے تو وہ مین ہون اور اس لئے یہ بات جن معلومات پر مشتمل ہے وہ متضمن اطلاعات مندرجہ تصنیف متذکرہ بالا متصور ہونی چاہئین اسکے علاوہ یہ مضمون ایک ایسی تصنیف سے جسکا موضوع بالکلیۃ ایران و معاملات ایران ہو غیر متعلق نہین سمجھا جا سکتا علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ جنرل انینکاف کی ریلوے تین سو میل تک بعبور سرحد ایران کے متوازی اور اوسکے قریب قریب چلی گئی ہے اور اس سے ایران کے مشہور صوبہ خراسان کی تجارت اور تدابیر مملکت پر بہت قوی اثر پڑ چکا ہے۔ اور آگے چل کر بہت کچھ پڑیگا اور جبکہ جنگی پہلو سے اس امر کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ اس ریل کو سرحد ایران کے جنوبی پہاڑون کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے - ان مین سے بعض مضامین پر آگے چل کر مین علیحدہ ابواب مین بحث کرونگا - اس باب مین مین صرف اون ترقیات کا ذکر کرتا ہون جو فن عمارت سیاست اور تجارت کے متعلق ماوراء النہر مین اوس زمانہ سے ظہور مین آئی ہین جبکہ مین اول اوّل یہان آیا تھا۔

۱؎ کپتان اے - سی - ییٹ کے دو دلچسپ مضامین اس سے مستثنیٰ ہین - ایک مضمون جسکا عنوان "تاشقند کی سنہ ۱۸۹۰ء کی نمایش" تھا - رسالہ "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" بابت ماہ جنوری ۱۸۹۱ء مین چھپا اور دوسرا مضمون "سفر تاشقند" کے عنوان سے "جرنل آف دی اسکاچ جاگرفیکل سوسائٹی" مین شایع ہوا۔

بحیرہ اخضر کے دخانی جہاز



اذن ادا مین نہ صرف "کاکیس اینڈمرکری کمپنی" کا جہاز ہفتہ مین دو مرتبہ باکو سے آتا ہے بلکہ باکو سے دوسری کمپنیون کے جہاز بھی یہان آتے ہین۔ اس کے علاوہ ہفتہ مین ایک مرتبہ ایک جہاز استراخان سے آیا کرتا ہے جو ۱۸۸۹ء مین جاری کیا گیا تھا[۱]۔ پس انگلستان سے وسط ایشیا کو جانے کا قریب ترین اور سب سے زیادہ سہل المرور راستہ زارٹسن اور استراخان کی راہ سے ہے اور اگر استراخان سے اذن ادا کو براہ راست جانے کے لئے جہاز نہ بھی ملے تاہم وہ جہاز جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل کو طے کرتا ہوا باقاعدہ طور پر باکو آتا ہے اور وہان سے بحیرہ اخضر مین سے گزر کر دوسری طرف جا پہونچتا ہے مسافر کو ماوراالنہر مین اتنی ہی جلدی پہونچا دیگا جتنی جلدی کہ وہ زارٹسن کی راہ سے پہونچتا۔ یہ بات بھی میرے سُننے مین آئی کہ آیندہ موسم سرما سے دخانی کشتیون کی آمد و شد باکو مین روزانہ ہوا کرے گی۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا تھا کہ ماوراالنہر کی اس آبی راہ سے مسافرون کی اور مال کی آمد و رفت یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے۔

کراسنوواڈسک کو منتہا بنانیکی تجویز

جب مین اذن ادا مین پہونچا تو اذن ادا کے بجاے کراسنوواڈسک کو ریل کا منتہا

[۱] "کاکیس اینڈمرکری کمپنی" کے علاوہ اور جو کمپنیان اپنے جہاز بحیرہ اخضر کی روسی بندرگاہون اور اذن ادا کے درمیان چلاتی ہین وہ حسب ذیل ہین:۔ "لیبد اسٹیمشپ کمپنی" "کیسپین اینڈ ڈرو جینا اسٹیمشپ کمپنی" "میسن اسٹیمشپ کمپنی" "مسرس کیمنسکی و برادران" "مرکوسس اینڈ پرافیلکٹا اس کمپنی"

بنائے جانے کا مسئلہ جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی تھی ابھی تک زیر غور تھا گو کہ سینٹ پیٹرس برگ سے ایک خاص کمیشن بطور خود اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جرنیل اینکاف کی خواہش کے برخلاف بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کمیشن نے کچھ عرصہ کے بعد ایک رپورٹ پیش کی جو اس تبدیلی کی موید تھی اور وزارت حربیہ نے اسے منظور بھی کر لیا ہے۔ اسمین ذرا شک نہین کہ مسئلہ مزبور کا اسطرح جسپر حل ہوتا ایک لازمی امر تھا کیونکہ کراسنوواڈسک مین سمندر کی گہرائی گھاٹ پر زیادہ سے یعنی ۱۲ سے لیکر چودہ فیٹ تک ہونے کے بجائے بیس سے لیکر پچیس فیٹ تک ہے اور میٹھا پانی یہان زیادہ افراط کے ساتھ دستیاب ہوسکتا ہے اور اسکے علاوہ تری کی راہ سے باکو یہان سے زیادہ قریب پڑتا ہے۔ مزید بران ان امور کو مدنظر رکھنے کے بعد کہ تجارت مین یقینی طور پر ترقی ہو گی اور ماوراءالنہر کی ریلوے کے متعلق فوجی ضروریات غالباً داعی ہون گی۔ اور باکو کی روزافزون ترقی کے باعث بحیرہ اخضر کے تجارتی جہازات کی تعداد پہلے ہی بڑھ چکی ہے اور اگر پیٹرافسک کے بندرگاہ کو جہان باکو کی طرح پانی عمیق ہے ریل کے ذریعہ سے یوروپ سے ملا دیا جائے تو اوسکے اور زیادہ بڑھنے کا احتمال ہے۔ یہ فرض کر لینا بالکل لغو اور مہمل تھا کہ اذن ادا کی ایشیائی بندرگاہ اور ریل کے منتہا کو مستقل طور پر ایک پایاب خلیج مین قایم رہنے دیا جا سکتا ہے جو جاڑے کے موسم مین برف سے جم جاتی ہے اور جہان مال تجارت کے جمع رکھنے یا جہاز پر لادنے یا فوجون کے اتارنے کے لیے زیادہ آسانیان نہین ہین لیکن جرنیل اینکاف کو اذن ادا سے ویسی ہی محبت تھی جو کہ ایک باپ کو

اپنے اکلوتے اور دایم المریض بیٹے سے ہوا کرتی ہے اور اوسکے انداز سے مجھکو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اس تبدیلی کی مخالفت مین کوئی وقیقہ اٹھا نہ رکھیگا۔ اوس نے مجھ سے سوال کیا کہ چوبیس فیٹ عمیق پانی کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے درحالیکہ جو جہاز مطلوب ہین وہ پانی مین چودہ فیٹ سے زیادہ ڈوبنے والے نہین ہین۔ اسکے علاوہ اوسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اوڈسا کے چوبی گھاٹ سے بہتر گھاٹ اور کہین نہین ہوسکتا۔ اور جب مین نے روئی کے بورون کی طرف جو ہر سمت مین بکھرے پڑے تھے اور جہازون پر لادے جانے والے تھے اشارہ کیا تو جنرل اینکاف مجھ سے کہنے لگا کہ بھلا اس سے بہتر موقعہ ان بورون کے رکھنے کا اور کہان ہوگا۔ اس تبدیلی کے خلاف مین اگر مجھکو کوئی دلیل معقول نظر آئی تو وہ یہ تھی کہ اوڈسا پر جو بیش قرار سرمایہ صرف کیا جا چکا تھا اوسکی رائیگان جانے کے علاوہ نئی بندرگاہ پر بہت کچھ لاگت آئے گی اور ۵۳ میل لمبی ریل کا خرچ اور برداشت کرنا پڑے گا جسکے باعث اسی نسبت سے کرایہ بڑھ جائیگا۔ لیکن تاجرون کے لیے اس زیادتی کی تلافی غالبًا وہ کمی کردے گی جو مال کے باکوتک کے محصول مین ہوگی۔ اوڈسا سے باکوتک اسوقت محصول کی شرح ۱۰ کوپک فی پاوڈ ہے۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ کراسنوواڈسک تک محصول کم ہوکر ۵ کوپک فی پاوڈ رہ جائیگا۔ ریل کے اس جدید سلسلہ کا خط انحراف جیسا کہ فیصلہ ہوچکا ہے ملاقاری کے اسٹیشن سے جو اوڈسا سے بتیس میل ہی شروع ہوگا اور پچاسی میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کراسنوواڈسک سے جا ملے گا۔

مزید ترقیات



...نے سنا تھا کہ بالاشم اور قزل تکت کے اسٹیشنوں کے درمیان ساٹھ میل تک ریل کی سڑک دوبارہ تیار کی گئی ہے لیکن چونکہ سڑک کے اس حصہ پر میرا گزر رات کیوقت ہوا اس لئے مین نہین کہہ سکتا کہ سڑک از سر نو تیار کیگئی تھی یا محض پٹریان ہی دوبارہ ڈالی گئی تہین۔ بالاشم کے سٹی کے تیل کے چہ بچون بن سے جہان تک ریل کا ایک سلسلہ ابتداءً قایم کیا گیا تھا اب تیل نکالا نہین جاتا کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرقی ساحل پر صاف کرنے کے کسی کارخانہ کے نہ ہونے کے باعث باکو کے مخازن سے تیل منگوانے مین جسقدر خرچ پڑتا ہے اوس سے زیادہ یہان تیل کے تیار کرنے مین ہوجاتا ہے۔

کارخانہ واقع قزل اروات اسٹیشن موریان اور ریل

قزل اروات مین جو اوزن ادا سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انگریزی انجنیر مقیم سینٹ پیٹرس برگ نے ۵۰۰۰۰ پاونڈ کی لاگت سے ایک بہت بڑا کارخانہ انجنون کی مرمت اور ساخت اور ریلوے لائن کی عام میخانیکی ضروریات کے بہم پہونچانے کی غرض سے قایم کیا ہے۔ اوسے اس کارخانہ مین غیر علاقہ کا مصالحہ اور غیر علاقہ کے کاریگرن کو استعمال مین لانے کی قطعی طور پر ممانعت کردی گئی تھی۔ جب یہ کارخانہ تکمیل کو پہونچ جائیگا تو ۶۰۰ آدمیون کو مستقل طور پر اس مین ملازمت مل سکیگی۔ کارخانہ کی عمارات مین ابھی سے برقی روشنی نظر آرہی تہی اور دریائے آمو پر بھی اس کا انتظام ہوگیا تھا اسکے علاوہ یہ تجویز تھی کہ مسافر گاڑیون مین بھی عنقریب بجلی ہی کی روشنی کیجائے اس مین شک نہین کہ وسط

ایشیا کے ریگستانون مین برقی نور سے جگمگاتی ہوئی ریل گاڑی کا مرحلہ پیمائی کرنا اون کثیر التعداد اور حیرت انگیز نواقض مین جن سے کہ یہ تعجب خیز سرزمین بھری پڑی ہے۔ ایک اور اعجوبہ ایزاد کردیگا۔ ریل کی لائن کے بعید ترین حصون پر اسٹیشن مکمل ہو چکے تھے اور جن ہنگامی تعمیرات کو مین نے ۱۸۸۸ء مین دیکھا تھا اونکے بجاے اینٹ یا پتھر کے صاف ستھری مکانات بن گئے تھے۔ ایران کے پہاڑون سے دفعتہً زور کے مینھہ برسنے کے بعد جو سیلاب اچانک آکر تباہی پھیلایا کرتے ہین اونکے نکاس کے لیے گذشتہ سال نئے پل اور موریان تعمیر کی گئین۔ جن پر بہت کچھہ روپیہ صرف آیا ہوگا۔ لیکن با این ہمہ قزل اروات کے قریب جولائی کے مہینے مین تیئس میل تک ریل کی سڑک کو ایک طوفان بہا لے گیا تھا ریل کی سڑک کے اس حصہ کی حالت بلوچستان کی بولان ریلوے کی طرح (جسکی حالت اور بھی زیادہ اندیشہ ناک ہے) ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور یہ خدشہ ایسا ہے کہ کبھی کامل طور پر اوسکا اندفاع نہ ہوگا۔ مسٹر بیلینسکی ٹھیکہ دار متوطن پولینڈ جس نے دریاے جیحون کا بڑا چوبی پل تیار کیا تھا اور نیز تجند اور مرغاب پر پل باندہے تھے اوسی جہاز مین سوار تھا جس مین مین سوار تھا اوسکو تجند کے لکڑی کے پل کے بجاے ایک لوہے کا پل تیار کرنے کا تیس ہزار پاونڈ مین ٹھیکہ ملا تھا۔ اور اسکے بعد مرو مین دریاے مرغاب کے چوبی پل کو اسی لاگت سے آہنی پل کی شکل مین منتقل کرنے کی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون مجوزہ تبدیلیون مین سے ایک بھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ قراکل مین دریاے زرافشان پر ایک جدید لوہے کے شہتیرون کا پل تیار کیا گیا ہے۔ دریاے جیحون کا

مشہور چوبی پل واقع چارجوئی (جو اس لحاظ سے کہ سو دن کے اندر تیس ہزار پاونڈ کی لاگت مین تیار ہوا تھا۔ نہایت ہی سستا تھا) کچھہ مہینے ہوئے کہ پھر ٹوٹ گیا تھا اور ندی کے غیر معمولی چڑہاؤ یا اوسکے بہاؤ کے رخ کے بدلنے کی حالت مین ہمیشہ یہ یونہین ٹوٹتا رہیگا۔ بہرحال کسی دوسرے زیادہ قیمتی قسم کے پل کے مقابلہ مین یہ چوبی پل یہان کے لئے زیادہ موزون ہے کیونکہ وقتاً فوقتاً مرمت کے ہوتے رہنے اور دریا کے رخ بدلنے کی حالت مین توسیع کرتے رہنے سے یہ برابر کام دیئے چلا جایگا۔ مین نے سنا ہے کہ دریا کے بہاؤ کا رخ نصف میل سے زیادہ مشرق کی سمت مین پلٹ گیا ہے اور پل کو بھی اتنا ہی بڑہا دیا گیا ہے۔

دریائے جیحون کا بیڑا

اوس وقت سے لیکر جب کہ مین پہلے ادہر سے گزرا اب تک چارجوئی سے اوپر دریائے جیحون کی جہازرانی کے مسئلہ مین کوئی نمایان ترقی عمل مین نہ آئی تھی۔ جو دو بڑی کشتیان مال تجارت یا فوج کے لے جانے کیلئے تیار کی گئین تہین اونہین ندی کے پیچ و خم کہانے کے باعث دو دخانی کشتیان "زار" اور "زارنسا" نامی اوپر کو کہینچکر نہین لیجا سکتی تہین۔ مزید بران اوس وقت کرکی پہونچنے مین جو صرف ۸۰ میل ہے دخانی کشتیون کو معمولی طور پر ایک ہفتہ لگتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد سے بہاؤ کے مقابل جانے کی حالت مین یہ سفر اب چار دن مین طے ہونے لگا ہے اور بہاؤ کی سمت مین جاتے وقت اوس مین تین دن صرف ہوتے ہین لیکن رات کے وقت سفر نہین کیا جاتا۔ دریائے جیحون کی کشتی بانی تجارت کا

مال افغانستان کو لیجانے اور وہان سے لانے کے لئے تجارتی لحاظ سے اوسوقت تک زیادہ مفید نہین ثابت ہوسکتی جب تک کہ اس مین اور بہت سی اصلاحین نہ کی جائین۔ حالانکہ وسط ایشیا مین روس کی حملہ آوری کی طاقت مین مدد و معاون بننے کے لئے اسکو ابھی بہت عرصہ چاہیئے۔

مرو کی آبپاشی اور سلطان بند



و کے متعلق اور اون ان تھک کوششون کے بارہ مین جنہین ایسا ال قبل دریائے مرغاب مین اوس مقام سے جہان آجکل مرو واقع ہے ۵۰ میل کے فاصلہ پر سلطان بند کے ازسرنو تعمیر کرنے سے ریگستان مرو کی سیر حاصل حصہ آراضی مین تازہ جان ڈالنے کے لئے مینے عمل مین آتا ہوا دیکھا تھا اور نیز اوس قطعہ زمین کی آبپاشی کے متعلق جسکا خرچ زار روس اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہین۔ مینے مایوس کردینے والے فقرے سنے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ان امور مین انجام کار کامیابی کی حالت مشتبہ ہے۔ مینے لوگون کو یہ رائے ظاہر کرتے سنا کہ مرغاب مین اسقدر پانی نہین کہ وہ کسی وسیع پیمانہ پر آبپاشی کے لئے مکتفی ہو یا اوس سے نہرین کاٹی جائین۔ اور بند کے اوپر تال مین جو پانی جمع ہوگا اوسکی مقدار تبخیر کے باعث بہت ہی کم ہو جائے گی۔ بخلاف اسکے ایک انگریزی انجینیر نے جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس کام کو جا کر دیکھا کرنیل کازل پاکالفسکی[۱] روسی انجینیر کی

[۱] دیکھو ایک دلچسپ مضمون مرقومہ کرنیل ایچ ایل۔ ویلس۔ رائل انجینیرس (یہ وہی انگریز انجینیر ہے جسکا متن مین ذکر ہے) جو رسالہ "اکیشنل پیپرز آف دی رائل انجینیرس" کی پندرہوین جلد مین ۱۸۸۹ء مین چھپا۔

کی دستگاہ اور اُس کام کی نسبت جو تیار ہو چکا تھا نہایت اطمینان ظاہر کیا۔ مزید بران کرنیل مسطور کو اپنی تجویز کی کامیابی مین ذرا بھی شک نہ تھا[۵]۔ لیکن ضرور ہے کہ نتائج کو ایک حد تک تغیر

۵ جو اطلاع کہ مجھکو ملی تھی اور جو شکوک کہ مجھکو پیدا ہوئے تھے اونکی صحت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۵ع کے موسم خزان مین یہ راز آشکارا ہو گیا کہ کرنیل پاکلفسکی کا مشہور بند دریاے مرغاب مین ایک طوفان آنے سے بہ گیا یا کم از کم بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ اور زار روس نے درحالیکہ وہ انگریزون کو ماوراء النہر سے خارج کر رہے تھے مجبور ہو کر گورنمنٹ انگریزی سے ایک انگریزی افسر سر کالن مانکریف[۵] کی خدمات مستعار طلب کین جس نے دریاے نیل کی آبپاشی کے کام کے متعلق بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی۔ یہ بھی کیسے مزے کی بات ہے کہ مرو مین روسیون نے جو غلطیان کین ہون اون کی اصلاح کے لئے ایک انگریز طلب کیا جائے سر کالن مانکریف نے جو رپورٹ پیش کی اوس کی بنا پر کرنیل پاکلفسکی کی تجاویز ترک کر دی گئی ہین اور آبپاشی کی ایک نئی تجویز اب اختیار کی جائیگی۔

۵ غالباً یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہی سر کالن اسکاٹ مانکریف جنہون نے وسط ایشیا مین اپنی اعلیٰ درجہ کی انجینیری قابلیتون سے انگلستان کا پایہ اعزاز روسی مدبرون کی نظر مین اس درجہ پر بڑہایا وہ ہمارے بیدار مغز اور روشن ضمیر وایسراے لارڈ کرزن کی بے نظیر قوت انتخابیہ کی دستگیری سے آجکل ہندوستان کے اوس خاص کمیشن کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ہین جو تمام ہندوستان کے ذرائع آبپاشی کی حالت موجودہ کی تحقیقات اور اوس کی آیندہ کی توسیع کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ اور اس وقت جبکہ مین یہ حاشیہ لکھہ رہا ہون کمیشن مذکور جنوبی ہند کا دورہ کرکے حضور بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی کے ممالک محروسہ مین آنے والا ہے۔

مترجم

یقینی خیال کیا گیا ہو جسکی توجیہ اوس تناقض سے ہوتی ہے جو قابل زراعت رقبہ آراضی کے اون اعداد مین پائی جاتی ہے جنہین روسی حکام نے وقتاً فوقتاً سرکاری طور پر شایع کیا۔ اوّل اوّل یہ ظاہر کیا گیا کہ ۸۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین کی آبپاشی کا انتظام کیا جائیگا۔ اسکے بعد یہ اعداد کم ہوکر ۳۴۰۰۰۰ ایکڑ رہ گئے اور ۳۰۰۰۰۰ سے پھر جو کم ہونے شروع ہوئے تو ۱۸۰۰۰ ایکڑ تک آپہونچے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ آخر الذکر تخمینہ اوسی قدر کم ہو جسقدر کہ اوّل الذکر زیادہ ہے۔ اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ اگر آبپاشی کا انتظام مناسب طور پر کیا جائے تو عمدہ نتایج مترتب نہون کیونکہ ازمنہ وسطیٰ مین حتّیٰ کہ اب سے ایک صدی قبل جبکہ جدید بند سے پہلے کا بند اہل بخارا نے لڑائی مین توڑ ڈالا تو یہ اسی کا اور نیز اسی طرح کے دوسرے ذرایع آبپاشی کا باعث تہا کہ مرو کا ضلع اپنی زرخیزی اور شادابی کے اعتبار سے مشرق مین لاثانی شمار رہتا تہا۔ اگر ایک وسیع قطعہ زمین فلاحت کے دایرۂ اثر مین داخل ہوجائے تو بلاشبہ یہان کی آبادی بہت بڑہ سکتی ہے۔ کرنیل یا کلفسکی کا خیال ہے کہ اس سیر حاصل بقعہ مین دس لاکھ آدمی بہ فراغت تمام آباد ہوسکین گے۔ کلجا سے ڈنگانون (چینی مسلمانون) اور ترنچیون (ترکی مسلمانون) کے ایک سو خاندان مرو مین تجربۃً ایک نوآبادی قایم کرنے کے لئے منتقل کئے گئے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی سو اور خاندانون کو (جو غالباً یورپ زا ہین) زار کی جاگیر مین آباد ہونے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔ صرف ایک اور قطعہ زمین ایسا ہے جس مین آبپاشی کے بعد ایک بڑے پیمانہ پر ایک نوآبادی قایم ہونے کی امید کیجاتی ہے۔ یہ قطعہ زمین دریائے آمو اور دریائے

زرافشان کے درمیان دریائے اوّل الذکر کے دائین کنارہ پر واقع ہے۔ اور گورنمنٹ روس دریائے جیحون سے ایک نہر یہان کاٹ کر لانے کے متعلق امیر بخارا سے خط و کتابت کر رہی ہے۔

ریل گاڑیان

ورار النہر کی ریلوے اس وقت جس قدر گاڑیون پر مشتمل ہے اونکے اعداد مختلف فیہ ہین لیکن مفصلۂ ذیل ہیزانین تقریباً صحیح متصور ہو سکتی ہین۔ ریل کی تمام لائن پر انجنون کی تعداد ۱۲۰ سے لیکر ۱۳۰ تک ہو گی۔ اور باقی ہر قسم کی سواری اور مال لادنے وغیرہ کی گاڑیان کل ۲۰۰۰ ہون گی۔ پانی یا مٹی کے تیل کے لے جانے کے لئے ظرف دار گاڑیون کی تعداد اس وقت ۱۵۰ بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے واضح ہو گا کہ مسلسل اور متصل ترقی عمل مین آ رہی ہے گو کہ تجارتی اور فوجی ضروریات کے لحاظ سے جو معیار مطلوب ہے وہ ابھی تک حاصل نہین ہوا۔ جنرل انینکاف کا کفایت شعاری کا شوق اور موازنہ مین معقول گنجایش دکھانے کی خواہش اگرچہ فی نفسہ عمدہ باتین ہین لیکن انہون نے ریلوی کے مناسب نشو و نما کو ایک درجہ تک روک دی ہے۔

تار برقی

ریل کے ساتھ ایک تہری تار برقی بحیرہ اخضر سے سمرقند تک اور وہان سے برابر تاشقند تک چلی گئی ہے۔ اسکے علاوہ تار برقی کی متعدد شاخین حسب ذیل مقامات کے درمیان قایم ہین۔ قزل اروات سے بجنرد اور بجنرد سے چکشلیار اور استرآباد

تک - کارکی برنت سے سرخس تک - مروسے تختہ بازار (پنجدہ) تک - چارجوئی سے خیواتک - بخارا کے اسٹیشن سے شہر بخارا تک - اور مین سنے یہ بھی سنا کہ چارجوی سے کرکی کی چوکی تک جو دریاے جیحون کے کنارہ پر واقع ہے تار کا سلسلہ قایم ہے - ایک اور مقام پر مین نے بیان کیا ہے کہ آخرالذکر مقامات کے درمیان نامہ بر کبوتر ڈاک لیجاتے ہین - روسی سلسلہ تار برقی کو سرخس یا تختہ بازار سے ہرات اور قندہار ہوتے ہوے افغانستان کی راہ سے ہندوستان کے سلسلہ تار برقی کے ساتھ ملانے اور اسطرحپر یورپ سے ہندوستان تک تار برقی کی ایک دوسری شاہ راہ قایم کرنے کے مسئلہ پر انگلستان اور ہندوستان کے بعض حکام نے غور کیا ہے لیکن اول تو یہ تجویز قرین مصلحت نہین اور دوسرے موجودہ حالات ایسے نہین کہ اسکے عملی صورت اختیار کرنے کے موید ہون -

سرعت رفتار اور ریل کی روانگی کے اوقات

جب مین ۱۸۸۸ء پہلی مرتبہ ماوراءالنہر آیا تو اذن ادا سے سمرقند تک جو ۹۰۰ میل کی مسافت ہے ۲۷ گھنٹہ مین سفر طے ہوتا تھا - اس فاصلہ کو اب مسافر اور ڈاک گاڑیان جو موسم کے لحاظ سے ہفتہ مین دو یا تین مرتبہ روانہ ہوتی ہین ساٹھہ گھنٹہ سے کچھہ ہی زیادہ عرصہ مین طے کرتی ہین اور اسمین سے دس گھنٹا اسٹیشنون پر ٹھہرنے مین صرف ہوتے ہین ملی ہوئی مسافر و مال گاڑیان جنکی رفتار سست تر ہے روزانہ آتی جاتی ہین اور اس فاصلہ کو ۸۰ گھنٹہ زیادہ مین طے کرتی ہین - متوسط درجہ کا خوردونوش کا سامان اب

گارڈون کے ہمراہ رہتا ہے اور کھانے پینے کی چیزون کے حصول کے متعلق اسٹیشنون پر جو تکلیف مسافرون کو ہوتی تھی وہ نہین رہی گو کہ بڑے اسٹیشنون پر اب بھی چپقلشین ہوتی رہتی ہین ۔

آمد و خرچ

ماوراء النہر کی ریلوے کی آمد و خرچ کا حساب جو بعض دفعہ سرکاری طور پر شایع کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اخبارون کے نامہ نگارون کو جرنیل اننکاف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ خانگی ذرایع سے دریافت ہوا ہے ایسا ہی متناقض ہے ۔ جیسا کہ وہ مختلف تخمینے جو تعمیر کے اصل خرچ کے متعلق متعدد بار انہین ذرایع کی بنا پر مرتب کئے گئے ہین ۔ ۱۸۸۷ء مین ریل کے چلانے کے اخراجات آمدنی کے مقابلہ مین بقدر ۴۰۰۰۰ پاونڈ کے زیادہ تھے ۔ اور ۱۸۸۸ء مین بیشی کی مقدار ۳۰۰۰۰ پاونڈ تھی ۔ ۱۸۸۹ء مین بھی آمدنی کے اسی قدر کم ہونے کی توقع کیجاتی تھی لیکن اخبار "نووی ورمیا" نے اس سال کی آمد و خرچ کا جو نقشہ شایع کیا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخراجات کی مقدار ۱۳۱۷۴۱۲ پاونڈ تھی اور آمدنی کی مقدار اس سے بقدر ۷۰۰۰ پاونڈ کی زیادہ ۔ لیکن جب مین اذن ادا مین تھا تو جرنیل اننکاف نے میرے سامنے اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اعداد پیش کئے تھے ۔ مسٹر وشنیگرڈسکی روس کے مشیر مال نے جو حیرت انگیز قابلیتون کا شخص تھا اور جو ۱۸۹۰ء کے موسم خزان مین خود ماوراء النہر گیا اپنے موازنہ مین ماوراء النہر کی ریلوے اور دریاے جیحون کے بیڑے کا خرچ ۱۸۸۹ء کے لئے

۲۸۷۲۳۵ پاؤنڈ بتایا ہے اور یہ اعداد ایسے ہین کہ "نووی ورمیا" کے اعداد سے جنکا اوپر اقتباس کیا گیا ہے غیر مطابق نہین ہین۔ بخلاف اسکے مشیر موصوف نے ۱۸۹۰ء کی بابت جو اندازہ مرتب کیا ہے اوسمین ریلوے اور بیڑے کے اخراجات بابت سنہ مذکور کے متعلق ۱۲۰۴۴۷ پاؤنڈ کی مزید رقم یعنی کل ۴۰۷۶۸۲ پاؤنڈ شامل ہین۔ اسکے بعد میرے سننے مین آیا کہ ۱۸۹۰ء مین ۲۹۰۰۰ پاؤنڈ کی بچت ظاہر کیگئی ہے[۵۱]۔

مال کی آمد ورفت

حال ایک امر کے متعلق تو کوئی شبہ نہین ہوسکتا اور وہ یہ ہے کہ ریل کے ذریعہ سے جو مال جاتا اور آتا ہے اوسکی مقدار بہت بڑہ گئی ہے اور آگے چلکر بے انتہا بڑہ جاییگی۔ کل وزن اوس مال کا جو ۱۸۸۹ء مین ریل پر بار ہوکر گیا ۲۱۴۷۱۸۸۰ پوڈ یا ۳۵۰۶۷۵ ٹن تھا اس مین سے وسط ایشیا کی مقامی پیداوار اور سامان غیر ترکیب دادہ کا وزن ۹۰۶۹۰۸۱ پوڈ یا ۱۴۶۲۷۵ ٹن تھا اسی سال مصنوعہ اشیا اور شکر کی قیمت جو ریل کے ذریعہ سے ماوراء النہر۔ بخارا اور ترکستان مین لائی گئین ۱۸۸۸ء کے مقابلہ مین ۹۴ فیصدی زیادہ تھی اور جو مال روئی۔ اون ریشم۔ خشک میوہ اور غلہ کی قسم سے وسط ایشیا سے روس کو بذریعہ ریل بھیجا گیا اوس کی قیمت مین ۱۲۷ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ مال برآمد مین جو اسطرح ریل کے ذریعہ سے باہر بھیجا گیا سب سے زیادہ بیشی

[۵۱] لیکن ماہ فروری ۱۸۹۱ء مین "نووی ورمیا" نے بچت کی مقدار ۲۳۳۶۱۰ پاؤنڈ ہوتا بیان کی جسکا مین اعتبار نہین کرسکتا۔

روئی مین جو ایشیا کے یوماً فیوماً ترقی کرنے والے کھیتون کا ماحصل ہے نمایان ہے اور یہ بیشی ابھی اپنے منتہاے کمال کو نہین پہونچی۔ ۱۸۸۸ء مین جو مال ریل پر گیا اوسکی مقدار ۱۲۱۳۲۷۴ پوڈ یا ۱۹۶۵۵ ٹن تھی [۵] ۱۸۸۹ء مین ۲۲۰۰۰۰۰ پوڈ یا ۳۵۴۸۴ ٹن ہوگئی۔ اور ماہ جنوری ۱۸۹۰ء مین ۲۵۲۷۶۰ پوڈ یا ۴۰۷۷ ٹن تھی (جس مین سے ۱۹۳۲۲۹ پوڈ یا ۳۱۱۶ ٹن بخارا سے آئے) آخرالذکر اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلہ مین ۱۸۹۰ء کا ماہانہ اوسط بہت بڑھا رہا گو کہ جرنیل انینکاف کی امیدون کو ان اعداد نے پورا نہین کیا۔ جرنیل موصوف نے مجھ سے کہا تھا کہ سال بھر کی میزان ۴۰۰۰۰۰۰ پوڈ ہوگی۔ البتہ جون کے مہینے مین اوزن ادا کی بندرگاہ پر ڈھائی لاکھ پوڈ مال کا جہازون پر بار ہونے کے لیے پڑا ہوا بیان کیا گیا اور روزانہ مقدار اوس مال کی جو ریل پر آتا تھا ۳۰۰۰۰ پوڈ ہونا بتائی گئی۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء کے پہلے پانچ مہینون کی آمد مال برآمد کی زیادتی کے باعث گذشتہ سال کے اسی عرصہ کے مقابلہ مین بقدر ۵۰۰۰۰ پاونڈ کے بڑھ گئی۔ اسکے علاوہ مجھکو یہ بات معلوم ہوئی کہ افغان تجار نے ریلوے کے انتظام کے بعد چارجوئی کو روئی کے کئی سو بورے بھیجنے سے اسکے ساتھ اپنا تعلق پہلی مرتبہ

---

۵ ماوراالنہر کی ریلوے کی تعمیر سے پہلے کل سالانہ مقدار روئی جو وسط ایشیا سے روس کے اوس حصہ مین جو یوروپ مین واقع ہے بذریعہ اونٹ کے کاروانون کے براہ اورن برگ بھیجی جاتی تھی ۹۶۸۰ ٹن روئی تھی۔

براہ راست قایم کیا[1]

چنگی خانون کا قیام



وسیع پیمانہ پرکہ ریل کو اغراض تجارت کا مطیع بنایا گیا ہے اور چارون طرف سے مال کے پشتارے جو اسکی طرف برابر چلے آرہے ہین اوسکی وجہ سے اس امر کی ضرورت داعی ہوئی ہے کہ ماورار النہر مین باقاعدہ طور پر چنگی خانے قایم کئے جائین انکا قیام اوس عام روسی طرز عمل پر مبنی ہے جسکی رو سے ممالک غیر کے مال کو بجد امکان مقامی مال کے ساتھہ مقابلہ کرنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ رعایا کے ساتھہ رعایت کی جاتی ہے اور مقامی پیداوار اور مقامی ساخت کی اشیا کی حمایت کیجاتی ہے۔ صدر چنگی خانہ اڈن اوا مین ہے لیکن قزل اروات عاشق آباد۔ ارتیک۔ کاہ کا۔ دشک۔ تجند۔ سرخس۔ مرو۔ پولیتان اور تختہ بازار مین بھی چنگی کی چوکیان قایم کی گئی ہین۔ ۲½ فیصدی محصول بہ اعتبار قیمت تمام ممالک غیر کے مال پر جو سمندر کی راہ سے درآمد کیا گیا ہو لگایا جاتا ہے۔ اسی قدر محصول بازار کے بھاؤ کے حساب سے یورپ۔ ایران یا ہندوستان کی تمام ایسی چیزون پر بھی لگایا جاتا ہے جو خشکی کی راہ سے ماورار النہر مین لائی جائین خواہ اونکی کھپت یہین ہو

---

[1] بدین غرض کہ روسی سوداگر وسط ایشیا مین روئی کی کاشت اور پیداوار کو اور زیادہ ترقی دین مشیر مال نے سنہ ۱۸۹۰ء مین اس تجویز کے ساتھہ اتفاق کیا کہ وسط ایشیا کی مجلس تجارت وصنعت وحرفت کو ۱۷۰۰۰ ایکڑ زمین ترکستان مین نوے سال کے لئے پٹہ پر دے دی جائے اور پہلے پندرہ سال کا محصول نہ لیا جائے۔

خواہ وہ بخارا۔ خیوا یا ترکستان جاتی ہون۔۔اس قسم کی تمام مال پر اگر وہ اذن اوا سے یوروپی روس یا علاقہ قاف کو بھیجا جاتا ہو ۵ فیصدی کا مزید محصول باعتبار قیمت مال لگایا جاتا ہے اور جو محصول کہ پہلے لیا جا چکا ہو وہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ بخلاف اسکے جو مال بخارا۔ خیوا۔ اور ترکمانیہ سے یوروپی روس یا قاف کو جاتا ہے اوسے اذن اوا سے بلا محصول گزر جانے دیا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس کل ایرانی مال جو یوروپ کو جانے والا ہو اوسپر محصول نہین لیا جاتا بشرطیکہ وہ عاشق آباد یا ماوراالنہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن کے راستہ سے بھیجا جائے۔

عظیم الشان آیندہ تجارتی ترقی



ان واقعات کے اور نیز اون تمام باتون سے جنکے دیکھنے یا سننے کا مجھے اپنے دوسرے سفر مین اتفاق ہوا۔ میری اس سابقہ پیشین گوئی کی تائید ہوتی ہے کہ ماوراالنہر کی ریل کے آگے تجارت کا ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ یہ ریل ایسے ملکون کے بیچ مین سے اور ایسے خطون کے دامن کو چھوتی ہوئی گزرتی ہے جن مین پیداوار کی قابلیت بہت بڑی ہے گو ابھی تک اوسنے کامل نشوونما نہین پائی۔ اسکے علاوہ ماوراالنہر۔ خراسان۔ بخارا۔ شمالی افغانستان اور روسی ترکستان کا مال برآمد و درآمد سب اسی پر آتا جاتا ہے جو چیزین کہ روس مین پیدا ہوتی ہین وہ یہ ان ملکون کو لاتی ہے اور اونکے بدلے یہان سے روئی۔ ریشم۔ اون اور پوستین لے جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ چند ہی سال کے عرصہ مین یہ ریل پورے وسط ایشیا کی شریان بنجائے گی جس مین نصف

براعظم کا خون موجزن ہوگا اور جو مشرق و مغرب کے رجحانات کو جو پہلے ہی نیم مخلوط ہو چکے ہین پوری طرحپر باہم ملادے گی۔ ایشیا کے مسخر کرنے کیلئے روس کے ہاتھ مین یہ ریل ایک ایسا زبردست آلہ ہے کہ نصف درجن گیاک پتی یا درجن بہر پنجدرہ بھی اوسکی برابری نہین کرسکتے۔ اسکے ذریعہ سے خونریزی اور جنگ و جدل کے بغیر ملک کے ملک روس کے مطیع و منقاد ہوتے چلے جائینگے۔ جرنیل انینکاف نے اس ریلوی کے قیام مین جس انتہک مستعدی اور جانفشانی سے کام لیا ہے اوسکے لئے وہ نہایت تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

انگریزی سیاحون کے لئے آسانیان

انگریزی سیاحون کو اس ریلوے کے قیام سے جو آسانیان ہوسکتی ہین اونکی متعلق یہ بات میرے سننے مین آئی کہ جسقدر مزاحمت سابق مین اجنبیون کے یہان آنے پر کیجاتی تھی اوسقدر اب نہین کیجاتی اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوی کی بنا عام خیال پر ہے نہ کہ مسلمہ واقعات پر۔ لیکن مسافرون کی اس لائن پر ایسی کثرت ہے کہ ایک غیر ملک کے باشندے کا اپنی طرف توجہ منعطف کئے بغیر اسپر سفر کرنا بعید از قیاس متصور نہین ہوسکتا مگر اس مین شک نہین کہ اگر اوسکے پاس سینٹ پیٹرزبرگ کا جاری شدہ خاص پروانہ راہداری نہ ہوگا تو معلوم ہونے پر وہ متنبہ کئے جانے یا واپس لوٹا دئے جانے کا مستوجب قرار پائے گا۔ ممکن ہے کہ جون جون زمانہ گذرتا جائے یہ سختیان کم ہوتی جائین۔ بہرحال بعض انگریزی مسافرون نے جن مین ایک خاتون بھی شریک تھی اور جنہین میرے

بعد اس ریلوے پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اسکے متعلق اچھی رائے ظاہر نہین کی اِن لوگون کے ساتھہ شبہ کی بنا پر کج خلقی سے برتاؤ کیا گیا اور ایک انگریزی سفارت کے اعلیٰ سکرٹری کو جوان مین شریک تھا ایک فرضی الزام کی بنا پر سمرقند کی ایک روسی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا - مین نے بعد مین سنا کہ اس شریفانہ برتاؤ کا مقصد اون صحیح صحیح اور بلا کم و کاست خیالات کا جواب دینا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے معاملات اور طرز عمل کے متعلق مین نے ظاہر کئے تھے[1]۔

[1] سیاق مضمون مجھے یہان اس امر کے اظہار کی ترغیب دیتا ہے کہ کسی انگریزی مصنف کو ایسے معاملات مین جو روسیون اور انگریزون کی باہمی سیاسی یا قومی رقابت سے متعلق ہون روس کی نسبت منصفانہ یا فیاضانہ خیالات ظاہر کرنے کی تحریک نہین ہوسکتی - مین نے ایک ایسی کتاب لکھی تھی جس مین نہایت انصاف کے ساتھہ اون مساعی اور مقاصد کا ذکر کیا گیا تھا جو وسط ایشیا مین روس کے مد نظر ہین اور مجھے یقین ہے کہ عام طور پر لوگون کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ کتاب حال کی کسی دوسری تصنیف کے مقابلہ مین زیادہ تر انصاف و حق رسانی کے اصول پر مبنی ہے - پھر بھی روسیون نے اگر اوسکی کوئی قدر کی تو وہ یہ تھی کہ اول تو ایک مشہور و معروف روسی نامہ نگار نے جسکے مضامین انگریزی اخبارون مین چھپتے ہین ایک طعن اور طنز سے بھرا ہوا مضمون کتاب کے خلاف لکھا اوسکے بعد کتاب کے جن فقرات مین روسیون کی تعریف نہ تھی اونکو سرکار روس کے اوس محکمہ نے جسکے تفویض مضامین خلاف اغراض سرکار کی اشاعت کی ممانعت کی خدمت ہے - میٹ دیا - اور اسکے علاوہ روس کے ایک سربرآوردہ اخبار نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر وسط ایشیا مین اہل روس کے محاسن کا ایک انگریز اس درجہ مداح ہو سکتا ہے تو روسی بڑے ہی بے وقوف ہونگے - اگر وہ انگریزون کے بھولے پن سے زیادہ فائدہ نہ اوٹھائین گے -

ملاکاری سے کراسنوواڈسک تک ریل کی ایک شاخ سے جانیکی تجویز کا جواب منظور ہوچکی ہے مین پیشتر ذکر کرچکا ہون - چارجوئی سے کرکی تک دریائے آموکے بائین کنارے پر جس شاخ ریلوے کے قایم کرنے کی تجویز تھی اور جسکا ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین جبکہ جنگ افغانستان کا خدشہ لگا ہوا تھا بڑے شدومد سے ذکر کیا جاتا تھا وہ اب پیش نظر نہین رہی اور احتمال اس امر کا مقتضی ہے کہ جب تک پیش قدمی کا خیال مرکوز خاطر نہ ہوگا اوسوقت تک اس شاخ کا قیام پھر سننے مین نہ آیگا -

ماوراء النہری ریلوے کی توسیع

خلاف اسکے سمرقند سے جوکہ ریل کا موجودہ منتہا ہے تاشقند تک ریل کے بڑہائے جانیکی تجویز جس کی نسبت مین نے سابق مین پیشین گوئی کی تہی کہ اس کا معرض نفاذ مین آنا بعید از احتمال نہین اب عملی صورت اختیار کرنے کے زیادہ قریب پہونچی جاتی ہے - چنانچہ جرنیل اننیکاف نے یہ اُمید ظاہر کی ہے کہ ماہ مئی ۱۸۹۰ء مین کام شروع ہوجائیگا[۵] اسکے بعد اس امر کا اعلان کیا گیا کہ زار روس نے اوس تجویز کو پسند کرلیا ہے جو سائبیریا کے عظیم الشان سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق ایک خاص جماعت نے مرتب کی

[۵] کپتان اے - سی - ییٹ جو ایک انگریزی سیاح ہونے کے اعتبار سے آخری مسافر ہے جس نے ماوراءالنہری ریلوے کے ذریعہ سے سفر کیا (اکتوبر ۱۸۸۹ء) اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ روسیون کا اب یہ خیال ہے کہ سمرقند سے ریل کا سلسلہ شروع کرکے قوقند تک پہونچایا جائے تاکہ دریائے سیر پر پل باندہنے کے مصارف کی ضرورت داعی نہ ہو -

تھی جسے اسی غرض کے لئے نامور کیا گیا تھا۔ اس تجویز کی روسے سائبیریا کی ریلوے ولاڈی واسٹاک پر ۴۷۸۵ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد بحر الکاہل سے جا ملیگی۔ اس سلسلہ ریل کی تیاری مین دس سال لگین گے۔ اور اسکی لاگت کا تخمینہ دو کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ سے لیکر چار کروڑ پاؤنڈ تک کا کیا گیا ہے[۱۵]۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو زیادہ مدت نہ گزرنے پائے گی کہ ماوراء النہری ریلوے جسکی توسیع اوسوقت تک تاشقند تک ہو چکی ہوگی اور آگے بڑہادی جائیگی حتی کہ وہ سائبیریا کی ریلوے کی شاہراہ سے جا ملیگی اور یوروپی روس کے دور کو تکمیل کو پہونچائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان

۱۵ ایک عرصہ دراز تک ان تجاویز پر بحث ہونے کے بعد کہ آیا سائبیریا کا سلسلہ ریلوے غیر مسلسل ہونا چاہیئے (یعنی یہ کہ جہان خشکی ہو وہان ریل قایم کی جائے اور جہان راستہ مین تری آئے وسے کشتی کے ذریعہ سے عبور کرنے کا انتظام کیا جائے) یا وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کہین ٹوٹنے نہ پائے آخر کار سنہ ۱۸۹۱ع مین تجویز موخر الذکر فیصل قرار پائی۔ سلسلہ مزبور مقام زلاطوست سے جو اوس ریلوے کا موجودہ منتہا ہے جو سمارا اور اوفا کے درمیان قایم ہے شروع ہو کر میاسک اور چیلیابنسک کے معدنی اضلاع مین سے گزرے گا (۸۴ میل) یہان سے توکالنسک۔ کینسک۔ میرینسک۔ کراسنا یرسک اور کانسک کو طے کرتا ہوا نجنی اودنسک مین پہونچیگا (۱۷۳۶ میل) اس حصہ کی لاگت کا مجموعی تخمینہ ۱۱۸۰۷۵۰۰ پاونڈ یعنی ۶۵۰۰ پاونڈ فی میل کے حساب سے کیا گیا ہے۔ نجنی اودنسک سے سلسلہ مزبور پہر شروع ہوگا۔ اور اکتسکیا۔ ارکٹسک۔ جہیل بیکال۔ ستری ٹنسک اور ہبارووکا مین سے گزرتا ہوا ولاڈی واسٹاک پہونچے گا (۲۹۶۵ میل) اس سلسلہ کا کل طول ۴۷۸۵ میل اور مجموعی خرچ کا تخمینہ ۳۶۷۶۵۰۰۰ پاونڈ یا بحساب اوسط ۷۶۸۰ پاونڈ فی میل ہے۔ کام دونون سرون پر سے شروع کر دیا گیا ہے اور کچہ میل سڑک جلدی سے ولاڈی واسٹاک مین تیار کر دی گئی تہی تاکہ سنہ ۱۸۹۱ع کے موسم گرما مین ولیعہد روس رسم افتتاح ادا کر سکے۔

دونون ریلون کا مقام اتصال ادسک قرار دیا گیا ہے۔ خود ماوراالنہر مین ریلوے کی ایک نئی شاخ کے قیام کے متعلق آج کل تذکرہ ہو رہا ہے جو کاری بنت سے جو دریائے تجند کے کنارے واقع ہے۔ سرخس تک جائے گی۔ اس شاخ کے قایم کرنے سے روس اسی میل اور ہرات کے قریب پہونچ جائے گا۔

یوروپی روس مین دوسرے سلسلہ ہاے ریلوے کی توسیع

روپ پر جہان قاف کی ریلوے ماورا النہری ریلوے کا لازمی نتیجہ اور تکملہ ہے نظر ڈالنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ تاخیر و توقف کے بعد لاڈی کارکاس سے پٹرافسک تک کے سلسلہ ریلوے کے قیام کی منظوری زارنے دی ہے[۵۱]۔ گوکہ اس تجویز کے بھی متعدد مدعی ہین کہ ساتھہ ہی پٹرافسک اور زارٹسن کے مابین ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کرکے وسط روس کے سلسلہائے ریلوے اور دریائے والگا کے ساتھہ تعلق قایم کیا جائے۔ معہذا ایک جماعت اس غرض سے مامور کیگئی ہے کہ موقعہ کے معائنہ اور دیگر حالات پر نظر غائر ڈالکر اس امر کی نسبت رپورٹ پیش کرے کہ آیا لاڈی کادکاس یا کسی اور قریب کے مقام سے ایک ایسی سرنگ کھودی

---

۵۱ یہ سلسلہ ۱۶۰ میل لمبا ہوگا اور اس کی لاگت کا تخمینہ ۱۲۰۰۰۰۰ پاونڈ کیا گیا ہے روس کے موازنہ مال مین جو ۱۸۹۱ء کے متعلق ہے ایک لاکھہ پاونڈ کی رقم کی گنجایش تعمیر کے مصارف ابتدائی کے لئے رکھی گئی ہے اسکے علاوہ ایک اور شاخ کے قیام کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے جو پٹرافسک سے باکو تک جائیگی اور طول مین ۲۴۰ میل ہوگی۔

جانی ممکن ہے جو سلسلہ کوہ قاف کے بطن مین سے گزر کر کسی اسٹیشن پر جو باطوم و طفلس کی لائن پر واقع ہو جانکلے[۱]۔ اسکے علاوہ آذجی کابل کے اسٹیشن سے جو اوس سلسلہ ریلوے پر واقع ہے جو باطوم اور باکو کے مابین قایم ہے آستارا واقع سرحد فارس تک بھی ایک جدید سلسلۂ ریلوے قایم کرنے کی تجویز ہے اور اسکی پیمایش بھی ہو رہی ہے۔ ان تمام سلسلہائے ریلوے کی تیاری جو ایک ساتھ عمل مین لائی جارہی ہے اس امر کی شاہد ہے کہ روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ اور بحیرہ اخضر کو ریل کے ذریعہ سے ملادینے مین نہایت دور اندیشی سے کام لیا ہے کیونکہ بحیرہ اخضر کے مشرق کی طرف اگر کبھی کسی فوجی کارروائی کا موقعہ آپڑا تو اوسکے لئے کمک اور سامان رسد بہم پہونچانے کے لیے لازمی طور پر مغرب کی سمت سے ہی بتمامہ استمداد کرنی پڑیگی۔

ماوراء النہر مین روسیون کی اخلاقی حالت

ماوراء النہر سے مین نے اخبار "ٹائمس" کو حسب ذیل تحریر بھیجی تھی:-

یہ بات متواتر میرے سننے مین آئی ہے کہ ماوراء النہر مین جو روسی فوج مقیم ہے اوسمین سازش۔ اوباشی۔ شرابخواری۔ قماربازی اور دوسری طرح طرح کی بدکرداریان پھیلی ہوئی

[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی لائن ریل کی شاہراہ سے کسی ایسے اسٹیشن سے جو لاڈی کاوکاس کے جانب شمال واقع ہوگا شروع ہوکر درہ رکی مین سے ہوکر سلسلہ کوہ قاف کو طے کرتی ہوئی ایک سرنگ مین سے جسکا طول پانچ میں سے کم ہوگا گزرے گی اور ۱۴۳ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوری کے اسٹیشن پر جو طفلس ریلوے پر واقع ہے جانکلے گی۔ لیکن اسپر لاگت بے انتہا آئے گی۔

ہین جنکی گورنمنٹ روس کو خبر نہین - ان روایات کا جیسے درپئے ثبوت ہین آنا اور ساتھ ہی
اونکا تناقض سے مبرا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان مین ضرور بہت کچھ صدق پایا جاتا ہوگا -
جو نوجوان یوروپی روس مین بے احتیاطیون کے مرتکب ہوتے ہین یا اوباشی مین
اپنا روپیہ ضایع کردیتے ہین یا اور بری عادات اختیار کرتے ہین اونہین گورنمنٹ روس
بطور کفارۂ ذنوب وسط روس مین کچھ عرصہ کے لئے جلا وطن کردیتی ہے تاکہ وہان اونکی
اخلاقی حالت کی اصلاح ہوجاے - لیکن یہ خیال نہین کیا جاتا کہ اس کالے پانی مین زندگی
کا دوبھر ہونا بجاے اسکے کہ قدیم جرم کے ارتکاب مکرر کو مانع آئے اور اولٹا اوسکا سعین
ومحرک ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ وسط ایشیا کی ہر ایک روسی فوجی چھاونی مین ہیرم کشی -
عیب جوئی اور لگاوٹ کا بازار خوب گرم رہتا ہے - کوئی ذی امتیاز شخص ایسا نہین جسکے دشمنون
کا ایک جم غفیر موجود نہ ہو جنکا یہی کام ہے کہ اوسکی تخریب اور بربادی مین کوئی دقیقہ اوٹھا
نہ رکھین - پابندی ضوابط کا نمایشی ہلچہ بے قناعتی بدباطنی اور بدکرداری مزمن پرچھایا ہوا
نظر آتا ہے - اسمین شک نہین کہ اس سرزمین کی جانفرسا آب وہوا اور یہان کا نفرت انگیز
طرز زندگی ان خرابیون کا بہت بڑا باعث ہے - مگر اس موقعہ پر سوال یہ پیش آتا ہے کہ
جس سلطنت نے اپنی حالت وسط ایشیا مین ایسی بنا رکھی ہے آیا اخلاقی لحاظ سے
اوس کے تفوق کا قایم رہنا قرین احتمال ہے اور کہین ایسا تو نہ ہوگا کہ جب وہ اپنی قوت کو
کسی دشمن کے خلاف عمل مین لائے تو اوسے معلوم ہو کہ ایک کہنہ ناسور نے اوس مین
ضعف پیدا کردیا ہے اور بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد ، والا مضمون ہو -

انتظامی تبدیلیان


امکان ہے کہ میری یہ تحریر جو مین نے بے سوچے سمجھے قلمبند نہین کی تہی روسیون کو ناگوار گذری ہوگی لیکن اوسکا حق بجانب ہونا تہوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت ہوگیا کیونکہ ابھی چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تہے کہ عیب جیتی - غلط کاری اور فتنہ پردازی کا ایک ایسا طوفان برپا ہوا کہ ماوراء النہر کی فوجی سوسائٹی کو اوسنے بیخ و بن سے ہلا ڈالا اور اوس وقت تک نہ تھما جب تک کہ وہان کے عہدہ دارون کو بدلکر اونکی جگہ نئے اومی از سر نو مقرر نہین کئے گئے۔ نفس واقعہ کو جو غیر خوش آیند ہے یہان درج کرنے سے مین احتراز کرتا ہون۔ لیکن اس کل شورش کا ماحصل یہ ہوا کہ جرنیل ڈروپکین اب جرنیل کامروف کی جگہہ ماوراء النہر کا گورنر جنرل ہے اور کرنیل علی خانوف جو مرو مین ایک ذمہ داری کی خدمت پر مامور تھا وہان سے علیحدہ کرکے قاف مین بہیجدیا گیا ہے۔ اسکے ساتھہ ہی فاضل اکمل موسیو چاریکاف کی جگہ جو دربار بخارا مین روس کیطرف سے بطور سفیر کے متعین تہا میرے دوست موسیو لیسار کا تقرر ہوا ہے جو مسئلہ تصفیہ سرحد افغانستان کے متعلق سند شہرت حاصل کرچکا ہے اور حال ہی مین روس کی طرف سے لورپول مین قونسل جنرل تہا۔ مشرق کی سمت مین اگر نگاہ دوڑائی جائے تو جرنیل روز نباش تاشقند کا گورنر جنرل نظر نہین آتا۔ بلکہ بجائے اوسکے جرنیل وروسکی جو سابق مین اڈیسہ مین پولیس کا افسر اعلی تہا مقرر ہوا ہے۔ - جرنیل انیکاف بھی اس عالمگیر طوفان کی زد سے نہین بچا لیکن ابھی تک اوسکے الزام لگانے والون کو اوس

پر پورا غلبہ حاصل نہین ہوا۔ [۵۱]

ماوراء النہر کی خود مختاری



تبدیلیان جنکا نتیجہ ہونا لازمی تہا ماوراء النہر کی گورنمنٹ کے از سر نو ترکیب دئے جانیکا باعث ہوئین اور چونکہ ایک عرصہ سے یہ تجویز گورنمنٹ عالیہ کے مرکوز خاطر تہی اس لیئے اسکا انجام کار یہ صورت اختیار کرنا ایک قدرتی امر تہا۔ بتاریخ ۲۹ مارچ ۱۸۹۰ء سینٹ پیٹرزبرگ مین یہ سرکاری فرمان صادر ہوا کہ ماوراء النہر کے نظم و نسق کے لیئے علیحدہ انتظام عمل مین آئے۔ چنانچہ اس تاریخ سے باستثناء بعض خاص خاص امور کے صوبہ ماوراء النہر انتظامی حیثیت سے گورنمنٹ قاف کے ماتحت نہین رہا بلکہ ایک حد تک ترکستان کی طرح خود مختار ہو گیا ہے اور اوسے یہ اقتدار حاصل ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے فارن آفس (محکمہ خارجہ) سے براہ راست خط و کتابت کرے۔ یہ ایک ایسی تبدیلی ہے جسپر ایک عرصہ سے بحث ہو رہی تہی اور اسکا عمل مین آنا ماوراء النہر کے روز افزون سیاسی امتیاز اور قدر و قیمت کی وجہ سے حق بجانب ہے۔ اس کے ساتھہ ہی مرو کے چارون خان جنکا ذکر مین نے اپنی سابق کی تصنیف مین کیا ہے اون انتظامی اقتدارات سے جو اونکو اپنے جرگون کے متعلق حاصل تہے محروم کر دیئے گئے ہین لیکن ایک سو بیس پاونڈ سالانہ کا وظیفہ عمر بہر کے لیئے اون کی ذات

[۵۱] ماہ مارچ ۱۸۹۱ء مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ جرنیل اننیکاف ریلوے کے ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے ماوراء النہر واپس نہین آئیگا کیونکہ یہ صیغہ جرنیل کروپٹکن کے تفویض کیا گیا ہے۔

کے لئے بدستور قایم ہے۔ اس سے زیادہ قوی ثبوت اوس کامیابی کا اور کیا ملسکتا ہی جو روس کو مفتوح ترکمانون کے باہمی قومی تعلقات اور رسوم و رواجات کے قدیم اثر کو مٹا دینے مین حاصل ہوئی۔ یہ وہی ترکمان ہین جو روس سال سے کچھ ہی مدت پہلے جان توڑ کر روسیون سے لڑے تھے اور اب وہی ہین کہ اپنے فاتحون کی غلامی کا دم رضا و عجز سے بھرتے ہین۔

جنرل کروپٹکن

ماوراء النہر کے نظم و نسق کی تجدید سے بھی زیادہ معنی خیز اگر کوئی شے ہے تو وہ اس صوبہ کے نئے گورنر کا تشخص اور سیرت ہے۔ ایک امن پسند اور غیر جنگجو عالم کے بجائے جسے کیڑون مکوڑون کی علمی تقسیم مین اپنی فوج کا معائنہ کرنے سے زیادہ لطف حاصل ہوتا تھا اب ماوراء النہر کا گورنر ایک ایسا شخص ہے جو اسکابیلف کا دست و بازو اور گویا اوسی کے قالب مین ایک دوسرا شخص ہے۔ اس سے گورنر کا نام جنرل کروپٹکن ہے اور فن سپہ گری مین اوسکا شمار وسط روس مین طبقہ اعلی مین ہوتا ہے۔ کروپٹکن ۱۸۴۸ء مین پیدا ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین فوج ترکستان مین بھرتی ہوا اور محاصرہ و فتح سمرقند کے موقعہ پر وہ موجود تھا۔ ۱۸۷۴ء مین اسٹاف کالج کے امتحان مین سب سے اول نکلکر وہ ایک سال تک الجزائر مین رہا جہان فرانسیسون کے ساتھ شریک ہوکر وہ مہم صحرائے اعظم مین گیا اور اس معرکہ کے متعلق اوس نے اپنی پہلی تصنیف لکھی۔ اسکے بعد وہ وسط ایشیا کو واپس آیا اور جنگ توقند مین اسکابیلف کے ساتھ رہا۔ اس

لڑائی مین وہ زخمی بھی ہوا جسکے صلہ مین اوسکو تمغہ صلیب سینٹ جارج عطا ہوا۔ ۱۸۷۶ء مین
وہ ایک خاص سفارت پر یعقوب بیگ والی کاشغر کے ساتھہ ایک معاہدہ قایم کرنیکے
لئے بھیجا گیا۔ اس سے روسیونکا مقصد اوس انگریزی سفارت کے اثر کا زایل کرنا تہا
جو بہ سرکردگی فارستھہ کاشغر کو روانہ کی گئی تہی۔ اسپر کروپٹکن نے اپنی دوسری کتاب
لکھی۔ جنگ روم و روس مین وہ اسکابیلف کے اسٹاف کا صدر تھا اور جب جنگ
ختم ہوئی تو وہ جنرل اسٹاف کے ایشیائی حصہ کا افسر اعلی مقرر ہوا۔ اسی زمانہ مین اوسنے
اس جنگ پر ایک تیسری کتاب لکھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوس نے فوج ترکستانی کی سپہ سالاری
کے عہدہ پر مامور ہوکر پھر وسط ایشیا کو مراجعت کی اور سال آیندہ اپنی فوج کا کچھہ حصہ لیکر
وہ یلغار کے ساتھہ صحرائے ترکستان کو طے کرتا ہوا اسکابیلف سے گیاک تپی پر جا ملا اور
عین وقت پر پہونچکر فوج کے تین دستون مین سے ایک کے ساتھہ اوسنے غنیم پر حملہ
کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک وہ سینٹ پیٹرس برگ کے صیغہ جنگ مین وسط ایشیا
کے تمام انتظامی مسائل متعلقہ فن تدبیر ملکی و سپہ گری مین بطور مشیر خاص کے رہا ہے اور
اب عین جوانی کے عالم مین ایک ایسے حصہ ملک کا کارفرما ہوکر آتا ہے جسکے حالات
اوسکو کسی دوسرے روسی جرنیل کے مقابلہ مین زیادہ معلوم ہین۔ فن سپہ گری کے متعلق
اوسکی قابلیت اور اوس کی مانی ہوئی بہادری اور جرارت ایسی چیزین ہین جن سے اوسکا
تقرر نہایت نتیجہ خیز ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ امر بھی نظر انداز نہین ہوسکتا کہ صیغہ راز
کی وہ مشہور یادداشت اوسی کی مرتب کی ہوئی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہندوستان

پر روس کیونکر حملہ کر سکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ روس کے تمامی اہل سیف کو اس یادداشت کی نسبت عام طور سے یہ خیال ہے کہ اس مین روس کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی سب سے زیادہ خیرخواہانہ اور عملی تجویز مندرج ہے۔ اس کا ذکر مین آگے چل کر کرون گا۔

جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنی قابلیتون کا پورا ثبوت دیا (۱۸۹۱ء) اور ماوراء النہر کی اب صورت ہی کچھ اور ہے۔ جدھر دیکھو فوجی مشقون اور فوجی نقل وحرکت کے سوائے اور کچھ نظر نہین آتا۔ جرنیل موصوف کی تنخواہ چودہ سو پاؤنڈ سالانہ ہے اور آٹھ سو پاؤنڈ بطور لوازم اعزازی کے اوسے ملتے ہین گویا کہ کامروف کے مقابلہ مین اوسے چھہ سو پاؤنڈ کم دئے جاتے ہین جسکی تنخواہ بقدر اس مقدار کے زیادہ تھی موسو لیبا شاید کسی دوسرے زندہ روسی کے مقابلہ مین وسط ایشیائی اور سرحدی مسائل پر انگریزی اور روسی پہلو سے زیادہ تجربہ کے ساتھہ حاوی ہے جرنیل وروسکی کا میلان جنگ کی طرف زیادہ ہے۔ حالانکہ جرنیل روزنباش جسکی جگہ وہ مقرر ہوا ہے ایک صلح پسند شخص تھا پس ان تین تقررات کے ایک ساتھہ عمل مین آنے سے انگریزون کو اس امر کا یقین ہونا چاہئے کہ گو وسط ایشیا کے سیاسی مسئلہ پر عنقریب جنگی کشاکش کا اثر نہ پڑے تاہم اس سرزمین مین روس کی اغراض ومقاصد کی نگہداشت غیر معمولی تقید اور جانفشانی سے کی جائیگی۔ اس تحریر کے قلمبند کر چکنے کے بعد مین نے سنا ہے کہ جرنیل کروپٹکن نے آتے ہی اپنے رجحان طبیعت کا عملی ثبوت دیا ہے یعنی ماوراء النہر کی گورنری کی خدمت کا جایزہ لیتے ہی اوسنے اپنے صوبہ سے تمام ممالک غیر کے لوگون کے اخراج کا حکم دیدیا ہے اور اس مین وہ انگریز

بھی شریک تھا جسکا مین پیشتر ذکر کر چکا ہون۔

وسط ایشیا مین روسی طاقت کا اجتماع

اس بات کو ہم نظر انداز نہین کر سکتے کہ روس نہایت دور اندیشی اور عاقبت شناسی سے کام لیکر اپنے نئے ممالک محروسہ مین باقاعدہ طور سے اپنی طاقت کو بڑہانے کے لئے امن واطمینان کے موجودہ زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے نئی فتوحات مین اوسے اپنی طاقت سے غیر معمولی کام لینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عارضی طور پر اوسکی قوت مین فتور آگیا۔ ۱۸۸۵ء کے نازک وقت مین روس حملہ کیلئے ہم سے بھی کم تیار تھا۔ لیکن اس پانچ سال کے عرصہ مین روس نے بہت بڑی ترقی کی ہے جسکی قدر وقیمت کا اندازہ کافی طور پر لگایا نہین جا سکتا۔ اور جو بڑے بڑے اصلاحی کام اوسنے اختیار کئے ہین۔ اون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی امیدین اور آرزوئین ابھی تکمیل کے منتہا سے کوسون دور ہین۔ روس کے اس زمانہ کی اصلاحات وترقیات پر جو بحیرہ اسود سے لیکر دریائے جیحون تک عمل مین آئین جب ہم نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ سورم کی سرنگ کے کہودے جانے سے ٹرینسکاکیشین (آن روے قاف) ریلوے کی سودمندی بہت کچھ بڑہ گئی ہے۔ قاف کے شمال سے طفلس کے جنوب یا پیٹرافسک واقع ساحل بحیرہ اخضر تک جدید سلسلہ جات ریلوے کے قیام کی تجاویز درپیش ہین بحیرہ اخضر کے جہازون کے بیڑہ مین بہ تدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ریلوے کا منتہا بدل کر کراسنوواڈسک قرار دیا گیا ہے۔ ماوراءالنہر کے سلسلہ ریلوے پر گاڑیون

کی تعداد بڑہادی گئی ہے اور اوسے بہت کچھ ترقی دیگئی ہے - ماوراءالنہر کی گورنمنٹ کو آزادانہ حکومت عطا کیگئی ہے اور ترکمانون کے قومی رابطہ اتحاد کو اور زیادہ توڑدیا گیا ہے - مرو - دریاے آمو - کرکی اور دیگر مقامات مین نئی فوجی بارکین تیار کیگئی ہین اور مختلف مقامات علی الخصوص شیخ جنید متصل کرکی واقع سرحد افغانستان مین فوجی چہاونیان قایم کیگئی ہین - روسی افسرون اور خفیہ کمیشن یافتہ افسرون کا تقرر فوج بخارا مُلا مین کیا گیا ہے[ل] - اور مرخس اور تاشقند تک ریل کے بڑہانے کی تجویز پیش نظر ہے - ان مین سے ہر ایک کارروائی بجاے خود اہم اور نتیجہ خیز ہے لیکن اگر یہ سب ملکر ایک ساتہہ عمل مین لائی گئین اور کوئی وجہ نہین کہ یہ باور نہ کیا جاے کہ عنقریب ایسا ہی ہوگا تو روس کی طاقت سنہ ۱۸۸۵ء کے مقابلہ مین بے انتہا بڑہ جائیگی - اسکے ساتہہ ہی روس نے اپنی ایشیائی رعایا کے لیے روسی مدرسون مین تعلیم پانا لازمی کردیا ہے اور ماوراءالنہر مین پروانہ راہداری کے اوس طریقہ کو جو یورپی روس مین رایج ہے تفتیش کے ساتہہ جاری کیا ہے - اگر ہم نہ سمجہین کہ روس پانچسو میل کے فاصلہ پر سے پہلانگ جائیگا جو نقشہ مین افغانستان کے نام سے درج ہے اور جو کچہہ اس پراسرار خطہ فاصل کے ہندوستانی پہلو پر ہورہا ہے اوسپر نظر دوڑائین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمین بہی اپنی جانب ویسا ہی اطمینان ہے جتنا روسیون کو اپنی طرف - دونون طرف جنگی تیاریان ہورہی ہین - لیکن جنگی تیاریون کا نتیجہ بالعموم تطویل امن ہوا کرتا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ دو ملک جنہون نے لڑائی کے لئے برابر کی تیاری کی

ل اسکا اعلان جنوری سنہ ۱۸۹۱ء کے ماسکو گزٹ مین ہوا -

ہو اون مین لڑائی چھڑنے کا اتنا احتمال نہین ہوتا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جو جنگ کے لئے ٹھیک طور سے تیار نہ ہون یا جتنا کہ ایسے دو ملکون مین جن مین سے ایک نے زیادہ تیاری کی ہو اور دوسرے نے کم اور اول الذکر ثانی الذکر کی کمزوری سے فائدہ اوٹھانے کا دل سے آرزومند ہو۔

زمانہ آیندہ

اگر مجھ سے اسوقت سوال کیا جائے کہ وسط ایشیا کا عنقریب کیا سیاسی حشر ہونے والا ہے (کیونکہ کوئی ایسی پیشین گوئی کرنی جو زمانہ دراز سے تعلق رکھتی ہو لغو محض ہوگی) تو مین یہ جواب دونگا کہ آثار اور شگون تو ابھی تک امن ہی کے ہین[۱۵]۔ زمانہ فریقین کے ذہن مین یہ بات متمکن کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اگر انگلستان اور روس مین لڑائی ہوئی تو وہ کسی مختصر سے رقبہ یا تھوڑی سی مدت تک محدود نہ ہوگی بلکہ اوسکے نتائج نہایت وسیع ہونگے جنکی نسبت کوئی شخص پیش بندی نہین کرسکتا۔ موجودہ زار کی امن پسندی تو مشہور ہے اور اوس کی طبع کا یہ رجحان اس مسئلہ کے تصفیہ کا جزو اعظم ہے مگر روسی سوسائٹی کی پریشان حالت کو مدنظر رکھکر اسپر زیادہ وثوق کے ساتھ بھروسا کرنا سلامت روی کے اصول کے خلاف ہوگا۔ البتہ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ ولیعہد روس جنھون نے

۱۵ یہ مسودہ مطبع کو چھپنے کے لئے جا رہا ہے کہ ہمارے سننے مین یہ دل ہلا دینے والی خبر آئی کہ روس پامیر اور دوسرے مقامات کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک زیادہ تشویش ناک زمانہ ہمارے دیکھنے مین آئے۔

حال مین ملکہ معظمہ کی سلطنت ہند کا سفر کیا ہے اپنے والد ماجد کی طبیعت میراث مین پائی ہے گے۔ افغانستان اب بھی گذشتہ پچاس سال کی طرح اس قفل کی کلید ہے۔ اگر روس اپنے عہد پر ثابت قدم رہا اور اوسنے اپنے ہمسایون کی حدود مین مداخلت نہ کی تو کچھ شک نہیں کہ روس کا سک اور ہندوستانی سپاہی باوجود دوری کے ایک دوسرے کے دوست رہ سکتے ہین۔



پانچوان باب

عاشق آباد سے کوچان تک کا سفر

وحشیان جنگجو غارتگران تند خو   آئے نیشاپور کے فیروزہ زا کہسار سے

دخراسان کا نقاب پوش مدعی نبوت مئا مورہ

ورود بہ عاشق آباد

عاشق آباد کے اسٹیشن پر ایک ایرانی نوکر مجھے ملا جسے کرنیل اسٹوارٹ نے ازراہ عنایت مشہد کے انگریزی قونصل خانہ سے میری آسایش کیلئے بہیجدیا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنیل موصوف نے میرے لیئے خیمہ وخرگاہ اور نوکر چاکر وغیرہ بھی روانہ کیئے ہین مگر وہ سرحد ایران پر عاشق آباد سے تیئس میل کے فاصلہ پر مجھے ملین گے چونکہ روسی حکام متعینہ مشہد انگریزی رعایائے مقیم ایران کو سرحد سے گزر کر روسی ماوراء النہرین داخل ہونے کی اجازت دینے مین پس وپیش کرتے ہین لہذا یہ لوگ جو سفر آیندہ مین میرے ہمراہ رہنے والے تھے مجھہ سے عاشق آباد مین مل نہین سکے۔ البتہ ایرانی سے یہ ممانعت متعلق نہ تھی اور اسلیئے وہ اس غرض سے میرے پاس بہیجدیا گیا تھا کہ مجھے میرے کیمپ تک جو سرحد ایران پر میرا انتظار کر رہا تھا پہونچادے۔ لیکن شومی قسمت سے یہ حالت تھی کہ

نہ میں سمجھوں زبان اوس کی نہ وہ سمجھے زبان میری

اور ایسا شخص ملنا مشکل تھا جو ترجمانی کا کام دیسکے۔ غرضکہ مین گاڑی مین سوار ہوکر گرد و غبار کی دم گھوٹنے والی بادلوں مین سے گزرتا ہوا گورنر جنرل کے مکان کو گیا۔ لیکن وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ جرنیل کامروف مجھ سے ایک دن پہلے عاشق آباد سے جا چکے تھے اور اس سے مجھے اون کی گذشتہ سال کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکا۔ اسکے بعد مین اونکے قایم مقام سے جا کر ملا مگر چونکہ ان صاحب کو میرے متعلق کوئی ہدایت نہین پہونچی تھی لہذا اُنھون نے یہ ظاہر کیا کہ وہ سینٹ پیٹرسبرگ سے بذریعہ تار ہدایت حاصل کرین گے۔ اور مجھ سے کہا کہ اوسوقت تک آپ عاشق آباد کی سیر سے اپنا دل بہلائیے۔ چونکہ مجھے سابق کے تجربہ سے معلوم تھا کہ عاشق آباد کے مناظر ایسے دلفریب نہین کہ باعث تفریح طبع ہوسکین۔ کیونکہ سوائے ایک معمولی سے دیسی بازار۔ چند روسی دکانون۔ روسی دیوانی اور فوجی عہدہ دارون کے مکانات اور فوجی چھاونیون کے سوا جو ایک کف دست اور غیر خوش آیند صحرا پر واقع ہین اور ہمیشہ گرد و غبار[۱] کے ایک بگولے مین لپٹی رہتی ہین۔ وہان کی کوئی چیز قابل دید نہ تھی۔ لہذا مین نے اس دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور

[۱] ۱۸۸۱ء مین جب روسیون نے ماوراءالنہر پر حملہ کیا تو عاشق آباد ایک ترکمانی بستی تھی جس مین پانچ سو گھر آباد تھے۔ روسی دارالحکومت ہوجانے پر اسکی حالت بہت جلد بدل گئی اور اس کی حدود بہت وسیع ہوگئین۔ ۱۸۸۴ء مین اس کی آبادی [illegible] تھی۔ ۱۸۸۶ء مین فوج کو نکالکر اس کی آبادی دس ہزار ہوگئی۔ اوس زمانہ کے بعد سے لیکر اب تک یہان کی آبادی دس ہزار سے کبھی زیادہ رہی ہے۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ مین فوراً ہی یہان سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون - کیونکہ میری اتاشی گیری عاشق آباد کے فوجی موقع کے متعلق ... نے کر ... سے تعلق نہ رکھتی تھی لہذا مجھے روانگی کی اجازت دے دی گئی - لیکن نہ تو مجھے کوئی مدد دیگئی اور نہ کوئی مدد پیش ہی کی گئی حالانکہ اس وقت مین اپنے انتظام سفر کی دقتون کے رفع کرنے کے متعلق اعانت کا بہت کچھ محتاج تھا - بات اصل مین یون ہے کہ روسی فوجی حکام انگریزون کا عاشق آباد مین آنا پسند نہین کرتے اور متعدد مرتبہ اونہون نے ایسے مواقع پر ایسی بے رخی اور کج اخلاقی ظاہر کی ہے جو روسیون جیسی خلیق قوم مین شاذونادر ہی دیکھنے مین آتی ہے -

روانگی بجانب سرحد

آخر کار دو شخصون کی ترجمانی کے واسطے سے مجھے اپنے ایرانی ملازم کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا اور اپنے سامان کو از سر نو ترتیب دینے اور اوسے خچرون پر لادنے مین چند گھنٹے صرف کرنے کے بعد غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے مین عاشق آباد سے رخصت ہوا - میرا ارادہ یہ تھا کہ دامن کوہ تک تو درو شکی[۱] مین سوار ہو کر جاؤن اور وہان سے گھوڑے پر جسے ایرانی اپنے ساتھ لایا تھا سوار ہو کر باقی کا فاصلہ طے کر کے کیمپ تک پہونچ جاؤن - لیکن چونکہ ہماری گفتگو کے سلسلہ مین ضرورت سے زیادہ حلقے تھے اس لئے کچھ غلط فہمی سی واقع ہو گئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ میرا سامان تو رات بھر مارا مارا پھرا اور کہین دوسری صبح کو جاکر ملا اور ایرانی کو پندرہ میل پیدل چلنا پڑا اور مجھے بسواری اسپ

۱ه درو شکی ایک قسم کی گاڑی کا نام ہے - مترجم -

تن تنہا آدہی رات کے وقت سرحد کی طرف جانا پڑا۔ جہان پھو نچکر مین اندہیرے مین بھٹکتا رہا یہان تک کہ حسن اتفاق سے رات کے ایک بجے کے قریب مجھے ایک خیمہ گاہ کا نشان مل گیا۔

عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک کی تیاری

جس سڑک پر مین نے سفر کیا اور جسکا حال مین اب بیان کرنیوالا ہون اوسے بہت بڑا امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے روس کو خراسان کے دل بہلانے والے صوبے مین داخل ہونے کا ایک نیا بنایا راستہ مل جاتا ہے۔ ترکمانون کو ۱۸۸۱ء مین مسخر کرنے کے بعد اوس نے فوراً ہی یہ کارروائی شروع کی کہ سرحد ایران پر اپنی طاقت کو مستحکم کرے اور اوس تفوق سے فائدہ اوٹھائے جو فتوحات کے باعث اوسے اپنے کمزور اور ڈرپوک جنوبی ہمسایہ پر حاصل ہوگیا تھا۔ اصول فن حرب کے لحاظ سے تو روس کو پہلے ہی وہ تفوق حاصل ہو چکا تھا جسکے کفیل اوسکے جدید ممالک مفتوحہ تھے۔ اور ایک سرحدی معاہدہ کی روسے جو ان فتوحات کے بعد روس اور ایران کے درمیان قرار پایا۔ روس نہ صرف قلہائے کوہ پر مسلط ہوگیا بلکہ خاص خاص ذرایع آبرسانی[۵۱] اوس کے قابو مین آگئے اور اسطرح تفوق مسطور اور بھی زیادہ ارفع ہوگیا۔ جرنیل انینکاف کی ریلوے کے قیام نے روس کی تجارتی فوقیت کو بھی یقینیات مین داخل کردیا ہے بشرطیکہ روس کا تجارتی مال بہ حفاظت و سہولیت سرحد سے گزر سکے۔ ترکمان اٹک (اٹک سے مراد دامن کوہ ہے)

[۵۱] کتاب "رشیان سنٹرل ایشیا" (وسط ایشیا مین روس کا طرز عمل) این انکی فہرست بطور ضمیمہ کے چھپ چکی ہے۔

اور خراسان کے درمیان کوئی اچھی سڑک موجود نہ تھی اور جو تھی بھی وہ سرحدی اقوام کی وحشیانہ اور خونریز چپقلشون کی وجہ سے قریبا مسدود ہوگئی تھی - چنانچہ روسیون نے ایک جدید محفوظ اور سیدھا راستہ نکالنے کی غرض سے عاشق آباد سے سرحد ایران تک ایک فوجی سڑک بنانی شروع کی اور ایرانی اس امر پر رضامند ہوگئے کہ وہ اپنی سرحد کی طرف ایک اسی طرح کی سڑک تیار کرین گے جو روسی سڑک سے جا ملیگی اور بالآخر عاشق آباد کو ایک شاہراہ کے واسطے سے جس پر گاڑی چل سکیگی کوچان اور مشہد سے ملا دیگی - اس سڑک کے ایرانی حصہ کی تیاری جرنیل گستیجر خان آسٹریا کے ایک انجنیر افسر کے سپرد کیگئی جو شاہ کا ملازم ہے ۱۸۸۸ء کے اختتام سے پہلے سڑک کا روسی حصہ جو طول مین تقریباً ۳۰ میل تھا سرحد تک پہونچ چکا تھا لیکن یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایرانی حصہ ابھی شروع بھی نہین ہوا تھا اور نہ اوسکے آغاز و انجام کے آثار ہی نظر آتے تھے - ایک تو اس تاخیر و درنگ نے روس کو برہم کیا اور دوسرے وہ فواید اوسکی برافروختگی کا باعث ہوئی جو اوسکے خیال مین برطانیہ کلان کو ۱۸۸۸ء مین رعایتی حقوق متعلقہ قارون کے حصول مین ایران سے پہونچے تھے - ان دونون امور سے متاثر ہوکر روس نے دربار ایران پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ایک مخفیہ معاہدہ کی شرایط مین جسکا راز اب طشت از بام ہوچکا ہے اس شرط کے منوانے پر بھی اصرار کیا کہ ایران فوراً عاشق آباد سے کوچان تک کی سڑک تیار کر دے - شاہ کجکلاہ کو یہ تقاضا مرغوب نہ تھا مگر سوا تسلیم کے اور کیا چارہ تھا - اونھین جبراً و قہراً روس کی بات ماننی پڑی چنانچہ جرنیل گستیجر خان اپنی خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا کیونکہ

اوسکی نسبت یہ مشہور ہوا تھا کہ خراسان کے گورنر جنرل کے ساتھ اوسکا تنازعہ ہو گیا ہے اور خفیہ طور پر وہ روسیون کے ساتھ خط وکتابت کرتا ہوا پایا گیا ہے۔ اور سڑک تیاری کا ٹھیکہ مشہد کے ملک التجار کو دیا گیا جس نے ایک سال کے عرصہ مین تیرہ ہزار پاؤنڈ کی لاگت سے کام تیار کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے معاوضہ مین ملک التجار موصوف کو تمام مسافرخانون اور کنوؤن کے حقوق جو اس سڑک سے متعلق ہونگے مل گئے اور اسکے علاوہ تمام سڑک پر محصول وصول کرنیکا حق بھی حاصل ہو گیا۔ القصہ جب مین نے اس سڑک پر ماہ اکتوبر ۱۸۸۹ء کے شروع مین سفر کیا تو صورت حالات یہ تھی جو اوپر بیان ہوئی۔

اس سڑک کا روسی حصہ

عشق آباد سے شروع ہو کر یہ سڑک جنوب کیطرف میدان مین سے ہوتی ہوئی پہاڑون کی طرف جاتی ہے۔ عرض اس کا ہر جگہ برابر ہے یعنی ۲۵ فیٹ۔ اور اگرچہ عشق آباد کے قریب اسمین جابجا گڑھے پڑے ہوئے تھے لیکن آگے جاکر اسکے ڈھلوان سے ڈھلوان حصہ بھی ایسے ہین کہ توپخانہ بآسانی اوس پر گزر سکتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے یہ سڑک دامن کوہ مین پہونچتی ہے اور وہان سے ایک بغلی وادی کو جو سلسلہ کوہ کوپت داغ کے محور کے متوازی ہے چکر کاٹتی ہوئی قطع کرتی ہے اسکے بعد چڑھاؤ شروع ہوتا ہے اور سڑک لہراتی اور پہاڑ کے پہلوؤن پر چڑھتی ہوئی پندرہوین میل پر ایک تنگ کوہستانی درہ مین داخل ہوتی ہے جسکی تہ مین ایک سیل کی پتھریلی گزرگاہ ہے۔ جب نا یہان سے گزرا تو یہ نالا خشک تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس زمانہ مین برف

[illegible] ہوگی یا [illegible] کا پتہ ہوگا تو [illegible] روسی [illegible] کے ساتھ [illegible] ہوگا [illegible] سے گذرتے [illegible] مقامات [illegible] ہے [illegible] پہلے [illegible] ساحل [illegible] ہوگا [illegible] ٹوٹ چکا ہے اور [illegible] گیا [illegible] مقصود نہیں اس لئے [illegible] ہے اس کے بعد پچاسویں میل کے قریب [illegible] وادی میں داخل ہوتا ہے [illegible] اسٹیشن کا روسی گاؤں [illegible] رہتے ہیں [illegible] جو ہر زمانہ [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] ایک میل کے فاصلہ پر مسافر خانہ [illegible] ہے جو روسی اور ایرانی [illegible] ہے ۔ اگرچہ عاشق آباد میں [illegible] افسر سے مجھے ایک حکم نامہ دیا تھا کہ اگر راستہ میں کوئی روسی سپاہی [illegible] تو [illegible] اور [illegible] کوئی [illegible] سپاہی [illegible] روس کی [illegible] شمالی سرحد کے اس حصہ پر پہرہ مقرر کر[illegible] کی ضرورت [illegible] نہیں آئی [illegible] ایران کی طرف سے کسی [illegible] کا عمل میں آنا تو خارج از بحث ہے [illegible] دونوں کے سوائے دوسری طرف کوئی اور شخص جاتا نہیں [illegible] سڑک کے قریب سرحد سے تھوڑے سے فاصلہ پر میں نے ایک وسیع مستطیل پتھر کی عمارت تیار ہوتے دیکھی جو میرے خیال میں پہرہ کی چوکی اور مسافر خانہ کا

مشترک کام دے گی۔ ایرانی باج گیر جس مین ایک چنگی خانہ واقع ہے جہان عاشق آباد کی طرف سے آنے والے کاروانون پر محصول لیا جاتا ہے کچی مٹی کے جھونپڑون کا ایک چھوٹا سا گاؤن ہے جو سرحد سے قریبًا دو میل کے فاصلہ پر ایک وادی مین پہاڑی کے پہلو سے ملا ہوا واقع ہے یہی وہ مقام تھا جہان مین اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ مین تھامے پا پیادہ حسن اتفاق سے اپنے کیمپ مین آپہونچا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور راستے پر تیوری چڑھائے ہوئے سنگلاخ منظر پر اپنا دلفریب پرتو ڈال رہی تھی اور اسی کی رہنمائی سے منزل مقصود تک میری رسائی ہوئی۔ خاکستری رنگت کی عریان پہاڑیون پر سبزہ نام کو نہ تھا اور پر سوا ایک آدھ قافلہ کے جسکی فریاد جرس البتہ خاموشی کو چھیڑتی ہوئی راہ مین میرے کانون مین پڑی زندگی کی اور کوئی علامت میرے دیکھنے مین نہین آئی۔

سرحدی کوہستان

سلسلہ کوہ کوپین سے اب تک طے کیا تھا اور جسکی چٹانون اور پہاڑیون مین کوچان پہونچنے سے پہلے مجھے اور دو دن صرف کرنے پڑے اور جس کی وحشت زا مشرقی شاخون مین مجھے ابھی اور دس دن بادیہ پیمائی کرنی تھی وہ خود مشرقی شاخ ہے اوس عظیم الشان سلسلہ کوہ البرز کی جو سنگ خارا کی ایک دیو قامت دیوار کی طرح ایران کی پوری شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے سمت غرب مین اس سلسلہ کا تعلق کوہستان قاف کے ساتھ ہے اور روش سے لیکر تیس۳۰ میل کے فصل سے یہ بحیرہ اخضر کے جنوبی ساحل کے سواد کو مستحکم کرتا اور راستہ مین دماوند کی رفیع الشان چوٹی کو جسکا ارتفاع ۱۹۴۰۰

فیٹ سے آسمان کا مدمقابل بناتا ہوا انجام کار تہوڑی دیر کے لئے گرگان کی وادی
مین استر آباد کی دوسری جانب بہ شکل نشیب ستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔
لیکن تازہ دم ہونے سے اس مین اصل قوت پھر عود کر آتی ہے اور یہ اون پیچ در پیچ
کہسارون کی شکل اختیار کرتا ہے جو سلسلہ در سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے پیدل فوج
کی قطارون کیطرح صف آرا ہین اور جنکا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف اوس
درمیانی ضلع مین سے ہوکر گزرتا ہے جو ترکمانی میدانون اور ایران کے بڑے صحرا کے
شمالی دامن کے مابین واقع ہے۔ آگے چلکر ہرات کے قریب غیر صحیح الاسم سلسلہ کوہ
پروپمیس سے جو خود ہندوکش کی مغربی شاخ ہے یہ کوہستان جا ملتا ہے۔ جس کوہستانی
طبقہ سے اسوقت بحث کی جارہی ہے اوس مین پہاڑون کے شمالی سلسلے قرن داغ اور
کوپت داغ کے نام سے مشہور ہین اور وسطی اور بلند تر سلسلہ جو جنوب کی طرف وادی اترک
کا محیط ہے اعلیٰ داغ اور بنالود داغ کے نام سے موسوم ہے۔ ان متوازی سلسلون
کے درمیان جو مرتفع وادیان چھپی ہوئی ہین اون کی بلندی کا اوسط چار ہزار فیٹ ہے اور
جو قلہ ہائے کوہ ان وادیون پر سایہ افگن ہین اونکا ارتفاع آٹھ ہزار سے لیکر گیارہ ہزار
فیٹ تک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فقط خراسان ہی مین ایسی ایسی بلند سولہ چوٹیان
ہین۔ ان کی سنگلاخ عریانی اور سنسانی کا سمان ایسا ہے کہ اس سے زیادہ وحشت انگیز
تصور کسی شے کا ذہن مین نہین آسکتا یہ خاکستری رنگ کے کوہستان جنکے اجزاء ترکیبی چونے
کے پتھر سے مثل کا [illegible] رکھتے ہین اور جو سوائے جونیپر (اپلی) ایک تود [illegible] بوٹی کے کہ وہ بھی

شاداب اور کثیر الوجود نہین سبزہ سے معرا چشمون کی فراوانی سے محروم اور قابل کاشت زمین سے تہی دست ہین ابہی تہوڑا سا سال کی طبقات الارضی سرگزشت غیر مہربان نوازنہ مگر راستبازانہ بیباکی کے ساتھ سنا رہے ہین - آج سے دس سال پہلے ان کسارون مین قتل اور غارتگری کی جو کمین گاہین موجود تہین اونہون نے گویا اوس سرد مہری اور بیرحمی کی آڑ لے رکہی تہی جس سے یہ سنگلاخ طبقہ منقش ہے - ترکمان لٹیرے ان پہاڑون کے وحشت خیز درون مین شعلہ آتش کی طرح لپکتے ہوئے آتے تہے اور شمشیر و تفنگ سے اون گاؤن اور ریوڑون پر آپڑتے تہے جنہون نے اون کی پے درپے غارتگری کے بعد بہی زندہ رہنے کی جسارت کا ارتکاب کیا تہا -

ریل کی سڑک کی تجویز

جب روسیون نے عاشق آباد سے کوچان تک والی سڑک تیار کرنی شروع کی تہی تو بیان کیا گیا تہا کہ اونکا قصد ہے کہ اس سڑک پر آیندہ چلکر ریل یا دخانی ٹرام وے کیلئے لوہے کی پٹری بچہائین تاکہ اسکے ذریعہ سے مشہد پہونچنا آسان ہو جائے لیکن ایک انگریزی افسر محکمہ تعمیرات نے جس نے اس سڑک کا معائنہ کیا ہے مجھہ سے کہا کہ ایسا نہین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴ - ل جونیہ ایک جہاڑی کی شکل کی سا ایہا . بوٹی ہوتی ہے جسکے پتے گاؤزبان کی شکل کے اور پہول گچہون مین ہوتے ہین اس کا پہل جو جہربیری کے بیر کے برابر اور رنگ مین نیلگون ہوتا ہے - وہ سال مین پکتا ہے اور کہانے کے کام ہی آتا ہے - معلوم نہین کہ اس کا اردو یا فارسی نام کیا ہے

مترجم

ہوسکتا کیونکہ پہاڑونکے عبور کرنے مین اس سڑک نے جو چکر کاٹے ہین وہ بحالت موجودہ ایسے ہین کہ دنیا مین کوئی ریل کی سڑک اونکے پیچ وخم کی تاب نہین لاسکتی اور باج گیرہا اور کوچان کے درمیان کی سڑک کے ایرانی حصہ کے بعض موڑون پر بھی یہی قول راست آتا ہے کوچان سے مشہد تک صاف اور ہموار میدان ہے اور اسلئے اِن دونون مقامات کے مابین ریل کی پٹری آسانی سے بچھہ سکتی ہے لیکن ایسی سڑک کے قایم کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا قوی تر احتمال اس امر کا ہے کہ اگر روسیون کو مشہد تک ریل کا لانا مقصود ہے تو وہ سمت مقابل سے لائین گے۔

باج گیرہا سے کوچان تک براہ دربدم دا امام قلی دو چھوٹی چھوٹی منزلین ہین۔ فاصلہ بارہ فرسخ یعنی اندازاً ۴۸ میل بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن ہین نے منزلون کا حساب عاشق آباد سے حسب ذیل کیا ہے۔

عاشق آباد سے باجگیرہا تک	۳۰ میل
باجگیرہا سے ایرانی باجگیرہا تک	۲ میل
ایرانی باجگیرہا سے امام قلی تک	۲۱ میل
امام قلی سے کوچان تک	۲۴ میل

متذکرہ بالا سڑک کا ایرانی حصہ

سرحد ایران اور کوچان کے درمیان اسوقت اونٹ اور خچر کا جو راستہ موجود ہے اوسپر مجوزہ فوجی سڑک پورے طور سے منطبق نہ ہوگی۔ تاقی اللہ کراو غازکی راہ سے

چکر کاٹتی اور جو ڈہلوان یا مشکل مقامات ہین اون سے بچتی اور کترائی ہوئی جائیگی - تاہم راستہ
مین مجھے اس سڑک کے ناتمام حصون سے جابجا گزرنا پڑا - کہین کہین سڑک کا ایک چھوٹا
سا ٹکڑا تیار ہوچکا تھا کہین ابھی صرف داغ بیل لگائی گئی تھی اور کہین مزدور کام کر رہے تھے
مین نے صدہا مزدورون[٥١] کو بارود سے پتھر اڑاتے یا پل تیار کرتے دیکھا - مگر یہ پل ایسی
کمزور تہے کہ غالباً پہلے ہی طوفان مین بہہ جاینگے - ایک جرمن انجنیر اس کام کو زیادہ
اصولی طریقہ پر تیار کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا لیکن تقرر کے ایک ہی مہینے کے بعد
اوسکا انتقال ہوگیا - اب فقط دیسی معمار سڑک تیار کر رہے ہین مگر امید نہین کہ اون کا کام دیرپا ہو
اسکے علاوہ جن مزدورون کو مین نے دیکھا وہ بہت ہی سستی سے کام کر رہے تھے
اور اگر اسطرح سے ملک التجار نے اپنا ٹھیکہ مدت معینہ سے دگنے زمانہ مین بھی ختم
کرلیا تب بھی بڑی تعجب کا مقام ہوگا -

دربدم و امام قلی

موجودہ راستہ باج گیرہا سے جنوبی و مشرقی سمت مین ایک وادی کو قطع کرتا ہوا چھوٹے
ٹیکرون اور گہاٹیون مین سے ہوکر گزرتا ہے جنہین دیکھکر مجھے فلسطین کا وہ سونا اور غیر آباد
قطع زمین یاد آگیا جو یوروشلیم اور سامریہ کے درمیان ملتا ہے - کچھ دور آگے جا کر ہم ایک
تنگ درہ مین داخل ہوئے جو اسقدر ڈہلوان تہا کہ مجھے مجبوراً گھوڑے سے اوتر کر پیدل
چلنا پڑا - دونون طرف پہاڑون کی چوٹیون پر چھوٹے چھوٹے برج عقاب کے آشیانہ

---

[٥١] ایک مزدور کی مزدوری قریباً ۱ ۱/۲ پنس[روزانہ] یومیہ تھی -

کیطرح بنے ہوئے تھے اور پتھر کی ایک بہدی سی دیوار جو درہ کے عرض میں حایل تھی ترکمانی تاخت وتاراج کے اوس زمانہ کی یاد تازہ کرتی تھی جو ابھی تک فراموش نہین ہوا تھا۔ درہ کے ختم ہونے پر ہم ایک چھوٹے سے مدور میدان مین آنکلے جس مین موضع دربدم ایک پہاڑی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہان مین نے پہلی مرتبہ ایک مربع حصار جسکی اونچی اونچی کچی مٹی کی دیوارین تھین اور جسکے ہر زاویہ پر ایک برج تھا دیکھا۔ اسکے بعد جس جس گاؤن مین میرا گزر ہوا اوسی مین اس قسم کے حصار میرے دیکھنے مین آئے۔ بس زمانہ مین ترکمانون کا دور دورہ تھا تو ہر ایک گاؤن مین جو اون کی سرحد سے سو میل کے اندر ہوتا تھا اپنی فوجی قوت کے مستحکم کرنے کے لیے اس طرح کے حصار اونہون نے بنوائے تھے۔ چودہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مین دربدم مین کچھہ دیر سستانے کے لیے ٹھہرا اور درختون کے ایک جھنڈ کے نیچے دری بچھا کر مین نے ناشتہ کیا۔

جس درہ مین سے دریاے شریک نکلکر وادی مین داخل ہوتا ہے اور جس مین نئی سڑک کو کئی جگہہ ندی سے عبور کرنا اور طغیانی کے زمانہ مین بہ جانے کا خطرہ برداشت کرنا پڑیگا۔ اوس مین سے ہوتے ہوئے ہم کہلے میدان مین آنکلے اور اون دو گاؤن مین سے پہلے کے پاس سے ہو کر گزرے جو امام قلی کے نام سے موسوم ہین۔ جو گاؤن اوّل آیا وہ ہماری بائین جانب واقع تھا۔ ایک تبہ حال جھونپڑی مین نالہ وشیون کی صدا بلند ہوتی ہوئی سنکر اور عورتون اور بچون کے ایک جم غفیر کو جھونپڑی کے دروازہ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھکر مین وہان گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس گاؤن کا ایک عیالدار شخص

اوس درہ مین جسے مین نے ابھی ابھی چھوڑا تھا ئی سڑک پر مزدوری کے کام پر لگا ہوا تھا اور بارود سے پتھر اوڑانے مین مصروف تھا کہ ناگاہ اوپر سے ایک پتھر اوسکے سر پر گرا اور وہ وہین مرگیا۔ مصدوم کی نعش ایک چادر سے ڈھکی ہوئی دہلیز مین پڑی تھی۔ مین نے ان بچارون کو کچھ قران دئے کیونکہ وہ نہایت ہی مفلوک اور تبہ حال نظر آتے تھے۔
گاؤن سے کچھ دور سڑک کے کنارے پتھرون کے درمیان مین نے ایک کنکریلا گڑھا کھدا ہوا پایا جس مین اس بیکس شخص کی لاش دفن کی جانے والی تھی۔ سہ پہر کے تین بجے کے قریب وادی کے ایک وسیع تر اور فراخ تر حصہ مین جہان کچھ کچھ دور پر سفید سے کے جھنڈا اپنی شان رفعت کی جھلک دکھا جاتے تھے مین امام قلی خاص مین پہونچا۔ یہ گاؤن بھی ایران کے تمام کوہستانی دیہات کی طرح پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اسکے مکانات جو غلیظ کچے جھونپڑون پر مشتمل ہین اور جن مین ایک تنگ اور پست منفذ دروازہ کا کام دیتا ہے تلے اوپر قطار اندر قطار بنے ہوئے ہین۔ گاؤن کے چودہری نے مجھ سے کہا کہ آپ میرے مکان مین شب باش ہون لیکن خیمہ کے اندر زیر سما جاڑے مین ٹھٹھرنا زیر سقف کھٹملون سے یقینی طور پر دست و گریبان ہونے کے مقابلہ مین بہتر تھا اور اس لئے مین نے اپنے ڈیرے مین ہی رات بسر کرنی پسند کی۔ یہان ایل خانی یعنی سردار کوچان کا ایک قاصد مجھ سے آکر ملا جسے اوس کے آقا نے جسکے دار الحکومت مین کل میرا گزر ہونیوالا تھا اور جسے میرے آنیکی خبر ہو گئی تھی میرے پاس بھیجا تھا۔ یہ قاصد ایک معمر اور سفید ریش شخص تھا اوسکی ڈاڑھی پر حنا کا خضاب تھا لیکن ایسا ناقص کہ بالون

کی سفیدی کی جھلک حنا کی سرخی کی چلمن مین سے برابر نظر آرہی تھی - اوس نے پوچھا کہ آپ کوچان مین کس وقت وارد ہونے کا قصد رکھتے ہین کیونکہ میرے آقا کی یہ خواہش ہے کہ شہر کے باہر آکر بطور مناسب آپکا استقبال کرین - اسکے جواب مین مین نے اوس سے کہا کہ مین دوپہر کے وقت کوچان پہونچون گا اسپر اوس نے کہا کہ اگر آپ ایک کامل دن امام قلی مین قیام فرماوین تو مناسب ہو - لیکن اوسکی اس تحریک کا مقصد میری آسایش نہ تھا بلکہ اس سے اوسکی غرض یہ تھی کہ بہ فراغت و اطمینان اوسے کوچان واپس جانے اور خان کو میری اطلاع کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے - مین اوس کے اس مقصد کو سمجھ گیا اور ہنس کر مین نے اوس سے یہ کہا کہ کوچان کی دلفریبیان کچھ ایسا کشش مقناطیس کا سا اثر رکھتی ہین کہ مین یہان رک نہ سکون گا بلکہ بے اختیار کھنچا چلا آؤن گا -

اززویران تا بہ کوچان

جب مین دوسرے دن صبح کے سات بجے امام قلی سے روانہ ہوا تو مین نے زایرون[۱] کے ایک قافلہ کو جو رشت سے براہ اذن اوا و عاشق آباد آیا تھا اور مشہد کو جاتا تھا -

---

[۱] مسلمانون کے دونون فرقون (یعنی سنی اور شیعہ) کے زایرین اپنی مقدس زیارت گاہون کو جاتے آتے بتت - ماوراءالنہر کی ریلوے سے فائدہ اٹھاتے ہین - وسط ایشیا کے سنیون کو مکہ (معظمہ) کے دور دراز سفر کے اختیار کرنے مین اس ریل کی وجہ سے بہت کچھ آسانی ہوجاتی ہے اور علی ہذالقیاس جو شیعہ کربلاے معلے اور نجف اشرف کے عازم ہوتے ہین اون کے لئے بھی اس مین بہت بڑی آسانی ہے - ایران کے شیعہ اور سمت مغرب کے مسلمان زایرین خانقاہ حضرت امام رضا علیہ السلام واقع مشہد کو جاتے وقت اسی ریل کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین -

گدہون پر سوار گنگا اون سے نکلتے دیکھا - یہ لوگ بہ آواز بلند حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت
امام حسین اور مذہب اثنا عشریہ کے دوسرے اماموں کی منقبت پڑہتے جاتے تھے -
وادی وادی تو ہین شاہراہ پر گیا لیکن اسے طے کرنے کے بعد مین نے سمت جنوب و
مغرب مین ایک پگڈنڈی کا قریب تر راستہ اختیار کیا جو اون پہاڑیون کے سلسلے کے
اوپر سے ہو کر گذرتا ہے جو شمال کی طرف اٹک اور جنوب کی طرف کوچان کی سمت مین بہنے
والی ندیون کا نکاس ہے - بائین طرف دو گہاٹیون کے درمیان موضع قلات شاہ محمد جسے
ایک زمین دوز نہر سیراب کرتی ہے اور اوس سے کچھ دور آگے چلکر موضع قلات ملا محمود واقع
ہے - ویران پہاڑیان باوجودیکہ اب وہ پست ہو چلی تھین اور اونہین دیکھکر ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ گویا بہتر کی موجون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اون کے پہلوؤن
پر جا بجا کاشت کیلئے ہل بھی چلا ہوا تھا لیکن با این ہمہ اختلاف رنگ کی کیفیت اون پر
نمایان نہ تھی - جہان تک نگاہ کام کرتی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا خاکی ڈبل زین کا فرش
وادی کہسار پر بچھا ہوا ہے لیکن یہ لباس گو ہمارے سپاہیون کے لئے گرم ملکون مین مفید
اور باعث آسایش ہو مگر اس منظر کے لئے ہرگز موزون نہ تھا - زو یران (۵ امیل) کا نام
اگرچہ فراوانی کا مرادف ہے لیکن اسکے دیکھنے سے مجھے تو بظاہر ایسا معلوم نہین ہوا
کہ اس مین سنگ جشت اور گرد و غبار کے علاوہ اور بھی کوئی چیز افراط کے ساتھ موجود
ہے - البتہ آب مصفی کا ننھا سا سوتا ایک چھوٹے سے پوکہر کو بھر کر چند بکہرے ہوئے
سفیدون اور بیدون کو سیراب کرتا ہے کوچان پہونچنے مین ابھی دو سیکے فرسخ اور باقی تھے

اور جب مین وہان پہونچا تو دوپہر ڈھل چلی تہی۔ تقریباً گھنٹہ بہر پہلے سے مجھکو کوچان کا قصبہ اور اوسکے باغات ایک وسیع وادی مین جو بہت نشیب مین واقع تہے اسطح سے نظر آنے شروع ہوئے تہے کہ گویا ریت کے فرش پر کسی کے سرخ مٹی سے بہری ہوئی پاؤن کا نقش ثبت ہے۔ قصبہ کے اطراف وجوانب کی شاداب زراعت کی حدود نمایان طور پر فاصل تہین اور کل منظر کو دیکھکر دل مین یہ تصور پیدا ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے زمین پر سے گزرتے وقت اپنا ایک عظیم الشان قدم روے زمین کے اس ویران گوشہ مین رکھا ہے اور رکھنے کے ساتھہ ہی اوسکے جادو بھرے اثر سے سبزہ وگل نمودار ہوگئے ہین اس وادی کے شمال اور جنوب کی طرف پہاڑیان واقع ہین جنکا سلسلہ پیچ وخم کہاتا ہوا غرباً شروان اور شرقاً مشہد کیطرف چلا گیا ہے۔ جب کوچان دو میل رہ گیا اور میدان مین داخل ہونے سے پہلے پہاڑی کا آخری ابہار ختم ہوا تو مجہے شاہراہ پھر ملگئی۔ اور مین گہوڑے کو پویہ ڈالکر تیزی کے ساتھہ شہر پناہ کی طرف بڑہا۔ فصیل سے ایک میل کے فاصلہ پر اترک[1] کی ندی پر جو اس وقت خشک تھی ایک پل بندہا ہوا ہے۔ اس پل کی ایک ہی اونچی

[1] میرے خیال مین اس مین ذرا شک نہین کہ اترک کی خاص ندی یہی ہے۔ یہ ندی تبارک کی گہاٹی سے جو سلسلہ کوہ اللہ اکبر کے ختم پر واقع ہے کوچان سے جانب جنوب ۲۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور بعض دفعہ کوچان تک تبارک کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ویلنٹائن بیکر کو یہ دعوی ہے کہ اوسنے اس کے اصلی منبع کا سراغ لگایا جو شروان کے قریب ایک تالاب ہے۔ جسے قراقزن (دیگ سیاہ) کہتے ہین۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس ندی کے حصہ بالائی کو اوس نے نظر انداز کردیا کیونکہ اوس زمانہ مین ضرور ہے کہ یہ خشک ہو۔

صحرا ہے اور دونوں طرف حفاظت کے لیئے کوئی جنگلا موجود نہیں۔ ندی کی خشک تہ مین بکریوں کا ایک ریوڑ کھڑا ہوا تھا اور جو تہوڑا تہوڑا سا پانی ڈابروں مین جابجا جمع تھا اوسے پی رہا تھا۔ اس کنارہ پر سفیدے کے چند غبار آلودہ درخت کھڑے تھے لیکن دوسری طرف زراعت عام اور سبزہ کی بہتات تہی۔ آڑو۔ ڈن۔ شہتوتون۔ لوکاٹون اور انارون سے درخت لدے ہوئے تھے۔ مکانات کی چاردیواریون مین انگورون کی بیلین گھری آبپاشی کی منڈیر والی نالیون پر دونون طرف سے پریشان اور بے قاعدہ طور پر چڑہنے کے لئے کشمکش مین مصروف تہین اور ان کو دیکھکر بہ تقاضائے تقابل تصور اوس صفائی اور پاکیزگی کی طرف منتقل ہوتا تہا جو فرانس مین بورڈو کے تاکستانون مین پائی جاتی تہی معلوم ہوتا ہے کہ کوچان کے لوگ صنعت و دستکاری کے متعلق اپنی تمام مساعی ساخت شراب پر صرف کرتے ہین اور جسقدر شراب یہان بنتی ہے اوسکے استعمال پر بہی کچھکم توجہ مبذول نہین کیجاتی۔ بادہ پرستی کے بارہ مین اہل سنت وجماعت نے جس شدید رہبانیت کو مرعی رکھا ہے اوس سے شیعہ فرقہ کے مسلمانون نے اپنے آپکو ہمیشہ مستثنیٰ قرار دیا ہے[۱۵]

[۱۵] اہل تسنن اور فرقہ اثنا عشریہ مین جو اختلافات مذہبی پائے جاتے ہین اونکو ماکولات ومشروبات کی حلت وحرمت سے چندان تعلق نہین اور شراب کی قطعی حرمت تو دونون فریق کے نزدیک مسلم ہے اس مین شک نہین کہ ایران مین شراب کا رواج ذرا زیادہ ہے لیکن اسکا باعث زیادہ تر وہان کے لوگون کی رنگین مزاجی قرار دیجاسکتی ہے۔ نہ کہ مذہبی اجازت غالباً اسی کثرت رواج کو دیکھکر مصنف ممدوح نے شیعون کی نسبت یہ غلط رائے قایم کی ہے۔ ورنہ ہندوستان مین جہان کی آب و ہوا رجحان میخواری کی منافی ہے شیعون مین شراب کا ایسا عام استعمال نہین اور یون پینے کو تو شیعہ سنی سبہی پیتے ہین احکام مذہبی کی تعمیل کے لحاظ سے اس مین کسی فرقہ کی تخصیص نہین۔ مترجم

کوچان مین میرا استقبال



اب مجھے نہایت تعجب ہونا شروع ہوا کہ باوجودیکہ فارس کے صوبون مین گورنمنٹ کی طرف سے معزز مہمانون کا استقبال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ کل اسکے متعلق اس شدومد کے ساتھہ تیاریون کا ہونا مترشح ہوتا تھا پھر بھی خان کوچان کی طرف سے نہ تو ابتک میرے لیے کوئی گاڑی آئی اور نہ استقبال کے لیے کسی شخص ہی کو شہر کی طرف سے مین نے اپنی طرف آتے دیکھا۔ مجھے اسوقت یاد آیا کہ اسی ایلخانی کے زمانہ مین جب کرنل بیکر کا ۱۸۷۳ء مین یہان گزر ہوا تھا تو اونکے ساتھہ بھی ایسی ہی بے پروائی کا برتاو کیا گیا تھا اور اسکی وجہ یہہ تھی کہ خان مع شیوخ خمار خمر دوشینہ کے اثر کو ملیی تا نے زایل کر رہے تھے۔ چونکہ بادہ نوشی کے یہ جلسے اکثر ہوتے رہتے ہین اس لیے احتمال اس امر کا مقتضی تھا کہ اب میرے استقبال کے متعلق بھی کسی انتظام کے نہ کیے جاسکنے کی یہی وجہ قرار دی جاے گی۔ لیکن چونکہ مشرقی آداب سے مجھے واقفیت تھی اس لیے مین جانتا تھا کہ جب کسی غیر ملک کے شخص کے استقبال کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو اجنبی کی خاطر و مدارات اوس حیثیت سے کیجاتی ہے جس حیثیت سے کہ خود وہ شخص اس پر مصر ہو۔ اور اگر وہ اپنے عہدہ اور خطاب کی شان کی برقرار رکھنے مین تکلیف سے کام لے تو اوسکا یہ طرز عمل شریفلے پن سے منسوب نہین

ف استقبال اصطلاح فارس مین سوارون کے ایک بدرقہ کو کہتے ہین جو ایک موقر اور معزز مہمان کی بہر کابی کے لیے بھیجا جاتا ہے اور تھا ندار دس نفر کا ام ہے جو والی صوبہ یا شاہ کیطرف سے نووارد کی پیشوائی کو آتا ہے۔

کیا جاتا بلکہ کمزوری پر دال سمجھا جاتا ہے[51]۔ چنانچہ اس خیال کی بناپر مین شہر پناہ کے باہر ٹھہر گیا اور اس کس مپرسی کی حالت مین مینے شہر کے اندر داخل ہونے سے انکار کیا۔ اپنے افغان جمعدار اور جو ترکمان سوار[52] میرے ہمراہ تھے اون مین سے ایک کو مین نے خان کے مکان پر یہ پیغام دیکر بہیجا کہ مین وقت مقررہ پر یہان پہونچا اور مجہے تعجب ہے کہ شہر کے باہر ایک کاروان سرائے مین ٹھہرنے کی خفت مجہے اوٹھانی پڑی میرے قاصدون کو گئے ہوئے قریب دس منٹ کے گزرے تہے کہ گہوڑون کی ٹاپون کی آواز سنائی دی اور تہوڑی دیر مین آٹھ دس سوار گہوڑے ڈپٹاتے ہوئے آئے اور اونکے پیچھے ایک کسیقدر سالخوردہ نیم بروم گاڑی جس مین دو سبزہ گہوڑے جتے ہوئے تھے اور ان مین سے ایک گہوڑے پر ایک سوار بیٹھا تھا کاروان سرائے کے دروازہ پر آپہونچی۔ سوارون کے افسر نے بیان کیا کہ خان کو آپکی ناراضی کی وجہ سے جسکا اظہار حق بجانب ہے بڑی ندامت ہوئی اونکا قصد تھا کہ حسب قرارداد دیروزہ آپ کی پیشوائی کو خود آتے لیکن اوس ابلق ڈاڑہی والے بڈہے نے جو امام قلی سے آپ کا پیغام لیکر آیا تھا یہ کہا کہ آپ ٹہیک ایک بجے تشریف لائین گے۔ خان آپ سے معذرت

[51] ایران کے عہدہ دار اکثر اس طریقہ سے اپنے مہمانون پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہین۔ لیکن اون کا مقصد اس سے یہ نہین ہوتا کہ مہمان سے بدخلقی سے پیش آئین۔ بلکہ اس سے اونہین اپنی فضیلت اور امتیاز جتلانا مقصود ہوتا ہے۔

[52] ان کا ذکر آگے چلکر اب بہت آئے گا۔

چاہتے ہین اور امید کرتے ہین کہ آپ اب تشریف لا کر اوس مکان مین جو آپ کے لیئے تیار کیا گیا ہے فروکش ہونگے - میری خود داری کے زخم کے لیئے یہ کافی مرہم تھا چنانچہ مین گاڑی مین سوار ہو لیا - میرا گھوڑا آگے آگے تھا اور بدرقہ پیچھے پیچھے اور خان کے سوار بہ سرعت تمام بازارون اور گلیون مین راستہ صاف کرتے جاتے تھے -

خان کوچان کی مہمان نوازی

ایک پست پھاٹک مین سے جو کچی مٹی کی دیوار مین جسپر کچی مٹی ہی کے برج تھے بنا ہوا تھا شہر مین داخل ہو کر بہت سی تنگ اور پیچ در پیچ گلیون کو طے کرتے ہوئے ہم آخر کار ایک مکان کے دروازہ پر جا ٹھہرے جسے خان نے ساز و سامان سے آراستہ کر کے میرے رہنے کیلیئے مقرر کیا تھا - اس مکان مین تین نفیس کمرے تھے جن مین فرش بچھا ہوا تھا اور دیوارون پر قلعی کی ہوئی تھی - دیوارون مین جا بجا طاقچے موجود تھے - سامنے ایک چھوٹا سا صحن تھا جسکے وسط مین پھولون کی کیاریون سے گھرا ہوا ایک فوارہ دار حوض تھا - متمول اور خوشحال ایرانیون کے مکانات اندر سے بالعموم اسی قطع کے ہوتے ہین - میز پر ایک روسی ساخت کا سماوار رکھا ہوا تھا جس مین چاء جوش کھا رہی تھی اور میز کے چارون طرف بید کی بنی ہوئی کرسیان جو ہر ایک ایرانی امیر اپنے یورپین مہمانون کے لیئے رکھتا ہے بچھی ہوئی تھین - بیچ کے بڑے کمرے کی باغ کی رخ والی دیوار گویا ایک بہت بڑے دریچہ کی چوکھٹ تھی جس مین مروجہ ایرانی وضع کے مطابق رنگین آیئنے لکڑی کی جالی مین خوشنما طور پر جڑے ہوئے تھے - دوسرے کمرے مین جو خوابگاہ

کے لیے مقصود تھا ایک ایرانی ساخت کا چھوٹا سا ا[illegible] ہے کو منور رکھتا ہوا تھا اور دیوارون
مین جسقدر طاق تھے اون سب مین اوس قسم کی روسی تصویرین رکھی ہوئی تھین جو
انگلستان مین کرسمس کے دنون مین یا تو تجارت پیشہ لوگون کے اشتہارون مین اور یا کسی
خاص موقعہ پر باتصویر اخبارون مین نکلا کرتی ہین مثلاً روسی شاہی خاندانونکی اراکین کی رنگین شبیہین ا[ور]
کالے بالون والی خوبصورت عورتون کی خوشنما تصویرین جنکے گلے طوقہاے فاخرہ
سے مزین اور جنکے سینے اور بازو زیور عریانی سے محلّے تھے۔ چار بڑی بڑی شبیہین
زار روس اور اوسکی ملکہ کی تہین اور خاص خاص تاج پوشان عالم کا ایک رنگین مرقع تھا
جسکے وسط مین زار کی تصویر جو قد مین دوسری تصویرون سے دگنی تھی آویزان تھی۔ ا[س کے]
دہنی طرف قیصر جرمنی اور بائین جانب شہنشاہ آسٹریا کی قد کے لحاظ سے قسم دوم کی تصو[یرین]
لگی ہوئی تہین۔ قسم سوم کی تصویرون کی ایک قطار کے وسط مین ملکہ وکٹوریا کی شبیہ
ایک سرخ ریشمی لباس مین جلوہ افروز تھی۔ ان آرایشون کے ساتھ کچھ رنگین اور
مذہبی تصاویر بھی موجود تھین۔ مثلاً مریم عذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کلیسائے یونان کے
متعدد اولیار کی تصویرین۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد جب خلعت پوش بادشاہون ا[ور]
دلربایان کرشمہ سنج کے تبسم زا چہرون پر نظر پڑتی تھی تو تقابل کی ایک عجیب کیفیت طاری
ہوتی تھی۔ اس کمرے کے طرز آرایش سے اون بیرونی اثرات کا صاف اندازہ ہوسکتا
تھا جن سے متاثر ہونے کی خان مین بہت کچھ استعداد موجود ہے اور ضرور ہے کہ
طرز ابتدائً ایک مختلف قوم کے مہمانون کے لیے نکالا گیا ہو۔ اس وقت خان کی طرف

سے بڑی بڑی کشتیون مین سفید اور گلابی رنگ کی مٹھائیان میرے واسطے آئین اور خان نے مکرر معافی مانگ کر یہ پوچھہ بھیجا کہ مین کس وقت اوس سے ملاقات کرنے آؤن گا اور یہ بھی دریافت کیا کہ امام قلی سے جو سُرخ ریش قاصد میرا پیغام لایا تھا اور کرد ہونے کے باعث میرے ترجمان کی بات اچھی طرح سے سمجھہ نہ سکا تہا آیا اوسکی خطا معاف کرنے پر مین رضامند ہون یا نہین۔ مین نے ملاقات کا وقت پانچ بجے مقرر کیا اور خاطی کی تقصیر سے بخوشی درگزر کی۔

عام کوایف

قبل اسکے کہ مین کوچان سے آگے روانہ ہون مین اس اہم سرحدی صوبے کے باشندون کی سیرت اور اُس کرد سردار کے تشخص کے متعلق جسکا مین مہمان تہا اور جس سے عنقریب میری ملاقات ہونے والی تھی کچھہ خیالات ظاہر کرونگا۔

کردون کی نوآبادی اور اونکی طاقت

تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ ایران کی شمالی و مشرقی سرحد تاتاریون کے تاخت و تاراج کی ایسی ہی جولانگاہ بن رہی تھی جیسی کہ دس سال قبل اخال تقی ترکمانون کی شمالی صحرا سے جتھا باندہ کر یہ لوگ پہاڑی درون اور گھاٹیون پر بلاے ناگہانی کی طرح آنازل ہوتے تھے اور جو کچھہ سامنے آتا تہا اوسکو جلاتے اور پامال کرتے اور لوٹتے مارتے ہوئے جس سرعت اور بیباکی سے آتے تھے اوسی طرح واپس چلے جاتے تھے۔ شاہ عباس اعظم نے اپنی جبلی دانشمندی اور عظمت سے کام لیکر اپنے سرحدی مقامات کے

استحکام کے لیے پیک تجسس کو کسی اور طرف دوڑایا - کیونکہ اوسے اچھی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ ایسے ترکی لوگ جیسے کہ ایرانی ہین بذات خود حملہ آورون کی تاب مقاومت نہین لا سکتے چنانچہ جس طرح اوس نے اپنے نئے دارالسلطنت مین تجارت کو فروغ پر لانے اور اوس کو خوشحالی اور کامیابی کا مرکز بنانے کے لیئے اپنے شمالی و مغربی صوبون سے اہل آرمینیا کی ایک جماعت کثیر کو لاکر اصفہان مین بسایا تہا - اسی طرح جنگجو کرد اقوام کی ہرایک جماعت کثیر کو اوسی حصہ ملک سے لاکر اوس نے خراسان کی پہاڑی وادیون اور مرتفع میدانون مین آباد کیا - اس حکمت عملی سے اوس نے ایک وقت مین دو کام نکالے کیونکہ نہ صرف مشرق مین اوسکی قوت کو استحکام حاصل ہوگیا بلکہ جو بے امنی کہ مغرب مین کرد اقوام کے آئے دن کی خونریز معرکون اور خانہ جنگیون سے پیدا ہوتی رہتی تھی اوسکا بھی استیصال ہوگیا[۱] - جو قومین کہ یہان لاکر بسائی گئین اونکے نام شادلو - ظفرانلو - کیوانلو - اور امانلو ہین - اور بیان کیا جاتا ہے کہ گو شروع شروع مین شاہ عباس کا یہ ارادہ تہا کہ چالیس ہزار گھر یہان لاکر بسائے جائین لیکن بعض قبائل کے سردارون کی مخالفت کیوجہ سے یہ تعداد کم ہوکر ۵۰۰۰ رہ گئی[۲] - غرضکہ ان کردونکو استرآباد اور چناران کے درمیانی

[۱] - بعض مصنفین نے ابتداءً اس نوآبادی کا قیام شاہ اسمعیل بانی خاندان صفوی سے منسوب کیا ہے لیکن میرے خیال مین یہ صحیح نہین -

[۲] - لیکن مجھے خیال پڑتا ہے کہ مین نے کسی جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک لاکھ قبیلے کردستان سے خراسان مین لاکر بسائے گئے - مگر غالباً یہ چھاپے کی غلطی ہے - مراد اصل مین ایک لاکھ نفوس سے ہوگی نہ کہ ایک لاکھ قبائل سے -

کوہستانوں میں لاکر آباد کیا گیا اور قسم اول کا محصول یا خراج ان نئے علاقوں پر اون سے اس بنا پر نہیں لیا گیا کہ سرحد کی حفاظت اور بادشاہ کی فوج کیلئے ضرورت کے وقت سواروں کی ایک جمعیت بہم پہونچانیکی ذمہ داری کے لحاظ سے وہ سلطنت کی فوجی خدمت پر مامور ہیں۔ البتہ کوچان چونکہ بہت ہی زرخیز علاقہ تھا اسلئے اس کے حکمران پر کسیقدر زر نقد بطور خراج بعد میں عاید کیا گیا۔ جینرو کا علاقہ ایسا شاداب نہیں اور اس لئے اسکے والی سے برائے نام کوئی سوغات سال بسال لے لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ تازہ وارد لوگ خود مختار تھے اور اسکے علاوہ موروثی طور پر اون کی فطرت میں حکمرانی کی بو تھی لہذا انکے سرداروں نے تھوڑے عرصہ میں اپنے اقتدارات کو نہایت وسیع اور اپنے تشخص کو نہایت رفیع بنا لیا ان میں سے کوچان کو شروع ہی سے دوسروں پر تفوق حاصل تھا اور اسکے والی کو ایلخانی (یعنی سردار ایل یا قبایل) کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس خطاب کے عطا کیے جانیکی وجہ یا تو یہ تھی کہ خان کوچان درجہ کے اعتبار سے دوسرے سرداروں پر فوقیت رکھتا تھا اور یا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں اوسکا باعث یہ تھا کہ اوسے ذاتی طور پر باقی تمام سرداروں کی اطاعت گزاری کا ذمہ دار قرار دیا جائے۔ بہرحال کرد نوآبادی خفیہ یا علانیہ طور پر بغاوتکا علم ہمیشہ بلند کرتی رہتی تھی اور اگرچہ نادرشاہ نے ایلخانی کی بیٹی سے شادی کر کے اون سے رابطۂ اتحاد و مصالحت بڑہانا چاہا لیکن جب وہ ہندوستان گیا تو اوسکی غیبت سے فائدہ اوٹھا کر وہ پھر خودمختار ہو گئے۔ اسپر نادرشاہ ایسا جھنجلایا کہ اونکے کامل استیصال کا عہد کر کے اوس نے خراسان کا رخ کیا اور شہر کی دیوار تک وہ پہونچ

رہ گیا تھا کہ ۱۷۴۷ء مین وہ اپنے خیمہ مین مارڈالا گیا۔ اسکے بعد موجودہ صدی مین کوچان نے فتح علی شاہ کے برخلاف کھلم کھلا بغاوت کی اور جب برنس ۱۸۳۲ء مین وہان تھا تو عباس مرزا ولیعہد کی فوج جس کے توپخانہ کا اہتمام انگریزی افسرون کے سپرد تھا ایک طویل محاصرہ کے بعد شہر کو ابھی ابھی سر کرچکی تھی۔ موجودہ شاہ کے عہد مین البتہ بغاوت نہین ہوئی اور گزشتہ ۲۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ کے اثنا مین علی الخصوص اوس زمانہ سے جب سے کہ روسیون نے شمال کی طرف پیش قدمی کی ہے اور اس سلئے وہ خاص ضرورت جس پر کردون کی وقعت و طاقت مبنی تھی رفع ہو گئی ہے نہ تو کردون مین وہ پہلی سی طاقت ہی باقی رہی اور نہ اونکے سردارون کا وہ اقتدار ہی قایم رہا۔

اون کی سیرت

اسان مین جو پانچ کردی ریاستین ابتداءً قایم کی گئی تھین اون مین سے اب صرف تین یعنی کوچان۔ بجنورد۔ اور درگز باقی رہتی ہین۔ جب یہ لوگ اول اول اس ملک مین لاکر آباد کیے گئے تو چونکہ اون کی عادات سادہ اور وحشیانہ پن اور خودمختاری سے ممتزج تہین اسلئے اونکے شورش آمیز طرز زندگی اور اون مواقع نے جو غارتگری کے متعلق اونکو ہاتھ آتے رہتے تھے بہت جلد اون پر اپنا مخرب اثر ڈالنا شروع کیا۔ چنانچہ جن سیاحون کو ترکمانون کے سرحدی مقاتلون اور مجادلون کے زمانہ مین اس طرف گزرنے کا اتفاق ہوا اور جنہون نے دونون فریق کے طرزعمل کو مشاہدہ کیا وہ راوی ہین کہ قتل و غارت کے لحاظ سے اگر ایک کو سگ زرد کہا جا سکتا ہے تو دوسرا بھی شغال کہلانے کا مستحق ہے

تاخت وتاراج اور لوٹ مار مین جب ان کو موقعہ ملتا تہا ان دونون مین سے کوئی کمی نہ کرتا تہا کرد ترکمان کو اپنا جائز شکار خیال کرتا تھا اور ترکمان کرد کو۔ اس مین شک نہین کہ ترکمانون کی حملہ آوری اور تاخت وتاراج علاقہ ایران کے خوفناک نتایج کا ذکر بمقابلہ اون نتایج کے جو کردون کے حملون سے ترکمانون کے علاقہ کے متعلق ظہور مین آئے ہم نے زیادہ سنا ہے۔ لیکن اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ کسی اجنبی کو ترکمانی دشت مین جانے کی جرارت نہین ہوئی حالانکہ سیکڑون آدمیون نے خراسان کے ویران اور برباد شدہ دیہات کو بچشم خود دیکھا ہے۔ شکل صورت اور لباس کے اعتبار سے کردون کی شباہت ایرانیون سے بہ آسانی متمیز ہوتی ہے۔ کردون کی قوم ایک تنومند اور مردانہ قوم ہے۔ ان کے چہرے فراخ اور کشادہ نقش خوب و نمایان رنگ مایل بہ صباحت اور داڑہی اور سر کے بال بے ترشے ہوئے ہوتے ہین۔ اونہون نے اپنے لئے ایرانی لباس کے خاص خاص اجزا اختیار کر لئے ہین لیکن بجائے ایرانی کلاہ کے وہ سر پر بہیڑ کی کہال کی ٹوپی پہنتے ہین اور بہیڑ کی کہال کا ایک لمبا فرغل یا پوستین اونکے بدن کا لباس ہے۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ وہ اپنے سردارون کی اطاعت گزاری کے اوصاف سے متصف ہونیکی وجہ سے مشہور تہے اور اون کے سردار حکومت عالیہ کے خلاف جب کبھی سر اوٹھاتے تھے تو وہ اونکا ساتھ دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تہے۔

ایلخانی کے اقتدارات

خطاب ایلخانی ہمیشہ ایک خاندان مین موروثی طور پر منتقل ہوتا چلا آیا ہے گو کہ برائے

نام اس کے لیئے شاہ کے استصواب کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت ایران نے باوقات مختلفہ اس خدمت پر اپنے عہدہ دارون کو مامور کیا مگر اس کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ کردون نے بغاوت کی اور مخل ہونے والے عہدہ دار کو طوعاً وکرہاً وہان سے نکلنا پڑا۔ موجودہ شاہ کے تخت نشین ہونے کے زمانہ سے یا یون کہیئے کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ سے جب سے کہ شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ مین لی ہے کردون نے خاندان قاجار کو برابر غاصب خیال کیا ہے پہلے وہ اپنے ہی فرمانبردارون کے زیر حکومت تھے اور اونہین شاہ ایران سے کچھ سروکار نہ تھا۔ ایلخانی طہران سے استمدا کئے بغیر اپنے نام سے قانون اور انصاف نافذ کرتا تھا یہان تک کہ سزاے موت صادر کرنے اور جان بخشی تک کے اقتدارات اوسے حاصل تھے لیکن ایک واقعہ سے جو کوچان مین میرے پہونچنے سے کچھ ہی دن پہلے ظہور مین آیا اوس تبدیلی کی بخوبی توضیح ہو سکے گی جو اب عمل مین آئی ہے۔ کوچان کے وزیر رمضان خان نامی پر ایک شخص نے بہ نیت انتقام ذاتی حملہ قاتلانہ کیا۔ رمضان خان گولی کے لگنے سے زخمی تو ہوا لیکن مرا نہین۔ اسپر ایلخانی نے طہران سے ہدایت طلب کئے بغیر اقدام قتل کے اس مجرم کو مروا ڈالا اور بیان کیا جاتا ہے کہ عذابہاے گوناگون مین مبتلا کر کے اس شخص کو قتل کیا گیا۔ شاہ نے اسے اپنے حقوق شاہی مین ایک ناواجب دست اندازی سے تعبیر کیا اور مجھے اس مین ذرا شک نہین کہ سن رسیدہ ایلخانی کو اس کے لئے معتدبہ تاوان ادا کرنا پڑا ہوگا۔

حکمران خاندان



ندان ایلخانی کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:۔ پہلا سردار جسے ایلخانی کا خطاب ملا محمد حسین خان تھا جسکا صدر مقام گزشتہ صدی کے آخر مین شروان تھا۔ اوسکا بیٹا امیر گنا خان موجودہ صدی کے اوایل مین کوچان چلا آیا اور ترکمانون کے ساتھ اکثر اوس کی لڑائیاں ہوئین۔ ۱۸۱۵ء مین اوسکے بیٹے رضا قلی خان نے اوسے معزول کر دیا اور خود پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ ۱۸۲۲ء مین جب فریزر کوچان آیا (جسے وہ کبوشان یا کوچون کہتا ہے کیونکہ کوچان مخفف ہے کبوشان کا) تو رضا قلی خان ہی ایلخانی تھا۔ فریزر نے اوسکی نسبت لکھا ہے کہ رضا قلی خان ایک راستی پسند اور ایماندار شخص ہے لیکن باوجودیکہ شاہی قوت کے مقابلہ مین اوسنے اپنی خود مختاری کو برقرار رکھا ہے تاہم وہ زیادہ جری یا قابل نہین۔ ایک دفعہ رضا قلی خان کی غیبت سے فائدہ اٹھا کر فتح علیشاہ نے جو باوجود فتوحات کے شوق کے ذاتی طور پر جرأت اور جنگجوئی سے معرا تھا کوچان پر چڑھائی کی لیکن شہر کو مسخر نہ کر سکا اور مجبوراً کچھ دنون کے لیے صلح کا عہد و پیمان کر کے واپس چلا آیا لیکن بعد مین جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون عباس مرزا نے اس مقام کو فتح کر لیا اور رضا قلی خان کو طوعاً و کرہاً اطاعت قبول کرنی پڑی۔ پہلے تو قید ہو کر وہ طہران گیا اور پھر تبریز لیکن راستہ مین لوٹتے وقت بمقام میانہ غم اور غصہ کھا کر مر گیا۔ اوس کی جگہ اوس کا بیٹا سام خان حاکم مقرر ہوا۔ موجودہ ایلخانی رضا قلی خان کا چھوٹا بیٹا ہے اور اوسنے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اپنے بھائی کا جانشین ہوئے چوبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔

موجودہ ایلخانی



ے میزبان امیر حسین خان نے جسے شاہ کی طرف سے امیرالامرا اور شجاع الدولہ کے عظیم الشان خطابات عطا ہوئے ہین اپنی شصت سالہ زندگی مین زمانہ کا بہت کچھ سرد و گرم دیکھا ہے۔ اوّل اوّل ۱۸۵۶ء مین وہ جنگ ہرات مین شریک ہوا اور اسکے بعد ۱۸۶۰ء مین اوس نے اوس چڑھائی مین بھی حصہ لیا جو ایرانیون نے مرو پر کی لیکن جسکے نتائج ایسے برباد کن نکلے۔ خود پسندی۔ جاہ طلبی اور اعتدال سے زیادہ کبر و نخوت کے امراض مین تو وہ مبتلا تھا ہی لیکن اپنے بھائی کا جانشین ہونے کے بعد اوسنے یہ بیوقوفی بھی کی کہ حاکم خراسان سے عداوت پیدا کر لی۔ جب اوسے حاکم موصوف نے اپنی غلط کاریون کا جواب دینے کے لیے مشہد مین طلب کیا تو اوس نے وہان جانے سے انکار کیا اور اور تمام سرکشی سے باز نہ آیا جب تک کہ ایک ایرانی فوج جو اوس کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجی گئی تھی کوچان کی شہر پناہ کے قریب نہ پہونچ گئی۔ اسوقت باہمی مصالحت کے طور پر اس تنازعہ کا تصفیہ ہوا۔ اور شاہ کے خزانہ مین تاوان کی ایک مقدار کثیر کے داخل کرنے پر جسکی تعداد تین ہزار سے لیکر سات ہزار پاؤنڈ تک بیان کیجاتی ہے اوسکا قبضہ برقرار رہنے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد پھر اوسنے یا تو بغاوت کا ارتکاب کیا اور یا اوس کی نسبت بغاوت کرنے کا شبہ پیدا ہوا۔ اس دفعہ وہ طہران مین بلایا گیا اور معزول کر کے قید کر دیا گیا اور اوسکا بیٹا اوسکی جگہ ایلخانی مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد غالباً تاوان کی ایک مزید اور کثیر تر رقم ادا کرنے کے معاوضہ مین اوسکو رہائی ملی اور وہ اپنی خدمت پر بحال کر دیا گیا۔ اوس وقت سے لیکر

اب تک بغیر کسی مزید خرخشہ کے وہ کوچان پر قابض رہا ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ اوس موجودہ شاہ کی نسبت۔ یہ بات خوب معلوم ہو گئی ہے کہ اوسکے عہد مین ایک سرحدی علاقہ کے حاکم اعلیٰ کے لیے بھی بغاوت کرنا جلب منفعت کا محرک نہین ہوسکتا۔ اگرچہ اپنے کردی جرگون کی قوت کے ضعف کے باعث جو عرصہ دراز تک امن کے قایم رہنے سے پیدا ہو گیا ہے اور موجودہ شاہ کی طاقت کے استحکام کی وجہ سے اپنی طاقت کے کمزور ہو جانے اور نیز سلطنت کے تمام حصون مین قیام تاربرقی کی وجہ سے کل طاقت کے حکومت عالیہ کی مٹھی مین آجانے کے باعث خان کوچان کے بہت سے قدیمی حقوق اور اقتدارات زایل ہو گئے ہین پھر بھی وہ سلطنت ایران کا ایک نہایت زبردست باجگزار ہے اور اگر اوسکے تشخص سے قطع نظر کیا جائے تو شاید اس حیثیت سے اوس کی ذات بہت کچھ دلچسپیون کا مرکز ہے کہ وہ ایک ایسے طبقہ کا آخری زندہ رکن ہے جو معدوم ہوتا جارہا ہے۔

اوس کا فرزند

اپنے بڑے بیٹے ابوالحسن خان سے جسکی عمر اس وقت چھتیس سال کے قریب ہوگی اوس کی ہمیشہ سے ناچاقی رہی ہے۔ ابوالحسن خان ایک زمانہ مین شیروان کا حاکم تھا جو صوبۂ کوچان مین دوسرا بڑا شہر ہے۔ اوس کے باپ نے اوسے معزول کرکے قید مین ڈالدیا۔ آج کل وہ چناران مین رہتا ہے اور شاہ کے حکم سے اوسکے لئے کچھ معاش مقرر ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ اوس کی شادی وزیر خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ لیکن یقینی

طور پر یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگا کیونکہ اوسے جنون کا دورہ ہوا کرتا ہے اور ایسی حالت مین اوس نے اپنی پہلی بی بی کو جو ترکمان تھی اتنا مارا کہ وہ مر گئی۔ اسکے علاوہ بادہ پرستی کی عادت کامل طور سے اوسے اپنے باپ سے ورثہ مین ملی ہے۔

اوس کی شہرت

مجھے ڈر ہے کہ انگریزی ناظرین اس سن رسیدہ سردار کو بہترین طور پر اس حیثیت سے جانتے ہونگے کہ وہ شرابی ہے اور انگریزی مصنفین نے بھی جہان کہین اوسکا ذکر کیا ہے تو اوس تذکرہ کا اکثر حصہ خان موصوف کی بادہ پرستی کی حکایتون پر مشتمل ہے۔ گزشتہ ۵ سال کے اثنا مین کئی انگریزون نے آکر اوس سے ملاقات کی۔ چنانچہ کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین۔ کپتان نیپیر ۱۸۷۴ء مین۔ سر چارلس میگگریگر ۱۸۷۵ء مین اور اوڈونوون ۱۸۸۰ء مین[۵۱] اوس سے ملے اور ان مین سے اکثر نے اوسکو یا تو بادہ نوشی یا بدمستی اور یا خمار کے عالم

[۵۱] کوچان کے متعلق حسب ذیل تصنیفات مستند سمجھی جاتی ہین:۔ "جرنی انٹو خراسان"۔ (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم ضمیمہ بی مصنفہ جے۔ بی فرایزر (۱۸۲۲ء) + "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم صفحات ۴۷ الی ۴۸ مصنفہ سر۔ اے برنس۔ (۱۸۳۲ء) + "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۲۷۷ و ۲۷۸ مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + "ڈایری آف اے ٹور ان خراسان" (روزنامچہ سفر خراسان) مرقومہ آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ء) و مندرجہ رسالہ مرتبہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی جلد چہل و ششم صفحہ ۸۷ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۸۳ الی ۸۸۔ مصنفہ سر سی۔ میگگر (۱۸۷۵ء) + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و ہشتم۔ مصنفہ ای۔ اوڈونوون (۱۸۸۰ء) + "دی واران ترکمانیہ" (جنگ ترکمانیہ) (بزبان روسی) جلد چہارم باب ہفتہم مصنفہ جرنیل گراڈیکاف +

مین دیکھا۔ کوچان سفید شراب کے لیے مشہور ہے اور خان کو برانڈی اور تھرے اور دوسری کافی طور پر نشیلی شرابون کی چاٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ جرنیل گراڈیکاف کو جسے جرنیل اسکابیلف نے ۱۸۸۱ء مین شاہ کے علم سے روسی فوج کے لیے جو اوسوقت ماوراالنہر مین تقی ترکمانون کے خلاف مصروف پیکار تھی خراسان مین رسد خریدنے کے لیے بھیجا تہا پہلے سے کوچان کے کردسردار کے رجحان خاص کا حال خوب معلوم تہا۔ چنانچہ جو خدمت اوسکے تفویض کیگئی تھی اوسکا حال سرکاری اطلاع کے لیے سپرد قلم کرتے وقت وہ راستبازی کے ساتھ اون تدابیر کا ذکر کرتا ہے جو اوسنے اپنے پیالہ نوش میزبان کے خوش کرنے کے لیے اختیار کین۔

"چونکہ ہمکو یہ معلوم تھا کہ وہ شراب کا رسیا ہے اس لیے ہم نے شراب انگوری اور وادکا اور دوسری متعدد قسمون کی شراب کی چند بوتلین اوسکے سامنے رکھدین۔ شجاع الملک نے تہوڑی سی دیر مین مختلف شرابون کے کئی گلاس بھر بھر کر پیئے اور اسکے بعد اپنے گویون اور سازندون کو بلایا۔ جو لوگ اوسکے ساتھ آئے تھے اوہنون نے اور نیز اوسکے طبیب اور مقربین ولی خان اور رمضان خان نے بھی اتنی شراب پی کہ بدمست ہو گئے۔ اسکے بعد جلسہ کا رنگ اور گہرا ہو گیا اور ان لوگون نے دل کہولکر اودہم مچایا اور رنگرلیان منائین۔ دوسرے دن مین خان کے پاس گیا اور اوسے اپنے کاغذات دکھائے ابھی تک شراب کی بوتلین اوس کے سامنے رکھی ہوئی تہین۔ اوس نے مجہہ سے کہا کہ خمار کی کیفیت اس وقت مجہہ پر طاری ہے۔ مگر اوسے توڑنے کی فکر کر رہا ہون۔ اثنائے گفتگو

مین اوس نے برانڈی افیون ۔حشیش ۔اور شراب کا دور جاری رکھا اور دو پہر تک بالکل بدمست ہو گیا۔ اوسی دن شام کے وقت اوسنے ہمین یورپین کھانے کی دعوت دی اور پھر اتنی پی کہ اوسے ہوش نہ رہا۔"

لیکن اسکے بعد جب معاملہ کے متعلق بات چیت ہوئی تو جرنیل گراڈیکاف کو کبھی تو اوسکی دانشمندی اور معاملہ فہمی پر تعجب ہوتا تھا اور کبھی اوس کی نشہ بازی سے نفرت پیدا ہوتی تھی۔ راقم حروف نے جرنیل موصوف کی کتاب کو اپنے حواشی کے ساتھ طبع کیا ہے اوسکا بیان ہے ۔

"خان کوچان کی صحبت مین تین دن تک رہنے سے کرنل گراڈیکاف کو معلوم ہو گیا کہ خان موصوف کے تمام قوائے ذہنی صحیح تھے اور یہ کہکر کہ ہم مال کمیشن پر خریدنے آئے ہین ہم اوسے دہوکے مین نہ لاسکے ۔اور اگرچہ وہ نشہ مین چور رہتا تھا پھر بھی ہر ایک بات اوسکو یاد تھی ۔"

لیکن ایک دوسرے موقعہ پر وہ اسطرح ناقل ہے ۔

"خان کے ساتھ معاملہ کے متعلق کارروائی کرنا سخت ہی مشکل ہے ۔اوس کے ساتھ شراب پینی پڑتی ہے ۔ اوس کی بدمستی کے عالم کی تقریرون کو سننا پڑتا ہے اوس کے مے پرستی کے جلسون مین شریک ہونا پڑتا ہے اور با این ہمہ یہ احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ تنفر کی کوئی علامت نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ اس وحشی کی آتش غیظ و غضب بھڑک اوٹھی ۔ کرنیل گراڈیکاف نے جرنیل اسکابیلف کو تار دیا تو اوس مین ظاہر کیا کہ دنیا مین ایسے اجڈ اور وحشی شخص بھی کم پیدا ہوئے ہونگے جیسا کہ یہان کا خان ہے ۔"

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خان نے کثرت مینوشی کو اپنا شعار محض اس لئے مقرر کیا ہی کہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنی ذات کو دوامی طور پر برقرار رکھے۔ کیونکہ اوس نے اپنے خلف الرشید کی مذاق مین بھی جسکا ذکر مین اوپر کرچکا ہون وہی ذوق بادہ نوشی منتقل کیا ہے جو خود اوسے اپنے باپ سے ترکہ مین ملا تھا کیونکہ جب فریزر ۱۸۲۲ء مین رضا قلی خان کا مہمان ہوا تو اوسوقت کے چشم دید واقعہ کو وہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ "مین نے خان اور اوس کے کل دربار کو بدمست و مدہوش دیکھا" لہذا اس خاندان کے اراکین کے اوضاع و اطوار مین ایک خاص قسم کا رنگین و خوش آیند تسلسل پایا جاتا ہے۔

دو ملاقاتین

خیال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مجھکو امیر حسین خان کے حالات سابقہ سے اسدرجہ واقفیت پیشتر سے تھی اور اگر خان موصوف کو معلوم ہو جاتا کہ مین اوسکے لچھن خوب جانتا ہون تو غالباً اوسے سخت صدمہ ہوتا ہے لہذا میری جو ملاقات اوس سے ہونیوالی تھی اوسکو مین کسی قدر تشویش و تردد کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ القصہ مین اپنا فراک کوٹ (جو ترائی وضع کی ٹوپی کے ساتھ غیر موزون سا معلوم ہوتا تھا) اور کفش پوش پہن کر اور جسقدر ذاتی ملازم ممکن تھے اپنے ہمراہ لیکر[۱] اون چھ آدمیون کے پیچھے پیچھے ہو لیا جنہین خان نے میرے پاس

---

[۱] ایرانی آداب معاشرت کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ خواہ سواری پر جاؤ خواہ پیدل لیکن جسقدر ذاتی ملازم ممکن ہون اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ ملازمین کی تعداد آقا کے رتبہ کی معیار متصور ہوتی ہے۔

اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اوسکے محل تک جو قریب ہی تھا میرا استقبال کرین۔ داخل ہونیکے پھاٹک کے اوپر سے مکان کا روکار ایک تھرے محراب کی صورت مین نظر آتا تھا جسمین اطالیہ کے مکانون کی وضع کے مطابق سفید پلستر کا خوشنما ابھروان کام ہو رہا تھا۔ اس محراب کے پیچھے چھت کے اوپر ایک چھوٹا سا پاکیزہ کوشک بنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پھاٹک مین سے جہان بہت سے سنتریون کا ہجوم تھا گزر کر مین ایک وسیع اور کشادہ صحن مین داخل ہوا جو طول مین عرض سے دوچند تھا۔ اس صحن کے حصۂ زیرین مین پھولون کی کیاریان تھین اور حوض اس صنعت کے ساتھ بنا ہوا تھا کہ پانی اوسکے لبون کو بوسہ دیتا ہوا ایک نالی مین جو ا... ...تھی گرتا تھا۔ اس قسم کے حوض تمام آسودہ اور خوشحال ایرانیون کے مکانات مین پائے جاتے ہین۔ پرلی طرف ایک چبوترہ پر کوئی تیس آدمی حوض کی طرف پشت اور صحن کے حصۂ بالا کی جانب جہان مجھے ایک اونچی کرسی کا ایوان کا اندرونی حصہ نظر آ رہا تھا رخ کئے کھڑے تھے۔ اس ایوان کو ایک مشبک دریچہ جسکے وسط کا حصہ کھلا ہوا تھا صحن سے جدا کرتا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرہ مین جو دہنی جانب کے گوشہ پر واقع تھا داخل ہوکر مین نے اپنے کفش پوش اُتار دئے اور حاجب کی وساطت سے وسطی منزل مین داخل ہوا۔ اس کمرے کے وسط مین دو میزین رکھی ہوئی تھین جن پر رنگین بلورین ظروف اور کھلونے آرایش کے طور پر چنے ہوئے تھے اور ایک طرف لوہے کا ایک کمانی دار پلنگ مع توشک کے بچھا تھا۔ شیشہ کے اس آرایشی سامان سے طبقۂ اعلیٰ کے اہل ایران کے اوس مذاق کا اندازہ ہوتا ہے جو

سمجھ مین نہین آتا لیکن عام طور سے پھیلا ہوا ہے اور لوہے کے پلنگ سے اس بات
کا ثبوت ملتا تھا کہ اہل ایران نے نئی مغربی تہذیب کو کامیابی کے ساتھ اپنی معاشرت
کا جزو بنا لیا ہے جس کمرہ کی سیر مین مین اس وقت مین مصروف تھا اوس کی پشت پر ایک
اور کمرہ تھا جس مین خان ایک میز لگائے بیٹھا تھا اور جہان سے وہ مجھے خوش آمدید کہنے
کے لئے اٹھا۔ جب تک وہ ترجمان کو افتتاح ملاقات کے ابتدائی مراتب کی تفہیم کرتا رہا
میری نظر اوسکی شکل وصورت اور وضع وقطع کے مطالعہ مین مصروف رہی اور اثنائے ملاقات
مین جس مین کامل دو گھنٹے لگے ہونگے مجھے اس مطالعہ کا کافی موقعہ ملا۔

امیر حسین خان کی شکل وشباہت



ع الملک کی شکل وشباہت ایسی نہین کہ جس کی اوس پر نظر پڑے وہ اوس سے
متاثر نہ ہو لیکن خوشرو اوسکو نہین کہا جا سکتا۔ جس مکان مین اوس نے مجھے بطور اپنے مہمان کی
اُتارا اوس مین اوس کی ایک عکسی تصویر آویزان تھی۔ یہ تصویر بعد مین مینے اوس سے مانگ لی
اور مقابل کا صفحہ اسی تصویر کی نقل سے مزین ہے۔ اسکے متعلق اوس نے مجھ سے یہ بیان
کیا کہ چونکہ یہ شبیہ ایک ایرانی مصور کی تیاری کی ہوئی ہے اس لئے یہ اصل کے بالکل
مطابق نہین اور اوس کے (یعنی خان کے) خال وخط اور وجاہت ظاہری کی صحیح
کیفیت تصویر سے مترشح نہین ہوتی۔ خان کی اس نکتہ چینی پر میرا بھی صاد ہے کیونکہ گو وہ
بدشکل ہے لیکن اوس کی نسبت یہ ہرگز نہین کہا جا سکتا کہ وہ کریہ المنظر ہے۔ برخلاف اسکے
حکومت ووجاہت اور فہم وفراست کی ایک شان اوسکے چہرہ پر ہویدا تھی۔

اگرچہ اوسکی عمر ساٹھہ سال سے متجاوز ہو چلی تہی پھر بھی اوسکی داڑہی اور سر کے بال کالے سیاہ تھے جسکی وجہ میرے خیال مین یہ ہے کہ وہ خضاب کرتا ہے۔ اوس کے خال وخط ایسے نہ تہے کہ جسکی نظر اون پر پڑے وہ بے اختیار اون سے متاثر نہ ہو اور اوس کا رنگ بہت ہی زردی مائل تھا۔ جس وقت مین اوس سے ملا تو وہ سیاہ رنگ کا کوٹ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھا۔ اوسکے کوٹ مین ہیرے کے تکمے ٹکے ہوئے تھے اور ایک الماس کے قبضہ کی تلوار اوس کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔ اوسکے سر پر ایک سیاہ اون کی کلاہ تھی جو اوس قدر رکھی تھی کہ کانون تک آتی تھی۔[1] اوسکے ہاتھون مین سوتی دستانے تھے اور پاؤن مین سوتی جرابین اور ولایتی روغنی چمڑے کا جوتا تھا۔ کوتاہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ ایک بہت بڑی نیلگون عینک لگائے ہوئے تہا۔ بات کرتے وقت اوسکے انداز اور طرز ادا سے معلوم ہوتا تہا کہ یہ شخص حکومت کا عادی ہے۔ ترجمان کو فہمایش کرتے وقت اوس نے بہت کچھ جوش ظاہر کیا اور جب وہ اپنا قلیان منگواتا تھا یا کوئی اور حکم دیتا

[1] صرف ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ خاندان قاجار نے کلاہ کو ایران مین بطور قومی لباس سر کے رواج دیا۔ اس سے پہلے عام طور سے لوگ عمامہ استعمال کرتے تھے۔ کلاہ کے رواج پانے کے بعد بھی بعض دفعہ اسکے گرد شال لپیٹ لی جاتی تھی اگر یہ امتیاز شاہ اور شاہی خاندان اور سلطنت کے بعض خاص خاص ارکین کے لیے مخصوص تہا۔ اب صرف شاہی دربار کے موقعہ پر یہ صورت دیکھنے مین آتی ہے۔ کلاہ کی شکل بھی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ صدی کے شروع مین یہ کوئی ڈیڑہ فٹ اونچی ہوتی تھی اور اسکی دیوارین بتدریج ڈھلتی ہوئی اوپر جاکر ایک چوٹی پر ختم ہو جاتی تہین۔ اب عام طور سے کلاہ کا ارتفاع چھہ سے لیکر دس انچ تک ہوتا ہے اور اسکا چندوا ہموار ہوتا ہے۔

تہا تو اوسکے لہجہ مین شہنشاہانہ تحکم کی آمیزش پائی جاتی تھی۔ اوسکے بائین طرف ایک
سید سبز عمامہ اور گہرے نیلے رنگ کا جبہ پہنے بیٹھا تہا اور کچھہ کچھہ دیر کے بعد جب خان
بطور استحسان اوس کی جانب روئے خطاب کرتا تہا تو وہ ایک آدھ فقرہ بول جاتا تھا
اور عام طور سے اپنے آقا کی صدائے بازگشت کا کام دیتا تھا۔ خان کا ایک چھوٹا بیٹا
بھی موجود تھا جسکی عمر کوئی چودہ سال کی ہوگی اور کچھہ دیر کے بعد خان نے اپنے ایک
سکرٹری کو بلایا جو تہوڑی فرانسیسی سمجہتا تہا۔ کچھہ فاصلہ پر چند نوکر کھڑے تہے اور
قلیان۔ چاء۔ قہوہ اور برف کی قفلیان جو مانگتا تہا اوسے لاکر دیتے تہے۔

گفتگو

خان سے دو دفعہ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا (کیونکہ دوسرے دن علی الصباح
وہ بطور بازدید مجہہ سے ملنے آیا) ان موقعون پر اوسنے بہت سی عجیب وغریب اور مختلف الذات
باتین کین جن کا مین اس مقام پر بالتفصیل اعادہ نہین کرتا۔ البتہ بسبیل اجمال ان مکالمون سے
کسی قدر اقتباس کرتا ہون سب سے مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس شخص سے مجھے سابقہ پڑا ہے
اوسکے معائب عام طور پر خواہ کیسے ہی کیون نہ ہون۔ لیکن اس وقت اوسکے حواس ظاہری
وباطنی بالکل صحیح حالت مین ہین اور وہ ایک ذہین۔ ذکی اور تجسس پسند شخص ہے۔ اثنائے
گفتگو مین وہ وقتاً فوقتاً ایسی لاعلمی کا ثبوت دیتا تہا جو ایک یورپین مین طفلانہ معلوم ہوتی
لیکن طفلانہ سادہ پن اور پیرانہ دانشمندی کی یہ آمیزش مشرقی عقل کا خاصہ ہے اور اُس
ملک کے طرز زندگی کے لئے اسکا ہونا لازمی ہے۔ جہان دماغی نشوونما کو محدود جوالی

اور عام تجزیہ کی نفی سے روک رکھا ہو۔

سوال وجواب

میرے سوال کے جواب میں وہ یہ نہیں بتا سکا کہ اوس کی رعایا کی تعداد کسقدر ہے جسکی وجہ اوسنے یہ بیان کی کہ اونکا شمار کبھی نہیں کیا گیا۔ یہ البتہ اوسنے مجھے بتایا کہ اوسکی ولایت مین چالیس ہزار گھر آباد ہین (مجھے ڈر ہے کہ خان کا یہ قول ایک بڑی حد تک مبالغہ آمیز ہے) اور ہر ایک گھر ایک تومان (چھ شلنگ) محصول ادا کرتا ہے (امین پہلے سے بھی زیادہ مبالغہ ہے) اور ہر ایک گھر بوقت ضرورت ایک مسلح سپاہی بھی بہم پہونچاتا ہے (یہ قول مبالغہ مین دونون سے بڑہا ہوا معلوم ہوتا ہے) پھر اوس نے کہا کہ یہ سپاہی بڑے جنگجو اور بہادر ہین اور ہر ایک حریف سے لڑنے مرنے کیلئے آمادہ ہین۔ اسپر مین نے قصد کیا کہ خان کے خیالات روس کے متعلق اور اوس رعایا کے رجحان کے بارہ مین جسکا مجھے اوس کی نسبت شبہ تھا دریافت کرون چنانچہ مین نے کہا کہ خراسان نہایت زرخیز ملک ہے اور بعض دفعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روسی اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہین۔

(خ) "روسی اسپر کیسے قبضہ کر سکتے ہین؟"

مین "جسطرح اونہون نے اخال تکی کو مسخر کیا"

(خ) "یہ نہین ہوسکتا۔ خراسان کے لیے ہم جان توڑکر لڑین گے جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ مشہد ہاتھہ سے نکلا جاتا ہے تو سب کے سب جتھا کر کے اسکے بچانے کے لئے اپنی جان لڑادین گے۔ ہم کوئی چھپا چھپا نہین ہین کہ روسی ہمکو مرنے سے غٹ غٹ

پی جائین گے۔[۵۱] ہمارے پاس آدمیون کی ایک دیوار موجود ہے اور ایسی دیوار پتھر کی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوا کرتی ہے۔

اگرچہ خان کے اس ادعا کو مین نے باادب تمام سنا لیکن مجھے اس کا بھی مقر ہونا پڑتا ہی کہ اس وقت مجھے نہ صرف ادن آرائشون کا خیال گذرا جن سے اوس مکان کی دیوارین مزین تھین جہان سے مین ابھی ابھی آیا تھا بلکہ ایک خط کا ایک خاص فقرہ بھی مجھے یکبیک یاد آگیا جو خان ممدوح نے باین ہمہ دعواے ہمدردی قوم وحب وطن گراڈ ٹیکاف روسی کے نام لکھا تھا۔ اس خط مین خان والاشان نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ عیسی علیہ السلام کی ذات صرف ایک ایسی ذات ہے جسپر تمام ربانی برکتین اور رحمتین نازل کیگئین تاکہ وہ آسمان سے اترکر ایک ایسی قوم کو پیدا کرین جیسی کہ روسیون کی قوم ہے۔ بہرحال مین نے مضمون بدل دیا اور خان سے پوچھا کہ ایران مین ریل کی ترویج کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ اگرچہ اوس نے عمر بھر ریل کی سڑک تک نہ دیکھی تھی لیکن تمام ملک مین ریل کے رواج دیے جانے کی حامی بھرکر اوس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا اور اس بات پر اوس نے تعجب ظاہر کیا کہ ابھی تک ریلون کا بنایا جانا کیون شروع نہین ہوا۔ پھر اوس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ملکہ وکٹوریا نے پچاس سال سے زیادہ حکومت کی ہے اور حال مین اپنی جوبلی کا جشن منایا ہے۔ امیر افغانستان کے بخیلانہ طرز عمل کی طرف اشارہ کرکے اوسنے بیان کیا کہ یہ بات میری سمجھ مین نہین آئی کہ کیون وہ اپنے علاقہ مین اجنبیون کو داخل ہونے نہین

۵۱ چاچہ کو جسے فارسی مین ماست یا آب دوغ کہتے ہین ایرانی اور کرد لوگ بڑی رغبت سے پیتے ہین۔

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا ہرات مین داخل ہوتا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا۔ لیکن خان کے دائرۂ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھ دن لگتے ہین۔ اسکے جواب مین اوسنے زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کرکے جسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے[1]۔ میرے سفر کی اغراض ومقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباواجداد کے طرزعمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات بیکر سے دہراے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

---

[1] یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے۔ مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے۔ جو موریر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے۔ فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق رہتا تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈ فورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے۔ سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہو کر بولا:- "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"۔

چاہتے ہین ؟ کیا انگریزی سرکار آپکو سفرخرچ دیتی ہے ؟ اور دیتی ہے تو کس قدر دیتی ہے ؟ اگر نہین دیتی تو آپکے سفر کے مصارف کا کفیل کون ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ ذوق سیر وسیاحت اور شوق اکتساب معلومات بالعموم ایسے جذبات ہین کہ مشرقی سمجھ اون کی قدر وقیمت کے اندازہ سے قاصر رہتی ہے[۱]

اوس کو اپنے پیشہ اور اپنے خاندان کی حیثیت کے سمجھانے مین بھی مجھے بڑی دقت پیش آئی۔ پارلیمنٹ کا اوس نے کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ مین ایک بڑی مجلس کا رکن ہون تو جواباً اوس نے مجھ سے پوچھا کہ "کیا تم سپاہی ہو؟" ایک انگریزی امیر کے رتبہ یا درجہ کی شان کا خیال اوسکے دل مین پیدا نہین ہوسکا۔ البتہ یہ معقول اور نتیجہ خیز باتین اوس نے مجھ سے دریافت کین کہ "کیا تمہارے والد کے پاس بہت سے سپاہی ہین ؟" اور یہ کہ "تمہارے والد کو اپنی جائداد کا مالک کس نے بنایا ؟" جب مین نے جواب دیا کہ ہمارے خاندان کی جائداد آٹھ سو سال سے ہمارے ہی خاندان کے قبضہ مین چلی آئی ہے تو اوسے بڑا تعجب ہوا۔ لیکن اسکے جواب مین اوس نے قریب قریب

[۱] "یہ بات ان لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ انسان کو تفریح و تفرج کی غرض سے یا باقتضائے شوق تحقیق بھی سفر اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کسکو پڑی ہے کہ محض حصول معلومات کے لئے قطع نظر مصارف سفر کے ایک طول طویل سفر کی زحمتین اور صعوبتین خود اپنی مرضی سے برداشت کرے پس اگر بادی النظر مین سفر کا کوئی مقصد معلوم نہ ہوتا ہو مثلاً یہ کہ اس سفر کو تجارت یا کاروبار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے تو وہ فوراً کوئی ایسی غرض اوس سے منسوب کردیتے ہین جو اون کے نزدیک قرین قیاس ہو۔" سفر خراسان مصنفہ فریزر۔ صفحہ ۵۲۹۔

وہی جواب دیا جو مسٹر ہارڈکیسل دشتی اسٹوپس ٹوکانکر[1] مین دیتا ہے اور پھر رسم ہائے کہن کی ایک ایسی تقلید کو مرعی رکھ کر جسکا معروف ہوئے بغیر مین نہ رہ سکا اوس نے کہا کہ فرنگستان بوجہ اپنی قدامت کے ایک عظیم الشان ملک ہے۔ قدامت سے جیسا کہ اوس نے بیان کیا اوسکی مراد شخصی اقتدار سے تھی۔

مین خان کو ایک تحفہ دیتا ہون

یزر نے مجھ سے ستر سال پہلے میرے میزبان کے باپ کو ایک چاندی کی جیبی گھڑی تحفتہً دی تھی۔ مین نے بھی اس بارہ مین اوس کا اتباع کیا اگرچہ مجھکو اسوقت یہ خیال نہ تھا کہ مین اوس کی تقلید کر رہا ہون۔ خان کوچان نے میری جو خاطر اور تواضع کی تھی اس کے شکریہ کے اظہار کے طور پر مین نے ایک جیبی گھڑی اوسے پیش کی جسمین گھنٹون اور منٹون کا اندازہ گردشی سوئیون سے نہ ہوتا تھا بلکہ وقت اعداد کے ذریعہ سے جو ایک حلقہ مین نمودار ہوتے رہتے تھے معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ صنعت کے اس عجیب نمونہ کو دیکھکر نہایت ہی محظوظ ہوا لیکن چونکہ اعداد اوسکی سمجھ مین نہین آ سکتے تھے کیونکہ وہ معمولی رومائی اعداد سے جنھین اوس نے پہلے دوسری گھڑیون پر دیکھا تھا مطابق نہ تھے لہذا مین نے اوسے ایک نقشہ کھینچ دیا جس مین معمولی اعداد ایک سے ساٹھ تک اور اون کے مقابل

+ یہ کتاب انگلستان کے مشہور بذلہ سنج مصنف گولڈاسمتھ کی تصنیف ہے۔ مترجم

[1] مجھے وہی چیزین مرغوب ہین جو پرانی ہون۔ پرانی کتاب۔ پرانی شراب۔ پرانے احباب۔ پرانے رسم و آداب۔ پرانا زمانہ۔

کے رومائی مترادف درج تھے۔ اسکا ترجمہ اوس کے سکرٹری نے فارسی مین کردیا۔ شجاع الملک نے گھڑی لے لی لیکن لینے کے بعد اوس نے مجھہ سے یہ پوچھکر کہ اس گھڑی کی کیا قیمت ہوگی۔ مجھے محو حیرت بنا دیا۔ اگر کوئی یورپ مین یہ سوال کرتا تو اوس کی اس قسم کی حرکت بی تمیزانہ تجسس پر محمول کیجاتی لیکن ایلخانی کے سوال کے نخواکوبین سے اوس کی اس طرفی خواہش سے منسوب کیا کہ معطی کو اوسکے ارمغان کی قیمت کے برابر کی کوئی چیز معاوضہ کے طور پر دیجائے کیونکہ ایلخانی کے مشہور بخل کی وجہ سے یہ امر خارج از بحث تہا کہ وہ میرے تحفہ کی قیمت سے ایک دھیلا بھی مجھے زیادہ دیتا۔ لیکن جو تحفہ کہ وہ معاوضہ مین مجھے دینے والا تھا اوس کی کیفیت یا قیمت مجھے کبھی معلوم نہین ہوئی کیونکہ کو دوسرے دن جب وہ بازدید کو آیا تو اوسکے ساتھہ ایک بقچہ تہا جس مین (جیسا کہ مین نے بعد مین سنا) کچھہ قالینین بازربفت تھی۔ لیکن تحفہ مجھے دینے نہین پایا جسکی وجہ یہ تھی کہ اوس کے بعض نوکرون نے بقچہ کا بقچہ غایب کردیا۔

خان اپنے مطبخ سے میرے لئے کہانا بہیجتا ہے

کوچان کے معمر سردار سے میری ملاقات کے خاص واقعات یہی تھے جن کا مین نے اوپر ذکر کیا۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ گو مین اون بیانات کی تردید نہین کرسکتا جو اوس کی عادات و خصایل اور اوسکے کمالات کے متعلق ہے پہلے کے سیاحون نے قلمبند کئے ہین لیکن پھر بہی مین کم از کم اوس کی سیرت کے ایک دوسرے پہلو پر جو محاسن سے زیادہ نزدیک ہے روشنی ڈال سکتا ہون۔ سر چارلس میکگریگر

جو ۱۸۷۵ء مین یہان آیا اوسنے خان کوچان کے متعلق یہی رائے قایم کی کہ خان موصوف
سب کے عادات واطوار ایک خان متانت لیے ہوئے ہین اور فہم وفراست کے لحاظ سے وہ
ممتاز ہے۔ شام کے وقت مجھے ایرانی طباخی کی شناخت اور خود خان کے باورچی خانہ کے
مطبوخات کی کیفیت کا اندازہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میرے لیے خان نے جو کہانا بہیجا اور جو میرے
کمرے کے فرش پر قابون مین لاکر چن دیا گیا وہ اتنا تہا کہ ایک فوج کے لیے کافی ہوتا۔
ستر بار تین طرح کے پکے ہوئے مرغ۔ حلوان کی بہنی ہوئی مسلم ران۔ کباب۔ خاگینہ۔ پلاؤ[۱]
اور دوسری انواع واقسام کے کہانے جنکا مجھے نام معلوم نہین۔ غرضکہ سبہی طرحکی نعمتین موجود
تہین۔ جن جن چیزونکو مین نے کہایا وہ نہایت عمدہ پکی ہوئی تہین علی الخصوص پلاؤ اور چلاؤ تو
ایسے تہے کہ پیرس کا کوئی اعلی سے اعلی باورچی بہی ویسا نہین پکا سکتا۔ پینے کے لیے
کوچان کی شراب تہی جو نہایت ہی بدمزہ تہی۔ چہاچہ بہی موجود تہی مگر جب تک کام وزبان
اوسکے عادی نہ ہون اوس وقت تک اوسکا مزہ بہی ایسا نہین کہ مرغوب ہو۔ البتہ شربت
جو آیا وہ لطیف تہا اور اگرچہ اوسکے اجزا زیادہ تر شکر اور برف کا پانی ہی تہے لیکن وہ ایک
نہایت ہی خوش ذائقہ اور مفرح شئے تہی۔ ناشپاتی کے لکڑی کے نازک اور سفید وشفاف
چمچے شربت کے پیالے مین تیرتے رہتے تہے اور نہایت ہی بہلے معلوم ہوتے تہے۔

---

[۱] اس مقام پر مصنف نے ایک طویل نوٹ اپنے انگریزی ناظرین کے لیے جو ان کہانون کی ماہیت سے واقف نہین اونکی ترکیب کے متعلق درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کے پڑہنے والون کے لیے ان کہانون مین سے ایک بہی ایسا نہین جسے نیا کہا جاسکے۔ اس لیے مین نے نوٹ کا ترجمہ ضروری نہین خیال کیا۔ مترجم

اسکے علاوہ انگورون کے خوشے بھی تھے۔ مجھے اسکے پہلے ایک سے زیادہ دفعہ ایرانی کھانا کھانے کا اتفاق ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ گو شان کوچان کا کھانا [illegible] سے سستا ہوتا لیکن کیفیت کے لحاظ سے اس سے بہتر کھانا کسی شہر مین [illegible] مین نے نہین کھایا۔

شہر کوچان

ایک دن مین شہر کوچان اوس کے حوالیات کو دیکھنے کے لیے سوار ہو کر نکلا۔ دریافت کرنے پر مجھے یہ اطلاع ملی کہ اس شہر کی موجودہ آبادی بارہ ہزار ہے لیکن اس تخمینہ کو مین مبالغہ سے معرا نہین پاتا۔ شہر پناہ جسکے گرد مین پتھر اور جسے معہ خندق کے موجودہ ایلخانی کے باپ اور دادا نے تیار کیا تھا اوسکی مرمت عباس مرزا کے توپخانہ کی گولہ باری کے وقت سے نہین ہوئی۔ اسکے علاوہ زلزلہ کے متواتر صدمون علی الخصوص اوس زلزلہ سے جو ۱۸۷۲ء مین آیا فصیل بہت کچھ منہدم ہو گئی ہے ۱۸۷۵ء مین میگگریگر کا بیان ہے کہ یہ شہر ایسا ویران ہو رہا ہے کہ اگر مین روس کا کوئی حال بیان نہ کرون تو میرا ایسا کرنا حق بجانب متصور ہو سکتا ہے۔ فصیل کی اب اکثر مقامات پر یہ حالت ہے کہ مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حقیقت نہین۔ شہر کے باہر اینٹون کے بہت سے روڑے ہین اور کئی برف کے مخزن ہین جو شہد کی مکھی کے چھتے کی طرح ایک گڑھے پر جس مین برف کا ذخیرہ رہتا ہے کچی مٹی کے بلند مخروطہائے مستدیر کی شکل مین بنے ہوئے ہین۔ مین نے ایک بہت بڑا میوے کا باغ بھی دیکھا جو خان کی ملک سے ہے۔ اس باغ مین جسکا رقبہ دس بارہ ایکڑ

ہوگا۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آلوبالو۔ چیری۔ شہتوت۔ اخروٹ۔ بید۔ اور بہی کے درخت
موجود ہیں۔ اس کے وسط میں کچی ہوئی مٹی کا ایک چبوترہ کوئی ایک فٹ بلند واقع ہے
شاہ نے جب ۱۸۸۲ء میں مشہد کا دوسرا سفر اختیار کیا اور یہاں ٹھہرا تو اس کا خیمہ اسی
چبوترہ پر نصب کیا گیا تھا۔ اور جب زلزلہ کا خطرہ رہتا ہے تو خان بھی یہین اپنا خیمہ لگا کر رہتا
ہے۔ شہر کے باہر ایک سطح مرتفع ہے جو تخت شاہ کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ
مین فتح علیشاہ نے کوچان پر چڑہائی کی تھی تو یہین اوس نے اپنے ڈیرے ڈالے تھے
شہر پناہ سے کوئی ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جو نادر تپہ کہلاتی ہے
نادر شاہ جون ۱۷۴۷ء مین یہین مارا گیا۔

عمارات

کوچان مین خان کے محل کے علاوہ اگر کوئی ایسی عمارت ہے جو عام عمارت کی
گرد آلود اور افقی دوز چھتون سے اوپر اپنا سر اٹھاتی ہے یا ہے جسکو کچھ بھی امتیاز حاصل ہے تو وہ
ایک قبے اور دو پست منارون کی ایک مسجد ہے۔ ان منارون مین سے ایک کی چوٹی پر
ایک چوبی غلام گردش ہے جہان موذن کہڑے ہو کر اذان دیتا ہے۔ چونکہ شیعہ فرقے کے
مسلمان کافرون کو اپنی مساجد کے دروازون مین بھی داخل نہین ہونے دیتے اور اس
لحاظ سے اس خاص بارہ مین حرارت دینی کے اظہار کے ساتھ دوسرے مذہبی احکام
کی تعمیل سے نمایان طور پر پہلوتہی کر کے ایک عجیب خبط کا ثبوت دیتے ہین۔ اس لئے
نہ تو یہان اور نہ کہین اور مجھے اس سے زیادہ موقعہ ملا کہ عربی وضع کے محرابدار دروازہ مین سے

مسجد کے اندرونی صحن کو ایک نظر دیکھ سکون۔

افسوس ہے کہ میں [illegible] سفر کوچان کا حال [illegible] میں پڑہا ور نہین

اوس عظیم الشان نسخہ قرآن کے [illegible] قریب ہے بیان کیا ہے

کہ نادر شاہ کے چند [illegible] کے کچھ اجزا [illegible] سے جو سمرقند مین

ہے [illegible] تھے [illegible] قرآن کا [illegible] رہا ہے کہ اس نسخہ کے قریباً ساٹھ صفحے جو طول مین

دس سے لیکر بارہ اور عرض [illegible] سات سے لیکر آٹھ فٹ تک ہون گے اور

جن کا خط نہایت ہی پاکیزہ اور خوبصورت تہا فریزر نے کسی امام بارہ کے ایک

طاق مین رکہے ہوے دیکہے تہے۔

بازار

اثنائے قیام کوچان مین مین نے وہان کے بازارون کی بھی سیر کی۔ اون کی وضع

عام مشرقی بازارون کی سی ہے لمبی لمبی گلیون پر لکڑی کی محرابدار چہت پڑی تہی۔ اور او

اوپر سے گارے سے لیپ دیا تہا تاکہ آفتاب کی سوزندہ شعاعین اندر نفوذ نہ کرین۔ کچھہ دیر

کے لئے مین بزازون کے بازار مین ٹہرا جہان مین نے بہت سی دکانون مین چہینٹ ورلیں

اور دوسرے طرح طرح کے سوتی کپڑون کے ذخیرے دیکہے۔ لیکن یہ کپڑے بظاہر یورپین

ساخت کے معلوم ہوتے تہے اور جب مین نے دریافت کیا کہ یہ مال کہان سے آیا ہی

تو مجھے جواب ملا کہ روس سے۔ ہر ایک تہان پر کسی روسی کارخانہ کا نام لکھا تھا۔ مین نے

پوچھا کہ بازار مین انگریزی ساخت کا مال بھی فروخت ہوتا ہے یا نہین۔ اسکے جواب مین

ایک سوداگر نے کچھہ سرخ رنگ اور دھاری دار سوتی کپڑے کا ایک تھان نکالکر پیش کیا۔ لیکن ان مین سے کسی پر بھی کسی انگریزی کارخانہ کی علامت ثبت نہ تھی اور سوداگر یہ نہین بتا سکا کہ یہ مال کہان سے آیا ہے۔ آخرکار ایک سوداگر نے سوتی کپڑے کا ایک تھان جسپر بمبئی کے کسی کارخانہ کی مہر تھی اور جو بلاشبہ ہندوستانی روئی سے تیار ہوا تھا نکالا جب مین نے سوال کیا کہ اتنی دور سے مال منگانے مین کیا نفع ہوسکتا ہے تو جواب ملا کہ اگرچہ دام تو اس مال کی بہت مہنگے ہین لیکن چونکہ دیرپا اور عمدہ ہونے کے لحاظ سے یہ مال اورون سے اچھا ہے اسلئے لوگ اسے خریدتے ہین۔ کانچ۔ دہات اور چینی کے جسقدر برتن بازار مین تھے سب روس کے بنے ہوئے تھے۔ اسی طرح شکر بھی روسی ساخت کی تھی۔ مجھہ سے یہ بیان کیا گیا کہ جسقدر چاے یہان استعمال ہوتی ہے اوسکا اکثر حصہ ہندوستان سے براہ بندر عباس و مشہد آتا ہے۔ لیکن کسی قدر چاے کی درآمد روس سے بھی ہوتی ہے۔ اس مین شک نہین کہ کوچان مین روس کی سیاسی اور تجارتی اغراض کی خوب نگہداشت ہوتی ہے کیونکہ روسیون کی طرف سے یہان ایک وکیل مقرر ہے جسے سرکار روس سے تنخواہ ملتی ہے۔ تجارت برآمد جو زیادہ تر روئی اور چمڑے پر مشتمل ہے ارمنیون کے ہاتھ مین ہے کیونکہ تجارت سے خاص مناسبت رکھنے کے باعث تمام ایران کی تجارت اس قوم کے ہاتھ مین آگئی ہے۔ روسیون کے تفوق کی یہ کافی وجہ قرار دیجا سکتی ہے کہ کوچان عشق آباد سے قریب واقع ہے اور ان دونون مقامات کے مابین ذرائع آمد و رفت امن و حفاظت اور سہولت سے بہم ہین کوچان کو تار برقی کا ایک اکہرا سلسلہ ایک طرف تو مشہد اور دوسری طرف بجنورد

سے جو وادی اترئیک مین بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ملتا ہے اور یہ سلسلہ روسی تار برقی سے قزل اروات مین جا ملتا ہے - کوچان مین ہر ہفتہ عاشق آباد سے روسی ڈاک بھی آتی ہے جسے ترکمان سوار کوچان ہوتے ہوئے مشہد تک پہونچا دیتے ہین -

صوبہ کوچان



اسکے کہ مین کوچان سے روانہ ہون مناسب ہوگا کہ مین اوس صوبہ اور حکومت کے متعلق کچھہ تفصیلی حالات قلمبند کرون جسکا یہ شہر صدر مقام ہے - اسکے شمال مغرب کی طرف صوبہ بجنورد واقع ہے اور مشہد کی طرف اس کا علاقہ رادکان تک پھیلا ہوا ہے گویا کہ اس کا کل طول ساٹھہ میل کے قریب اور عرض شمالاً جنوباً کسی قدر کم ہے - اس صوبہ مین سلسلہ ہائے کوہ اور سطوح مرتفع جن مین روسی سرحد سے روانہ ہو کر مین سفر کرتا چلا آیا تھا - اور خاص وادی کوچان جسکا اوسط عرض پندرہ میل ہوگا اور جو مشہد تک بغیر کسی طبعی رکاوٹ کے پھیلی ہوئی چلی گئی ہے یکسان نسبت مین واقع ہین - سلسلہ کوہ شاہ جہان جو اس کے جنوب کا محیط ہے شہر کوچان کے عقب مین جو سطح سمندر سے ۴۰۰۸ فیٹ بلند ہے واقع ہے اور اوسکی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع دس ہزار فیٹ ہے - تمام شمالی ایران مین وادی کوچان سے زیادہ زرخیز اور شاداب علاقہ اور کوئی نہین - اگر آبپاشی کا بطور مناسب انتظام ہو تو یہان کے اناج کی پیداوار بیج سے ستوگنی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اسی موزون طور پر خراسان کا غلہ کا گودام کہا جا سکتا ہے - اسکا بیلف نے جب گراڈیکاف کو شجاع الدولہ سے اپنے گھوڑون اور اونٹون کیلئے چارہ خریدنے کے واسطے روانہ کیا

تو اوسے ان تمام باتون کا حال خوب معلوم تھا اور آجکل کے روسی بھی جو ایک ایسے ضلع کی
قریب اپنا صدر مقام قایم کر رہے ہین۔ جہان سے ایک بڑی فوج کے لیے ... بہم پہنچ
سکتی ہے اور جو گویا کل خراسان کے قبضہ کی کنجی ہے خوب جانتے ہین کہ اون کے اس طرز
عمل کا مقصود اصلی کیا ہے۔ صوبہ کوچان مین زیادہ تر ظفران لو قبیلہ کے کرد آباد ہین لیکن
کچھ جریلی ترک اور ایرانی بھی یہان بود و باش رکھتے ہین۔ آبادی کی کل تعداد نوے ہزار
سے دو لاکھ نفوس تک بیان کیجاتی ہے اور یہ امر محتاج بیان نہین کہ اعداد اوّل الذکر
احتمالاً زیادہ قرین اندازہ ہین۔ ایلخانی کی آمدنی کا ذریعہ کچھ تو وہ محصول ہے جو اوس کے
علاقہ کے قصبات کے مکانون اور دکانون پر اور نیز بیرونجات کی مزروعہ اراضی پر لیا
جاتا ہے اور کچھ اوسکی ذاتی جایداد کے محاصل ہین۔ اس مین سے اوسے اپنے سوارون
کی جمعیت کے مصارف ادا کرنے پڑتے ہین۔ یہ رسالہ ساز و سامان سے عمدہ طور پر آراستہ
اور بندوقون سے مسلح ہے مگر اسکی تعداد جو پہلے ایک ہزار تھی کم ہو کر پانچ سو رہ گئی ہے۔
شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ سرحد کی حالت اب وہ نہین رہی جو پہلے تھی۔

کوچان سے دوسرے راستے

کوچان سے مشہد۔ (براہ جعفرآباد۔ شورچاہ۔ رادکان۔ خیاران۔ گون آباد۔ قاسم آباد
۹۳ میل) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۲۲ء)
باب ۲۲ "ٹرولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ سر اے برنس (۱۸۳۲ء) جلد سوم۔ صفحہ
۴۷ و ۵۷ "جرنل آف دی رائیل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی) مرتبہ

کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ع) جلد ۴۶ صفحہ ۹۹ الی ۱۰۸ و ۱۵۱ الی ۱۵۳ + "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای او ڈونوون (۱۸۸۰ع) جلد اول باب ۲۸ +

کوچان سے سبزوار - (۱۶۹ میل) دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) مصنفہ ای - او ڈونوون (۱۸۸۰ع) جلد اول صفحہ ۳۴۷

کوچان تا استرآباد - (براہ شیروان - بجنورد و گورگان) دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ جے - بی - فریزر (۱۸۲۳ع) - باب ۲۳ - الی ۲۴ + "اے ونٹرس جرنی" (موسم زمستان کا سفر) مصنفہ مصنف مذکور (۱۸۳۴ع) جلد دوم خطوط نشان ۱۲ و ۱۳ + ۱۰۱ "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) - مصنفہ سر اے - برنس (۱۸۳۲ع) جلد دوم صفحہ ۸۶ - الی

کوچان سے شاہرود - (براہ شیروان - بجنورد - سمولغان - جاجرم - و بسطام) - دیکھو "کلاؤڈ وڑ اندی ایسٹ" (گھٹا مشرق میں) مصنفہ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ع) باب ۱۶ و ۱۷ + "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) مرتبہ کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۴ع) جلد ۴۶ صفحہ ۹۰ - الی ۱۱۳ و صفحہ ۱۶۴ - الی ۱۶۵ + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مصنفہ سر چارلس میگگریگر (۱۸۷۵ع) جلد دوم صفحہ ۸۸ - الی ۱۱۳ +

کوچان سے درگز - دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ۴۶ صفحہ ۸۸ - الی ۹۴ و صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹ +

چھٹا باب

ازکوچان تا یہ قلات نادری

دامن کہسار مین بیک نظر کے سامنے | سلسلہ تہا اک چٹانون کا سراسر پیچ وتاب
اون کے اوپر چوٹیان ابرو پہ بل ڈالے ہوئی | جنکے عارض پر پڑا تہا برف سیمین کا نقاب
سب کے اوپر برف کا دریا سے ابیض موجزن | جسکو سورج نے کیا تہا غیرت لعل مذاب

"دی پیلیس آف آرٹ" (قصر صنایع) - ٹینی سن

قلات نادری جانے کا قصد

میرا قصد تہا کہ اگر ممکن ہو تو کوچان سے اوس مشہور و معروف سرحدی قلعہ قلات نادری یعنی قلعہ نادر شاہ کی سیر کرتا جاون جسکی نسبت سابق کے سیاحون نے بیان کیا ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ حیرت انگیز قدرتی نظارون مین اس کا شمار ہے اور فی الحقیقت اپنی غیر معمولی قدرتی طاقت اور رسائی کی حد سے باہر ہونے کے باعث اس سرزمین مین جو پہاڑی قلعون اور ناقابل محاصرہ بلندیون سے معمور ہے یہ قلعہ فرد ہے۔ جب سے کہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ روس کا اس قلعہ پر دانت ہے ۱۸۸۹ء کے موسم بہار مین ہاوس آف کامنز مین یہ سوال پیش ہوا کہ آیا یہ قلعہ زار روس کو دے دیا جائیگا

ہر اجنبی کو جو اسکے دیکھنے کا شوق ظاہر کرے شبہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہین۔ اور اسلئے
مین نے اپنی خواہش کا مخفی رکھنا ہی قرین حزم خیال کیا۔ مین نے یہ امر تحقیق کر لیا تھا کہ روانہ
ہونے سے قبل شاہ سے اسکے دیکھنے کی اجازت حاصل کرنی ناممکن ہے کیونکہ شاہ کجکلاہ
ابھی تک اپنے سفر یورپ سے مراجعت فرمائی طہران نہین ہوئے تھے اور سفیر انگریزی
بھی دار السلطنت مین موجود نہ تھا کہ کارپردازان سلطنت کی وساطت سے اسکا انتظام
کرسکے۔ اس کے علاوہ مین خود اس قسم کی اجازت کبھی طلب نہ کرتا کیونکہ مجھے یہ بات بخوبی
معلوم تھی کہ اگر مجھے اجازت ملگئی تو روسیون کے لئے ایک نظیر قایم ہوجاے گی۔ اور
وہ بھی اسی قسم کی رعایت کے خواستگار ہونگے حالانکہ اون کے قاصد کا اس قلعہ مین
جانا میرے جیسے بے غرض سیاح کے وہان جانے سے شاید مختلف معنی رکھتا۔ حاکم خراسان
کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے مشہد تار دینے کی میری اور بھی کم خواہش تھی کیونکہ
مجھے اس امر کی نسبت شبہ تھا کہ آیا وہ ایسی اجازت دینے کا مجاز بھی ہے یا نہین۔ اس کے
علاوہ مجھے پورا یقین تھا کہ گو مین لوٹا نہ دیا جاؤن تاہم جاسوس میرے پیچھے پیچھے ضرور آئینگے
ایرانی لوگ اجنبیون کو اور بالخصوص اون لوگون جو کسی چیز کا نقشہ کھینچین یا کوئی سوال پوچھین
یا پیمایش کرین یا اپنی جیب مین سے کوئی آلہ نکالین اس درجہ شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین کہ اگر
اونہین سیاح کا ارادہ پیشتر سے معلوم ہوجاے تو تحقیقات کی غرض سے کسی مقام کے دیکھنے
مین کامیابی نہین ہوسکتی۔ لہذا مین نے یہ عزم کر لیا کہ کسی شخص پر اپنا عندیہ ظاہر نہ کرون گا بلکہ
یہ ظاہر کرون گا کہ مین مشہد کو جارہا ہون اور ممکن ہے کہ راستہ مین شکار کی غرض سے کچھ

دیر کیلیے راہ چھوڑ کر پہاڑون مین چلا جاؤن - درحقیقت میرے دل مین یہ بات تھی کہ جو راستہ[1] شاہراہ کے علاوہ مجھے مل سکا اوسے اختیار کرونگا اور دیکھونگا کہ آیا یکہ و تنہا کسی کو اطلاع یا اپنے آنے کی خبر دیئے بغیر مین قلات تک پہونچ سکتا ہون یا نہین -

ایلخانی کی وکٹوریا گاڑی

ایلخانی کی نگرانی کی رو سے بچنے مین بہت بڑی مشکل پیش آئی - اوس کو نہ صرف اسبابت کے تجسس کا شوق بدرجہ غایت دامنگیر تھا کہ مین کہان کہان جانیکا قصد رکھتا ہون بلکہ وہ اس امر پر بھی مصر ہوا کہ مین مشہد تک اوس کی ہی روسی ساخت کی وکٹوریا گاڑی مین سفر کرون - چنانچہ اوسنے مجھے یہ دہمکی بھی دی کہ اگر تم میری گاڑی مین نہ جاؤگے تو جو چاندی کی جیبی گھڑی تم نے مجھے دی ہے وہ مین پھیر دونگا - مین نے بہتیرا اوس سے کہا کہ مجھے گھوڑے کی سواری زیادہ پسند ہے مگر اوس نے ایک نہ سنی اور یہ جواب دیا کہ آگے چلکر جی بھر کر گھوڑے کی سواری کر لینا - جب مین نے یہ عذر پیش کیا کہ جو گاؤن رستہ مین پڑتے ہین مین وہان ٹھہرتا ہوا جاؤنگا تو اوس نے کہا کہ گاڑی بھی آپ کے ساتھہ ساتھہ ٹھہرتی ہوئی جا سکتی ہے - آخرکار بعد وقت فیصلہ اس بات پر ہوا کہ مین پہلی منزل گاڑی مین جاؤن اور وہان سے لوٹا دون - کوچان سے میری روانگی نہایت پر تکلف طور پر عمل مین آئی - خان بازار مین میرے ساتھہ ساتھہ ہاتھہ مین ہاتھہ دیئے کچھہ دور تک پیدل آیا اور

[1] مجھے اس طرف کے کسی رستہ کا حال معلوم نہ تھا - جو چند سیاح مجھہ سے پیشتر قلات نادری کو گئے وہ سیدھے مشہد سے گئے -

پھر اوسنے مجھے گاڑی مین جو ماسکو کی بنی ہوئی تھی اور جدید ترین اور نہایت ہی خوشنما وضع کی تھی (معلوم نہین یہ تحفہ اوسے کس نے بھیجا) سوار کرایا۔ گاڑی مین چار سبزہ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گھوڑون پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے آگے غلام گھوڑون پر سوار رستہ صاف کرتے جاتے تھے اور کچھ ملازم گاڑی کے ساتھ ساتھ چلے آرہے تھے۔ اس شان سے خان کی وکٹوریا گاڑی مجھے لیے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کے باہر نکلی۔

از کوچان تا بہ چمگیر

اس راستہ کا ابتدائی حصہ اوس شاہراہ پر واقع تھا جو مشہد کو جاتی ہے کیونکہ شبہ کے رفع کرنے کی غرض سے مین نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ رادکان تک جو شجاع الملک کے علاقہ کی سرحد ہے اور کوچان سے چالیس میل ہے اسی راستہ سے جاؤن۔ سڑک برابر مسطح چلی گئی ہے۔ البتہ کوچان سے بیس میل کے فاصلہ پر یہ اوس حد کو عبور کرتی ہے جو اترک اور کشف رود کی ندیون کے طاسون مین فاصل ہے۔ سڑک نہ تو کٹی ہوئی ہی تھی اور نہ مرمت کے اعتبار سے ہی اسکی حالت اچھی تھی۔ غرضکہ جس انجنیر نے اسے بنایا وہ اسکی تعمیر کے لیے مستحق تحسین نہین ہوسکتا۔ میرا کوچبان گاڑی زیادہ تر کھلے میدان مین ہانکتا تھا کیونکہ سڑک کو جا بجا آبپاشی کی نالیان فٹ بھر یا اس سے بھی زیادہ گہری قطع کرتی تھین جنکی وجہ سے گاڑی کو ایسے جھٹکے لگتے تھے کہ پناہ بخدا۔ شروع کے دس میل تک زمین اگرچہ اس فصل مین خودرو سبزہ سے معرا تھی لیکن سبز کھیت ہر طرف لہلہاتے ہوئے نظر آرہے تھے اور کوئی

جگہ ایسی نہ تھی جہان ہل نہ چلایا گیا ہو - لیکن دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ویرانی شروع ہو گئی - مین گرد کی ایک چادر مین لپٹا ہوا جا رہا تھا اور گرد ہر آگے کی چیز مجھے نظر نہ آتی تھی - میدان کے دونون جانب کچھ کچھ فصل سے کچی مٹی کے بنے ہوئے جھونپڑون کے گاؤن درختون کے چھوٹے چھوٹے جھرمٹون کے سایہ مین جو کسی اکیلے دکیلے نالی یا غیر مسدود قناتؔ[۵] کی وجہ سے اُگ آئے تھے پناہ لئے ہوئے نظر آتے تھے - ان گاؤن

[۵] چونکہ مجھے قناتون کا ذکر آگے چلکر بہت جگہ کرنا پڑے گا اور ایران کے مناظر اون سے نمایان طور پر معمور ہین - اسلئے اون لوگون کی اطلاع کیلئے جنہون نے قنات نہین دیکھی مین اس شئے کی ماہیت بیان کرتا ہون - قنات (جو بلوچی اور افغانی کاریز کی ہم معنی ہے) ایک زمین دوز نالی کو کہتے ہین جو کسی پہاڑی چشمہ سے اوس گاؤن مین پانی لاتے جہان ترقی زراعت یا قیام حیات مقصود ہو - اسکے بنانے کی ترکیب حسب ذیل ہے :- اول اول کسی مرتفع مقام پر اتنا گڑھے کہودے جاتے ہین یہان تک کہ پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے - اسکے بعد دوسرے سرے† پر جہان پانی سطح پر لانا مقصود ہو یا

† مجھے اپنے ایک دوست سے جو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر مقامات کی اس قسم کی کاریزونکا حال بالتفصیل جانتے ہین معلوم ہوا ہی کہ قنات کے تیار کرنیکا یہ طریقہ ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑہا کہودا جاتا ہی اور جب اوس مین پانی نمودار ہوتا ہی تو اس گڑھے سے اوس سمت مین جدہر پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی ایک زمین دوز نالی کچہ دور تک لیجا کر ایک گہرا گڑہا سطح زمین پر سے کہلا ہوا کہودا جاتا ہی اور پانی پہلے گڑھے سے اس ڈہلوان نالی کے ذریعہ سے دوسرے گڑھے مین آکر جمع ہو جاتا ہی اور پہر اس دوسرے گڑھے سے آگے کو نالی کہودی جاتی ہے اور اسیطرح گڑہون کا ایک سلسلہ اوس مقام تک قایم کر دیا جاتا ہے جہان پانی لیجانا مطلوب ہوتا ہی - مصنف نے جو طریقہ تیاری قنات کا بیان کیا ہی اوس سے مترشح ہوتا ہی کہ اول ایک مرتفع مقام پر گڑہا کہودتے ہین اور پہر سمت مقابل سے جہان پانی لانا مقصود ہوتا ہی اس گڑھے کیطرف نالی کہودنی شروع کیجاتی ہے - اس سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ ثانی الذکر طریقہ اول الذکر سے مختلف ہی - چونکہ میری ذاتی معلومات اسبارہ مین کچھ بھی نہین اس لئے مین کسی قطعی اور ناطق رائے کے اظہار سے قاصر ہون لیکن قیاس اس امر کا مقتضی ہی کہ جو اطلاع مجھے اپنے دوست کے زبانی معلوم ہوئی ہے وہ صحیح ہو کیونکہ اسکی تصدیق خود مصنف کے نوٹ کے آخری حصہ سے ہوتی ہی جسمین ہسپانوی غیر جوزیفا بارہیرو بیان کرتا ہی کہ نالی کے تیار کرتے وقت کہدائی کا رخ اصلی گڑھے سے جسمین پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہی اوس مقام کی طرف ہوتا ہی جہان پانی لیجانا مقصود ہوتا ہی نہ کہ اس مقام سے خود اصلی سرچشمہ کی سمت مین - مترجم

مین سے پہلے ہم فتح آباد کے پاس سے ہوکر گذرے جو کوچان سے نو میل ہے۔ اوسکے بعد سرنجان آیا جو سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پہر ہم جعفر آباد پہونچے جو پست

درمیانی مقامات پر کہدائی شروع کی جاتی ہے اور چشمہ کی سمت یا مخرج سے ڈہلاو کے ساتھ زمین کے نیچے نیچے ایک نالی کہودی جاتی ہے۔ جون جون کہودنے والا آگے بڑہتا جاتا ہے اور نالی زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے تو بیس بیس گز یا اس سے زیادہ کے فاصلہ پر مدور گڑہے اوپر سے کہود دئے جاتے ہین اور جو مٹی نالی کے نیچے کہودنے کی وجہ سے جمع ہوگئی تہی وہ ان گڑہون کے موہنہ پر اوپر لاکر جمع کردیجاتی ہے۔ اس طرح سے کچھ عرصہ کے بعد یہ زمین دوز نالی چشمہ کے منہ تک پہونچ جاتی ہے اور پانی اس کی راہ سے مقام مقصود تک پہونچ جاتا ہے گڑہے نہ مین نالی کو ر کاوٹون اور مزاحمتون سے صاف کرنے کی غرض سے استعمال مین لائے جاتے ہین۔ پس جس گاؤن مین کاشت کے قابل کچھ بھی زمین ہو وہ بالعموم بمنزلہ ایک زاویۃ الراس کے ہوتا ہے جہان سے قناتون کے متعدد خطوط جو بسا اوقات طول مین کئی میل ہوتے ہین متفرع ہوکر قریب ترین پہاڑ کی سمت اختیار کرتے ہین اور گڑہون کا طویل سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ گویا میدان پر چھچھوندرون نے کچھ کچھ فصل سے مٹی کے بڑے بڑے ڈہیر لگا رکھے ہین۔ لیکن یہ نالیان بڑی آسانی سے بند ہوجاتی ہین یا ان مین رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے یا کسی اور باعث سے خراب ہوجاتی ہین۔ اسپر تمام محنت رائگان جاتی ہے اور ازسر نو دوسری نالی کہودنی پڑتی ہے چنانچہ بسا اوقات دو متوازی نالیان ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلہ پر دیکھنے مین آتی ہین اور ان مین سے جو نالی کہ پہلے کہودی گئی تہی وہ اب بالکل ترک کردی جاتی ہے۔ ثانی الذکر نالی کے کہلے ہوئے گڑہے جس قدر خطرناک ہوتے ہونگے اوسکا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ان گڑہون کے منہ پر مٹی کا جو انبار لگا ہوتا ہے وہ مینہ کی وجہ سے بہہ جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہان کوئی ایسا نشان باقی نہین رہتا جس سے معلوم ہوسکے کہ یہان گڑہا موجود ہے۔ بہت سے جانور ان مین گرکر تلف ہوجاتے ہین اور اون کی ہڈیان بعض دفعہ بیچ مین اٹکی ہوئی نظر آتی ہین۔ سوار اور اونکے گہوڑے بسا اوقات ان گڑہون مین گرکر قبل از وقت فنا ہوجانے سے بال بال بچے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب جو طہران مین رہتے تہے

مثلث نما قنوتون کا ایک مجموعہ سا ہے اور کوچان سے پندرہ میل ہے اور یہان سے چلکر ہمارا گزر دشت آباد مین ہوا۔ سیاہ گوسفند کے بالون کے بنے ہوئے خیمے جا بجا نصب تھے اور بتاتے تھے کہ سب کے سب کردون نے ابھی تک تمدن کا سبق نہین سیکھا بلکہ اُن مین سے بعض ابھی تک خانہ بدوش چلے آتے ہین گاہ بگاہ کوئی ویران گاؤن ہمارے دیکھنے مین آتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کبھی کوئی قنات ہوگی جو اب برباد ہوگئی ہے یا کوئی چشمہ ہوگا۔ جو خشک ہوگیا ہے۔ قلاتا[51] پہونچکر جو کوچان سے تقریبًا ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

ایک دن بازلیگر شکار کے لئے باہر نکلے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ دفعتہً ایک غیر مستعمل گڑھے مین گر کر اپنے ساتھیون کی نظرون سے غائب ہوگئے مگر خیر یہ ہوئی کہ آدمیون نے فورًا اون کو گھوڑے سمیت اوپر نکال لیا اور اون کو کوئی صدمہ نہین پہونچا۔ قناتون کے گڑھون کو جنگلی کبوترون نے اپنا گھر بنا رکھا ہے۔ ایک گڑھے کے منھ پر کھڑے ہوکر اگر تالی بجاؤ تو دوسرے مین سے ایک جھنڈ خوف کھا کر سائین سائین کرتا ہوا نکلتا ہے اور تمھین نہایت عمدہ نشانہ کا موقعہ دیتا ہے۔ دولت وینس کے ایک سفیر سینر جوزیفا باربیرو نے چار سو سال ہوے کہ اپنے سفر ایران کے حالات قلمبند کئے تھے۔ اسمین ایک دلچسپ فقرہ قناتون کے کھودنے کی کیفیت کے متعلق بھی درج ہے۔ سولھوین صدی مین اس سفرنامہ کا ترجمہ انگریزی مین ہوا۔ ہم اُنمین سے اس مقام کا اقتباس کرتے ہین "دریا کے کنارے کے قریب وہ کنوئین کی شکل کا ایک گڑھا کھودتے ہین اور وہان سے اوس مقام کی سمت مین جہان اونھین پانی لے جانا مقصود ہو ایک زمین دوز کھائی جو متذکرہ بالا گڑھے سے زیادہ گہری ہوتی ہے کھودنا شروع کرتے ہین اور جب کوئی بیس قدم کے قریب کھود چکتے ہین تو ایک اور گڑھا پہلے گڑھے کیطرح کھودتے ہین اور اسی طرح کچھہ کچھہ فصل سے گڑھے کھودتے ہوئے وہ اس نالی کے ذریعہ سے جہان پانی لیجانا چاہتے ہین لیجاتے ہین" لیکن یہ طریقہ اس سے بھی زیادہ قدیم ہے کیونکہ پالیبیس نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

[51] قلاتا د قلات ؟ جمع کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے ایسے مواضع یا دیہات کا مجموعہ جن مین سے ہر ایک اپنا جداگانہ نام رکھتا ہے

مین نے وکٹوریا گارڈی کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دوسرے دن علی الصباح کو جاپان کو واپس چلی جائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور مشہد کی شاہراہ اور تار برقی کے کھمبون کو اپنی دہنی طرف چھوڑ کر مین آٹھ میل کا مزید فاصلہ طے کر کے چگمیر مین جو رادکان سے کچھ ادہر ایک چھوٹا سا گاؤن ہے پہونچا جب ہم میدان کو جو اب سبزہ سے بالکل معرا ہو گیا تھا طے کر رہے تھے تو پانی کی ایک بہا لغزا جھیل جسکا منبع مشرق تھا سراب تھا افق پر موجین مارتی ہوئی ہمکو دکھائی دینی شروع ہوئی اور جون جون ہم آگے بڑہتے جاتے تھے وہ پیچھے ہٹتی جاتی تھی۔ سر شام شمالی و مشرقی پہاڑیون پر جنھین ڈھلتا ہوا سورج بصد آب و تاب منور کر رہا تھا ایک عجب دلکو لبھانے والی گلابی اور مرجانی رنگ کی جگمگاہٹ نمودار ہوئی اور مقابل کا سلسلۂ کوہ جسپر تاریکی چھا چلی تھی زبرجدین غبار کا نقاب اوڑھ کر کچھ دیر کے لیے حسن عالم سوز کی جلوہ گاہ بنگیا۔ لیکن زیادہ عرصہ گزرنے پایا تھا کہ دونون مین تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ ایک کی رنگت تو بادامی اور دوسری کی خاکستری ہو گئی۔ مین گاؤن کے باہر درختون کے ایک جھرمٹ کے نیچے خیمہ زن ہوا۔

پیال کو پرانے طریقہ پر کوٹ کر بھوسا بنانا

جن گاؤن کے پاس سے ہم دن کے وقت گزرے اون مین سے ایک مین مینے جو کے پیال کو کوٹ کر بھوسا بنانے کا قدیم طریقہ عمل مین آتے ہوئے دیکھا۔ گاؤن کی چار دیواری کے باہر کٹی ہوئی مٹی کا ایک فرش تیار تھا جس پر پیال بچھا دیا گیا۔ اس کے بعد لکڑی کی میخین باہر کی طرف کو نکلی ہوئی تھین (اسکی شکل باجے کے صندوق کے بیلن

سے ملتی تھی) اور جب اون بیل جتے ہوئے تیجے آہستہ آہستہ پیال کے ڈھیر پر پھرایا جانے لگا
نتیجہ یہ ہوا کہ پیال کٹ کٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کی شکل مین بدل گیا جسے ایران مین
کاہ کہتے ہین۔ یہی کاہ ایران مین گھوڑون اور خچرون کا عام چارہ ہے۔ پیال کے کوٹنے
کا یہ طریقہ اور جو آلہ اسکے لیے استعمال مین لایا جاتا ہے قدامت کے اعتبار سے مشرق کی کُہنہ
عادات اور ظروف کے ہمسر ہین۔ دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ چارڈون[1]
اور اوس سے بھی پہلے کے سیاحون نے اس طریقہ کو بالتفصیل اپنے سفر کے حالات کے
ضمن مین بیان کیا اور اسمین ذرا شک نہین کہ اب سے دو سو سال بعد بھی دور و دراز دیہات
مین یہی طریقہ دیکھنے مین آئے گا۔

کیمپ (پڑاؤ) کی زندگی

جس وضع و روش سے پڑاؤ مین زندگی بسر کی جاتی ہے اوسکی دلچسپیون اور مختلف
الالوان کیفیتون سے طبیعت کبھی اچاٹ نہین ہوسکتی۔ مسافر دن بھر سفر کرنے کے بعد
گھوڑے پر سوار منزل پر پہونچتا ہے اور درختون کے سایہ مین اور اگر ممکن ہو تو بہتے پانی کے
قریب اپنی فرودگاہ کے لیے کوئی دلکشا مقام تجویز کرتا ہے۔ زمین پر دری بچھا کر وہ کچھ دیر
کے لیے لیٹ جاتا ہے اور ستانے سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اوسکی لذت سے متمتع
ہوتا ہے۔ گاؤن والے چارون طرف جمع ہو جاتے ہین اور اوسے گھورنے لگتے ہین۔
کچھ پیسے ایندھن اور چارہ بہم پہونچا دیتے ہین۔ تھوڑی دیر مین آنچ سلگنے لگتی ہے۔ سماوار یا

---

[1] دیکھو "شارڈن" (حالات سفر) جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ لغایت ۱۰۶۔

ست کام زبان کو ناز کرنے والی بھاپ نکلنے لگتی ہے اور چار کا ایک نوبجے گوارا اور سفر ج
بیالہ تھکے ماندے مسافر کے لیے دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ خوش طعم ثابت ہوتا ہے
اتنے میں باقی کا کیمپ آپہونچتا ہے۔ سائیس گھوڑوں پر سے زین اوتارتے ہیں۔ اونہیں
کھریرا کرتے ہیں۔ کان سے لیکر دم تک اونہیں ایک کمل اوڑھا دیتے ہیں اور کھونٹن
سے باندھ کر اونکے منہ میں گھاس اور بھوسے سے بھرے ہوئے توبرے چڑھا دیتے
ہیں خچروں کی پیٹھ پر سے خیمے اور بستر اور کھانا پکانے کے برتن اور دوسرا سامان اوتار لیا
جاتا ہے اور خچر اپنے بارسے سبکدوش ہوکر فوراً ہی سب سے پاس کے درخت کی طرف بھاگ
اوسکے تنے سے اپنے پٹھے کھجانے لگتے ہیں اور پھر زمین آکر زمین پر لیٹ جاتے
ہیں اور ہوا میں پاؤں بلند کرکے فرش خاک پر قلابازی لگانے کی بے نتیجہ کوشش کرتے
ہیں۔ ادھر باورچی اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ مشغول ہے اور جو آگ پہلے ہی سے
دہک رہی تھی اوسے چولہے میں جو اوس نے جلد جلد بنایا ہے۔ پھونک رہا ہے۔ دوسری
طرف زمین میں خیمہ کی میخیں ٹھونکی جارہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں خیمہ نصب ہوجاتا ہے۔ ... فر
اپنے پلنگ پر لیٹ کر دن کے واقعات سے استحضار کرتا ہے۔ اپنا روزنامچہ قلمبند کرنے
کیلئے اپنے بڑے بڑے ہٹنے والے ارادہ کو منت سے خوشامد سے آمادہ کرنے کی کوشش
میں مصروف ہوتا ہے اور پھر کھانیکی تسلی بخش آمد کا انتظار کرتا ہے۔ ساڑھے آٹھ یا نو بجے
تمام کیمپ پر خچروں کی گھنٹیوں کی ٹن ٹن یا گھوڑوں کی گاہ بگاہ کی ہنہناہٹوں کے علاوہ خاموشی
طاری ہوجاتی ہے کیونکہ پانچ بجے صبح کے پھر وہی کوچ کا سامنا ہے۔

میرے احبلو


اسکے کہ مین آگے روانہ ہون مین صرف اس باب کے مقاصد سے اپنے ملازمین کا تعارف ناظرین سے کرایا چاہتا ہون۔ کیونکہ اس باب مین اون کا کئی مرتبہ ذکر آئیگا۔

میرے ملازمون کا سرگروہ رمضان علی خان نامی ایک ایرانی الاصل افغان تھا (یعنی اوسکا مورث اعلیٰ ایک ایرانی تہا جو نادر شاہ یا احمد شاہ درانی کے ساتھ گذشتہ صدی مین افغانستان آیا اور یہین اوسنے بود و باش اختیار کرلی) جو ہندوستانی فوج "گائڈس" رسالہ مین دفعدار ہے۔ اس فوج مین ہندوستان کی شمالی و مغربی سرحد سے اسی قسم کے لوگ بہرتی کئے جاتے ہین اور مہمات سرحد یا خدمت خارجہ پر مامور کئے جاتے ہین۔ رمضان علی جرنیل سکلین مشہد کے انگریزی قونصل جنرل کے ہمراہ ہندوستان سے آیا تہا اور ایشیائی قوم کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ جرارت۔ حکمت عملی شہسواری اور شریفانہ عادات کے گوناگون اوصاف سے متصف ہونے کے ساتھ اوسے یقین واثق تھا کہ دنیا مین کوئی قوم انگریزون کی ہمسر نہین۔ کرنیل اسٹوارٹ نے جو مشہد مین جرنیل سکلین کے قایم مقام تھے ازراہ عنایت مجھے اپنے ذاتی ملازم گریگوری نامی جلفا کے ایک ارمنی کی خدمات مستعار دی تہین۔ اس شخص کو انگریزی بقدر ضرورت اور فارسی بہت عمدہ آتی تہی اور اس سلئے وہ میرے سلئے نہایت عمدہ ترجمان ثابت ہوا[1]۔ اسکے علاوہ کرنیل موصوف نے اپنا باورچی بھی

[1] افسوس کہ چند ہفتہ بعد مشہد سے طہران کو جاتے وقت اس بیچارے کا راستہ مین انتقال ہوگیا۔

میرے ساتھ کردیا تھا اور ہمراہیان دو ترکمان سوار جن کا ایک چھوٹا سا رسالہ گورنمنٹ
ہندوستان کی طرف سے مشہد میں رہتا ہے اور جو مشہد اور ہرات کے درمیان انگریزی
ڈاک لے جانے پر مامور ہیں میرے ساتھ متعین کردئے تھے۔ یہ لوگ پنجدہ کے سارق
ترکمانوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے ۱۸۸۵ء میں روس کی پیشقدمی سے
پہلے برطانیہ کلان کی اطاعت اختیار کرلی۔ روسی فاتحون سے ملجانا انہون نے پسند نہین
کیا کیونکہ روسیون سے انہین سخت نفرت ہے چنانچہ اب تک یہ انگریزون کی اطاعت
مین برابر ثابت قدم رہے ہین مین مقابل کے صفحہ پر نوبادگلدی اپنے دونون ترکمان
سوارون مین سے بڑے کی عکسی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون جو مین نے بمقام
امام قلی خود کھینچی تھی اوسکی سواری مین ایک نقرہ رنگ کا ترکمانی گھوڑا تھا جسکی دم حنا سے رنگی
ہوئی تھی اور اگرچہ دیکھنے مین اس گھوڑے کی صورت کچھ اچھی نہ تھی پھر بھی کاروان کے دوسرے
جانورون کے مقابلہ مین ہمیشہ وہ زیادہ لمبی منزل طے کرسکتا اور زیادہ تیز جاسکتا تھا۔
یہ گھوڑا عام طور سے قدم چال چلتا تھا جو ترکمان اپنے گھوڑون کو سکھاتے ہین اور یہ
چال چلتے وقت اپنی پچھلی ٹانگین بہت کھلی رکھتا تھا۔ ایرانی لوگ اس خصوصیت کو گھوڑے
مین عمدہ علامت خیال کرتے ہین اور اسکو اس بات کی دلیل سمجھتے ہین کہ ایسے گھوڑے
کے تیور نہین لگتے اس قسم کے گھوڑے کو ایران مین اسپ ستلواری کشاد کہتے ہین۔ نوبادگلدی
جب میرے آگے آگے جاتا تھا تو مجھے ہمیشہ اوسکے "گلدم" گھوڑے کی چال پر بے اختیار
ہنسی آتی تھی اور مین چلتے چلتے اوسکی عکسی تصویر اپنے فوٹوگرافی کے کمرے سے لیکر اپنی

ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچالیا کرتا تھا اور جب یہ قضیہ پیش آیا تو باد گم دن کو دیکھاتا تھا تو وہ بھی دانت کھول دیتا تھا۔ اب میرا صرف ایک اور ایسا نوکر باقی رہگیا ہے جسکا ذکر مجھے کرنا ہے اور وہ شکر اللہ نامی میرا ایرانی سائیس تھا۔ شکر اللہ مجھے عاشق آباد مین ملا تھا اور اوسکی نسبت نہ تو مین یہ کہہ سکتا ہون کہ وہ مستعد تھا اور نہ یہی کہہ سکتا ہون کہ کام چور تھا

مین ذیل مین اپنے ہفتہ آیندہ کے روزنامچہ کا اقتباس درج کرتا ہون کیونکہ جس اطلاع پر یہ متضمن ہے وہ ایسے سیاح کے لئے جو بعد مین اسی راستہ سے سفر کرے مفید متصور ہوگی۔

رادکان کا برج



۔ اکتوبر۔ سات بجے صبح کے روانہ ہوکر اور سات میل کا فاصلہ طے کر کے ہم ساڑھے آٹھ بجے رادکان پہونچے یہ ایک گاؤن ہے جسمین چار سو سے لیکر ۵۰۰ گلغلی مکانات ہونگے اور میوہ دار درختون کے دلفریب جھرمٹ اسکے اطراف وجوانب مین پائے جاتے ہین۔ یہان کے باشندے کیوان لوگرو ہین۔ داہنی طرف مجھے سعیدان (یا سعید آباد) نظر آیا جو مشہد کی سڑک پر ایک گاؤن ہے اسی سمت مین اوس عجیب وغریب برج یعنی میل رادکان پر بھی میری نظر پڑی جو ایک بلند مدور عمارت ہے اور بظاہر اوس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جو عربون کی فتح ایران کے بعد ظہور مین آیا۔ البتہ اس عمارت کی صحیح غرض و غایت اب تک دریافت نہین ہوئی۔ اس کا بیرونی حصہ اینٹ کے نالی دار ستونون پر مشتمل ہے جنکی چوٹی کے گرداگرد مخروطی چھت کے نیچے جسکی

خط کوفی مین برنگ لاجورد ایک کتبہ لکھا ہوا تھا۔ اسکے اندرونی حصہ مین ابتدائی تین منزلین تھین جنکا منہدم ہوکر نام ونشان بھی نہین رہا۔

اوڈونوون جس نے اس عمارت[۵] کا احتیاط کے ساتھ معائنہ کیا کہتا ہے کہ یہ عمارت نہ تو رہنے کا مکان ہوسکتی ہے اور نہ مقبرہ۔ اس دعوے کی شق ثانی کی وہ کوئی توجیہ نہین کرتا اور ایسے لوگون نے جن کا حق رائے زنی اس قسم کے امور مین مسلم قرار پاچکا ہے اس کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ یہ خراسان کے تاتاری فرمان رواؤن مین سے کسی کا مقبرہ ہے اگرچہ یہ مفروضہ بھی کہ اس برج کو کسی زمانہ مین فوجی ضروریات کیلئے تعمیر کیا گیا ہوگا قابل التفات ہے۔ کرنل اسٹوارٹ کا قیاس ہے کہ یہ مینار شکار[۶] کے مقصد سے بنایا گیا ہوگا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اسی قسم کا ایک برج ایک دوسرے گاؤن کے قریب استرآباد و کرہ کی سرحد

۵ "دی مرواوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۲۲ - الی ۴۴ -

۶ "پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرافیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (۱۸۸۱ء) کرنل اسٹوارٹ نے رادکان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے:- "اس ضلع مین ایک نہایت اعلی درجہ کی نسل کے اونٹ ہوتے ہین خراسان کا اونٹ اپنے قدوقامت اور توانائی کے لئے مشہور ہے۔ اس کے بال لمبے لمبے ہوتے ہین اور معمولی عربی یا ایرانی اونٹ کے مقابلہ مین یہ سردی گرمی اور زحمت زیادہ برداشت کرسکتا ہے۔ بہترین جانور وہ ہوتے ہین جو باختر کے اونٹ یعنی دو کوہان والے جانور اور عرب کے اونٹ یعنی ایک کوہان والے جانور کے میل سے حاصل کئے جاتے ہین۔ پہلی جھول مین جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنی قسم کا بہترین ہوتا ہے۔ معمولی ایرانی اونٹ عموماً ۳۲۰ پاؤنڈ (۴ من) اور ہندوستانی اونٹ ۴۰۰ پاؤنڈ (۵ من) بوجھ لیجا سکتا ہے۔ لیکن خراسان کی نسل کا اونٹ ۶۰۰ پاؤنڈ (۷½ من) بلکہ ۷۰۰ پاؤنڈ (۸¾ من) بوجھ کا متحمل ہوسکتا ہے۔

کے درمیان واقع ہے۔ اور اس برج کا نام بھی رادکان ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس نام سے جو نہ موجودہ فارسی ہے اور نہ ترکی۔ عمارت کی غرض و غایت کا کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔

سفر پشتہ

دو تو مین نے گاؤن کے باہر قیام کیا اور رمضان علی کو اس غرض سے گاؤن مین بھیجا کہ قلات تک ہماری رہنمائی کرنے کے لئے کسی شخص کو اُجرت پر بطور پیدرقہ مقرر کر کے لے آئے کیونکہ مین نے کوچان مین ایک افغان تاجر کی زبانی سنا تھا کہ یہان سے ایک راستہ پہاڑون مین سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تین قران کی معاوضہ مین پُشتہ تک جس کا فاصلہ ۶ فرسخ تھا ہماری رہنمائی کرنے کی ہامی بھری۔ اوسنے بیان کیا کہ پشتہ سے آگے مین کبھی نہین گیا لیکن وہان سے کوئی دوسرا بدرقہ مل جائیگا جس وقت ہم گاؤن کی چار دیواری کے باہر ایک کھیت مین جو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خانقاہ واقع مشہد کے اوقات مین سے تھا۔ بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے تو رادکان کا رئیس (یہ ایک سبز عمامہ پوش سید تھا جسکے ذمہ اس علاقہ کا انتظام تھا) کچھ لوگون کو ساتھ لئے تمباکو کے ایک کھیت کے معائنہ کے لئے باہر نکلا۔ فصل کو دیکھ کر اوس نے آواز بلند اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ سال آیندہ تمباکو کے بجاے یہان گیہون بوئے جائین۔ ہم پھر دس بجے روانہ ہوئے۔ پشتہ تک کی منزل بڑی لمبی اور کٹھن تھی کیونکہ آفتاب کی تمازت بدن کو جھلسے ڈالتی تھی۔ اور کچھ دیر کے بعد گرم لو

تیاری شروع ہوئی جب نے صحرا کو گرد و غبار کے دم گھونٹنے والے بگولون سے بھر دیا۔ رادکان سے قریباً دس میل کے فاصلہ پر راستہ پہاڑیون کے اوس پہلے سلسلہ کے دامن مین داخل ہوا جو میدان کے شمال کی جانب واقع تھا اور پھر ایک سیل کی خشک تہ کو عبور کرتا ہوا ایک سطح مرتفع پر جا پہونچا جو اس علاقہ کے خاص کوہستانی سلسلہ اور وادی مشہد کے درمیان کی تدریجی سطوح مرتفع مین سے پہلی تھا۔ اس گرم و خشک ریگستان مین کہین کوئی گاؤن واقع نہ تھا۔ اور سبزہ اور پانی کا کہین نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ رادکان سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مدور قعر کے پاس سے ہو کر گزرے جو گہری اور پتھریلی دیوارون سے محیط تھا اور جسکے ایک کنارہ پر ایک چٹان کے نیچے جسپر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا شیری[51] کا گاؤن ایک ندی کے کنارے پر واقع تھا۔ اِس کو طے کر کے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے ہم ایک [illegible] سطح مرتفع پر پہونچے جو کئی میل تک ہزار مسجد[52] یعنی خاص سلسلہ کوہ کے دامن کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اِسکے طول مین کچھ کچھ فصل سے

---

[51] جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین سے کسی مین یہ نام مینے نہین دیکھا۔ اور اسلئے مین نے اوسے اوسی طرح ادا کیا ہے جیسا کہ مینے اوسے سنا۔

[52] اس سلسلہ کوہ کی مخروطی چوٹیون کو مسلمان زایرون کے تصور نے بہت سی مسجدون کے مینارون سے تشبیہ دی ہے اور اسی لحاظ سے اسکو ہزار مسجد کہا گیا ہے۔ ہزار کا لفظ فارسی مین کثرت محض کے معنون مین استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین ہزار پیغمبر اب تک مبعوث ہوئے ہین اور ہر ایک سے ایک ایک مسجد منسوب ہے۔

گرمی پشان اور اردوخ کے گاؤن واقع ہین - ہم موضع پشتہ مین خیمہ زن ہوئے جو اس وسیع کوہستانی چبوترہ کی جانب جنوب راہ گذار سے ایک چھوٹی سی نہر کے کنارہ پر واقع ہے - باہر میدان مین خانہ بدوش کردون نے ایک بہت بڑا پڑاؤ ڈال رکھا تھا - اور اونکے سیاہ کئی چوٹیون والے خیمے اور کثیر التعداد ریوڑ ہمکو نظر آرہے تھے۔

سفر یلغار

۲۳ اکتوبر - ہم پونے سات بجے صبح کے روانہ ہوئے اور میدان کو طے کرتے ہوئے سیدھے موضع اردوخ (یا اوراخ) مین جو دو میل کے فاصلہ پر سلسلہ کوہ کے دامن مین واقع تھا پہونچے - یہان ہم نے ایک چوڑی مگر خشک سیل کی تہ کو عبور کیا جو چٹان کی دیوارون مین سے لہراتی ہوئی گذرتی تھی - ایک میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم پھر ایک میدان مین آئے جہان دو درے آپس مین ملتے تھے ہم وہ بھی شرق والے درہ مین داخل ہوئے اور ایک کوہستانی وادی کو قطع کرتے ہوئے موضع ادوغز مین جا پہونچے جو اسکے ایک طرف کو چٹان کی ایک بہت بڑا زاویہ منفرجہ بناتی ہوئی ڈہال پر شاخہائے سبز اور ریاحین کا لباس پہنے واقع ہے - یہان ہم نے ایک بدرقہ اپنے ساتھ لیا اور اوسکے پیچھے پیچھے ایک تنگ و عمیق درہ مین داخل ہوئے جو پہاڑ کو اس طرح سے قطع کر رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی دیو نے اپنے عظیم الشان تیشہ سے سنگ خارا کا پہلو چیر دیا ہے - اس کی دیوارین بالکل عمودی تھین اور بعض بعض مقامات پر کئی صدیون کے طوفان کی وجہ سے ان کا اوپر کا حصہ جہروکے والی

برجیون اور میناروں کی شکل میں منتقل ہوگیا تھا۔ اس کی تہ میں ایک ندی شور مچاتی ہوئی بہتی تھی جس نے اپنی پتھریلی گزرگاہ پہ مسلسل متصل کاوش سے جابجا ڈابر پیدا کر دیئے تھے بعد وقت و زحمت ہمارے گھوڑوں نے اس صعب المرور مقام کو طے کیا۔ یہ عظیم الشان درہ جسکی دیواریں سلسلہ و سلسلہ ایک دوسرے کے پیچھے تدریجی چبوتروں کی شکل کی ہیں ایک چھوٹے سے معیار پر بعینہ ایریزونا[لہ] کے اوس بے نظیر مگر غیر معروف دہانہ کے مشابہ ہے جس میں دریائے کالوریڈو بہتا ہے۔ اس عظیم بالشان درہ میں دو گھنٹہ تک سفر کرنے کے بعد ہم اسکے دہنے یعنی مشرقی پہلو پر چڑھے اور پہاڑوں کے اوپر اوپر شمالی و مشرقی سمت اختیار کرتے ہوئے پہاڑیوں کا ایک دوسرا سلسلہ طے کرنے کے بعد ہم ایک نئی وادی میں داخل ہوئے جو چشموں اور ندی نالوں کی فراوانی سے سیراب تھی اور جہاں موضع قریش کے باشندوں کی کھیتیاں لہلہا رہی تھیں۔ جسقدر پہاڑی گاؤں میں نے دیکھے اون سب میں یہ گاؤں قابل ذکر ہے۔ یہ ایک ڈھلوان چٹان کے پہلو پر واقع تھا اور اسکے مکانات بالکل ان گھر پتھروں کے تھے۔ جن کی چنائی میں زیادہ صفائی کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ ان سب کے اوپر ایک قدیم پتھر کے قلعے کے کھنڈر ایک چوٹی پر سے تیوری چڑھائے ہوئے نظر آتے تھے۔ آفتاب کی پوری روشنی

[لہ] ایریزونا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا وہ علاقہ ہے جسکے شمال میں کوٹا۔ مشرق میں نیومیکسیکو۔ جنوب میں ریاست میکسیکو۔ اور مغرب میں نواڈا اور کیلی فورنیا واقع ہیں۔ اس کا رقبہ ۱۱۳۹۱۶ میل مربع ہے۔ آبادی حسب مردم شماری ۱۸۹۰ء علاوہ ۳۲ ہزار اصلی باشندوں کے ۵۹۶۲۰ تھی۔ ایریزونا شمالی امریکہ کی مغربی سطح

مین بھی اس مقام سے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس پر تاریکی چھا رہی ہے یہان سے ہم شمال کی جانب پلٹے اور پہاڑیون کی ایک دوسری قطار کی زینہ پیمائی کر کے ایک اور وادی مین داخل ہوئے جہان بلغار کا خوشنما گاؤن آباد ہے یہان نو گھنٹے کی منزل طے کرنے کے بعد ہم شب باش ہوئے گو کہ راستہ کے پتھریلے اور دشوار گذار ہونے کے باعث ہم نے غالباً چوبیس میل سے زیادہ کی مسافت نہ طے کی ہوگی۔

بدرقہ کو زد و کوب ہوئی



ہم خیمہ زن ہو چکے تو مین نے سنا کہ جس کسان نے دوپہر کے وقت ہماری رہبری کی تھی اوسے اپنے گاؤن کو واپس جاتے وقت ایک ایرانی سوار نے بے طرح مارا

مرتفع کا ایک نہایت وسیع حصہ ہے جو جنوب کے طرف ڈھلتا ہوا چلا گیا ہے اور شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی سمت مین عظیم الشان سلسلہ ہائے کوہ جو زیادہ تر راکی ماونٹین کی کنگرہ دار شاخون پر مشتمل ہین قطع کرتے ہین۔ اس کوہستان کی ایک ایک چوٹی کا ارتفاع ۱۲ ہزار سے لیکر چودہ ہزار فیٹ تک ہے۔ دریاب کالوریڈو اپنی معاون ندیون کے ساتھ اس علاقہ کو سیر آب کرتا ہے۔ سطح مرتفع ایزی زونا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز اور دل پر خاص اثر پیدا کرنے والا نظارہ یہ ہے کہ ان ندیون اور دریاؤن نے ہر سمت مین اسے غیر معمولی گہرائی سے چیر رکھا ہے۔ اسطرح پر جو گزرگاہین ترکیب پائی ہین۔ اونہین لفظ کنان (درہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے دونون طرف کی دیوارین بعض جگہ کئی ہزار فیٹ کی وی بلندی کو پہونچتی ہے۔ سب سے زیادہ مشہور دریائے کالوریڈو کا عظیم الشان دہانہ ہے جو چار سو میل لمبا ہے اور جسکی دیوارون کا ارتفاع پندرہ سو میل سے لیکر چھ ہزار فیٹ ہے۔ چنانچہ اسی منظر کی طرف مصنف ممدوح نے متن مین اشارہ کیا ہے۔

پڑیا۔ میرے ملازمون سے اوس نے پہلے ہی سے کہدیا تھا کہ راستہ تو مین دکہا تا ہون لیکن میری خیر نہین معلوم ہوتی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن تین قران کی طمع ایسی نہ تھی کہ اسکے مقابلہ مین وہ زدوکوب کی کچھ پروا کرتا۔ میری ایک ملازم نے اس بیچارے کے چیخنے اور چلانے کی آواز سنی اور سوار کو اوسے مارتے ہوئے دیکھا لیکن یہ سوار ہمین نہ تو اس کے بعد ملا اور نہ ہم کو اوسکا کچھ حال معلوم ہوا وہ غالباً ان مقامات مین حکومت فارس کا یکہ و تنہا قایم مقام تھا اور ایک کثیر التعداد کاروان کے مقابلہ مین اپنے اقتدار اور شان و شکوہ کے اظہار کا چندان آرزومند نہ تھا۔

ازیلغار تا بہ وارده



اکتوبر۔ باوجودیکہ ہماری رہبری کا خمیازہ پہلے ایک شخص اس بری طرح سے اٹھا چکا تھا۔ پھر بھی آج صبح ایک اور بدرقہ ہمین مل گیا ایک گھنٹہ تک ہم اون پہاڑیون پر چڑھتے اور پھر ان پر سے اترتے رہے جو مریش کی جانب شمال واقع ہین۔ اور پھر شمال کی طرف رخ کر کے ہم آخر الامر اوس راستہ پر ہو لئے جو مشہد سے قلات کو جاتا ہے اس راستہ پر جو ایک عمیق وہانہ مین سے ہو کر گذرتا ہے تار برقی کے ستون قایم تھے جن پر اکہرا تار تھا مگر ایسا ڈھیلا کہ ہمین وقتاً فوقتاً اپنے سر کو اوسکی زد سے بچانے کیلئے نیچے جھکانا پڑتا تھا۔ یہان کاروان کی وہ شاہ راہ مجھ ملی جو مشہد سے قلات نادری کو جاتی ہے اور جسکو اکثر انگریزی سیاحون نے جو نادر کا قلعہ دیکھنے گئے اختیار کیا ہے[1]۔ یہان سے بہ راہ ایک تنگ اور

[1] جن انگریزون نے قلات کو دیکھا اور اوسکا حال بیان کیا وہ حسب ذیل ہین:۔ رفر یزر نے ۱۸۳۳ء مین بالنتوش خان

عمیق درہ مین سے ہوکر گزرتی ہے جسکی دیواریں اسقدر قریب قریب ہین کہ بعض مقامات پر
پر صرف ایک سوار گزر سکتا ہے[۵۱]۔ اس درہ کا نام "دہانہ پیرزن"[۵۲] ہے۔ ایران مین جب کسی خاص
طور سے زشت وکریہ اور خوفناک منظر کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو اوس کو اس عجیب وغریب مگر جیسا کہ مین آگے چلکر ظاہر
کرونگا نہایت ہی موزون تشبیہ کی وساطت سے ادا کیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ مین اس دشوار گزار مقام کو طے کرنیکے
بعد ہم ایک کشادہ تر ووسیع تر وادی مین پہونچے جہان دو سڑکین پھٹ کر مشرق اور مغرب کی سمتین
اختیار کرتی ہین۔ مجھ سے یہ بیان کیا گیا کہ مغرب کی طرف والی سڑک بھی قلات ہی کو جاتی ہے

کے ساتھ مشہد سے قلات جانے کی کوشش کی لیکن مجبوراً اوسے اس کوشش کو ترک کرنا پڑا) کرنل ویلنٹائن بیکر
(۱۸۷۶ء) "کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۹۴-۱۰۰ + کپتان آنریبل جی نیپیر (۱۸۷۶ء)
"جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" چھیالیسوین جلد صفحات ۷۵-۷۹ و ۱۴۹-۱۵۰ + سر سی
میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحہ ۶۲-۳۸ + ای او ڈونوون (۱۸۸۲ء)
"دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد دوم صفحہ ۸۲ + کپتان اے سی ییٹ (۱۸۸۵ء) "تھرو خراسان"
(سفر خراسان) مندرجہ اخبار "ڈیلی نیوز" مورخہ ۲۷ اگست ۱۸۸۵ء۔ مسٹر اے کانڈی اسٹیون نے بھی ۱۸۸۱ء مین
جب وہ سفارت انگریزی متعینہ طہران کے سکرٹری تھے قلات کو دیکھا لیکن اون کی رپورٹ عام طور پر شائع نہین کیگئی۔

۵۱ اس دشوار گزار اور ہیبتناک تنگنا کے حصہ زیرین کو جس کی سنگلاخ زمین اور بھی زیادہ ناہموار ہے مین مشہد
کو واپس آتے وقت بیان کرونگا اور اوس موقعہ پر اس کی حیرت انگیز استواری اور استحکام کے متعلق میکگریگر
کی رائے کا اقتباس بھی درج کرونگا۔

۵۲ دہانہ اور تنگ دونون فارسی لفظ ہین جو درہ کے معنون مین استعمال کئے جاتے ہین لیکن فرق ان دونون
کے مفہوم مین یہ ہے کہ دہانہ تو اوس مقام یا جگہ کو کہتے ہین جو دو پہاڑیون کے قاعدہ کے مابین واقع ہو
اور تنگ سے مراد وہ گھاٹی ہے جو دو عمودی چٹانون کے درمیان ہو۔

لیکن بہت زیادہ ناہموار ہے اور گھوڑے اسپر سے گزر نہین سکتے۔ دوسرا راستہ البتہ آسان تھا اور اوسی کو عام طور پر مسافر اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنا ستہ آفتاب کی طرف موڑا اور مشرق کی سمت مین ایک مرتفع وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ قراداغ (کوہ سیاہ) کا سلسلہ ہماری بائین طرف تہا اور اوسکے چونے کے پتھر کے نوکیلے ٹیکرون کے پہلوؤن پر "جونیپر" بوٹی اگی ہوئی تھی۔ اس وادی کے ایک مقام پر جہان ہمارا گزر ایک بلندی پر ہوا مشرق کی طرف ایک نہایت عالیشان نظارہ ہمارے دیکھنے مین آیا۔ پہاڑون کی قطارین سلسلہ در سلسلہ بتدریج ڈہلتی ہوئین دریائے تجند کے طاس کیجانب (جو کشف رود اور ہری رود کے اتصال سے ترکیب پاتا ہے) اور ترکمانی صحرا کی طرف چلی گئی تہین اور صحرا کا دہندلا منظر افق کے دریچہ پر ایک ہلکے زعفرانی پردہ کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اس وادی مین کوئی ڈیڑہ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمین ایک مقام پر دفعتہً بائین طرف کو مڑنا پڑا۔ اور ایک پگڈنڈی پر سے ہوکر جسکا نام دواہ بوینی یعنی گردن شتر ہے ہم پہاڑ پر چڑھے یہ پگڈنڈی ایسی ڈہلوان اور کسی مقام پر سے ایسی ناہموار اور کہین سے ایسی سلپٹ تہی کہ باوجود پیدل ہونے کے ہم اپنے گھوڑون کو بڑی مشکل سے اسپر چڑہا کر لیجانے مین کامیاب ہوسکے پہاڑ کی چوٹی پر پہونچکر ہمین ایک دوسری وادی نظر آئی جو اوس وادی کے متوازی تہی جسے ہم ابھی چھوڑ آئے تھے یعنی اسکا رخ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف تہا۔ اس مین ایک چھوٹا سا گاؤن آباد تھا جسکے ساتھ ایک ٹیلے پر ایک ویران قلعہ نظر آرہا تہا۔ اس سے کچھ دور آگے چل کر وارده کا بڑا سرخ رنگ کا گاؤن تھا۔

باغ خان


ن گاؤن کو اپنی بائین طرف چھوڑ کر ہم تار کے ستونون کی رہنمائی سے مشرق کی سمت مین قلات کی جانب روانہ ہوئے جسکی افق دوز فصیلین اب ہمکو دھندلی سی نظر آنے لگین - پانچ گھنٹہ تک وقت زین رہنے کے بعد مین کچھہ دیر کے لیے ناشتہ کرنے کی غرض سے ایک آب جوے کے کنارے ٹھہر گیا - یہ آب جوے وادی مین جو اس مقام پر ایک سنگلاخ گہاٹی کی شکل اختیار کر لیتی ہے بہ رہی تہی - مجھے یہان ٹھہرے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تہی کہ جن ترکمانون کو مین بہ ہدایت دیگر پیچھے چھوڑ آیا تہا کہ خچر والون کو راستہ بتا کین اون مین سے ایک نے آکر یہ خبر دی کہ گردن شتر پر چڑہتے وقت ایک خچر پھسلکر پچاس فٹ تک نیچے لڑہکتا ہوا چلا گیا جس سے اوس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی یا ٹوٹ گئی - مجھے اس خبر کے سننے سے ذرا بھی تعجب نہین ہوا کیونکہ بعض مقامات ایسے ہین جنکو ایرانی خچر بھی بغیر خطرہ مین پڑنے کے عبور نہین کر سکتے اور بلا شبہ و شک یہ ہیبت ناک قدرتی زینہ یعنی گردن شتران مین سے ایک ہے - اس بیچاری زخمی جانور کو ہم پیچھے چھوڑتے گئے تا کہ ہماری واپسی کے وقت تک اوس کی خبر گیری کی جائے اور دو میل تک گھاٹی گھاٹی چلے گئے حتی کہ اسکے مشرقی کنارہ پر ہم باغ خان کے چھوٹے سے گاؤن اور بوسیدہ قلعہ مین آپہونچے -

کوہستانی گہاٹیان

یہان پہونچکر تار کے ستونون کا رخ دفعتہً شمال و مشرق کی طرف پلٹ گیا اور

ہمین پہاڑیونکے ایک کوہان کے عبور کرنے مین جو غلطان و پیچان دور تک چلا گیا تھا اور جسکے دوسرے سرے پر ایک عمیق گھاٹی شروع ہوئی تھی ایک گھنٹہ لگا اور جب ہم اسکو طے کر چکے تو معاً ایک نیا عظیم الشان نظارہ ہماری نگاہ کے پردہ پر ہویدا ہوا۔ اب ہمین قلات کے بیرونی حصار کے جنوبی حصہ کے نالی دار برج صاف نظر آنے لگے اور حصار کے اس حصہ مین جو شگاف ہے اوسکے قریب برجون کا آکر سرنگون ہو جانا بھی ہمکو معلوم ہونے لگا۔ اس سے پرے شمال کی جانب کمتر ارتفاع کی پہاڑیان اس صورت سے پھیلتی ہوئی چلی گئی ہین کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک دریاے سنگلاخ موجین مار رہا ہے۔ اس سے بھی آگے جب پیک نظر کو مین نے دوڑایا تو مجھے افق کے قریب سمندر کی لاجوردی سطح کی تمثال قراقم (ریگ سیاہ) کا نیلگون تختہ بچھا ہوا نظر آیا جسکو مین قریبًا ایک ہفتہ پیشتر عاشق آباد مین خیرباد کہہ چکا تھا۔ جہان مین کھڑا ہوا تھا وہان سے جانب شمال اگر ایک خط مستقیم کھینچا جاتا تو وہ روسی اسٹیشن کاہکا مین سے ہو کر گزرتا جو ماوراءالنہری ریلوے پر واقع ہے۔ اسی اسٹیشن یا اسکے قریب کے اسٹیشن دوشک سے ایک سال قبل مین اور میرے ساتھی ریل سے اوترے تھے اور بغیر کسی قسم کی تیاری کے ہم نے یہ منصوبہ باندھا تھا کہ چلکر قلات اور مشہد کی سیر کر آئین۔ یہ بات ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ گذری تھی کہ جن مقامات کی سیر کا ہم نے عزم کیا ہے اون تک پہونچنے کے لیے ہمین کس قدر وسیع۔ ہیبت ناک اور دشوار گذار مراحل طے کرنے پڑینگے اوس موقع پر روسی حکام نے ہمین جانے سے روک[۵] دیا تھا اور مین نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اوسوقت سے

[۵] دیکھو رشیا ان سنٹرل ایشیا (روس کا تعرض وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۰۱۔

لیکراب تک کئی ہزار میل کا سفر سمت مقابل سے منازل مقصود تک پہونچنے کے لیئے کیا ہے۔ الغرض ہم نے اب ایک نہایت ہی ڈہلوان اور لمبے اوتار سے نیچے آنا شروع کیا اور چونکہ ہماری بائین جانب گہاٹی کا اوتار بعض دفعہ قریباً عمودی ہو جاتا تھا اس لیئے ہمین یہان زیادہ تر پیدل چلنا اور اپنے گہوڑون کو لگام تہامے ہوئے ساتھہ ساتھہ اپنے پیچھے پیچھے لانا پڑا۔ درہ کا پہلو بے مقابل رنگین چکنی مٹی کے اجزا سے جنگلے اور پر بھر بھر پتھر کی برجیان اور مینارے سر اوٹھائے کھڑے تہے مستور تہا۔ اور جب ہم نے اس عجیب وغریب اور بوقلمون نظارہ کا تماشا دیکھا تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا پہاڑ کو کسی میلے یا جشن کی تقریب مین ایک مختلف الالوان جامہ جس مین ارغوانی اور کاسنی رنگ کی جہالرین ٹکی ہین پہنا دیا گیا ہے[۱]۔ اس گہاٹی مین تیتر کثرت سے موجود تہے اور چار چار چہہ چہہ آٹھہ آٹھہ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے تہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ فوراً بہر کر ہمارے قدمون سے نیچے سے اوڑے مگر سو گز سے زیادہ دور نہین جاتے تہے۔ اور حقیقت مین اونکو اوڑنے کے مقابلہ مین چلنے مین زیادہ آسانی معلوم ہوتی تہی۔ کیونکہ وہ پہاڑ کی نوکیلی اور عریان چوٹیون پر گلہریون کی طرح پہرتے تہے۔ اوتار کے نیچے آکر ہم ایک سیل کی خشک تہ مین سے ہوتے ہوئے آگے بڑہے یہان تک کہ ایک سنگلاخ دہلیز مین سے ہو کر اس وادی مین نمودار ہوئی جو وادی تلات سے پہلے کی ایک وادی

---

[۱] مینے سوائے دریائی یلو اسٹون (دریائے سنگ زرد) کے ... کے جو شمالی امریکہ مین واقع ہے پتہر اور مٹی ... اور کہین ایسے شوخ قدرتی رنگ نہین دیکھے۔

کے پہلے آتی ہے۔ یہان پہونچکر تاریکی کے [illegible] گذر گیا
لیکن چونکہ اب دوپہر ڈھل گئی تھی اور ہمارے جانور ماندہ و خستہ ہو [illegible] لہذا ہم
بائین طرف کو پلٹ کر ایک بڑی ندی کے کنارے کنارے ہو لئے جو وادی کے بیچ
مین بہ رہی تھی اور چنارون اور سفیدون کا سبزہ طرہ اوسکی کلغی مین لگا رہی تھی۔ اس وادی
کے منہ پر ایک دیو قامت چنار کا درخت ایک چٹان کی جڑ مین سے جہان کسی امام زادہ
کا مزار تھا اگا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخون پر کثرت سے مینڈھون کے سینگ لٹک
رہے تھے جنہین خوش اعتقاد مسلمان زایرون نے اس خانقاہ پر تعظیم و تقدس کے
اسی طرح کی اور علامات کے ساتھ چڑھاوے کے طور پر چڑھایا تھا۔ ڈیڑھ میل کی مسافت
طے کرنے کے بعد مین موضع اسرچہ (یا آب گرم) کی چھوٹی سی گوشہ گزین بستی مین پہونچا
جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب گرم پانی کے کچھ چشمے ہین۔

آب گرم

چونکہ میرے خچر جن پر سب سامان تھا بہت پیچھے رہ گئے تھے اور اگر غروب آفتاب
سے پہلے وہ منزل پر پہونچ بھی جاتے تاہم اونکے آنے کے لئے کئی گھنٹے درکار تھے
لہذا مین نے قصد کر لیا کہ کم از کم ایک رات تو ضرور کسی ایرانی جھونپڑے مین گزارنی چاہیے
لیکن اسرچہ کے باشندون نے ایک اجنبی کو دیکھکر اظہار مسرت نہین کیا اور نہ اپنی مہمان نوازی
کا ثبوت دیا۔ اول تو اونہون نے یہ بیان کیا کہ نہ تو ہم تمہارے جانورون کے لئے چارہ
بہم پہونچا سکتے ہین اور نہ تمکو شب باش ہونے کے لئے کوئی مکان دے سکتے ہین۔ مگر

لیکن ردو قدح کے بعد ایک گاؤن والے نے کچی مٹی کی ایک کوٹھری جو خالی تھی میرے حوالے کی۔ اور میرے بدن پر جسقدر کپڑے تھے اونہین کی مدد سے جسطرح مجھہ سے بن پڑا مین نے شب باش ہونے کیلئے تہیا کیا۔ خوش قسمتی سے کوئی ساڑھے دس بجے رات کے خچر آن پہونچے جسکی وجہ یہ تھی کہ ایک بدرقہ مل گیا تھا جس کی مدد سے وہ صحیح وسلامت پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

قلات مین داخل ہونیکا امکان



دو دن مین جن دیسی لوگون سے میری ملاقات ہوئی اون سے قلات مین داخل ہونے کے امکان کے متعلق نہایت متضاد رولتین میرے سننے مین آئین بعض تو یہ کہتے تہے کہ جو شخص چاہے قلات مین جا آسکتا ہے[۵۱] اور بعض کا یہ بیان تھا کہ پہاٹک پر سخت پہرہ رہتا ہے اور کسی اجنبی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہین دیجا سکتی۔ پس قدرتاً یہ سوال پیش آیا کہ مجھے کس بھیس مین قلات کے اندر جانے کی کوشش کرنی چاہیئے مین یہ نہین چاہتا تہا کہ اس قدر زحمت اٹھاکر یہان تک آنے کے بعد لوٹا دیا جاؤن لیکن ساتھہ ہی مین کوئی ایسی بات بھی نہین کرنی چاہتا تہا جس سے معلوم ہونے پر شبہ پیدا ہو

۵۱ جرنیل اینگاف نے اثناء ادا مین مجھہ سے یہ پوچھا تہا کہ مشہد کو کوچان کی راہ سے جانے کے بجائے کیون آپ کاہکا اور قلات نادری کا زیادہ دلچسپ راستہ اختیار نہین کرتے۔ جرنیل موصوف نے مجھہ سے یہ بھی کہا کہ روسی افسرون کو خود اون کی گورنمنٹ کی طرف سے داخل ہونے کی ممانعت ہے لیکن ایک انگریز کو کوئی نہین روکے گا۔

یا انگلستان کی آبرو پر حرف آئے۔ جو کچھ کہ بعد مین میرے دیکھنے مین آیا اوسکی بنا پر مین
قیاس کرتا ہون کہ رات کے وقت گھوڑے پر سوار قلعہ کے اندر چلا جانا تر ین امکان ہوتا
گو کہ اس امر کی نسبت یقینی طور پر مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ بہر حال چونکہ مجھے اپنے ارادہ کا اخفا
منظور نہ تھا اور بے شر و بے ضرر ہونے کے باعث وہ محتاج اخفا بھی نہ تھا لہذا مین نے
قصد کر لیا کہ روز روشن مین قلعہ کے پھاٹک پر (اگر کوئی پھاٹک موجود بھی ہوا) جاؤن گا اور
بلامزاحمت داخل ہو سکا تو خیر ورنہ ہرگز داخل ہونے کا قصد نہ کرون گا اسکے علاوہ اس نواح
مین میرے موجود ہونیکا واقعہ ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی وقت عام طور سے معلوم نہ ہو جاتا اور
اسلئے تبدیل لباس یا اخفا کی کوشش مین گو عارضی طور پر مجھے کامیابی بھی ہو جاتی تاہم آخر مین
جا کر راز افشا ہو جاتا۔

ہمارا قلات کے قریب پہونچنا

۱۸ اکتوبر ساڑھے چار بجے صبح کے مین اٹھا اور پانچ بجے چاندنی مین
روانہ ہوا کیونکہ دس میل کی کڑی منزل میرے سامنے تھی۔ وادی اسرچہ کے اوس مقام
تک آکر جہان ہم کل اسمین داخل ہوئے تھے ہم نے ندی کے بہاؤ کا رخ اوسکے کنارے
کنارے اختیار کیا جو یہان شمال کی طرف پلٹ کر ایک تیرہ و تار سنگلاخ گھاٹی مین جو دربند جوہر
کے نام سے مشہور ہے داخل ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کی قیرگون دیوارون کے درمیان ہمکو
اپنا رستہ ندی کی تلیٹی کے اندر اور کبھی اوسکے باہر ٹٹولتے ہوئے جانا پڑا۔ چاند ہمارے
سر پر بصد آب و تاب چمک رہا تھا اور ہمارے سامنے بنات النعش متانت و وقار کے

سائہہ جھلملا رہی تھین۔ گھاٹی کے مخرج پر ایک ویران اور بوسیدہ قلعہ کھڑا تھا۔ راستہ اب چوڑا ہوتا ہوا ایک مسطح اور کشادہ وادی پر جا کر منتہی ہو گیا۔ ایک عجیب وغریب ٹیکرا جسکے گریبان کو قدرت نے تشنج کی حالت مین چاک کر ڈالا تھا ہمارے دیکھنے مین آیا۔ اس کے ٹکڑے وادی کے عرض مین پھیلے ہوئے تھے اور اوسکے طبقات حجریہ کچھہ عجب طرح سے بل کھائے اور جھکے ہوئے تھے۔ کہسار کے پہلو سے نفت آمیز پانی کی نہرین نکل نکلکر ندی مین جاملتی تھین جسکی سطح پر سے ہمکو دیکھہ کر جنگلی بطخون کی ایک ٹکڑی شور مچاتی ہوئی اوپر کو اڑی۔ اس وادی کو ہم نے نصف طے کیا تہا کہ آفتاب نکلا اور اوس کی روشنی مین تلات کی جنوبی دیوار اپنی دہنی جانب ہمکو نظر آئی۔ یہ چٹان کی ایک رفیع وعظیم الشان قدرتی فصیل تھی جو وادی کی سطح سے اٹھ کر سات یا آٹھہ سو فیٹ کی بلندی تک چلی گئی تھی پر چوٹی پر یہ فصیل تختہ کی طرح مسطح تھی لیکن اسکے پہلو جو بالکل عمودی اور ناقابل نفوذ تھے کہر درے قلفور نالی دار تھے۔ چار دفعہ مین اس رفیع الشان سد کے نیچے ادہر سے اودہر گزرا اور ہر دفعہ مین نے یہی خیال کیا کہ جو قدرتی مناظر میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اسکے بیرونی ڈھال یا پشتے نہایت ڈھلوان چٹانون اور سنگلاخ دندانون پر مشتمل ہین اور وادی پر سے ابھرتے ہوئے اسکے پہلوون کی طرف بڑہتے ہین اور اون کی شکل ملبہ کے عظیم الشان انبارون سے ملتی ہے جن کی نسبت بظاہر یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اوپر سے پتھر پھینک پھینک کر یہ ڈھیر لگا دیے گئے ہین جس مقام پر یہ قدرتی پشتے ختم ہوتے ہین وہان سے چٹان دیوار کی طرح سیدھی اپنی ہوائی بلندیون تک اٹھی

ہوئی چلی جاتی ہے - چونکہ یہ دیوار قلات کا جنوب و مشرق کی طرف سے احاطہ کرتی ہے لہذا صبح کے وقت سورج کی شعاعین اس پر نہین پڑتین بلکہ یہ سایہ مین چھپی رہتی ہے - البتہ شام کے وقت جب سورج ڈوبنے لگتا ہے تو سنگ سرخ اوسکی ترچھی کرنون کے تلے سنگ سماق و سنگ یشب کے ستونون کی طرح جگمگا اوٹھتا ہے اور فصیل کا یہ تمام حصہ پہلوے آتش معلوم ہوتا ہے -

دروازۂ ارغوان شاہ

وادی کے اتار کے رخ مین آتے وقت جہان کوئی متنفس نظر نہین آیا مین نے کچھہ دور آگے ایک مقام دیکھا تھا جہان سنگلاخ فصیل کی سطح چوٹی دفعتہً خلائے محض پر منتہی ہو گئی تھی اور روس کا تسلسل بظاہر کسی دراڑ یا شگاف کی وجہ سے رک گیا تھا - جب ہم اس مقام کے قریب پہونچے جو اوس گھاٹی سے قریب سات میل کے تھا جس مین سے ہوکر ہم وادی کے اندر داخل ہوئے تھے تو وادی کے پہلو ملنے شروع ہوے حتیٰ کہ تھوڑی دیر مین وہ اسقدر قریب آ گئے کہ صرف ایک تنگ سا راستہ باقی رہ گیا - جسپر ندی کی تہ نے قبضہ کر رکھا تھا - اس قدرتی گذرگاہ کو ایک یا دو دفعہ پیچ و خم کھا کر طے کرتے ہوئے ہم ایک چٹان کی دہلیز کے قریب پہونچے جسکا عرض کوئی بیس گز ہوگا اور جسے ایک دیوار نے بالکل مسدود کر رکھا تھا - اس دیوار مین اگر کوئی منفذ تھا تو وہ تین محراب نما در تھے جن مین سے ندی گذرتی تھی اور قلات کے اندر جانے والے کے لئے اگر کوئی پھاٹک تھا تو وہ یہی محرابین تھین - محرابون کے اوپر دیوار کا جو حصہ

تہا اوس مین مورچے بنے ہوئے تہے اور ایک کنگورہ دار فصیل بھی اوسپر موجود تھی لیکن اسکے اوپر کوئی شخص موجود نہ تہا اور زندگی کی کوئی علامت ہمکو نظر نہ آئی۔ یہی وہ مشہور و معروف پہاٹک ہے جسے دربند ارغوان شاہ کہتے ہین۔ ارغوان شاہ [۵۱] نے جو ہلاکو خان کا پوتا تہا ابتدائً اس درہ کو مستحکم کیا اور اوس کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک مرتبہ اوسے اوسکے چچا احمد خان نے لڑائی مین شکست دی تو وہ قلات مین آکر قلعہ بند ہو گیا۔ پہاٹک سے گزر کر گہاٹی کی دہنی دیوار پر چٹان کے ایک صفائی کے ساتہہ تراشے ہوئے حصہ پر ایک خوشنما کتبہ ثبت کیا ہوا نظر آتا ہے جس مین یہ واقعہ مندرج ہے۔ موجودہ دیوار خان مین بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے کی دیوار نادرشاہ کی تیار کرائی ہوئی تہی جو میری دانست مین بہت زیادہ مستحکم تہی۔

میرا داخل ہونا معلوم ہو جاتا ہے

اب مجہے یقین ہو گیا کہ میرے تمام وساوس وخطرات بے بنیاد تہے۔ چنانچہ مین نے ندی کی تلیٹی مین گہوڑا ڈالا۔ اور رمضان علی خان۔ گریگوری اور شکر اللہ کو کہ وہ بہی گہوڑون پر سوار تہے اپنے ہمراہ لئے بیچ کی محراب مین سے اندر داخل ہوا۔ کسی شخص نے وہان آکر

[۵۱] یہ شاہنشاہ جسے اہل ایران ارغوان شاہ کہتے ہین مگر جو عام طور پر ارغوان شاہ کے نام سے مشہور ہی ۱۲۸۴ء سے ۱۲۹۱ء تک تاتار کا فرمانروا رہا۔ یہ وہی حیرت انگیز شخص ہے جسکے پاس قبلائی خان فغفور چین نے مارکوپولو کو ایک تاتاری عروس اوس کی پیشکش کے لئے ساتہہ دیکر بہیجا تہا۔ سلاطین یوروپ کے ساتہہ جن مین شاہ ایڈورڈ اول بہی شامل تہا اوسنے سیاسی روابط قایم کئے۔ اپنے باپ آباقا خان کی طرح اوسکا میلان بہی مذہب عیسوی کی طرف تہا اور مسلمانون کو اوس نے تمام سرکاری خدمتون سے نکال دیا تہا۔

ہمین نہین روکا۔ کچھ دیر سب مجھے ارغوان شاہ کے کتبہ اور ایک گول برج کے دیکھنے میں جو پہاڑ کی سی بہت اوپر پہاڑ کے ایک بلند مقام پر بنا ہوا تھا۔ کوئی سو گز کا فاصلہ گاؤن کے کی طرف جو گھاٹی کے دونون طرف واقع تھے مین نے طے کر لیا ہوگا کہ دفعتہً پہاٹک جسے ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے کسی کے بے تحاشا چلانے کی آواز بلند ہوئی اور ایک حال سپاہی جو ابھی تک نیم خوابی کی حالت مین تھا۔ اپنا پھٹا پرانا سوتی کرتہ پہنتا اور پوری آ سے چلاتا بھاگتا ہوا ہماری طرف آیا۔ اسکے جواب مین کچھ اور آوازین بھی آنی شروع ہوئین اور تھوڑی دیر مین دیوار مین سے جو فی الحقیقت ایک فوجی برج تھا اور جسکے اندر دریچے لگے ہوئے تھے نیم ملبوس شخصون کی ایک گونا گون جماعت جسکے کپڑے پھٹے پرانے تھے نکلنی شروع ہوئی۔ البتہ کہین کہین شیر اور آفتاب کے نقش سے مزین کسی بٹن کی جھلک نیلی سرخ دھاری کی پتلون کے ساتھ نظر آجاتی تھی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مین شاہ کجکلاہ کی سرباز یا باقاعدہ پیدل فوج کے ایک حصہ کے سامنے کھڑا ہون۔

پہرہ والون کے ساتھ میرا مکالمہ

چونکہ مین یہ نہین چاہتا تھا کہ فساد ہو جائے اور چونکہ سپاہی اپنا فرض ادا کر رہے تھے گو کہ اسقدر غفلت ضرور اون سے سرزد ہوئی کہ قریب تھا کہ مین اونکے بیچ مین سے اون کی آنکھون مین خاک جھونک کر نکل جاؤن لہذا مین ٹھہر گیا اور اون سے میری گفتگو شروع ہوئی۔ اوّل اوّل تو اونھون نے نہایت سختی سے کام لیا اور یہ کوشش کی کہ ہمارے گھوڑون کی لگامین پکڑ کر کھینچتے ہوئے واپس لے جائین لیکن جب مین نے اون کو

ہا یا کہ بغیر اجازت کے سرا ارادہ آگے جانے کا نہین ہے تو وہ ذرا دہیمے پڑ گئے۔ بلی نے اون سے یہ دریافت کیا کہ تم لوگون کا سرکردہ کون ہے اور کہان ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ ایسا کوئی شخص وہان موجود نہ تہا۔ اسکے بعد مین نے پوچھا کہ خان قلات کہان ہے کا تا جواب مجھے یہ ملا کہ خان اپنے گاؤن مین ہے جو یہان سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس پر مین نے شکر اللہ کو جو ایرانی ہونیکے باعث شبہ سے پاک تھا ایک سپاہی کے ساتھ جو اوسکے پیچھے اوسکے گھوڑے پر سوار ہو لیا خان کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ مین فلان شخص ہون اور اس بات کی اجازت چاہتا ہون کہ مجھکو قلات کے بیچ مین سے گزر کر دوسری طرف جانے دیا جائے یا اگر وہ اپنی ذمہ داری پر مجھے اجازت نہ دے سکے تو پھر مشہد تار دیکر اجازت منگوا دے۔

جماعت سرباز کا برتاؤ

ایرانی کو خان کی طرف بھیجکر مین پھاٹک پر سپاہیون سے باتین کرتا رہا۔ سردی شدت کی تھی کیونکہ سورج کی کرنون کے اس دراڑ تک پہونچنے مین ابھی کئی گھنٹے باقی تھے اس لئے مین نے کچھہ ایندھن مول لیا اور الاؤ جلایا۔ جب اونہون نے سنا کہ مین انگریز ہون تو اون کا کھنچاؤ کم ہو گیا اور اونہون نے مجھہ سے یہ بیان کیا کہ اگر تم روسی ہوتے تو جس وقت تم گھوڑے پر سوار دروازہ کے اندر داخل ہوئے تھے اوسی وقت ہم تم کو گولی مار دیتے مگر مین نے یہ سوال کرکے اون کو بے ضرورت دق کرنا نہین پسند کیا کہ جب تم نے مجھکو دیکھا تک نہین تھا تو میری قومیت کا حال تمکو کس طرح معلوم ہو سکتا تھا یا جب تم ابھی تا نے

سور سے تھے تو مجھے گولی کس طرح مار سکتے تھے۔ اونہون نے یہ بھی بیان کیا کہ سال ایک روسی قلات دیکھنے کی غرض سے آیا تھا اور اوسنے ایک ایرانی کو زدوکوب کی ایرانیون نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اُس کی خوب گت بنائی۔ اسپر وہ مین سو ترکمن کو ہمراہ لیکر انتقام لینے کی غرض سے واپس آیا مگر جب ہم اون سے بر سر معارضہ ہونے کے لئے باہر نکلے تو روسی اپنے ترکمانون کے ساتھہ پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد اونہون نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ شاہ کے سب سے بڑے بیٹے ظل السلطان نے ایرانی لباس ترک کر کے انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے اور بوشہر سے جہاز پر سوار ہو کر لندن کا عزم کیا ہے؟ مین نے اون سے دریافت کیا کہ قلات مین تم لوگون کی کس طرح بسر ہوتی ہے اور یہان تمہاری نوکری کا کیا حال ہے۔ اونہون نے جواب دیا کہ یہان کا پانی نفت کی آمیزش کے باعث نہایت درجہ مضر صحت ہے اور ہم اسی کی وجہ سے بیمار پڑ جاتے ہین [۱] اونہون نے مجھ سے یہ بھی شکایت کی کہ باوجودیکہ ہم تین مہینے مین اپنی موجودہ خدمت سے سبکدوش کئے جانے والے تھے لیکن پھر بھی ہم پانچ مہینے سے یہان پڑے ہوئے ہین اور اس عرصہ مین ہمکو ایک حبہ تنخواہ نہین ملی۔ سچ ہے ان کم بخت مصیبت کے مارون کی حالت پر جن کی نسبت سپاہی ہونے کا تصور اوسی اعتبار سے کیا جا سکتا ہے

[۱] قلات کا مضر صحت ہونا مشہور ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ آیا اسکا باعث جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اسکے ذرایع آبرسانی کا ناقص ہونا ہے یا اور کوئی سبب جب کرنل ویلنٹائن بیکر ۱۸۷۳ء مین یہان آیا تو اوسے معلوم ہوا کہ یہان کی آبادی ٹائیفس (ایک قسم کا بخار جسمین انتڑیون مین زخم پڑ جاتے ہین) کی وجہ سے بہت کم ہو گئی تھی اور حقیقت مین جو سپاہی کہ یہان

لحاظ سے کسی کنجڑے کا گدہا ڈاربی کی گھوڑدوڑ کی شرط جیتتے ہوئے گھوڑے کے جیسا یہ قرار دیا جا سکتا ہے - بے اختیار تاسف آتا تہا -

خان کا جواب

ڈیڑہ گہنٹہ کامل انتظار کیا کہ لشکر افسر واپس آیا اور بولا کہ خان نے کہا ہے کہ آپ حاکم مشہد کو تار دیکر اجازت طلب کیجئے اگر وہان سے جواب باصواب آئے تو آپ قلات مین سے گزر سکتے ہین - یہ سنکر مجھے اطمینان ہوا کیونکہ مین بہی یہی چاہتا تھا چنانچہ مین نے جاکر کرنیل اسٹوارٹ کے نام تار دیا کہ حاکم مشہد سے مل کر میری درخواست پیش کیجیے اور جو جواب ہو اوس سے مجہکو بذریعہ تار اطلاع دیجیے - لیکن اب ایک تازہ مشکل پیش آئی اور وہ یہ کہ کوئی آدمی ایسا موجود نہ تھا کہ پیغام تار برقی کو فارسی حروف مین لکھدے عوام الناس لکھنا پڑہنا نہین جانتے جب اونہین خط لکہنا ہوتا ہے تو کسی کاتب سے اجرت دیکر لکھوا لیتے ہین - قلات مین صرف ایک ہی منشی تھا اور وہ اسوقت افیون کے نشہ مین بیخبر سو رہا تہا - میرے اصرار پر بصد وقت اوسے جہنجوڑ جہنجوڑ کر اٹھایا گیا اور آخرالامر وہ آنکھین ملتا ہوا آیا اور جس تار کو مین نے آدہے منٹ مین لکھا تھا اوسے فارسی حروف مین لکھدینے مین اوسنے آدہا گھنٹہ لگایا مین نے اب چاہا کہ ایرانی کو مشہد سے جواب آنے کا انتظار کرنے کے لیے تار گھر مین چھوڑ کر خود اپنے خیمہ کو چلا جاؤن لیکن گریگوری نے جسے اہل ایران کی خصلت اور سیرت سے کماحقہ آگاہی تہی مجہہ سے کہا کہ ابہی مشکل رفع نہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲ - متعینہ ہین اون کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ بیمار رہتی ہے -

ہوئی اور اس لئے بہتر ہوگا کہ ابھی آپ انتظار فرمائین - مین نے اوس کی اس نصیحت پر عمل کیا اور پھاٹک کے دوسری طرف جاکر ٹھیر گیا -

ایرانی چالین

ایک گھنٹہ کے بعد شکر اللہ نے آکر یہ خبر سنائی کہ تار کے لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا گیا کہ سلسلہ تار برقی مشہد اور قلات کے درمیان کسی مقام پر سے ٹوٹ گیا ہے - تھوڑی دیر مین خان کا ایک قاصد گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا اور بہت دیر تک مجھے گھیر کر اوسنے اپنی چرب زبانی اور رسانی کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور مجھکو ایرانیون کی عادت و سیرت کی دلچسپ سیر کا موقعہ دیا - اول تو اوسنے یہ بات دہرائی کہ تار ٹوٹ گیا ہے لیکن جب مین نے یہ جواب دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو خان نے خود مجھ سے یہ بات نہ کہی ہوتی کہ آپ تار دیجے - اس پر اوسنے اپنی منطق کا رخ بدل دیا اور کہنے لگا کہ تار ٹوٹا تو نہین مگر زمین سے مس کر رہا ہے - اسکے جواب مین نے اوس سے کہا کہ زمین پر لگنے سے تو پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع نہین ہوسکتا - یہ سنکر ایک اور انوکھی حجت اوس نے میرے سامنے پیش کردی اور وہ یہ کہ خان کا مطلب یہ نہین تھا کہ آپ مشہد کو تار بھیجین بلکہ خان یہ چاہتے ہین کہ آپ طہران کو تار دین - چونکہ قلات سے طہران تک مشہد کے بالواسطہ سلسلہ کے علاوہ براہ راست کوئی علیحدہ سلسلہ تار برقی قایم نہ تھا - لہٰذا اوسکا یہ جھوٹ آسانی سے ظاہر ہوگیا لیکن مجھے اس امر کے تسلیم کرنے بغیر چارہ نہین کہ اب جو فوراً ہی اوسنے جو تھا جھوٹ گھڑ کر میرے سامنے پیش کیا اوسکی تردید کے لئے مین آمادہ نہ تھا

کی دفعہ شرمندہ یا مجوب ہوئے بغیر نہایت بیباکی سے اوسنے مجھہ سے یہ کہا کہ خان
کا مطلب یہ نہین تہا کہ آپ مشہد یا طہران کو تار دین بلکہ اون کا مقصد یہ تہا کہ جب آپ
مشہد کو واپس جائین تو وہان پہونچکر تار دین - چونکہ فن دروغبافی مین ایسے یکتاے روزگار
کا سے باتون مین بازی لے جانے کی کوشش کرنا محض لاحاصل تہا لہذا مین نے اس
کوشش کو ترک کردیا مگر پھر بھی مین نے اس امر پر زور دیا کہ خان سے مشہد کو تار دینے کے
متعلق جو درخواست مین نے کی ہے اوسکا جواب مجھے انہین دنون مین ملنا چاہیئے - غرضکہ
فیصلہ اس بات پر ہوا کہ گریگوری جو شکر اللہ کے مقابلہ مین خدمت سفارت زیادہ اچھی طرح
سے انجام دے گا سوار ہوکر گاؤن کو واپس جائے اور میرے سوال کا معین جواب
خان سے لائے -

دوید و جہید و بجست و برفت

یہ تمام واقعہ دربند ارغوان شاہ کے باہر سوگز کے فاصلہ کے اندر پیش آیا مین
گریگوری کو ہدایات دے ہی رہا تہا کہ ایرانی جو گھوڑے پر سوار ہوچکا تھا دفعتہً گھوڑے
کو مہمیز لگا کر محراب مین سے ڈپٹ کر پہرے والون کو یہ پکار کر کہتا ہوا نکلا کہ کسی کو اندر داخل
ہونے نہ دینا - جب گریگوری کچھ دیر بعد واپس آیا تو اوسکو اندر داخل ہونے سے روک
دیا گیا - اب کیا ہوسکتا تہا - مجبوراً مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور قلات نادری کے اندرونی
حصہ کی سیر کرنے کے متعلق جو کوشش مینے کی تھی اوس کا اس بے آبروئی سے خاتمہ
ہوا - اسوقت شکر اللہ نے مجھہ سے بیان کیا کہ جب مین تار گھر مین تار لیکر گیا تو تار منشی تار لینے

ہی کو تھا کہ اتنے مین خان کے بیٹے نے آ کر کہا کہ تان کا حکم ہے کہ ہرگز کوئی تار نہ بھیجا جائے
مین نے سرزمین ایران مین داخل ہونے سے پہلے ایرانیون کی حیلہ بازی کا بہت کچھہ حال
سنا تھا مگر مجھے یہ ہرگز توقع نہ تھی کہ دو ہفتہ کے اندر ہی ایسی محسوس مثال میرے دیکھنے مین
آئے گی۔ اور مین یہ نہین کہہ سکتا کہ جو برتاؤ میرے ساتھہ کیا گیا اوسکی وجہ سے مین برہم و آشفتہ
ہوا یا مشرقی چالبازی کی جو مثال اس نے میرے سامنے پیش کی اوسکی وجہ سے مجھے حظ
حاصل ہوا۔

مشہد مین ایک افواہ



اس واقعہ کے ایک دلچسپ نتیجہ کا ابھی ظہور ہونے والا تھا۔ کیونکہ جب مین
تین دن بعد مشہد پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حاکم مشہد بڑے جوش کی حالت مین تھا جسکی
وجہ یہ تھی کہ اوسے خان صداقت نشان نے یہ اطلاع دیدی تھی کہ جدید برطانوی نائب
قونسل نے ایک مسلح جماعت کے ساتھہ آکر بجبر قلات نادری مین داخل ہونے کی کوشش
کی اور پہرے کے سپاہیون پر تلوار کھینچی لیکن سپاہیون نے بھی اپنا فرض بہادری اور
شجاعت سے ادا کیا اور اپنے مخالفین کو پسپا کیا۔

دیوار پر کمند لگا کر چڑھنے کی کوشش

۹ ار اکتوبر۔ مین نے اس نواح سے روانہ ہونے کے قبل قلات کے اندر داخل
ہونے کے لئے ایک دفعہ اور کوشش کرنیکا قصد کیا۔ میکگریگر کی کتاب پڑھنے سے
مجھے معلوم ہوا تھا کہ ارغوان شاہ اور نفتا کے دو خاص منافذ کے سوائے اور بھی

بعض ایسے راستے ہین جنکے ذریعہ سے قلات مین داخل ہو سکتے ہین چنانچہ بہ مقام آب
گرم ایک شکاری نے ہم سے کہا بھی کہ مجھے ان مین سے ایک راستہ معلوم ہے لیکن
مین خود بہ خوف افشا آپ کو وہان لے جا نہین سکتا۔ البتہ میرا ایک بھتیجا ہے جو علی الصباح
یہان آکر آپ کو میرے بجائے بدرقہ کا کام دے گا۔ مگر جب صبح کا وقت آیا تو بھتیجا حسب
قرارداد دیروزہ موجود نہ تہا اس سے اور نیز ایک اور واقعہ سے جو شام کے وقت
پیش آیا مجھے یقین ہو گیا کہ نواح قلات مین میرا موجود ہونا شبہ کی نگاہ سے دیکھا جانے
لگا ہے۔ وہ واقعہ یہ تھا۔ شام کے وقت جب مین ایک کچی مٹی کے جھونپڑے مین بیٹھا
ہوا رمضان علی اور گریگوری سے سفر آیندہ کی تجاویز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو مین نے
چھت پر کچھ سرسراہٹ سی سنی اور جب آنکھ اٹھا کر مینے اوپر دیکھا تو ایک آدمی جو چھت کے
ایک سوراخ مین کان لگائے ہماری باتین سن رہا تھا مجھے نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص
قلات سے اسی غرض سے آیا تہا۔ قصہ مختصر یہ کہ کوئی رہبر مجھکو نہ ملا اور اسلئے مینے بغیر بدرقہ
کے روانہ ہونے کا قصد کر لیا۔ مین نے قلات کی طرف آتے وقت وادی مین سے
ایک مقام ایسا دیکھا تہا جہان پر سے قلعہ کی جنوبی دیوار کی فصیل کا ہموار اور مسلسل خط
مستقیم ایک زاویہ پر منتہی ہو کر منحنی ہو گیا تہا اور انگریزی حرف V کی شکل بناتا تہا۔ اور ایسا
معلوم ہوتا تہا کہ اون قدرتی ڈھلوان پشتی بانون مین سے ایک کی راہ سے جو میدان سے
اس دیوار کی تائید کے لئے اوٹھے ہوئے چلے گئے تھے اس تک رسائی ممکن ہے
جس شخص نے یہ بیان پڑہا ہے وہ اگر قلات جائے تو وہ وادی قلات کے وسطی نقطہ

سے اس مقام کو ضرور شناخت کرلیگا - مین کچھ رات رہے ساڑھے تین بجے اٹھا خچرون
پر سامان لادا گیا - اور ہم سب اسرچہ سے صبح کاذب کی تاریکی مین جبکہ کڑکڑاتی سردی پڑرہی
تھی ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے - خیمہ و خرگاہ کو تو دربند جور سے مین نے وارہ
منزل کیطرف روانہ کردیا اور خود گھوڑے پر سے اوترکر اور اوسکے دامن کہسار مین چھوڑکر
پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا - اگرچہ پہاڑی نہایت ڈھلوان تھی لیکن مجھے اس کی
زینہ پیمائی کرنے مین زیادہ دیر نہین لگی - اور مین بہ آسانی فصیل کی کنگرہ دار سنگلاخ چوٹی
کے نیچے پہونچ گیا - اس مقام پر چٹان کو جو افقی دھاریون کی شکل مین فصیل کی چوٹی کے
ساتھہ متوازی چلی گئی تھی کسی نے (غالباً نادرشاہ نے) تراش کر ایک مستطیل چبوترہ کی
شکل کا راستہ تیار کیا تھا جسکے کنارے حفاظت کے لیئے گول برجیان بنی
ہوئی تہین جواب ویران تہین - اس قسم کے چبوترے دو تہے - ایک نیچے تہا اور دوسرا
اوس سے اوپر تیس فیٹ کے فاصلہ سے واقع تہا - مین نیچے والے چبوترہ پر چڑھتا ہوا
اوس مقام تک جا پہونچا جہان حرف V کی شکل کا خلا تہا - اوپر اب تیس فٹ کی چڑھائی
اور باقی تھی - مگر چٹان نہایت ہی ڈھلوان اور سلیپ تھی - اس وقت مین تن تنہا تہا اور اگرچہ
اسپر چڑھنے کو تو چڑھ جاتا لیکن یہ مقام کچھہ ایسا خطرناک تہا کہ نیچے اوترنے مین مجھے
بڑی مشکل پیش آتی - اس لئے مین نے اوپر چڑھنے کا ارادہ ترک کردیا - ایک دوست
کی مدد اور ایک رسے کے ذریعہ سے مین نے بہ آسانی اس مشکل کو حل کرلیا ہوتا مگر قلات
کے اندر کا جو حال مجہکو معلوم ہے اوسکی بنا پر مین نہین کہہ سکتا کہ دیوار پر سے جو منظر

میری نگاہ کے سامنے آتا وہ ایسا ہی ولاویز ہوتا جیسا کہ اس دیوار کی بیرونی شکل وصورت سے توقع کیجاسکتی ہے۔

قلات کے دور کا نظارہ بلندی پر سے

حال مین واپسی کے وقت اس نواح کے بلند ترین پہاڑ پر جسکا نام مجھے معلوم نہین لیکن جسکی بلندی قلات کے حوالی کے ارتفاع سے بدرجہا زیادہ ہے چڑھا اور وہان سے میری آرزوئین خلاف توقع اس حد تک پوری ہوئین کہ گو مجھے زاویۂ نگاہ کے بہت زیادہ انفراج کے باعث قلات کی اندرونی سطح نظر نہین آئی تاہم اس کی دونون طرف کی دیوارون کا دور مشرق سے لیکر مغرب تک مجھے پورا نظر آگیا۔ جنوبی دیوار جس پر مین نے چڑھنے کی کوشش کی تھی اس بلندی سے جہان مین کھڑا تھا شمالی دیوار کے مقابلہ مین پست تر معلوم ہوئی تھی۔ شمالی دیوار دوسری طرف کو اسکے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس مقام سے مین نے بلا دقت پوری جنوبی فصیل کو بیس میل تک ایک خط مستقیم مین کھنچا ہوا دیکھا۔ یہ دیوار ایسی سیدھی اور باقاعدہ طور پر چلی گئی تھی کہ گمان ہوتا تھا کہ اسے عمداً ایسا بنایا گیا ہے اور اسکے عمودی پہلو چوٹی سے لیکر اوس مقام تک جہان سے پشتیان نما چٹانین ڈہلتی ہوئی وادی تک چلی آئی تہین کھردرے اور ڈہلوان تھے۔ اگر کوہستان اولمپیس کے مہادیوتا جوپیٹر کے ساتھ جنگ کرتے وقت دیو پیکر ٹائٹن کسی

۱؎ یونانی صنم پرستی کی روایات مین یک جگہ آیا ہے کہ ٹائٹن یورینس دیوتا کے چہہ دیوزاست بیٹے اور اسیقدر بیٹیان تہین جن کی لڑائی زیوس یا جوپیٹر سے ہوئی جو مہادیوتا تہا۔ یہ لڑائی ایک عرصہ دراز تک جاری

ایسے قلعہ کی تعمیر کی ضرورت محسوس کرتے جہان محصور ہو کر وہ اپنے حریف کے حملون کی مستقل مدافعت کر سکتے تو وہ اسی قسم کا سنگلاخ حصن حصین تیار کرتے پہاڑ کے چوٹی پر جہان مین کھڑا ہوا تھا مین نے قلات کے پورے دور کا ایک خاکہ کھینچا جو مقابل کے صفحہ پر درج ہے۔ سامنے کے پہاڑون کا سلسلہ وادی اسرچہ کو اوس وادی سے جدا کرتا ہے جو ارغوان شاہ کے دروازہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

قلات کی تاریخ

کچھہ میرے دیکھنے مین آیا اوسکو اس قدر وضاحت اور باریکی سے بیان کرنے کے بعد مین اب اون امور سے بحث کرتا ہون جو میرے دیکھنے مین نہین آئے لیکن جنکا مجھے ایسے ذرایع سے علم ہوا جن تک عام طور سے لوگون کی رسائی نہین ہوئی۔ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میرے ناظرین کے ذہن مین قلات نادری کی حالت موجودہ کا صحیح تصور جاگزین ہو جائے۔ ناظرین کو یہ بات اب تک معلوم ہو چکی ہو گی کہ گو قلات نادری کا لفظی ترجمہ ہم نے قلعہ نادر شاہ کیا ہے اور لوگ عام طور سے اوسے کہتے بھی یہی ہین تاہم اسے لفظ قلعہ کے عرفی مفہوم کے اعتبار سے قلعہ نہین کہہ سکتے کیونکہ یہ حقیقت مین

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۹ - رہی اور آخرکار جوپٹر نے بجلی کے زور سے اپنے حریفون کا استیصال کر کے اونہین ٹارٹرس مین جو قدیم یونانیون کے مذہبی عقیدے کے مطابق اون کے دوزخ کا طبقہ اسفل السافلین ہے مقید کر دیا۔ اس روایت کو بعد مین فلاسفہ نے مجازی طور پر عقل و ترتیب اور قدرت کی وحشیانہ قوتون کی باہمی کشاکش کی علامت سے تعبیر کیا۔ مترجم

۵ اگرچہ جو نقشہ مین نے دیا ہے وہ بہی مکمل نہین تاہم میرے خیال مین سر میگگریگر کے نقشہ سے بہی قلات کی صحیح صحیح کیفیت ظاہر نہین ہوتی۔

ایک کوہستانی سطح مرتفع ہے جسکا اوسط ارتفاع سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ ہوگا۔ اِس کو جابجا نمار اور دہانے قطع کرتے ہوئے چلے گئے ہین۔ اسکا کل طول ۲۰ میل اور عرض پانچ سے لیکر ۷ میل تک ہوگا۔ قلعہ کی تعریف اس پر صرف اس حد تک صادق آتی ہے کہ یہ وسیع قطعہ زمین جسکا رقبہ غالباً ۱۵۰ مربع میل ہوگا چارون طرف عمودی اور عریان چٹان کی ایک عظیم الشان قدرتی دیوار سے جسکی بلندی وادی کی سطح سے سات سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک ہوگی گھرا ہوا ہے۔ ابتدائی زمانہ سے اس مقام کی حیرت انگیز اور خلاف عادت نوعیت نے جو ضرور ہے کہ قدرت کی کسی انوکھی کرشمہ سنجی کا نتیجہ ہو اس نواح کے باشندون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا۔ ایرانی روایت کی رو سے یہی وہ مقام ہے جہان رستم پہلوان اور افراسیاب کی تورانی فوج مین لڑائی ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ فوج توران بہادران ایران کے ہاتھون شکست کہا کر قلات سے نکل بہاگی اور دریائے جیحون کی طرف پسپا ہوئی جہان اوسے آخری مرتبہ شکست فاش ہوئی۔ قلات ہی مین فردوسی کے شاہ نامہ کے مطابق کیخسرو کا بہائی فرود آکر قلعبند ہوا یہان تک کہ طوس نے آکر اوس پر حملہ کیا اور اوسے مار ڈالا۔ جس کتبہ کا مین نے حوالہ دیا ہے اوس سے ثابت ہوتا کہ محصورین کے لئے بچاؤ کے ایک عمدہ مقام ہونے لحاظ سے چنگیز خان کے مغل جانشینون کو اس کا علم تہا۔ تیمور کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے گہات پا کر حکمت عملی سے اس پر قبضہ کر لیا۔

نادرشاہ کا اسے مستحکم کرنا



کہیں نادرشاہ کے زمانہ مین جاکر اس کی بے بہا قدرتی خوبیون سے استفادہ کیا گیا۔ نادرشاہ جب ہندوستان سے کئی بادشاہون کے مال غنیمت کے انبار اور سلاطین مغلیہ کے خزانون کی بے انتہا دولت اپنے ساتھہ لاد کر واپس لایا تو اوسنے قلات کو جسنے وہ بچپن[۵۱] سے اچھی طرح جانتا ہوگا۔ ایک ایسا لاجواب مخزن پایا جہان یہ تمام گنجینے جمع کئے جا سکتے تھے اور جہان جنگ وجدل کے لیے بھی ایک ایسا مقام مل سکتا تھا جو ناقابل محاصرہ تھا۔ چنانچہ اوسنے اسکے تمام منافذ پر قلعبندی کی ہر ایک چوٹی اور ہر ایک غار کے مقام پر پہرے کے برج نصب کئے۔ سنگلاخ فصیلون کو رسائی کی حد سے اور دور کرنے کے لئے اندر اور باہر کی طرف سے مصنوعی طور پر اور زیادہ ڈھال دیدی۔ اپنے رہنے کے لیے اندر ایک چبوترہ پر مکان بنوایا (مگر اسمین وہ بہت کم رہتا تھا) اور عمدہ پانی بہم پہونچانے کے لئے بڑے بڑے تالاب کہدوائے۔ اور ایک نہر کے ذریعہ سے تازہ پانی کے لانے کا انتظام باہر سے کیا۔

سلسلہ لطائف

قلات کی جو حالت نادرشاہ کے زمانہ مین تھی اوسکی صرف ایک ہی ایسی کیفیت مجھکو معلوم ہوئی ہے جسے ایک ایسے سیاح نے بیان کیا جو خود وہان موجود تھا۔ اس شخص کا بیان ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہ نہین کہ شخص سے سنائے واقعات پر اوسنے

[۵۱] نادرشاہ محمدآباد سے کئی میل شمال کو ضلع درگز کا صدر مقام ہے ایک خیمہ مین پیدا ہوا۔

یقین کرلیا ہو- یہ کیفیت بسیل بطلطنیز نامی ایک یونانی تاجر کی سرگذشت مین مندرج ہے
جس نے اٹھارویں صدی کے شروع مین فارس اور وسط ایشیا کے بعید ترین حصون کا
سفر کیا اور خیوا اور بخارا تک جاکر مشہد مین نادر شاہ کے حضور مین باریابی حاصل کی معلوم
ہوتا ہے کہ اوسکا روزنامچہ جو طرز کے لحاظ سے انوکھی مگر عبارت کے لحاظ سے قرین فہم
یونانی[۱] زبان مین لکھا گیا ہے اون مورخین کو بالکل معلوم نہ تھا جنہون نے زبانی شہادت
کے مواد سے انیسوین[۲] صدی کے آغاز مین قلات کے غلط سلط حالات قلمبند کئے
اور اس مقام کی نسبت ناظرین کے ذہن مین غیر واقعی تصورات بٹھا دئے جن کی تصحیح بیکر

[۱] اس سفرنامہ کو موسیو شفر نے اپنی تنقید اور اہتمام سے ۱۸۸۶ع مین بمقام پیرس طبع کیا - بسیل بطلطنیز یا (جیسا کہ اوسکے فرانسوی مدیر نے لکھا ہی) بسیل وٹیس نے نادر شاہ کی سوانح عمری بھی قلمبند کی مگر اسکا اب پتہ نہین چلتا -

[۲] - مثلاً میلکم نے کینیر کے حوالہ سے اس مقام کو حسب ذیل بیان کیا ہے - (بجاے اسکے کہ مین اس مقام کا اردو مین خود ترجمہ کرون مین نے مناسب سمجھا ہے کہ تاریخ ملکم کا جو فارسی ترجمہ مرزا اسمعیل حیرت مرحوم پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی نے کیا ہے مین اوس سے اوس مقام کا اقتباس کرون) "قلات قریب یک درجہ در شمال مشہد دو راہ - در شاہجہان در جاے واقع است کہ آن را از در کوہ گویند و اطراف آن ہمہ کوہستان است و آن کوہے است بسیار بلند و فقط دو راہ تنگ دارد - بعد از انکہ بقدر ہشت میل بالا می روند سطحۂ ہموار می شود کہ قریب دوازدہ میل محوطۂ آن است و چشمہ ہائے خوب بسیار دارد و غلہ و برنج در آنجا بہ فراوانی حاصل می شود - سکنۂ آنجا در چادر زندگی می کنند - فقط عمارتے کہ درین سطحہ نیکو آئین بہ نظر می آید دو برج نقارت کہ [illegible] کہ نادر بنا کردہ است - بر چہار راہ جہت محافظت و خانہ را بہ جہت مقام خود نادر ساختہ بود - و چون سطحۂ مزبور را راہ کردہ بہ قدر پانزدہ میل دیگر بالا روند بہ قلۂ کوہ می رسند - در آنجا سطحۂ دیگر بہ نظر می آید کہ اگرچہ بہ بزرگی قطعۂ اول نیست اما در حاصل خیزی بہ آن برابری می کند" - از تاریخ ایران مولفۂ سر جان ملکم مترجمۂ مرزا حیرت - جلد دوم - باب ۱۷ - صفحہ ۳۱۳ - مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۶ع -

اور نگل کے ۱۸۷۳ء کے سفر قلات تک نہ ہوئی۔ ۱۸۱۰ء میں پوٹنجر بخارا سے لوٹتے وقت قلات کی راہ سے مشہد آیا اور اوسنے قلات کے بیان پر اپنے روزنامچہ کی بہم رسانی (۴۸۰۔ الی۔ ۴۲۲) صرف کیئں ہیں وہ کہتا ہے کہ پہاڑ یہاں اس قدر بلند ہیں کہ اون تک رسائی محال ہے اور یہ مقام گویا ایک عظیم الشان دیوار سے گھرا ہوا ہے جو نہ صرف درختوں سے معرا اور چٹیل ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سنگ مرمر یا پتیل کی ایک ترشی ہوئی دیوار ہے اسکا دور ۴۰ یا ۵۰ اسٹیڈیم[۵] ہے (جو چند غلطیاں اوسنے کی ہیں ایک اون میں سے یہ بھی ہے) اور اسمین داخل ہونے کے صرف دو راستے ہیں جن کی قطع بہول بہلیاں کی سی ہے۔ دیکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ان راستون کے بنانے کے لیئے جن میں بوقت واحد صرف تین سوارون یا پیدلوں کے گزرنے کے جگہ ہے پہاڑ و ن کو زلزلہ نے شق کر دیا ہوگا۔ قلات کے اندرونی حصے کے متعلق (جو اوس وقت نادرشاہ کی پوری توجہہ سے اپنی موجودہ حالت سے بالکل مختلف تھا) وہ صرف اسی قدر کہے گا کہ اس میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو قدرتی نعمتون کی شکل میں انسان کو مطلوب ہیں۔ اور کسی چیز کے کبھی باہر سے لائے بغیر اسمین ہر ایک مایحتاج کے بہم پہونچانے کی استعداد موجود ہے پوٹنجر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ نادرشاہ نے یہ قصد کیا تھا کہ قلات میں اپنا خزانہ رکھا کرے۔

زمانۂ مابعد کی تاریخ

۱۷۴۷ء میں نادرشاہ کے قتل ہوجانے کے بعد قلات موجودہ خان کے خاندان

[۵] اسٹیڈیم فاصلہ کا یونانی پیمانہ ہے جو ۶۰۲ انگریزی فیٹ کے مساوی ہوتا ہے۔ مترجم

کے قبضہ مین آگیا۔ چنانچہ اوس وقت سے لیکر آجتک معہ اٹک یعنی اوس کوہستان کے جو ترکمانی دشت کی طرف ڈہلتا ہوا چلا گیا ہے یہ قلعہ اسی خاندان کے قبضہ مین چلا آیا ہے قلات کے خان برائے نام ایران کے باجگذار رہے۔ کبھی کبھی اونہون نے اپنی خودمختاری کا بھی اظہار کیا جسکے باعث ایک سے زیادہ دفعہ مشہد سے تعزیری فوج اونکی گوشمالی کے لئے بھیجی گئی۔ اسی لئے قبیلہ کے سردار کو مشہد مین بطور یرغمال کے رکھا جاتا ہے تاکہ اوسکا قایم مقام قلات مین سرکشی نہ کرنے پائے۔ جب سے روس نے ۱۸۸۱ء مین اٹک کو فتح کرلیا ہے اور بعد مین روس و ایران کی اس نواح کی سرحد دونون طاقتون کے باہمی معاہدہ کی روسے معین ہوئی ہے اوس وقت سے قلات کے مضافات کا اکثر حصہ مثلاً ابی ورد (جواب کاہکا کہلاتا ہے)۔ مھنا۔ چارزہ۔ (جواب دوشنک کے نام سے موسوم ہے) اور چاچا۔ گویا کہ وہ تمام دیہات جو اس سلسلہ کوہ کے شمالی قاعدہ پر واقع ہین۔ روس کے حیطۂ اقتدار مین چلے گئے ہین اور جیسا کہ مین آگے چلکر دکھاؤنگا روسی بتدریج کوہستان کے پہلوؤن پر رینگتے ہوئے اوسکی چوٹی کی طرف بڑہے چلے جارہے ہین۔ یہانتک کہ انجام کار وہ خود قلات مین پہونچ جاینگے۔

قلات کا ایران کے زیر فرمان ہونا

ناصرالدین شاہ نے اپنی سلطنت کی قوتون کو ایک مرکز مین لاکر جمع کرنے کی جو حکمت عملی اختیار کی ہے اوسکے ساتھہ ساتھہ قلات کا اپنی مضافات سے محروم ہوجانا اور اپنے اقتدارات کو کہو بیٹھنا اوسکے پورے طور پر محکوم اور مطیع ہوجانیکا باعث ہوا چنانچہ

موجودہ خان-حاجی ابو الفتح خان کے وہم وگمان مین بہی یہ بات نہ گزرے گی کہ اوس سرکشی اور مطلق العنانی کو اپنا وتیرہ بنائے جو اوسکے پیشرؤون کا مسلک تہا- قلات مین گورنمنٹ ایران کی طرف سے کچھ فوج متعین ہے اور یہ اوس پلٹن کا ایک حصہ ہے جو مشہد مین مامور ہے-برائے نام اس وادی مین پانچ سو سربازون کی جمعیت اور گہوڑون کی توپخانہ مین سے دو توپین موجود رہتی ہین-جو کچھ دربند ارغوان شاہ پر مین نے دیکھا تھا اوسکے لحاظ سے مجھے یہ خیال نہین ہو سکتا کہ حقیقت مین اس قدر جمعیت یہان موجود رہتی ہے-کیونکہ جسطرح اون شرایط کی پابندی نہین کیگئی جن کی رو سے یہ جمعیت تین مہینے بعد اپنی خدمت سے سبکدوش کی جاتی اوسی طرح اس جمعیت کی حقیقی تعداد کے قایم رکھنے کو بھی مدنظر نہین رکھا گیا-اگرچہ یہ مقام قدرتی طور پر حد سے زیادہ مستحکم ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ بہ لحاظ اوس جمعیت کی پراگندہ اور تباہ حالت کے جو یہان مامور ہے-اسے غنیم جس وقت چاہے ایک ہی دباوے مین سر کرسکتا ہے- اسکی مورچہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ دس منٹ کے لئے بھی آجکل کے توپخانہ کی تاب نہین لاسکتی-

قلات کی حربی حیثیت

معلوم ہوتا ہے کہ قلات اپنی موجودہ حالت مین حربی لحاظ سے ایران کے لئے کچھ زیادہ مفید نہین اور اگر یہ مقام روس کے قبضہ مین چلا جائے تو میرے نزدیک اوسکے لئے بھی اس کا قبضہ چندان سودمند نہوگا-احتمال اس امر کا مقتضی نہین کہ آیندہ کوئی فاتح نادر کی طرح قلات کو ایک مستحکم گنجینہ قرار دے گا-اور نہ آج کل کا کوئی ماہر فن حرب ایک ایسے

احاطہ کو مستحکم کرنے کا خیال دل مین لائے گا جسکا دور ساٹھ میل سے اوپر ہو۔ قلات کی اصلی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہان سے ماوراء النہر پر چڑھائی کرتے وقت فوجی نقل و حرکت کا آغاز کر سکتے ہین۔ اگر اس کے منافذ پر ایک قوی جمعیت مامور ہو اور ایک طاقتور فوج اس کے اندر محصور ہو تو یہ ہر زمانہ مین ایک ایسے غنیم کیلئے جو اٹک کے نشیب ہائے زیرین پر صف آرا ہو خار پہلو ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہان سے اگر ایک فوج مخالف چاہے تو بلائے ناگہانی کی طرح ماوراء النہری ریلوے پر جا گرے اور روس کے سلسلۂ تعلقات کو بحیرۂ اخضر سے منقطع کر دے۔ لیکن دولت ایرانی کی یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ ایسا تو کیا اس سے نصف بہادری کا کارنامہ بھی انجام دیگی۔ اور اسلیئے نادر کا قلعہ کبھی بھی وہ مقام نہین بنے گا جہان سے ایرانی فوجین نکل کر جرنیل اینینکاف کی ریلوے پر حملہ آور ہونگی۔ اگر روسی قلات کو لے لین جس کی اونہین از حد خواہش معلوم ہوتی ہے تو رعب کے اعتبار سے اونہین بے انتہا فائدہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ نادر کے زمانہ سے لیکر ابتک قلات خراسان کی سب سے بڑی فوجی چوکی سمجھی گئی ہے۔ قلات کے قبضہ سے روسیون کو ایک بہت ہی عمدہ گودام مال اور فوجی ذخایر کے جمع کرنے کے لئے ہاتھ آجائیگا اور نیز اسکو وہ فوج کی ایک محدود تعداد کے لئے اسلحہ خانہ بنا سکین گے۔ محدود کا لفظ اسلیئے استعمال کیا گیا کہ تعداد کثیر کے لئے نہ تو ذرایع آبرسانی ہی کافی ہین اور نہ کافی رسد ہی بہم پہونچ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک یہ بہت بڑا اسلبی نفع اونہین حاصل ہوگا کہ ایسی زبردست اور مستحکم جگہ کو وہ دشمن کے ہاتھ مین پڑنے

نہ دین گے۔ لیکن اگر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لحاظ سے اس کی سودمندی پر نظر ڈالی جائے تو مین نہین سمجھ سکتا کہ روسیون کو اس سے نفع ہوگا کیونکہ مشہد پہونچنے کے اور بھی راستے جو زیادہ آسان ہین اونکے لئے موجود ہین اور اسکے علاوہ زمانہ حال کی کوئی فوج اون ہیبت ناک درون اور پرخطر گہاٹیون کو جو چالیس میل تک ان دونون مقامات کے درمیان پھیلتی ہوئی چلی گئی ہین اپنی سلامتی کا کفیل نہین قرار دے سکتی۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قلات کی حملہ آوری کی آنکھ جنوب کی طرف نہین بلکہ شمال کی طرف نگران ہے اور چونکہ سطوت واقتدار کا رخ سمت اول الذکر مین ہے اسلئے بعد از قیاس ہے کہ ہم اسے پھر بھی بطور ایک اسلحہ خانہ کے استعمال مین آتا ہوا دیکھین۔

قلات کے پانچ دروازے

قلات نادری کی حربی حیثیت پر جسقدر مین بحث کر چکا وہ کافی ہے۔ اب مین اس کی اندرونی ہیئت کذائی کا کچھ حال بیان کرتا ہون جس زمانہ مین بیکر اور میگر یگر نے اسے آکر دیکھا اوس سے قبل اس کا بہت کم حال لوگون کو معلوم تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ فریزر نے محض سماعی شہادت کی بنا پر اس کی کیفیت قلمبند کی اور وہ بھی بدرجہ غایت مختصر۔ اوس نے اسکے طول اور عرض دونون کو اصل سے دوگنا بتایا ہے۔ اس کے اندر اون پانچ دروازون مین سے ایک کے ذریعہ سے داخل ہوتے ہین جن مین سے دو خاص دروازے یہ ہین:۔ جنوب کی طرف دروازہ ارغوان شاہ اور شمال کی طرف دروازہ نفتا۔ باقی کے تین دروازے کُشتانی۔ چوبست اور دہ چاہ ہین جو علی الترتیب

جنوب وسشرق۔ مغرب اور شمال ومغرب مین واقع ہین۔ ان تمام دروازون کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پر مورچہ بندی ہے اور فوجی جمعیت ان کی حفاظت کے لیے متعین ہے۔ اس مین شک نہین کہ دو خاص دروازون کے متعلق یہ قول البتہ صحیح ہے۔ بہت سی پگڈنڈیان بھی ہین (تو بیان کی جاتی ہین) جن کے ذریعہ سے اسمین داخل ہو سکتے ہین۔ اور مجھے ذرا شبہ نہین کہ اسکے وسیع دور مین چیرا ہون کو ضرور ایسی پگڈنڈیان ملی ہون گی جن کے ذریعہ سے گو بہ مشکل ہی سہی لیکن اسکے اندر پہونچ ضرور سکتے ہونگے۔ بہرحال اس کی ہیئت ظاہری اور نیز مشہور ومعروف منافذ کی قلت جو ایسی گھاٹیون مین واقع ہین۔ جنھین آسانی کے ساتھ مسدود کیا جا سکتا ہے اس عام خیال کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجائبات قدرت مین سے ہے

آبادی

باشندے زیادہ تر چلا سیر اور ینجات قوم کے ترک ہین۔ اسکے علاوہ کچھ عرب اور کردی خاندان بھی یہان آباد ہین۔ انکی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہین۔ ان کی آبادی اون دو بڑے دیہات پر جو اس وادی مین واقع ہین جس مین وہ ندی جسکے کنارے کنارے مین آیا داخل ہوکر قلات کو طے کرتی ہے اور چھہ چھوٹے چھوٹے موضعون پر جو مرتفع میدانون مین واقع ہین مشتمل ہے۔ دو بڑے دیہات مین سے مینے ارغوان شاہ کو دیکھا جو اسی نام کے دروازے سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر درہ کے دونون طرف آباد ہے۔ دوسرا گاؤن جسکا نام گیوک گنبد (ترکی مین اسکے معنی گنبد آسمان

کے ہین) یا جا گنبد ہے جسے مقامی طور پر اختصار کرکے گوگنبد بنا لیا گیا ہے اسی دروازہ
سے دو میل کے فاصلہ پر وادی ہین واقع ہے۔ ادر یہ وہ مقام ہے جہان مینے شکراللہ
کو دو دفعہ خان سے ملنے اور تار بہیجنے کے لئے روانہ کیا تہا۔ یہان ایک عجیب و غریب
مدور برج سرخ بہربہرے پتہر کا ہے جسکی بیرونی سطح پر نالی دار ستون ایک بہت بڑی مثمن
کرسی پر بنائے گئے ہین۔ اسے ستون نادری کہتے ہین جسے نادر شاہ نے (نہین معلوم
کس غرض سے) تعمیر کیا تہا اور اب اوسمین خان[۵] سکونت پذیر ہے۔ گوگنبد سے ندی
چھہ میل تک اوسی وادی مین بہتی ہوئی جاتی ہے جو قلات کو جنوباً شمالاً قطع کرتی ہے
اور ایک سنگلاخ تنگنا ہے مین سے ہوتی ہوئی قلات کی شمالی دیوار کے پاس پہونچکر ایک
درز مین سے گذرتی ہے جو ارغوان شاہ کے شگاف کے مشابہ ہے جسپر اوسی طرح سے
مورچہ بندی کی گئی ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے اوسی طرح سے فوج بہی مامور ہے اور
جسے اوسی کے مانند ایک دیوار نے مسدود کر رکہا ہے جسمین ندی کے گذرنے کے لئے
محراب نما در رکہے گئے ہین۔ ندی گہاٹی مین سے نکلکر پست تر پہاڑیون کے دامن مین
سے گذرتی ہے اور بالآخر دوشک کے اناج کے کہیتون کو جا سیراب کرتی ہے۔

آثار قدیمہ

علاوہ نادر کے برج کے جو گوگنبد مین واقع ہے اس تاجور کی دو اور یادگارین یہان

۵ئے میگگریگر نے اپنی کتاب "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) کی جلد دوم مین صفحہ پر اس کی تصویر دی ہے۔

موجود ہین جو زیادہ ممتاز نہین۔ گاؤن کے شمال و مغرب کی طرف ایک کشادہ سطح مرتفع پر ایک مکان کے کھنڈر پائے جاتے ہین جو غالباً اوس کا محل تھا اور جس کا نام عمارت نادری ہے۔ سب سے زیادہ وسیع آثار ایک احاطہ کے ہین جو دیوان خانہ کے نام سے موسوم ہے اور کوئی بیس گز مربع ہوگا اس کی پرلی طرف بہت سے سیاح جاتے جاتی کوہ خشت کی چوٹی پر پہونچے ہین جو متذکرہ صدر سطح سے پندرہ سو فیٹ اور سطح سمندر سے چار ہزار فیٹ بلند ہے لیکن سیگریگر کی یہ رائے تھی کہ دوسرے پہاڑ ایسے ہین جہان سے زیادہ خوش آیند اور خوشنما نظارہ دیکھنے مین آتا ہے۔ نادر کے بنائے ہوئے تالابون اور نہرون کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔

زراعت اور ذرایع آب رسانی

اڈونودن نے قلات کو ریسیلاس[۱] کی جانفزا وادی سے تشبیہ دی ہے لیکن اگر مجھے کچھ مدت کے لئے اسکی چاردیواری کے اندر مقید رہنے کی سزا دیجاتی تو غالباً وہ اس تشبیہ کو بدل دیتا۔ قلات کے مجموعی اندرونی رقبہ کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ زیر کاشت ہے اور اوس ندی کے علاوہ جسکا ذکر اوپر اکثر کیا جا چکا ہے پانچ اور چھوٹے

---

[۱] ریسیلاس انگلستان کے مشہور و معروف حکیمانہ روش ادیب ڈاکٹر جانسن کا ایک ناول ہے جسمین ڈاکٹر صاحب موصوف نے افسانہ کے پیرایہ مین ایک خیالی سرزمین کا حال بیان کیا ہے جہان کے باشندونکو امن و اطمینان کے ساتھ ایک فہیم و دانشمند حکمران کے سایہ عاطفت مین زندگی بسر کرنے کی نعمت حاصل ہوئی تھی یہ خطہ شادابی اور زرخیزی مین اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ مترجم

چھوٹے چشمے یہان پانی پہونچاتے ہین۔ پانی کی اس قلت کی وجہ سے زیادہ آبادی یا ایک بہت بڑی جمعیت اس قلعہ مین نہین رہ سکتی۔ البتہ اگر باہر سے پانی لانے کا انتظام کیا جائے تو ایسا ممکن ہے۔ اندرونی حصہ کی زراعت دو رقبون پر محدود ہے۔ ایک تو وہ وادی جس مین ندی بہتی ہے اور ایک سطح مرتفع۔ اول الذکر خطہ مین ندی کے کنارہ اور نیز ہموار جگہون مین وہان۔ کپاس۔ لوسن گھاس۔ انگور۔ خربزے۔ اور کھیرے پانی کے جان بخش اثر سے شادابی کے ساتھ نشو ونما پاتے ہین۔ بلند زمین پر جو وادی کی تہ سے ایک ہزار بلکہ ڈیڑھ ہزار فیٹ بلند ہے جو اور گیہون بوئے جاتے ہین۔ قلات کے اندر درخت یا جھاڑیان بہت ہی کم ہین اور کمیت یا کیفیت کے اعتبار سے گھاس بھی عمدہ نہین ہو سکتی کیونکہ لوگ اپنے ریوڑون کو چرانے کے لئے اکثر باہر بھیجتے ہین پس اسی مقام کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ایک مرغزار ہے جو چٹیل پہاڑون اور آتشبار ریگستانون کے درمیان مین واقع ہے۔ غلط ہوگا۔

مراجعت بہ وارده

یہان سے مین مشہد کو واپس پھرا۔ پہلی منزل اوس راستہ پر واقع تھی جسے مین پہلے طے کر چکا تھا اور جو قلات اور وارده کے مابین واقع ہے۔ فاصلہ پانچ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر مین اسے تیرہ میل سے زیادہ نہ کہونگا۔ میرا خیمہ ایک بلندی پر گاؤن کے باہر نصب کیا گیا اور یہان مین نے اونٹ اور بھیڑون کو دیکھا جو گردن تک ... تھے ایک بڑا اچھا حسن اتفاق سے اسکی ٹانگ اچھی نہ تھی۔ اور ہم یہان بہت صحیح آگئی تھی۔ رات بھر سردی مین ٹھٹھرتے

رہنے سے بیچارے کی ٹانگ ایسی اکڑ گئی تھی کہ اوس سے دو قدم بھی نہین چلا جاتا تھا

منزل کاردہ

۔ اکتوبر۔ ہم کاردہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا فاصلہ نام کو تو سات فرسخ ہے لیکن میرے حساب سے ۲۶ میل سے زیادہ نہین۔ سفر کا ابتدائی حصہ اوس مقام تک جہان تابلغار کی طرف سے وہ بغلی گھاٹی آتی ہے جسکا ذکر پیشتر ہو چکا ہے مجھے دوہرانا پڑا۔ کیونکہ اسی راستہ کو مین تین دن قبل طے کرچکا تھا۔ یہان سے ہم تارکے ستونون اور ندی کے کنارے کی رہنمائی سے جو پورے درہ مین پھیلی ہوئی ہے آگے بڑہے۔ اس پیدا اور عمودی دہانہ کو ہم کئی میل تک بصد دقت و زحمت طے کرتے رہے۔ کبھی تو ہم کو اون ٹیکرون اور چٹانون پر سے گذرنا پڑتا جو ندی کی تہ مین جابجا موجود تھے۔ کبھی ایک تنگ سے شگاف مین مقید ہونا پڑتا اور کبھی ان تمام وحشت زا مقامات کو طے کرکے ہم دفعتًا ایک خوبصورت سی پرفضا وادی مین نکل آتے میکگریگر جو بحیثیت ایک سپاہی ہونے کے کوہ و وادی و صحرا کی نسبت رائے زنی کرنے کا اچھا ملکہ رکھتا تھا اوسنے مشہد سے لیکر قلات تک کی سڑک کے اس حصہ کے حالات اپنے معنی خیز عبارت مین خاص طور سے حسب ذیل بیان کئے ہین ہین نے یقینًا کوئی حصہ ملک قدرتی طور پر اس درجہ مستحکم نہین دیکھا جیسا کہ وہ علاقہ جو ستائیس میل تک کاردہ اور واردہ کے درمیان چلا گیا ہے۔ یہ علاقہ ناقابل محاصرہ دہانون اور درون کی گویا ایک مسلسل قطار ہے جن مین سے ایک بھی اس راستہ کی ... کے لیے کافی

ــسے . . . . اس علاقہ کو دیکھہ کر یہ گمان نہین ہوتا کہ جو کچھہ ہمارے
دیکھنے مین آیا۔ وہ عالم بیداری مین تہا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ

"خواب تہا جو کچھہ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تہا" [۱]

راستہ مین ہم ایک بہت بڑے پتہر کے پاس سے گذرے جو ایک ہزار فیٹ بلند ٹیکرے کے اوپر ٹکا رکھا تہا اور کوہ پنج منہ (۱۶ سیر) کے نام سے مشہور تہا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ظریف الطبع بادشاہ نے ایک دفعہ اپنے کسی درباری سے کہا تھا کہ اس بے حقیقت پارہ سنگ کو جو ہوا مین معلق ہے اپنی عقل کی میزان خارا سنج مین تول دے کچھہ دو۔ آگے چلکر بائین طرف کو راستہ سے بیس فیٹ بلند ایک بہت بڑی چونے کے پتہر کی چٹان کی ترشی ہوئی سطح پر بزبان عربی و فارسی ایک کتبہ ہمارے دیکھنے مین آیا جس مین اُس فتح کا حال مندرج ہے جو شیبانی محمد خان ازبک فاتح بخارا نے کفار ایران پر ۹۱۶ھ مین حاصل کی۔ اسکے بعد ہم ایک چھوٹے سے گانون مین پہونچے جسکا نام مجھے ہرک یا وہرک بتایا گیا۔ یہان درختون کے ایک جھنڈ کے روح پرور سایہ مین ندی کے کنارے مین کچھہ دیر ستانے کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی گہاٹی مین اور چھہ میل کا سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وادی بتدریج چوڑی ہو کر ایک کھلے میدان کی شکل مین بدل گئی جس کے سرے پر کارودہ کا بڑا گاؤن درختون سے گھرا ہوا آباد ہے۔ یہ ایک حقیر سی جگہ ہے لیکن کم از کم یہ امتیاز اسے ضرور حاصل ہے کہ یہان ایک چھوٹے سے علاقہ کا سردار رہا کرتا ہے۔

[۱] "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۴۸ و ۴۹۔

مشہد تک کی سڑک



۔ اکتوبر۔ جو پہاڑیان وادی کار دھ کے گرداگرد حلقہ زن ہین اون کا
دامن پکڑکر مشہد کی سڑک ایک تنگ دہانہ مین داخل ہوتی ہے جسے دربند کار دہ کہتے
ہین۔ اس دہانہ کے اندر ندی اپنی لہریا چال کے ساتھ درہ کی عمودی دیوارون کی پابوسی
کرتی ہوئی جارہی تھی دونون طرف پہاڑیون کے زیرین پہلوؤن پر عظیم الشان کنگرہ نما
چوٹیان جو ہزار سے لیکر ڈیڑھ ہزار فیٹ تک بلند ہون گی۔ خلا سے باتین کر رہی تھین۔
جو جو حیرت انگیز مناظر گزشتہ ہفتہ کے اثنا مین میرے دیکھنے مین آئے۔ اس گھاٹی
کا وحشت زا شکوہ اون مین کسی سے کم نہ تھا اور رہ رہ کر میرے دل مین یہ خیال آتا تھا کہ وہ
لوگ جو جبال الپس کے درون کی تعریف مین ہرزہ درائی کیا کرتے ہین (گو وہ درے
برف اور یخ کے لاثانی سانچے مین ڈھلے ہوئے ہی کیون نہون) اگر اونہین ایشیا کی
اس ان دیکھے گوشہ مین سفر کرنے کا اتفاق ہو تو قدرتی مناظر کے ایسے حیرت انگیز
تسلسل کو دیکھ کر جن مین سے ہر ایک کسی معروف تر سرزمین مین سیاحون کے ایک جم غفیر
کو اپنی طرف کشان کشان سے لے آتا اونکی بھی عقل چکر مین آجائے گی۔

خراسان کے شمالی و مشرقی حصہ کے مناظر

اس مقام پر پہونچکر ہم نے پہاڑون کو خیرباد کہی اور اوس میدان کے مشرقی سلسلہ
کی بادیہ نوردی شروع کی جہان سے ایک ہفتہ پہلے بہ مقام رادکان روانہ ہوکر ہم داخل
کوہستان ہوئے تھے۔ پس بیجا نہ ہوگا اگر مین اپنے تصور کی نگاہ اون مناظر در حوالی پر

ڈالون جنکے درمیان مین ایران کی سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ سے لیکر ابتک سفر کر رہا تہا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کی سب سے زیادہ غیر معروف اور با این ہمہ سب مین افضل مثال کے طور پر پیش کی جاسکنے والی خصوصیات پر محتوی ہین۔ جو نقشہ کہ ان خصوصیات سے میری طرح تصور پر ثبت کئے اون کا خلاصہ اپنے سفر کے حالات کا اعادہ کئے بغیر میںنے اخبار ٹائمس مین حسب ذیل قلمبند کیا تہا:-

کوچان سے روانہ ہونے کے بعد مین پہاڑون مین مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خراسان کے اس چٹیل اور عسیر المرور گوشہ کی کوہستانی وادیون مین دشت پیمائی کرتا پھرا۔ چونکہ خیمہ و خرگاہ اور خچرون کے ساتھہ ہونے کی رکاوٹ ایسی نہ تہی کہ مین پچیس میل روزانہ سے زیادہ سرعت کے ساتھہ سفر کرسکتا لیکن پھر بھی اس دلچسپ ملک مین جہان بہت کم یورپین آئے ہون گے۔ مجھے کامیابی کے ساتھہ دو سو میل کی مسافت طے کرنیکا موقع ملا جو گاؤن رستے مین پڑے اون مین سے اکثر کے نام کسی انگریزی نقشہ پر موجود نہین ہین اور صرف بڑے بڑے یا معروف تر مقامات مثلاً قلات نادری کے مشہور قلعے وغیرہ کے نامون سے اہل یوروپ کے کان آشنا ہین۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ ان مقامات مین کسی امر کے متعلق بھی قابل اعتبار اطلاع آسانی سے نہین ملسکتی۔ علی الخصوص مقامات کے درمیانی فاصلہ کا حال جسکی تحقیق مین کسی قسم کا بھی تکلف نہ ہونا چاہیئے۔ معلوم ہوتا نہایت مشکل ہے۔ ایک فرسخ جو برائے نام چار میل کا ہوتا ہے اس ملک مین پیمایش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل

تا ہوتا ہے اس ملک مین پیمائش کی ایک ہی اکائی ہے لیکن مجھے تجربہ سے معلوم ہوا
کہ اس کا معیار معین نہین۔ دو سے لیکر پانچ میل تک اس سے مراد ہو سکتی ہے۔ یہہ
یہان ایک معمولی سی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے پوچھتا ہے کہ فلان مقام کتنی
دور ہوگا تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہی نصف فرسخ۔ حالانکہ اس سے اسکی مراد فرسخ کی کسر
سے ہوتی ہے جس کے ایک سے لیکر ساڑھے تین میل تک ہو سکتے ہین۔ جن مناظر کے
درمیان مجھے سفر کرنیکا اتفاق ہوا اور جو شمالی و مشرقی خراسان کے تمام حصہ مین پھیلے ہوئے
بیان کئے جاسکتے ہین وہ اپنی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے نمایان طور پر یکرنگ ہین
بلند پہاڑون کے متعدد سلسلے جن کا محور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف مائل ہے
ایک دوسرے کے متوازی متفاوت فصل سے چلے جاتے ہین۔ ان سلسلون کے
درمیانی قعر زیادہ شمالی حصون مین عمیق دہانے ہوتے ہین جو اپنی تہ مین ایک سیل کی گذرگاہ
سے زیادہ گنجایش نہین رکھتے حالانکہ جنوب کی طرف یہی قعر چوڑے ہو کر وادیان بنجاتے
ہین جنہین پہاڑی ندیان سیراب کرتی ہین اور ان مین جابجا گاؤن آباد دکھائی دیتے
ہین حتی کہ یہی وادیان آگے جاکر وسیع اور زرخیز میدانون کی شکل مین منتقل ہو جاتی ہین۔
جیسے شمال مین کوچان اور کوہ بنالود کے جنوب مین نیشاپور کا میدان۔ حاجب گھاٹیان
کوہستان کی اس ریڑھ کو بسا اوقات زاویہ قائمہ بناتی ہوئی قطع کرتی ہین جس سے ایک
وادی سے دوسری وادی مین جانے کا راستہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ گھاٹیان دفعتہً پیدا
ہو جانے کے باعث اور اپنی انوکھی عظمت و شان کے لحاظ سے دلپر کچھ عجب بیخود

کردینے والا اثر ڈالتی ہین۔ ہر ایک مین بیسیون ایسے ایسے محفوظ اور مستحکم مقامات پائے جاتے ہین۔ جن پر حملہ کیا جانا امکان سے خارج ہے اور ہمین نہین سمجھنا کہ دنیا کے کسی حصہ مین حد الثلج سے نیچے کا کوئی طبقہ بھی کوہستانی مناظر مین وحشت زا اور ہیبت ناک ہونے مین اس کا ہمسر ہوگا۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ان تنگ دہانون کا قاعدہ سیل کی ایک مد کے سوا جس مین بڑی بڑی چٹانین بکھری پڑی ہوتی ہین کسی اور کو اندر جانے کی اجازت دے۔ اور دہانون کی عمودی دیوارین بسا اوقات پانچسو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک اوپر کو اوٹھی ہوئی چلی جاتی ہین۔ بلند تر پہاڑون پر روئیدگی کا نشان تک نہین ہوتا اور اونکی عریانی اور پتھریلا پن طبیعت کے لئے کبھی مرغوب نہین ہو سکتا۔ البتہ بلند ترین چوٹیان سنگریزون کا طرہ سر پر لگائے اپنی رفعت وشکوہ کی شان دکھاتی ہین اور کبھی کبھی ایسے محویت انگیز قدرتی نظارے دیکھنے مین آجاتے ہین جیسے قلات کی جنوبی وادیان۔ زراعت قریباً وادیون کی تہون مین ہی محدود ہی اور وہان اس کا دارومدار اون قلیل السطح ندیون اور نالیون پر ہے جو آبپاشی کے لئے کھود کر کھیتون تک پہونچائی جاتی ہین۔ ہر ایک گاؤن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خاکستری رنگ کے ریگستان مین ایک لہلہاتا ہوا مرغزار ہے اور کچی مٹی کے غلیظ جھونپڑے جن کے دود آلود دامن مین ہرے سفیدون اور تر و تازہ میوہ کے درختون کی جھالر ٹکی ہوئی ہے مسافر کو ویسی ہی تازگی بخشتے ہین۔ جیسے انگلستان کا زیادہ سے زیادہ آرام دہ گھر۔

حیات حیوانی و انسانی

ربرداری کے جانوران پہاڑی دیہات مین نہایت چھوٹے چھوٹے مٹیالے رنگ کے گدہے ہوتے ہین - اونٹ صرف قافلون کے ہمراہ دیکھنے مین آتے ہین اور گھوڑا تو غریب لوگ رکھہ نہین سکتے - پہاڑیون کے خشک پہلوؤن پر جو تھوڑا بہت سبزہ ہوتا ہے اوسپر کالی بہیڑون اور بکریون کے ریوڑ جو عظیم الجثہ کتون کی نگرانی مین ہر جگہہ دیکھنے مین آتے ہین پلتے ہین - اس لئے گوشت کی یہان ارزانی اور بہتات ہے - کالے بیل لکڑی کے بہدے ہلون مین جتے ہوئے نظر آتے ہین لیکن ان ہلون مین لوہے کی پہال چڑہی ہوئی نہین ہوتی - مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ بیل تو ہر جگہہ نظر آتے ہین لیکن گائین اور دودھ ہر ایک گاؤن مین دستیاب نہین ہوتا - مرغیان البتہ کثرت سے ملسکتی ہین جہان چاہو تین پنس (تین آنے) مین ایک لے لو - وادی کوچان مین ابریشم کا میوہ بافراط ملتا ہے مگر شمال کی طرف مجھے ذرا بھی میوہ نہ ملسکا - چانول کسانون کی عام غذا تھی - یہ کسان لوگ دیکھنے مین وجیہ و شکیل اور توانا معلوم ہوتے تھے اور شہری ایرانیون سے بالکل مختلف تھے نسل کے اعتبار سے وہ ایرانی نہین تھے بلکہ ترکمان یا ترک معلوم ہوتے تھے اور صورت شکل مین بھی وہ اتنے ایرانیون سے نہین ملتے جلتے جتنے ازبکون اور تاتاریون سے - سر پر وہ بہیڑ کی کہال کے کنٹوپ پہنے تھے جو ترکمانی وضع کے تھے بلکہ چندو سے پر سے کم بلند تھے - اونکی ٹانگون پر کرمچ کی پٹیان بچے چمڑے کے تسمون سے بندہی تھین اور پانوٗن مین وہ گائے کی کہال کے ڈہیلے

جوتے کہ وہ بھی اسی طرح سے بذریعہ تسمون کے بندہے تھے پہنے ہوئے تھے۔ عورتین ہر جگہ دیکھنے مین آتی تھین مگر بالعموم اون سب کے چہرے احتیاط کے ساتھ چھپے ہوئے تھے نہ کسی نقاب سے بلکہ اوپر کی سوتی چادر کے ذریعہ سے جو چہرہ کے حصہ زیرین پر کھینچ لیجاتی تھی۔ جن عورتون کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ قبل از وقت بڈہی اور بدصورت ہوچکی تھین مگر یہ مشرق کا افسردگی خیز قانون ہے جس سے مفر نہین ہے

طبعی خصوصیات



کچھ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اور پر اس سرزمین کے پہاڑون کی خاص ساخت کے متعلق مین ایک دو باتین اور ایزاد کیا چاہتا ہون۔ اوّل تو جو خطوط دریاؤن کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین وہ شاذونادر ہی بلند ترین سلسلہ ہاے کوہ یا چوٹیان ہوتی ہین۔ اس کی مثالین اون دونون خطوط انقسام کی صورت مین مینے دیکھین جو اٹک یعنی ماوراءالنہر اور کوچان۔ اور کوچان و مشہد کی ندیون کے طاسون کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہین یا دوسرے الفاظ مین یون کہیئے کہ اون دونون ندیون کے طاسون کا انفصال باہمی بذریعہ تقسیم قدرتی جو علی الترتیب بحیرہ اخضر اور ہری رود مین جاملتی ہین۔ دوم یہ کہ بجاے اسکے کہ دریا سلسلہ ہاے کوہ کے محور کے متوازی جائین یا یون کہیے کہ جو عمیق وادیان اون کے درمیان واقع ہون اون مین بہتے ہوئے اون کو نون پر سے اپنا رخ بدل لین۔ جہان پہاڑ کی ریڑھ مین خم آجاتا ہو وہ سلسلہ ہاے کوہ کو زاویہ قایمہ بناتے ہوئے قطع کرنا چاہتے ہین اور قدرت نے اس غرض سے

جوف کہسار مین ایسی ایسی درزین اور شگاف پیدا کر سکے ہین جو خود دریا نہی پیدا نہ کر سکتے
اسکے علاوہ ان درازون کے دیکھنے سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ پانی کی قوت روانی کی
عمل سے ترکیب پذیر ہوئے ہین۔ بلکہ قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ ابتداءً کرسی زمین
کے اٹھتے وقت شدت کے کھنچاو یا تناؤ کی وجہ سے یہ شگاف پیدا ہو گئے۔

ہمارا مشہد کے قریب پہونچنا

ہم ایک دفعہ میدان مین پہونچ گئے تو مسافت جلد جلد قطع ہونی شروع ہوئی
اور ہم نے اندروخ اور رزان کے دیہات کو جو پانی کی فراوانی اور زراعت کے ایک
وسیع رقبہ کی نعمتون سے بہرہ ور نظر آتے تھے یکے بعد دیگرے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس
پہنائے عظیم کے بعیدترین جنوبی حصون مین مشہد کے عقب سے پہاڑ اپنی نوکیلی پشت
کی مجزا چٹانون کا بہیانک روپ دکھا رہے تھے۔ مین نے ٹکٹکی باندہ کر اس امید مین
اس طرف دیکھنا شروع کیا کہ مقدس امام کے مزار کا سنہرا گنبد اور اوس کے مینا اس فاصلہ
سے مجھے نظر آجائین۔ بتدریج غبار کے مرغولے اوپر کو اوٹھنے لگے گویا کہ دریچہ افق پر ریشمین
پردہ پڑا تھا جسے طنابین اوپر کھینچ رہی تھین اور اول تو ایک فوری چمک اور پھر ایک دیر
تک قایم رہنے والی جھلملاہٹ نے مجھے بارہ یا پندرہ میل کے فاصلہ پر سنہرے کلس
کی جھلک دکھادی۔ اگرچہ اس نظارہ کو دیکھکر میرے قلب پر اوس صاحب عقیدت زایر
کی سی وجدانی کیفیت طاری نہین ہوئی جو صدہا بلکہ ہزارہا میل کا صعوبت ناک سفر طے
کر کے اس مقدس مقام کو دیکھنے آتا ہے اگرچہ مین نے فرط عقیدت سے "یا علی" اور

"یا حسین" کے پرجوش نعرے نہین بلند کئے۔ اور اگرچہ مین نے اپنے دامن کو پارہ پارہ کر کے عابد و زاہد شیعون کے دستور کے موافق قریب تر پاچھاڑین نہین لٹکا دیا۔ تاہم مین نے اس منظر کو اوس گہری دلچسپی اور محویت سے دیکھا جو اُس مشہور و معروف شہر کے شنیدہ اور خواندہ حالات کے علم کی وجہ سے مجھہ مین پیدا ہوگئی تھی اور اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر جسقدر جلد مجھسے ہوسکتا تھا مین نے اوس میدان کو جو میرے اور میری منزل مقصود کے درمیان حائل تہا قطع کرنا شروع کیا۔

ایک حادثہ

یاد گلدی اور مین گھوڑے ڈپٹاتے ہوئے آگے آگے جارہے تھے اور اوسکا اشہب "گلدم" اپنی جولانی کے زبردست سے زبردست کرشمے دکھا رہا تھا کہ اپنے پیچھے کے ساتھیون کے گھوڑیون کی ٹاپون کی آواز کا یکلخت موقوف ہوجانا مجھے محسوس ہوا اور مینے پلٹ کر دیکھا کہ کیا ماجرا ہے۔ دو سو گز کے فاصلہ پر گریگوری کا عراقی چارون شانے چت ہوا مین دولتیان پھینک رہا تہا۔ اس کا بوجھ چارون طرف زمین پر بکھرا پڑا تھا اور ناشاد ارمنی اپنے آپکو گھوڑے کے تلے سے بدقت تمام نکال رہا تھا اور موتھہ بسور بسور کر اپنے گھٹنے کو مل رہا تہا۔ ایک طرف کو رمضان علی خان بھی خاک دھول مین اٹا ہوا پیادہ اپنے گھوڑے کے پیچھے بدحواسی کے عالم مین جا رہا تھا اور گھوڑا فراٹے بھرتا ہوا نگاہ سے غایب ہونے کو تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گریگوری کا جانور زیادہ خستہ و ماندہ ہوجانے اور بھاری بوجھ اوسپر لدا ہوا تھا اوسکو پیکر

چاہئے سے سامان بنا ہوا بہتر طور سے دوڑ سکنے کے باعث سکندری کہا کر نیچے گر پڑا اور گرگوری اوسکے تلے دب گیا اور اونکو جنہوں نے میرے ساتھی کو اس مصیبت سے نجات دینے کے لئے گھوڑے سے نیچے اتر آتے گھوڑے نے اوسکے ایسی دولتی جھاڑی کہ وہ دہڑام سے زمین پر گر پڑا قصہ مختصر تہوڑی دیر میں سب کچھ دوبا صلاح ہو گیا درست دونوں کو پیچھے چھوڑ کر مین نے پھر گھوڑا اوڑایا۔ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہم ایک مضبوط اور گیارہ محرابوں کے اینٹ کے پل پر پہونچے جو کشف رود؎ کی حقیر سی ندی پر بندھا ہوا ہے یہ پل جس کا نام پل شاہ ہے ندی کے کاہیدہ حجم سے کچھ بھی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ندی کا پاٹ اس مقام پر صرف پچیس فیٹ تھا اور پانی کی روانی بمشکل محسوس ہوتی تھی۔ پل کی مغز بندی ابتداءً گول سنگریزوں سے کی گئی تھی۔ لیکن ایران میں جو حالت کسی اور اچھے کام کی ہوتی ہے وہی اس مغز بندی کی بھی ہوئی سنگریزے غایب ہو گئے اور یہ شکستہ گذرگاہ بجائے فائدہ رسان ہونے کے اور الٹی مسافروں کی ٹانگین توڑتی ہے

خواجہ ربیع کا مزار

ایک میل کی مزید مسافت طے کرنے کے بعد ہم خوجہ (یا خواجہ) ربیع کے مقبرہ کی چاردیواری

؎ یہ ندی (جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم فارسی مین کشف کچھوے کو کہتے ہین) جس کا نام آب شہد بھی ہے اور جسے بعض دفعہ قراسو (آب سیاہ) کہتے ہین چشمہ گیلاس سے جو چناران اور رادکان کے درمیان ایک دلدل سے نکل کر وادی مشہد کے تالوں اور سیلوں کو جمع کرتی اور ہریک دربند (دروہ سفید) میں سے گذرتی ہوئی پل خاتون واقع سرحد روس کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہاں تجن یا تجند دریا سے جو ہری رود سے ملتی ہے۔ ان دونوں کے اتصال سے دریائے تجند پیدا ہوتا ہے۔

کے پاس پہونچے۔ یہ ایک بزرگ تھے جنکی نسبت بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے دوست تھے اور بعض کہتے ہین کہ امام ممدوح کے استاد تھے۔ اور وہ یہین اسی مقام پر بخیال قرب حضرت امام دفن بھی کیا گیا ہے۔ مقبرہ کے گرد ایک باغ ہے جس مین کثرت سے درخت موجود ہین اور داخل ہونیکا راستہ ایک رفیع الشان پھاٹک ہے جسکے جوف مین محراب دار طاقون کے اندر کچھ حجرے بنے ہوئے ہین۔ حوالی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ مشہد کے لوگ فرصت کے اوقات مین تفریح طبع کے لیے یہان آیا کرتے ہین اور فی الحقیقت مضافات شہر کا کوئی حصہ اگر دلچسپی کے اعتبار سے سر برآوردہ ہے تو وہ یہی ہے۔ اس خیال سے کہ اس عمارت کے اندر ایک مسجد بھی ہے اور اسلیے اسپر مذہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے مین نے اسکے اندر داخل ہونیکی کوشش نہین کی بلکہ باہر سے اس کی ایک عکسی تصویر لے لی۔ بعد مین مین نے سنا کہ مقبرون مین ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے۔ موجودہ عمارت اصلی مقبرہ نہین بلکہ اوس کتبہ کے مضمون سے جو اس پر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عباس اعظم نے اسکو ایک قدیم تر عمارت کے آثار پر تعمیر کیا تھا۔ اسوقت اس کی مکرر تجدید عمل مین آرہی تھی۔ عمارت چارون طرف سے پاڑون سے گھری ہوئی تھی اور قبہ کے بیرونی حصہ کی نیلی اینٹین جن مین سے اکثر کا رنگ اوڑ گیا تھا اور بہت سی اکھڑ گئی تھین اون کی مرمت راج مزدور کر رہے تھے میگگریگر ۱۸۷۵ء مین اسکے خشتی کام کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایران کی دوسری تمام عمارات کے اس قسم کے کام سے یہ کام اچھا ہے۔ مگر اس کا بھی اکثر

حصہ ضایع ہوگیا تہا اور قبہ کے ڈہلاؤ کے شروع ہونے کے مقام سے نیچے کسی زمانہ مین جو منبت کاری تہی - اوسکے اب صرف کچھ نشان رہ گئے ہین - اسکے قریب ہی حکمران خاندان کے بانی آغا محمد شاہ کے باپ فتح علی خان قاجار کا مقبرہ ہے - نادر شاہ اوس کا دشمن ہوگیا تھا اور اوسی کے حکم پر آغا محمد شاہ کی گردن ماری گئی تہی -

ہمارا مشہد مین داخل ہونا

جلد سڑک مٹی کی خاک آلودہ دیوارون مین سے گزرتی اور چھوٹی چھوٹی خندقون کو جو مشرق کے تمام شہرون کا عام بیرونی منظر ہوا کرتی ہین عبور کرتی ہوئی بڑہی - شہرپناہ کا لمبا سلسلہ اب ظاہر ہوا جسکے اوپر جابجا برج بنے ہوئے تہے اور جو چارون طرف ایک نا پایاب خندق سے گھری ہوئی تہی - پہاٹک مین سے گذر کر جہان ایک میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے جوان نے معًا اوٹھکر اپنی بندوق کی نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ سلامی اتاری - ہم کوئی آدھ گھنٹہ تک اون خالی خولی اور دلچسپی سے معرّا گلیون کو گھوڑے پر سوار طے کرتے رہے جو مشرق کے عظیم الشان سے عظیم الشان دار السلطنت کے پانچ مین سے چار حصون کا سرمایہ ہوا کرتی ہین اور خیابان یعنی مشہد کے وسطی بازار مین سے گزرنے کے بعد (جکا زیادہ تفصیلی حال باب آیندہ سے متعلق ہے) مین ایک پست دروازہ کے سامنے جا ٹھیرا جس پر ایک بہت بڑے رنگے ہوئے سپر نما تختے پر گورنمنٹ برطانیہ کا نشان منقوش تہا جس سے اس بات کا پتہ چلتا تہا کہ ملکہ معظمہ کا قونسل جنرل اور وایسرائی کشور ہند کا ایجنٹ یہان رہتا ہے - ایک منٹ نہ گزرنے پایا

تھا کہ کرنیل چارلس اسٹوارٹ سے میتھے تپاک کے ساتھ ہاتھ ملانے مین اپنے آپکو مصروف پایا۔

کاروہ سے مشہد تک کی منزل کا فاصلہ ۸ فرسخ بیان کیا جاتا ہے مگر حقیقت مین ۲۴ میل سے زیادہ نہین۔ نظر بران قلات سے مشہد تک کا راستہ حسب ذیل ہے۔

	فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب میل
قلات نادری سے واردہ تک	۵	۲۰
واردہ سے کاروہ تک	۷	۲۶
کاروہ سے مشہد تک	۸	۲۴
میزان	۲۰	۷۰

قلات کو جانے اور وہان سے آنیکے مزید راستے

قلات سے درگز (براہ ارچنگان ۰ ۷ میل)۔ کرنل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈز ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحات ۲۱۰ الی ۲۲۹ + سر سی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۴۳ الی ۷۵۔

قلات سے مشہد (براہ کان گوشہ و قرائیغان)۔ ان دونون راستون مین جو چاہین اختیار کر سکتے ہین۔ سر سی میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم ضمیمہ دوم۔

ساتوان باب

مشہد

" اقوام کے مذاہب اور زمانہ کے مشاہیر کی کچھہ نہ کچھہ تعظیم یقیناً ہم پر واجب ہے ،،

گبن "ڈکلاین اینڈ فال آف دی رومن امپایر" (زوال وخاتمہ سلطنت روما)

مشہد کے مورخین سابق

گذشتہ پچاس سال سے متعدد یورپین لوگون نے مشہد کا سفر کیا ہے اور تفصیلی یا اجمالی طور پر اوسکے حالات بیان کئے ہین - ان مین انگریزونکو کیا بلحاظ خوبی تصنیف اور کیا بلحاظ تعداد فوقیت حاصل رہی ہے اونکے نامون اور نیز تصانیف[ل۱] کی فہرست درج ذیل

ل۱ جے - بی - فریزر (١٨٢٢ء) "جرنی ان ٹو خراسان" (سفر خراسان) - باب ہفدہم + لفٹنٹ - اے کونولی (١٨٣٠ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر) - جلد اول - باب دہم + ڈاکٹر جے - والف (١٨٣١ء و ١٨٤٤ء) "ٹریولس اینڈ ایڈونچرس اینڈ نیریٹو آف اے مشن ٹو بخارا" (حالات سیاحت وسرگذشت وداستان سفارت بخارا) + سر اے - برنس (١٨٣١ء) "ٹریولس ان ٹو بخارا" (سفر بخارا) - جلد سوم - باب چہاردہم + جے - پی فیریر (١٨٤٥ء) "کاروان جرنیز" (سفرہاے کاروان) باب نہم + این - ڈی خانیکاف (١٨٥٨ء) "میمائر سر لا پارٹی مریدیونیل دی لا ایسی سنترل" (تذکرہ اقوام علاقہ جنوبی وسط ایشیا) بزبان فرانسوی) - صفحات - ٩٧ - الی - ١٠٩ و "مشہد لاسٹا سینٹا - ای - ال سو ٹر یٹو ریو ——

کرتا ہون تاکہ اگر ناظرین کسی خاص زمانہ یا کسی خاص شخص کے حالات دریافت کرنا چاہین۔ تو وہ ان کتابون کی مدد سے اپنی ضرورت پوری کر سکین۔ اگر مین نے مشہد کے حالات لکھکر ان مورخین کی تعداد مین ایک کا اور اضافہ کیا ہے۔ تو اس سے میرا یہ مقصد نہین کہ جو درجہ اپنی مساعی کے لحاظ سے اونہین حاصل ہے اوسپر مین تصرف کرون بلکہ میری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۷۔ ای۔ بی۔ ایسٹ وک (۱۸۶۲ء) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ"۔ (ایک سفر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۲۰۰ الی ۲۳۳ + اے۔ ویمبری (۱۸۶۳ء) "لایف اینڈ ایڈونچرس" (حیات و سرگذشت) باب بست و ہفتم + "وین وانڈرنگن انڈار لیبنی ان پرسین" (میری سیاحت اور قیام ایران مین) + کپتان۔ ایچ۔ سی۔ مارش (۱۸۷۲ء) "رایڈ تھرو اسلام" (سفر دنیاے اسلام بذریعہ سواری اسپ)۔ صفحات ۹۸ الی ۱۱۲ + جماعت ماموره تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) (۱) کرنیل ایون۔ اسمتھ۔ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول صفحات ۳۵۷ الی ۳۶۶۔ (۲) ڈاکٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو "فرام دی انڈس ٹو دی ٹایگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۶۰ الی ۳۶۸ + کرنل۔ ویلنٹاین۔ بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ"۔ (گھٹا مشرق مین)۔ باب دہم + سر سی۔ میک گریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۲۷۷ الی آخر کتاب مع نقشۂ شہر صفحہ ۲۸۴ + جے۔ بیسٹ (۱۸۸۰ء) "پرشیا۔ دی لینڈ آف امامس" (ایران یعنی سرزمین ائمہ)۔ صفحات ۲۲۱ الی ۲۳۵ + ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و ہشتم و بست و نہم۔ جلد دوم۔ باب سیم + پی۔ لسار (۱۸۸۲ء) "پیرمنس متھی لنگن" ۱۸۸۴ء۔ باب ہشتم + لفٹنٹ۔ اے۔ سی۔ ییٹ (۱۸۸۵ء) "ٹرویلس ود دی افغان باؤنڈری کمیشن" (داستان سیاحت ہمرہی جماعت ماموره تصفیہ سرحد افغانستان)۔ باب دہم مشہد کے اس صدی سے پہلے کے حالات مختصر اور منتشر ہین۔ لیکن ۱۷۴۱ء مین اس شہر کے دلچسپ حالات عبدالکریم کی کتاب "واپج دی لا انڈ آمکہ" (سفر از ہند تا مکہ) کے صفحات ۴۸ و ۰ الی ۴۷ مین پائے جاتے ہین۔

غرض و نہایت ان مساعی کا تکملہ کرنا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ بہ طرز احسن بیان کر چکے ہین اوسکے اعادہ سے مین بہ حد امکان احتراز کرون گا اور جہان تک ممکن ہوگا ماخذ اصلی کو وثوق و تیقن کی نظر سے دیکھون گا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی میرا یہ کام ہوگا کہ جہان جہان ان مورخین سابق نے غلطیان کی ہین اون کی اصلاح کرون اور مشہد کی تصویر کو آج تک کے واقعات سے تکمیل کرنے سے خط و خال اور نوک پلک سے ٹھیک کرون۔ مشہد مین ملکہ معظمہ کے ایک سرکاری نائب کے مستقل ہی کا ہونا اس کی تاریخ مین ایک اہم واقعہ ہے

تاریخ

اس مقدس شہر کے خاص خاص حالات کا ذکر مین نہایت اختصار کے ساتھ کرونگا۔ اسکے نام (مشہد[۱] جسکے معنی مقام شہادت کے ہین) اور اس کی شہرت کا باعث یہ واقعہ ہے کہ نوین صدی عیسوی مین حضرت امام موسی رضا علیہ السلام جو بارہ ائمہ مین سے بہ لحاظ سلسلہ آٹھوین ہین یہان سپرد خاک کیے گئے۔ افواہاً یہ سنا جاتا ہے لیکن اسکی بظاہر کوئی اصلیت نہین معلوم ہوتی کہ خلیفہ مامون الرشید مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے نے جسکا دار الخلافہ مرو تھا۔ حسد کی وجہ سے امام صاحب کو جو اوس وقت شہر طوس مین جو موجودہ مشہد سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا رہتے تھے زہر آلود انگور کھلا کر شہید کرا دیا۔ لیکن ایک اور روایت اسطرح سے ہے کہ امام ممدوح نے طوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۸ - اس کتاب کا ترجمہ فرانسوی زبان مین موسیو لینگلے نے کیا۔

[۱] مشہد اسم ظرف مکان ہے جسکا مادہ شہد ہے۔

رہی مین طبعی طور پر انتقال فرمایا۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ ان دونون روایتون مین سے
سچی کونسی ہے۔ بہرحال امام صاحب کی لاش موضع صنع آباد مین جو مشہد کے قریب واقع
ہے ایک روضہ کے اندر دفن کی گئی۔ شہادت کی روایت کا ایک عجیب ضمیمہ یہ بھی
ہے کہ مامون کے جلیل القدر باپ ہارون الرشید کا مقبرہ بھی یہین ہے۔ صنع آباد مذہبی
کشش اور زیارت کا مرکز بن گیا اور ابن بطوطہ نے جو ۱۳۳۳ع کے قریب سفر کرتا ہوا
یہان آیا دیکھا کہ امام صاحب کی مسجد موجود ہے اور اوس کی نہایت درجہ تعظیم کی جاتی ہے۵۱
۱۴۰۴ع مین جب ہسپانیہ کا ذیشان سفیر ڈان روی گانزیلز ڈی کلاویجو تیمور کے دربار
سمرقند کو جاتے ہوئے مشہد سے گزرا تو اوسنے بھی یہی واقعہ بیان کیا۵۲۔ تیمور کے سب
سے چھوٹے بیٹے شاہرخ نے بعد مین اس مزار کو مزین و آراستہ کیا اور اوس کی بیگم

۵۱ اوس کا بیان حسب ذیل ہے: "مشہد الرضا ایک وسیع اور آباد شہر ہے جہان میوہ افراط سے پیدا ہوتا ہے مشہد (یعنی روضہ) پر ایک بہت بڑا قبہ ہے جو حریر کے غلاف اور طلائی شمعدانون سے مزین ہے۔ قبہ کے نیچے حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے مقابل خلیفہ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرہ پر شمعین روشن کی جاتی ہین۔ لیکن جب شیعان علی زیارت کے لئے یہان داخل ہوتے ہین تو وہ ہارون الرشید کے مدفن کو ٹھکراتے ہین مگر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار پر درود و سلام بھیجتے ہین" اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ چودہوین صدی مین جس طرح یہ مقام شیعون کی زیارتگاہ تھا اوسی طرح سنی بھی یہان زیارت کرنے کو آتے تھے۔

۵۲ اوسکا یہ بیان ہے: "حضرت امام رضا علیہ السلام ایک بڑی مسجد کے اندر ایک بڑے مقبرہ مین دفن ہین جسپر چاندی کا ملمع چڑھا ہوا ہے۔ اس مزار کی وجہ سے یہان ہر سال کثیر التعداد مسافر اطراف و اکناف عالم سے آتے ہین۔ جب زائر یہان پہونچتے ہین تو سوار ہی پر سے اُتر کر خاک کو بوسہ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم مقام مقدس پہونچ گئے" جلد مطبوعہ ہکلوٹ سوسائٹی۔

گوہر شاد نے وہ عالی شان مسجد تعمیر کی جو ابھی تک اسکے برابر کھڑی ہے۔ لیکن کہین سولھوین صدی کے شروع مین جا کر جبکہ حکومت خاندان صفوی کے حصہ مین آئی مشہد عالمگیر شہرت کا مرکز بنا۔ مذہب شیعہ کو قومی مذہب قرار دینے کے بعد نئے فرمانرواؤن کے لئے یہ امر نہایت ضروری تہا کہ نئا کوئی ایسی متبرک زیارت گاہ مقرر کرین جو اون زائرون اور روپیہ کو جو مکہ معظمہ کی طرف کھنچا ہوا چلا جاتا تہا۔ اپنی طرف کہینچ لائے اور تمام شیعون کی حرارت دینی کا منبع اور مصدر ہو۔ چنانچہ جس طرح جروبوم نے دان اور بیتھل مین طلائی گوسالے اس غرض سے رکہہ دئے تہے کہ اسرائیلی زائر یورشلیم سے منحرف ہو جائین اسی طرح شاہان اسمٰعیل طہماسپ اور عباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مسجد کو سیم و زر اور اوقاف سے مالامال کر دیا۔ یہ فرمانروا خود بھی یہان آتے تہے اور بعض دفعہ اقامت پذیر ہوتے تہے[۱]۔ غرضکہ اون کی مساعی سے یہ مقام دنیای ایران کا مکہ بن گیا اور اب تک ہے۔ اس مین شک نہین کہ شیعون کے متبرک مقامات مین مشہد کا شمار درجہ اول مین نہین ہے۔ کیونکہ جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم

[۱] عباس اعظم کے زہد و اتقا کے ثبوت مین یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے کل دربار کے ساتھ اصفہان سے مشہد تک برابر پیدل چلتا ہوا آیا دربار کے ہیئت دان نے کل فاصلہ کو ایک رسی کے ذریعہ سے ناپا جسکی رو سے یہ فاصلہ ۱۹۹ فرسخ اور کچھہ کسر قرار پایا۔

*۔ اسی قسم کی روایت شہنشاہ اکبر کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اوس عقیدت اور ارادت کے لحاظ سے جو اوس کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی وہ پیادہ پا مع بادشاہ بیگم کے آگرہ سے چلکر اجمیر شریف تک آیا تہا بلکہ یہان تک بیان کیا جاتا ہے کہ وہ متعدد مرتبہ اسی طرح یہ قدر مسافت طے کر کے اجمیر شریف کی زیارت کو آیا۔ مترجم

کے داماد اور شیعی عقاید کے بموجب دین کے حقیقی پیشوا) اور اونکے فرزند حضرت امام حسینؑ شہید بلحاظ تقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر فوقیت رکھتے ہین اسی طرح اون کے مزار بھی جو نجف اور کربلا مین واقع ہین مشہد والے روضہ سے زیادہ متبرک ہین۔ لیکن نجف اور کربلا دونون کے دونون ترکی علاقہ اور اس لحاظ سے ایک غیر سرزمین مین واقع ہین اور وہ دل بھی حب وطن کے پاک جذبہ سے بالکل معرا ہوگا جو نجف اور کربلا کی زیارت کرتے وقت یہ شوق نہ رکھتا ہوگا کہ ایران کے مذہبی مرکز مین پہونچکر اوس کی زیارت کرے اور دوگانہ بجا لائے اور مزار امام کی ضریح کو بوسہ دے[۱]۔ لیکن چونکہ مشہد سرحد توران سے اس قدر قریب تہا اس لئے یہ ترکمانی تاخت وتاراج اور حملہ آوری کی برابر زد مین رہتا تہا اور خراسان کے تمام سرحدی شہرون کی طرح اسکی تاریخ بھی ہنگامون اور شورشون سے بھری پڑی ہے۔ شاہ عباس کے عہد مین (۱۵۸۶ء) ایک دفعہ ازبکون نے اسکو سر کرکے لوٹا اور غارت کیا۔ اسکے بعد محمود افغان کے حملے نے اسے بہت کچھ نقصان پہونچایا۔ لیکن نادر شاہ فاتح کی سرپرستی نے اسمین پھر جان ڈالدی۔ نادر شاہ نے تخت ایران پر بیٹھنے کے بعد اگرچہ شیعہ مذہب کے عقاید ترک

---

[۱] مین نے کربلا کے ایک شیعہ سید سے پوچھا کہ مسلمانون کے متبرک مقامات کے درجہ کا سلسلہ شیعی عقاید کی رو سے کیا ہے تو اوس نے حسب ذیل جواب دیا۔ اول مکہ معظمہ۔ دوم مدینہ طیبہ۔ سوم نجف اشرف۔ چہارم کربلائے معلی۔ پنجم کاظمین شریف متصل بغداد شریف۔ ششم مشہد مقدس۔ ہفتم سامرہ (سُرّ من رأی) واقع کنار دجلہ۔ ہشتم قم۔ لیکن اگر کوئی ایرانی شیعہ ہوتا تو وہ مشہد کا درجہ کربلا کے بعد رکھتا۔ مکہ کی زیارت کرنے سے زایر حاجی کہلاتا ہے۔ کربلا سے [illegible]

کر دئے تھے اور جبراً شیعہ مذہب کے استیصال کی کوشش کی تھی[۵۱] تاہم وہ اکثر مشہد میں آنا دربار لگایا کرتا تھا اور روضہ امام کو از سر نو تعمیر کر کے اوسنے مزین و آراستہ کیا کے علاوہ اوسنے اسی شہر میں اپنے اور اپنے بیٹے[۵۲] کے لئے جس کی اوس نے فرط حسد و بغض سے آنکھیں نکلوا ڈالی تہین مزار بھی بنوائے تہے۔ اوسکی وفات کے بعد مشہد اوسکے اندہے پوتے شاہرخ[۵۳] کے قبضہ مین رہا جس کی کمزور حکومت کے زمانہ مین ازبکون کے آئے دن کے حملون سے اس شہر کی آبادی ساٹھ ہزار سے گھٹ کر بیس ہزار رہگئی۔ آخر کار صدی کے خاتمہ پر آغا محمد خان قاجار خواجہ سرا نے جو ایران کے حکمران خاندان کا بانی ... اور وحشیانہ ظلم کے ساتھ اوسکو عذاب دے دیکر ...

... صدی مین مشہد نے کئی دفعہ حکومت عالیہ کے برخلاف اوس نفرت کی وجہ سے جو خاندان قاجار کے ساتھ اوسے برابر چلی آئی ہے۔ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان بغاوتون کے پے درپے ظہور مین آنے کی وجہ سے ایک سے زیادہ تعزیری مہمات شاہ کو بھیجنی پڑین لیکن سلطنت کے دوسرے اجزا کی طرح اب ناصر الدین نے اسکو بھی پوری طرح سے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے۔

---

۵۱ مذہب سنت وجماعت کی ترویج کا جو اقدام نادر شاہ نے کیا تہا وہ مصلحت اور حکمت عملی پر مبنی تہا جسکا مقصد یہ تہا کہ دنیائے اسلام تبریز سے لیکر دہلی تک ایک شہنشاہ کے زیر نگین ہو جائے۔

۵۲ اس بیٹے کا نام رضا قلی میرزا تہا۔ مترجم

۵۳ شاہرخ اوسی رضا قلی میرزا کا بیٹا تہا جسے نادر نے اندہا کیا۔ مترجم

شہر کا نقشہ



کے گرد بھی مشرق کے تمام دوسرے شہروں کی کچی مٹی کی ایک دیوار کھچی ہوئی ہے جس مین برابر برابر فصل سے برجیان بنی ہوئی ہین اور گوشون پر آگے کو نکلے ہوئے برج ہین۔ ابتداءً اس دیوار کے نیچے کے حصہ کی موٹائی نو فٹ اور اوپر کے حصہ کی چار فٹ تھی اور اسکے علاوہ ایک فٹ موٹی منڈیر بھی اسپر موجود تھی۔ لیکن اب اس کی حالت نہایت شکستہ ہو رہی ہے۔ سابق مین فصیل کے نیچے ایک چھوٹی سی کھائی ہوتی تھی جس کے باہر کے یعنی محاصرین کی طرف والے کنارے پر ایک پست سی منڈیر بنی ہوئی تھی اور اس کھائی کے بعد ایک اور زیادہ چوڑان کی کھائی تھی لیکن انحطاط کے عمل نے ان دونون کو یکسان ویرانی کا لباس پہنا دیا ہے اور اکثر مقامات پر یہ ایک دوسری سے متمیز نہین ہوتین۔ فصیل کے دور کے مختلف اندازے لگائے گئے ہین۔ کسی نے چار کسی نے ساڑھے چار اور کسی نے چھ میل اسکا فاصلہ بیان کیا ہے لیکن نقشہ اور ترتیب کی بے قاعدگی کی وجہ سے اندازہ لگانا مشکل ہے[۱]۔ شہر پناہ کے پانچ پھاٹک ہین جن کی تفصیل یہ ہے۔ بالا خیابان اور پائین خیابان جو خاص بازار کے دونون سرون پر واقع ہین۔ اور نوگان اور عیدگاہ

[۱] میگگریگر نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۸۴ پر جو نقشہ دیا ہے اور جسے کرنل ڈالیبج نے تیار کیا تھا اوسکے سوائے مجھے اور کسی نقشہ کا علم نہین مگر یہ بھی پورے طور پر صحیح نہین۔ ایسٹوک نے فصیل شہر کے گرد گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے اور اوس کا موقعہ بیان کرتے وقت غلطی سے کمپاس کے نقطون کو بدل دیا ہے اور جو شمالی سمت تھی اوسکو جنوبی اور جو مشرقی تھی اوس کو مغربی بیان کیا ہے۔

اور محراب۔ ارک جسے مین نے جا کر دیکھا اور جس کا حال مین تھوڑی دیر مین بیان کرونگا۔ جنوبی و مغربی دیوار کی طرف واقع ہے[۱]۔

خیابان

زیارت گاہون کے بعد مشہد کا جو خاص منظر ایرانیون کی دلفریبی کا باعث ہے اور دوسرے مشرقی بازارلکو متون کے مقابلہ مین اس مین جداگانہ شان پیدا کرتا ہے ایک بازار ہے جو تقریباً پونے دو میل تک خط مستقیم مین چلا گیا ہے اور شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین شہر کو دو حصون مین تقسیم کرتا ہے۔ اس بازار کے وسط مین روضہ ہائے متبرک ایک چار دیواری کے اندر واقع ہین۔

اس بازار کا نام خیابان ہے اور شہری عظمت و شان کے لحاظ سے اہل مشرق کی نظر و ن [illegible]

[illegible] ہے۔ اسکے بیچون بیچ ایک نہر جاری ہے لیکن ہم سے اگر کوئی پوچھے تو ہم اسے ایک غلیظ خندق سے تعبیر کرینگے جسکا عرض بارہ فٹ ہوگا۔ جسکے دونون کنارون پر اینٹ کی دیوارین ہین اور جس پر آمد و رفت کیلئے تختون کے کمزور سے چوبی پل بندے ہوئے ہین کہ اس کی روکار اور نیز پل ابتدائی پتھر کے۔ [illegible] سے پاٹی

---

[۱] مشہد کے جغرافیہ [illegible] مرتبہ میجر پی۔ ایچ۔ ہولڈچ مندرجہ "بیڈوسیڈ نگس آف [illegible]" (رویداد رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ سلسلہ جدیدہ۔ جلد ہفتم۔ [illegible] صفحات ۷۳۵- الی ۷۳۸-

کے چشمے۔غسل خانے۔کپڑے دہو [illegible] مرے ہوئے جانورون کے

مدفن۔اور بدرو کا کام لیا جاتا ہے۔اسکے دونون [illegible] شہتوتون اور بیدون

کی بے قاعدہ اور غیر مسلسل قطارین کہڑی ہین۔اوران درخ[illegible] سے اکثر بہت ہی

پست قد اور غیر شاداب ہین[۱]۔پہر دونون طرف رہروون کے [illegible] ہین جن کے

کنارون پر بازار کی ابتر و پریشان دکانین واقع ہین۔غرضکہ کل عرض [illegible] یا اسّی فیٹ

ہوگا۔دن کے کاروبار والے حصہ مین خیابان مین لوگون کا اسقدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر

کوئی شخص گہوڑے پر سوار ہوکر قدم قدم بھی اس مین سے گزرنا چاہے تو باوجود سوارون کی مدد

سے جو رستہ صاف کرتے ہوے آگے آگے جاتے ہین وہ نہ گزر سکے گا۔چیخ پکار

اور شور و شغب ہر طرف سے ایک ہی وقت مین بلند ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔مختلف الاقوام

[illegible]

و مفلوک درویش۔لحیم و شحیم اور پر تمکین سوداگر۔پہٹے پرانے کپڑون والا تباہ حال زائر

کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا سبز عمامہ پوش سید۔دبکا ہوا سنی جو ہمت کرکے دشمن کے حصن

[illegible] سے سیاہ ابرون والے افغان۔خوشرو اور شکیل ازبک۔خوشحال

[illegible] ستان کے تاجر۔قاف کے زاہد۔ترک

---

[۱] ایک مصنف کا بیان ہے کہ خیابان مین پہلے [illegible] نے کی کوئی وجہ

نہین معلوم ہوتی[illegible] دونون نے خیابان اس بازار کے عرض کا اندازہ ۲۰۰ فیٹ [illegible]

واقع ہوئی ہے۔

تاتاری۔ مغل۔ تاجیک۔ غرضکہ مشرق کے مختلف الالوان۔ مختلف الالسنہ اور مختلف الاشکال لوگون کے خلاصہ کا قوام یہان دیکہنے مین آتا ہے۔ کونولی۔ فیریر۔ ویمبری اور اوڈونوون نے اس زندہ زنگار رنگ مرقع کا ایسا پر اثر اور دل پر نقش ہوجانے والا بیان قلمبند کیا ہے کہ مین اس بارہ مین اون کی برابری کی کوشش نہین کرتا۔ جس زمانہ مین میرا اس شہر مین گزر ہوا تو شاید سب سے زیادہ عجیب تبدیلی اس کے رنگ روپ مین یہ ہوئی تہی کہ پچاس پچاس گز کے فاصلہ سے لالٹینون کے ستونون کی قطار خیابان مین کہڑی تہی جسے حاکم مشہد نے ابہی ابہی نصب کرایا تہا۔

شہر کا باقی حصہ۔ قبرستان

یہان کو چہوڑکر ہم پیچ در پیچ گلیون کی بہول بہلیان مین داخل ہوتے ہین۔ اور کچہ کی [illegible] ہمین معلوم ہوتا چکر کاٹتے۔ گاہ بیگاہ کسی بازار مین جانکلتے اور کہلے مقامات اور کوڑے کرکٹ کو ڈہیرون پر سے گزرتے ہین۔ شہر کے زیادہ تر آسودہ حال باشندون کے مکانات بلند دیوارون کے اندر چہپے ہوئے ہین لیکن غریبون کے جہونپڑون کے دروازے بسا اوقات اسقدر پست ہوتے ہین کہ گلی کی سطح سے بہی نیچے ہوتے ہین۔ اس طرح سے پہرتے پہرتے ہم دفعتہً ایک وسیع کہلے رقبہ مین پہونچتے ہین جس کی سطح پر بے قاعدہ مٹی کے تودے اور پتہر کی ٹوٹی ہوئی سلین بکہری ہوئی نظر آتی ہین۔ یہ مقام قبرستان ہے جسکی متبرک زمین کے ایک چہوٹے سے حصے کے لئے معتقدین گرانبہا قیمتین ادا کرتے ہین اور جسمین دفن

کئے جانے کے لئے اکثر ہزار ہا میل سے نعشین لائی جاتی ہین - اسکے قریب راج لوگ اپنے اسارون مین سنگ خارا کی سلون کو جو مشہد کے قرب وجوار سے نکلتی ہین اور جو قبرون پر بطور یادگار کے نصب کی جانے والی ہین تراشنے مین مصروف نظر آتے ہین - اور انپر قرآن 'شریف' کی کوئی آیت یا متوفے کے پیشہ یا حیثیت کی کوئی علامت کندہ کرتے ہین اس سے زیادہ مستقل یا ہٹائے جانے کے ناقابل تعویذ کے استعمال کی اجازت نہین دیجاتی کیونکہ قبرستان کے محدود رقبہ کی ضروریات کے لحاظ سے یہ امر لازمی ہے کہ یہ زمین دوبارہ کام مین لائی جاسکے اور اسلئے جب کوئی پرانی قبر بیٹھہ جاتی ہے تو اس شہر خموشان کے کسی تازہ وارد کو اوس مین دفن کیا جاتا ہے - بہت سی قبرون پر چھوٹے چھوٹے سفید شامیانے تنے ہوئے تھے جن مین متوفے کے اقربا نے ملاؤن کو اجرت دیکر اس غرض سے بٹھا رکھا تھا کہ قرآن [illegible]

مشہد کی آب وہوا

باوجودیکہ یہان قبرستانون کی کثرت ہے اور قوانین حفظان صحت کی ان کے انتظام کے متعلق اس شدت سے خلاف ورزی کی جاتی ہے - اور باوجودیکہ اس شہر کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ سال کا کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا ہوگا جبکہ اس مین علاوہ مستقل باشندون کے نووارد لوگون کی تعداد کثیر نہ داخل ہوتی ہو اور اسکے علاوہ غلیظ چہ بچون اور حیضمون کی یہان ایسی کثرت ہے پھر بھی بہت سے اور ایرانی شہرون کے مقابلہ مین مشہد کی آب وہوا بدرجہا بہتر ہے - اگرچہ یہ عرض بلد کے تقریباً اوسی خط متوازی پر واقع ہے جسپر کہ طہران واقع ہے

اور اس کا ارتفاع کم تر ہے یعنی طہران کے ۰۰۰ ۳۸ فیٹ کے مقابلہ مین صرف ۰۰۰ ۳۱ فیٹ تاہم طہران کے مقابلہ مین یہان سردی زیادہ پڑتی ہے اور اموات کم واقع ہوتی ہین۔ خانیکاف نے اس کی وجہ اوس موقعہ کو قرار دیا ہے جو مشہد کو ایک سلسلہ کوہ کے شمالی پہلو پر واقع ہونے کے باعث حاصل ہے جو اسے صحرا کی دم گھوٹنے والی ہواؤن سے بچاتا ہے۔ مشہد کا پانی نہایت نفرت انگیز ہے اور پینے کے قابل نہین کیونکہ اسمین گوگرد آمیز ہائڈروجن کے اجزا مقدار کثیر مین پائے جاتے ہین۔ مین نے پانی کے ایک پیالہ مین اپنا استرا رات بھر رکھا رہنے دیا اور صبح جو اوٹھکر دیکھا تو اسے بندوق کی فولادی نالی کی طرح سیاہ پایا۔

بادگیر اور قراول خانے

ان کی سطح کے اوپر متعدد بادگیر یعنی ہوا کے برج اوٹھے ہوئے نظر آتے ہین جو خلیج فارس کے بحری شہرون کا نمایان منظر ہین۔ اون کی بناوٹ کا اصول حسب ذیل ہے ایک بلند مربع یعنی چارپہلوون کا مینار مکان کی چھت پر بنایا جاتا ہے لیکن چارون پہلوون مین عمودی نالیان یا درزین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے ہوا چھت مین سے جس مین نالیون کے موقعہ کے لحاظ سے شگاف دے دئے جاتے ہین۔ گزر کر نیچے کے کمرہ مین جہان صاحب مکان گرمیون مین رہتا ہے داخل ہوتی ہے اور اسطرح اس کمرہ مین ہوا کے مسلسل جھونکے آتے رہتے ہین۔ ایران کے جنوبی حصے کے زیادہ گرم مقامات مین ان ہوائی کمرون کی جگہ سرداب یعنی تہ خانے ہوتے ہین۔ مشہد کا ایک اور نمایان منظر

قراول خانون یعنی پہرے کی چوکیون کی ایک تعداد کثیر ہے جو شہر مین جا بجا واقع ہین اور جن مین باقاعدہ پیدل فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے متعین ہین - قراول خانہ بالعموم ایک برآمدے پر مشتمل ہوتا ہے جسکے پیچھے سپاہیون کے رہنے کا حجرہ ہوتا ہے سپاہی اپنی بندوقون کو جو پرانی وضع کی نالی سے بھری جانے والی قرابینین ہوتی ہین بالعموم قراول خانے کے سامنے ملا کر کھڑا کر دیتے ہین - لیکن جب کوئی یورپین گھوڑے پر سوار پاس سے گذرتا ہے تو ایک پھٹے حال سپاہی نیلی سرج کا کوٹ پہنے اور بھیڑ کی کھال کی طرہ دار ٹوپی اوڑہے جو غالباً مکان کے اندر اپنا وقت گزار رہا تھا معاً اوٹھ کھڑا ہوتا ہے اور نمایشی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان ہتیارون مین سے ایک کو اُٹھا کر سلامی اتارتا ہے اس کے بعد وہ اوسے پھر جہان سے لیا تھا وہین رکھہ دیتا ہے اور خود بیٹھ جاتا ہے -

متبرک عمارات

میگگریگر نے ۱۸۷۵ء مین ٹھیک کہا تھا کہ اُس شہر مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی کو اس کی سیر کی ترغیب دلائے یا اگر قسمت اوسے یہان کھینچ لائے تو زیادہ دیر تک یہان قیام رکھنے پر اوسے آمادہ کرے - صرف ایک عمارت یعنی مزار (حضرت) امام رضا (علیہ السلام) ایسی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے لیکن اوسکے دیکھنے کی بھی کسی یورپین کو اجازت نہین ملسکتی - البتہ جان جوکھون مین ڈال کر ممکن ہے کہ وہ اس کے اندر داخل ہو سکے لیکن جن خطرات کا اوسی سامنا کرنا ہوگا اون کی تلافی ہرگز وہ منظر نہین کرسکتا جو اوسکے دیکھنے مین آئے گا - حقیقت مین یہ نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے کہ خیابان مین سے گزرتے گزرتے دفعتہً

ایک محرابدار پھاٹک جو اوس پر اسرار چار دیواری مین لگا ہوا ہے جہان متبرک عمارات واقع ہین یورپین مسافر کا رستہ روک دیتا ہے اور عیسائی کی نظر سے اوسکو اوسی طرح چھپا دیتا ہے جس طرح طناب ہارون زندون کو مردون سے جدا کرتی ہے۔ لیکن جو یورپین اس مین داخل ہوئے ہین اون کے اور نیز خود مسلمان زائرون کے بیانات سے اس کے اندرونی منظر کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) بست

اب دار پھاٹک جس پر ایک یورپین ساخت کا گھنٹہ نصب ہے اوس کے دوسری طرف چار دیواری کے اندر کوئی سو گز کے فاصلہ تک سڑک ایک پر ہجوم بازار مین سے گذرتی ہوئی اوس مقام تک جاتی ہے جہان مساجد مین داخل ہونے کی راہ ہے۔ یہان کثرت سے آدمیون کا ہجوم ہوتا ہے اور خرید و فروخت کی خوب گرم بازاری ہوتی ہے جو زائرین چار دیواری کے اندر رہتے ہین یہان ہر ایک مایحتاج خرید سکتے ہین۔ اور اونکے یہان آنے کی یادگارین مشہد کی مقامی ساخت کی اشیاء تعویذ۔ انگوٹھیان چھلے اور فیروزے جن پر آیات قرآنی کندہ ہوتی ہین اون کے سامنے خریدنے کے لئے بہ اصرار پیش کئے جاتے ہین۔ لیکن چار دیواری کے اس حصہ کا سب سے زیادہ قابل ذکر وصف یہ ہے کہ امام صاحب سے متعلق ہونے کے باعث یہ زمین پاک و مقدس سمجھی جاتی ہے اور اس لحاظ سے جو مجرم اس کی

حدود کے اندر داخل ہو جائے اوس کے لئے ایک ایسے امن یا بست کا حکم رکھتی ہے جس میں کسی کی مجال نہیں کہ اوسکو ضرر پہونچا سکے[1]۔ بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ عیسائی یہودی اور گبر بھی اس سے یہی فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن اور لوگون کی زبانی مین نے سنا کہ ایسا نہین ہے۔ بہر حال ایک مسلمان کے لئے یہ ایک محفوظ جائے پناہ ہی جہان اوسے امان مل سکتی ہے اور جہان سے وہ بہ اطمینان تمام اپنے دشمنون کے ساتھ چہار دیواری سے باہر آنے کے لئے اپنی مخلصی کے متعلق زرتاوان وغیرہ کی شرائط طے کر سکتا ہے[2]۔ حرم یا امن کے خیال سے اہل مشرق پورے طور پر آشنا ہین۔ اور جن

[1] اسی مضمون کو قاآنی نے ذیل کے شعر مین ادا کرتا ہے۔

امام ثامن ضامن که هست حرمت حرمش آمن ٭ زمین از حرم او ساکن سپہر از عزم او پویا مترجم

[2] ۔ ایران مین بست کا خیال تین جداگانہ مقامات سے منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ یہ بتانا مشکل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ (۱) متبرک عمارات یا مساجد سے (اس کا مقابلہ یہودیون کے معبد کی قربان گاہ کے دونون کنارون کے ساتھ کرنا چاہئے جنکے پکڑ لینے سے چھونے والا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر نکل آتا ہے)۔ (۲) شاہ یا شاہی خاندان کے اراکین کے اصطبل یا گھوڑون کی دمون سے۔ (۳) توپخانہ کے نواح سے۔ مثلاً میدان توپخانہ واقع طہران سے خصوصاً اوس بڑی توپ کے چھونے سے جو محل کے باہر ہے۔ چارڈن نے جو دوسو سال سے پہلے یہان گیا تھا سیاحت نامہ کی جلد ہفتم صفحہ ۳۶۹ مین بیان کرتا ہے کہ اولیا کے مزار کے مقبرون شاہی محل واقع صفہان کو پہاٹک اور شاہ کے مطبخ اور نیز اصطبل سے امان کا خیال وابستہ تھا۔ شاہی اصطبلون اور گھوڑون کے خصوصیت کے ساتھ جائے امن سمجھے جانے کی وجہ وہ حرمت زیادہ قرار دی جا سکتی ہے جو ایسے ملک مین جہان گھوڑون کی قیمت نسلین موجود ہون جہان ہر شخص فن شہسواری مین کامل ہونا ہو وہان ملک کی املاک کے اس حصہ پر مبذول کی جاتی ہے۔ ایران مین ایک ضرب المثل ہے کہ وہ گھوڑا جسکے سوار لئے اوس کی حرمت کا لحاظ

امان بخش شہرون کا ذکر کتاب عہد عتیق کے چوتھے پانچ بابون مین ہے وہ اس خیال کے ابتدائی مصادر تھے۔ لیکن انگلستان افریقہ کو بھی اسپر حقارت یا استعجاب سے نظر ڈالنی چاہیے کیونکہ ہمارے اپنے ملک اور خاص دارالسلطنت مین زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ اسی طرح کی ایک جائے پناہ قرضدارون کے لئے اوس مشہور و معروف مقام ... شیا مین موجود تھی جو ... سے بیچ اور ٹمپل بار کے درمیان واقع ہے اور جو ابتداءً رہبانی فرقہ ڈامینیکن یا بلیک ... کا مسکن تھا۔ مشہور[5] ہے ... امام صاحب کی خاص ... سمجھا جاتا تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ - ... کیا کبھی اپنے ... فتح ... کا منہ نہین دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ میلکم نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد کے ... مین ایک ایرانی قلمی تحریر کا اقتباس درج کیا ہے جس مین یہ لکھا ہے کہ نادر شاہ کے پوتے نادر مرزا پر جس قدر مصائب نازل ہوئے اون کی وجہ یہ تھی کہ اوس نے ایک مفرور کو جس نے شاہی اصطبل مین جا پناہ لی تھی مروا ڈالا۔ اس تحریر مین حسب ذیل دلچسپ تفصیل مندرج ہے "جس بادشاہ یا سردار کے طویلے مین کوئی مجرم پناہ لے اوس پر لازم ہے کہ جب تک وہ مجرم وہان رہے اوسکو کھانا کھلائے۔ یہ جائز ہوگا کہ وہان پہونچنے سے پہلے یا وہان سے روانہ ہونے کے بعد اوسکو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب تک وہ طویلے مین موجود ہے اوسوقت تک خواہ وہ ایسا غلام ہی کیون نہ ہو جس نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہو پھر بھی کسی کی مجال نہین کہ اوسے ... سکے۔ سلامتی کا مقام گھوڑے کا سر ہے اور اگر اسے کھلی ہوا مین باندہ دیا جائے تو پناہ لینے والے شخص کو چاہیے کہ ... زمانہ مابعد مین سر کی طرح دم کے چھونے والے کو بھی امان مل جاتی تھی گو کہ دم کے چھونے مین خود گھوڑے کی دولتی کی طرف سے امان ملنے کی پوری امید نہ ہوتی تھی۔

[5] ایلسیشیا کے مفصل حالات کے لیے سر والٹر اسکاٹ انگلستان کے مشہور تاریخی افسانہ نگار کے ناول "فارچونز آف نجل" کو پڑھنا چاہیئے۔ اس ناول مین مصنف نے ایلسیشیا کے تاریخی حالات نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کئے ہین۔ مترجم

اور اس کے متعلق یہان تک تقید عمل مین لایا جاتا ہے کہ اگر احیاناً کوئی جانور اس کی حدود کے اندر داخل ہوجائے تو زیارت گاہ کے عہدہ دار اس پر فوراً اپنا قبضہ کر لیتے ہین۔

صحن



کے بازار کے سرے پر ایک بلند محراب دار پھاٹک مین سے جو آس پاس کی دیوارون سے بہت اونچا ہے صحن یعنی متبرک عمارات کے خاص آنگن مین داخل ہوتی ہین۔ یہ ایک رفیع الشان احاطہ ہے جس کا طول ڈیڑھ سو اور عرض پچہتر گز ہوگا۔ اس مین اون دولتمند لوگون کے سنگین مزار واقع ہین جنہین اپنی دولت کی وجہ سے اس اعلی امتیاز کے خریدنے کا موقعہ ملا اور اس کے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین۔ اس صحن کے وسط مین ایک چھوٹی طسی ہشت پہل سائبان نما عمارت کہڑی ہے جسکی چھت مطلا ہے اور جس کے نیچے ایک فوارہ دار حوض ہے۔ اس حوض مین نہر سے پانی آتا ہے اور اسکے چارون طرف پتھر کی ایک نالی بنی ہوئی ہے جسے شاہ عباس نے بنوایا تہا۔ اس حوض کے پانی سے زائرین یہان داخل ہوکر وضو کرتے ہین۔ احاطہ کے چارون پہلوؤن پر اون مقامات پر سے جو حجرون کے درمیان اور اُن سے اوپر ہین دیوارون مین کاشی کا کام ہے اور ہر دیوار کے وسط مین وہ عظیم الشان ایوان (محرابدار پھاٹک جو رفیع الشان مستطیل چوکھٹون مین نصب ہین) خلا سے باتین کرتے ہوئے نظر آتے ہین جو وسط ایشیا مین عربون کے فن عمارات کا نمایان خاصہ ہین۔ یہ محرابی در بڑی بڑی رنگین اینٹون سے جن پر کوفی خط مین آیات قرآنی کندہ ہین مزین ہین۔ جنوبی ایوان پر ایک کتبہ ثبت ہے

جس مین لکھا ہے کہ اسے شاہ عباس ثانی نے ۱۰۵۹ھ مین تعمیر کرایا۔ ایک اور کتبہ سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ چارون ایوانون پر خط کوفی مین جو عبارت لکھی ہوئی ہے اوس کا حصہ زیرین ۱۲۶۲ھ مین ایزاد کیا گیا۔ مغربی ایوان کی چوٹی پر ایک قفس نما برجی بنی ہوئی ہے جسکے اندر کھڑے ہوکر موذن اذان دیتا ہے۔[۵] ایسٹوک نے غلطی سے فرض کرلیا ہے کہ یہ برجی ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ہے۔

مشرقی ایوان وہ ہے جس مین سے گذر کر نام صاحب کی خاص خانقاہ مین داخل ہوتے ہین اور اسکا اختصاص اوس سونے کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسکے اوپر کے نصف حصہ پر کیا ہوا ہے۔ ایک کتبہ سے جو اس ایوان پر ثبت ہے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ سلطان حسین نے ۱۰۸۵ھ مین اس کی تعمیر ختم کی۔ کچھہ عبارت اس کے بعد کی ہے جسمین لکھا ہے کہ نادر شاہ نے ۱۱۴۵ھ مین اوس سونے سے جو وہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے خزانون کو لوٹ کر لایا تھا اسپر ملمع کرایا۔ صحن مین دو مینارے ہین جو اون بیانات کی روسے جو سیاحون نے ان کے متعلق قلمبند کئے ہین اور نیز اوس ذاتی مشاہدہ کی روسے جسکا موقعہ مجھے بست کے ایک بازار کی چھت پر چڑہنے سے حاصل ہوا داخل ہونے کے خاص پھاٹک کے دونون طرف متناسب فصل سے قایم نہین ہین۔ قدیم

۵ے چارڈن کہتا ہے کہ موذنون کے لئے ایران مین ان قفسون کے بنائے جانے کی وجہہ یہ تھی کہ کہین آس پاس کے مکانات کے صحنون مین اون کی نامحرمانہ نظر عورتون پر نہ پڑے۔

تو مینارہ ہے جسے شاہ اسمعیل یا شاہ طہماسپ نے تعمیر کیا تھا خود مزار قائم ہے جب
فریزر دوسری مرتبہ ۱۸۳۴ء مین یہان آیا تو یہ اس قدر متزلزل بمعرض رسیدہ ہو رہا تھا کہ
اس خوف سے کہ مبادا یہ گر پڑے اسے دو گرا دیا گیا۔ بعد مین اسے از سر نو تعمیر کیا گیا
دوسرے مینارے کو جو مزار سے [illegible] اور شاہ نے تعمیر کیا [illegible] مینار مقابل [illegible] کہا جاتا
[illegible] پر [illegible] سے [illegible] شہر سے طبع کی
[illegible] کی چادرین چڑھی ہوئی ہین اور ان کا [illegible] ہی ہوئی ہے
[illegible] ایرانی طرز عمارت کا عام خاصہ ہے [illegible] سورج کی کرنین ان کی جگمگاتی سطح پر پڑتی
ہین تو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ستون ہین کہ چمک رہے ہین۔

(۴۲) مسجد حضرت امام رضا علیہ السلام

اب ہم اوس عمارت کے پاس پہونچتے ہین جو چہار دیواری کے اندر بلحاظ
عظمت و شان کے سب کی سرتاج ہے یعنی زندۂ جاوید امام کی مسجد اور مزار۔ زندۂ جاوید
مین نے جان کر کہا کیونکہ جس عقیدہ کی بنا پر یہ زیارت گاہ معہ اپنے وسیع توابعات کے
قائم ہے وہ یہ ہے کہ امام ممدوح ابھی تک زندہ ہین۔ اور جو لوگ اون کی درگاہ مین آتے
ہین اونکی دعاؤن کو خارق عادت طور پر قبول فرماتے ہین۔ امام صاحب جو حضرت کہلاتے
ہین اپنے مہمانون کے میزبان بھی ہین جب تک یہ لوگ اونکے علاقہ کے اندر
رہتے ہین وہ نہ صرف اون کی روحانی ضروریات کے کفیل ہوتے ہین بلکہ
اون کے [illegible] کو بھی بہم پہنچاتے ہین۔ جو زائر یہان آئے

دیتا اور جب مین نے اوس سے کہا کہ کسی اجنبی کا کوچان مین آنا اتنا مشکل نہین جتنا ہرات مین داخل ہوتا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے یہ باور نہین آتا۔ لیکن خان کے دائرۂ معلومات کی تنگی اوسوقت نمایان طور پر معلوم ہوئی جبکہ مین نے اوس سے بیان کیا کہ لندن سے امریکہ جانے مین آٹھ دن لگتے ہین۔ اسکے جواب مین اوسنے زیادہ سے زیادہ منزل سے استدلال کرکے جیسے مسافر ایران کے خشکی کے سفر مین ایک دن مین طے کرتا ہے فوراً ہی اوسنے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ کیا لندن سے امریکہ تک ۸۰ فرسخ (یعنی ۳۲۰ میل) کا فاصلہ ہے۔[له] میرے سفر کی اغراض و مقاصد کے متعلق جو سوالات اوس نے کئے اون مین بھی اوسکی خصوصیات اور اس بارہ مین اپنے آباو اجداد کے طرز عمل کی رعایت کی جھلک نظر آتی تھی۔ اوس کے باپ رضا قلی خان نے یہی سوالات فریزر سے کئے تھے اور خود اوسنے میرے آنے سے سترہ سال قبل یہی سوالات بیکر سے دہرائے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ اوس نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "آپ کوچان کس لئے آئے ہین؟ آپ کیا

له یہ سوال جو جغرافی معلومات کے متعلق اہل ایران کی عام لاعلمی کا نمونہ ہے۔ مجھے فتح علی شاہ کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے۔ جو مورئر نے اپنی کتاب "فرسٹ جرنی" (پہلا سفر) کے صفحہ ۲۱۵ پر بیان کیا ہے۔ فتح علی شاہ کو امریکہ کے حالات دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اوسنے سر ہارڈفورڈ جونس سے پوچھا کہ امریکہ کس قسم کی جگہ ہے؟ وہان پہونچتے کیسے ہین؟ کیا وہ سطح زمین کے نیچے واقع ہے؟ اسی قسم کا ایک دلچسپ قصہ ایک ایرانی سفیر متعینہ لندن کی نسبت پچاس سال بعد بیان کیا گیا ہے۔ سفیر مذکور جس جہاز پر سفر کر رہا تھا اوسکے متعلق جب اوس سے یہ بیان کیا گیا کہ وہ پانسو گھوڑون کی طاقت کا جہاز ہے تو وہ خوش ہو کر بولا:۔ "ان گھوڑون کا اصطبل کہان ہے مجھے دکھاؤ"

سراغ بتاتا ہے اور اوس کی منتظر آنکھوں میں سرور کا نور پیدا کرتا ہے۔ اس منزل کی دیوارین کاشی کے کام سے مزین ہیں اور عربی زبان میں خوشخط جلی کچھ عبارت ان کے اوپر کے حصہ پر منقش ہے۔ اس عمارت میں آوازوں کی گونج ہر وقت بلند ہوتی رہتی ہے کیونکہ خانقاہ کے خادم اونچی آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنائی دیتے ہین۔ سید اپنے روزانہ وظائف کا ورد کرتے ہین اور طرح طرح کی اپنی خدمات تازہ وارد زایرون کے آگے پیش کرتے ہین۔ اس کے علاوہ جب مہینون تک ویران اور غیر دلخوش کن جوا ور سفر کی صعوبتین اور زحمتین جھیلنے کے بعد زایر کی نگاہ اس مشہور و معروف درگاہ کے سنگ مرمر کے فرش۔ کاشی کے آرایشی کام۔ سنہرے رُپہلے سامان اور بیش قیمت چڑہاوون پر پڑتی ہے تو محویت کے عالم مین اوسکے منھ سے اعتقاد آمیز تعجب اور مسرت کی ندائین بے اختیار بلند ہوتی ہین۔ ویمبری جس نے اسے خود دیکھا ہے کہتا ہے کہ "اندر اور باہر اس مزار پر سونا چڑہا ہوا ہے اور اس لحاظ سے اسلامی دنیا مین یہ خانقاہ بلا شبہ و شک سب سے زیادہ دولت رکھتی ہے۔ اگرچہ اوس زمانہ سے جبکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲۔ واقعہ اس طرح سے مندرج ہے۔ یہ اینٹین پیتل کی (تانبے کی نہین) تھین اور طول مین ۱۰ انچ۔ عرض مین ۱۶ انچ اور موٹائی مین دو پاؤنڈ کی موٹائی کے برابر تھین۔ ان اینٹون کے نیچے کی طرف دو پٹیان تین تین انچ چوڑی ایک دوسری کو قطع کرتی ہوئین بنی ہوئی تھین تاکہ پلستر مین کھپ جائین اور اینٹون کو مضبوطی سے پکڑ سکین۔ اوپر کے حصہ پر اس قدر سونا چڑہا ہوا تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ خود یہ اینٹ ہی خالص سونے کی ہے۔ ہر ایک اینٹ پر ۴½ ڈکٹ (سونے کا ایک قدیم سکہ جسکی قیمت معہ روپیہ کے قریب ہوتی تھی) کے برابر سونا چڑہتا تھا اور قیمت ہر اینٹ کی تقریباً ۱۰ کراؤن (پاؤنڈ) ہوگی۔ شاہی زرگر نے اینٹون کی تیاری کی نگرانی

اوّل اوّل یہ خانقاہ قایم ہوئی اب تک کئی دفعہ اسے لوٹا جا چکا ہے پھر بھی اسکے گنبدون اور برجون اور اندرونی خصوصہ کی منبت کاری مین بے شمار دولت موجود ہے اسکی اندرونی دیوارین نادر جواہرات و زیورات سے مزین ہین۔ کہین کوئی طرہ مکلل بہ الماس آویزان ہے کہین کوئی تلوار اور ڈہال لٹکی ہوئی ہے جس مین لعل اور زمرد جڑے ہین۔ کہین مرصع کنگن طوقہاے فاخرہ اور بیش قیمت جہاڑ نظر آتے ہین۔ غرضکہ غیر موزون نہ ہوگا۔ اگر زایر اس جگمگاتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہونے پر قبل اسکے کہ وہ اپنی پرستش کے مقصود اصلی یعنی مزار تک پہونچے فرط تحیر و تعظیم سے اپنا سر اتنا نہ جھکا دے کہ وہ زمین سے جا لگے۔

مزار امام

مختلف زمانون مین اس مزار کے گرد سونے اور چاندی اور فولاد کی منرجین نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۸ کے کام پر متعین تہا مجھے بتایا کہ اوّل اوّل ۳۰۰۰ اینٹون کی تیاری کا حکم بادشاہ نے دیا۔

۵ کسی نے اسکو اتنا نہین لوٹا جتنا ان لوگون نے جنہین اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے تہا علی الخصوص نابینا شاہ رخ کے دو بیٹون نے جو نادر شاہ کے پوتے تہے فرط حرص وطمع سے اس درگاہ کو جسے ان کے دادا نے مزین و آراستہ کیا تہا اور جس کی اوس کی نظرون مین اس قدر وقعت اور عظمت تہی اپنی غارت گری کی خاص طور سے آماجگاہ بنایا۔ نصر اللہ مرزا نے حضرت امام صاحب کے مزار کے گرد کی طلائی منرج کا ایک حصہ اکہڑوا لیا اور نادر مرزا نے گنبد کی چوٹی پر سے اوس بڑے طلائی قبے کو جسکا وزن ۴۰ ہم پاونڈ (سوا پانچ من) تہا اتروا لیا اور دونون بہائیون نے اندر کے سامان مین سے جہاڑون قالینون وغیرہ کو خوب ہی لوٹا۔

کی جاتی رہی ہین - پہلی ضریح ابتدائً شاہ طہماسپ نے نصب کرائی تہی لیکن نادر شاہ
کے پوتے نے اسکے ایک حصہ کو اکہڑواکر غارت کیا - سب سے آخری ضریح خود نادر
نے بنوائی تہی - مزار مین داخل ہونے کے تین دروازے ہین - ایک دروازہ چاندی
سے - ایک سونے کا جسپر بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے ہین - یہ دروازہ فتح علی شاہ
ہدیہ ہے - تیسرے دروازے پر ایک قالین بچہا ہوا ہے جس مین موتی ٹکے ہوئے ہین
مزار کے گرد جو ضریحین ہین اون پر چاندی اور لکڑی کی لوحین آویزان ہین جنپر ادعیہ یا نوحہ
ثبت ہین - ہر ایک لوح کے سامنے عبادت کرنے والون کی ایک جماعت کہڑی رہتی ہے
اور یہ لوگ یا تو خود دعائین مانگتے ہین اور یا اون دعاؤن کو دہراتے جاتے ہین جو اون کا
مرور پڑہتا ہے - دعائین مانگتے وقت وہ گریہ وزاری کرتے ہین گویا کہ اسطرح ابدی
خوشی کے دروازے اون کے لئے کہل جائین گے - حقیقت مین ایشیا کے ان غیر
تہذیب یافتہ باشندون کو فرط ارادت وعقیدت سے خانقاہ کی جالی اور فرش اور
علی الخصوص اوس بڑے قفل کو جو دروازے سے لٹکا رہتا ہے بوسہ دیتے ہوئے
دیکہنا ایک عجیب وغریب اور عظیم الشان منظر ہے - زہد واتقا کی ان کیفیات سے
اگر کسی کا قلب غیر متاثر رہتا ہے تو وہ مجاور اور سید ہین - اون کی غرض صرف اسی قدر ہے
کہ اپنی مٹہی روپیہ سے گرم کرین - وہ عبادت کرنے والون مین ہر طرف گہستے پہرتے ہین
اور جب تک حسب دلخواہ کچہہ وصول نہین کر لیتے اوسوقت تک پیچہا نہین چہوڑتے جب
زایر فرط اتقا سے پچہلے پاؤن چلتا ہوا انجام کار اس عمارت سے رخصت ہوتا ہے تو اوسے

مشہدی کا اعزازی لقب حاصل ہوجاتا ہے جسے وہ اپنی مہر اور قبر کے تعویذ پر کندہ کراتا ہے اور ہمیشہ اپنے نام کے بعد بطور خطاب کے استعمال کرتا ہے "

دوسرے لوگون کے مقبرے

دیوانہ وار امام صاحب کے مزار کی زیارت کی محویت مین زائر کو غالباً مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید کی مشت خاک کی پرواہی نہوئی ہوگی جو قریب ہی ایک تابوت مین محفوظ ہے اور نہ شاید فتح علی شاہ کے بیٹے اور موجودہ شاہ (ناصر الدین) کے دادا عباس مرزا کی قبر سے ہی ستے اوسے زیادہ دلچسپی ہوگی جو اس عمارت کی مقدس چھت کے نیچے واقع ہے۔ اسکے علاوہ خاص خانقاہ کے باہر بہت سے لوگون کے مقبرے ہین لیکن امتیاز و اہمیت کے لحاظ سے وہ ایسے نہین کہ اون پر زیادہ وقت صرف کیا جائے

وہ یورپین جنہون نے مزار کو دیکھا ہے

اب مین ایک عام غلطی سے بحث کرتا ہون جسکا ظاہر کرنا اغراض حق کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس غلطی کی اشاعت کی ابتدا ۱۸۶۳ء مین مسٹر ایسٹوک نے یہ کہکر کی کہ روضہ مسجد (حضرت) امام رضا مین اگر کوئی یورپین کبھی داخل ہوا ہے تو وہ مین ہون اور یہ تو یقینی ہے کہ اگر کوئی یورپین بحیثیت یورپین کے اس عمارت مین داخل ہوا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہین[1] " اس غلطی کا انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی طبع جدید مین نہ صرف اعادہ کیا گیا ہے بلکہ اس بارہ مین اوسپر اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہد کے متعلق

[1] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۹۔

جو مضمون اس مین درج ہے اوسمین لکھا ہے: "اوڈونوون سے پہلے اگر کوئی یورپین چار دیواری تک گیا تو وہ اسٹوک تھا" یہ دونون دعوے بالکل بے بنیاد ہین۔ اسٹوک سے پہلے فریزر ۱۸۲۲ء مین درگاہ مین داخل ہوا اور مزار تک چلا گیا اور ایک سے زیادہ مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھے اور ملاؤن سے یہ کہنے کے بعد کہ مین نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے (اوس کا یہ طرز عمل نہایت ہی قابل اعتراض تھا) اوسکو صحن کے ایک حجرے کے اندر رہنے کی اجازت دی گئی اور اس عرصہ مین اوسنے اندر کا نقشہ کھینچ لیا۔[51] ۱۸۳۰ء مین کونولی نے مسجد کے تمام حجرونکو باستثنائے اوس حجرے کے جس مین مزار ہے دیکھا اور صحن مین اوس کی آمد و رفت روزانہ رہتی تھی اور اوس کو پہچان لیا گیا لیکن اوس سے تعرض نہین کیا گیا۔[52] ۱۸۳۲ء مین برنس بخارا سے واپس آتے وقت صحن کے اندر گیا لیکن اس سے آگے جانا اوس نے قرین احتیاط نہین سمجھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے قلمبند کرتے وقت وہ لکھتا ہے کہ "میری احتیاط میرے شوق پر غالب آئی"۔[53] اسکے بعد فیریر نے بھی ۱۸۴۵ء مین ایسا ہی کیا۔[54] فریزر جب ۱۸۳۴ء مین مشہد کو واپس آیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب عباس مرزا کی فوج جسکے ساتھ متعدد انگریزی

---

51 دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۴۷۲ و ۵۱۱۔

52 دیکھو "اوورلینڈ جرنی انٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۸۔

53 ۔ دیکھو "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحہ ۷۰۔

54 دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) صفحہ ۱۲۶۔

افسر بھی تھے مشہد پر قبضہ کر چکی تھی تو اوس نے تمام یورپیون کو بلا امتیاز و تفریق صحن مین آتے جاتے دیکھا جو اس وقت بہت ہی بوسیدہ ہو رہا تھا اور جس کی بعد مین جا کر مرمت ہوئی ہے[۵۱] یہ تمام لوگ الیسٹوک کے سفر سے پہلے آئے۔ لیکن جب خود لسٹوک کی باری آتی ہے تو ہمین نہ صرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ جانے کے صحیح معنون مین مسجد مین نہین گیا بلکہ یہ دریافت کرکے ہمین اور بھی حیرت ہوئی ہے کہ اوسکی زیادہ تر محتاط متقدمین تو صحن کو طے کرکے آگے گئے تھے مگر اوس نے اتنا بھی نہین کیا۔ متولی باشی یعنی خانقاہ کے محافظ اعلی نے اوسے عقب سے اون حجرون مین سے ایک مین اندر آنے کی اجازت دی جو صحن کے گرد اگرد واقع ہین اور یہان بیٹھ کر اوس نے اپنے سامنے کے منظر کو دیکھا۔ اس سے آگے وہ نہین گیا اور یہان بھی وہ پہونچا تو بے خبری کے عالم مین[۵۲]۔

اس سلسلہ واقعات مین اوسکے زمانے سے لیکر آج تک کے اور اوڈونوون تک کے زمانہ کے حالات کو بیان کرتے کرتے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یعنی (۱۸۶۳ء) مین ویمبری جس نے جوانمردی کے ساتھ فقیرون کا بھیس بدلکر بخارا اور سمرقند کا خطرناک سفر اختیار کیا تھا اپنے سفر سے لوٹتے وقت مسجد مین داخل ہوا اور جس بھیس کو اوس نے اپنی مدت تک اس کامیابی کے ساتھ نباہا تھا اوسی مین مزار والے

[۵۱] دیکھو "اے ونٹر جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۱۔

[۵۲] دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" "(ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحات ۲۲۴۔ الی ۲۲۹۔

حجرہ کے اندر بھی گیا۔ اسی زمانہ میں ایک انگریزی افسر کرنیل ڈالمیج نے جو شاہ کا ملازم تھا[۵۱]۔ اور مشہد کے قریب بارود کے ایک کارخانہ کا منتظم تھا حسام السلطنہ گورنر جنرل کی تائید سے صحن کے اندرونی حصہ میں داخل ہوا۔ بالآخر جب ہم ۱۸۸۰ء میں اوڈونوون کے زمانہ تک پہونچتے ہیں۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحن میں بھی داخل نہیں ہوا بلکہ باہر کے ایک دروازے میں سے اوس نے چار دیواری کے اندرونی حصہ کو فقط پھاٹک کے دیکھا تھا[۵۲]۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے میرے خیال میں معرض خطر میں پڑنے کے بغیر آج کے دن بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ بست تک اگر کوئی یورپین پہونچ جائے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ وہ خاص پھاٹکوں کے علاوہ کسی دوسرے پھاٹک کی راہ سے داخل ہو تو وہ بغیر زیادہ دقت کے صحن کے پھاٹک تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں کی آماجگاہ بنے یا کچھ لوگ اوسکا پیچھا کریں یا ایک انبوہ کثیر اوسکے گرد و پیش جمع ہو جائے لیکن گمان غالب ہے کہ اوس پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔ ہان اگر وہ حدود محترمہ کے اندر داخل ہو تو دوسری بات ہے گو کہ میں اون لوگوں میں سے ہوں جن کا میلان اس رائے کی طرف ہے کہ اس بارہ میں اہل مشرق کے تعصب کو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر

[۵۱] کرنیل (ابتداءً ڈاکٹر) ڈالمیج ایک انگریز تھا جو جنگ کریمیا میں ویٹرینری سرجنی (بیطاری) کی خدمت انجام دیکر شاہ کی ملازمت میں داخل ہوا۔ طہران میں اوسنے انتقال کیا۔ مشہد کا جو نقشہ میکگریگر کی کتاب میں درج ہے وہ کرنیل ڈالمیج ہی کا تیار کیا ہوا تھا اور چند قران دیکر میکگریگر نے اوس سے خرید لیا تھا۔

[۵۲]۔ دیکھو "دی مرو اوسس" (گلشن مرو)۔ جلد اول۔ باب بست و نہم۔

دکھایا جاتا ہے۔ بہر حال نہ صرف ذاتی سلامتی بلکہ اپنی قوم کے نام نیک کے برقرار رکھنے کی غرض سے کسی اجنبی کا ایسی کوشش کرنا داخل حماقت ہوگا کیونکہ معلوم ہوجانے پر ضرور اوس کی قومیت پر دہبا لگے گا۔ مین خود ایک راہنما کی مدد سے جس مقام تک بازار کی چھتون پر سے ہوتا ہوا گیا وہ میرے خیال مین بست کے اندر واقع تھا جہان سے مین عمارات متبرکہ کو بخوبی دیکھہ سکتا تھا۔ اس مقام سے گوہر شاد والی مسجد جو مسجد حضرت امام رضا سے ملی ہوئی ہے اور جس کا مین اب ذکر کرنے والا ہون کوئی اسی یا سو گز ہوگی۔ اگر مجھے کوئی خاص امتیاز حاصل ہے تو وہ یہ کہ مایہ امتیاز ہے کہ جہان تک میرا علم ہے مشہد کی چاردیواری کے اندر جو پہلا انگریز ممبر پارلیمنٹ داخل ہوا وہ مین ہون[1]۔

(۴) مسجد گوہر شاد

دوسری مسجد یعنی حضرت امام رضا علیہ السلام کے عقب مین واقع ہے مگر اس کا رخ امام صاحب کی مسجد کے مقابلہ مین ترچھا ہے۔ امام صاحب کی مسجد کی طرح اس کا بھی ایک بڑا صحن ہے اور اسکے گرداگرد دو منزلہ حجرے بنے ہوئے ہین اور کاشی کے کام کے رفیع الشان ایوان اور دو بڑے غیر ملمع شدہ مگر کاشی ہی کے کام کے مینارے اسے زینت بخشتے ہین۔ اس کی دیوار خاص پر ایک کتبہ ثبت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۸۲۱ھ مین بعہد شاہرخ یہ مسجد تعمیر کیگئی۔ ایک اور کتبہ جنوبی ایوان پر درج ہے جس مین لکھا ہے

[1] اوس وقت تو مصنف صرف ممبر پارلیمنٹ ہی تھے مگر اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشہد کی چاردیواری کے اندر اگر شاہ ہندوستان کا کوئی وایسرائے کبھی داخل ہوا ہے تو وہ لارڈ کرزن ہین۔ مترجم

کہ شاہ سلطان حسین نے ۸۷۵ھ میں اسے از سر نو بنوایا۔ فریزر کے خیال میں جس نے اس مسجد کو دیکھا "یہ مسجد بلحاظ خوشنمائی اور عظمت و شان کے ایران کی تمام دوسری مساجد پر فوقیت رکھتی ہے" اور ویمبری اس کے خاص دروازے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "میں بڑی دیر کے بعد اس بات کا فیصلہ کر سکا کہ آیا میں اس دروازہ کو فضیلت دوں یا ان دو اسی نمونہ کے دروازوں کو جو میں نے سمرقند اور ہرات میں دیکھے تھے کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر یہ ایک ہی کاریگر کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہیں ہیں تو کم از کم یہ سب کے سب شاہرخ کے زمانہ میں تو ضرور تعمیر کئے گئے۔ ممکن ہے کہ مدرسہ خانم واقع سمرقند اور نیز مصلائے ہرات رفعت و شوکت کے اعتبار سے مسجد گوہر شاد کے دروازہ پر فوقیت لے گئے ہوں لیکن یہ تو میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ وہ اس سے زیادہ خوبصورت ہیں"

مسجد گوہر شاد کے بیرونی حصہ پر آج کے دن یہ تعریف پورے طور سے صادق نہیں آتی گو کہ اس کا کاشی کا کام بلاشبہ نہایت خوشنما ہے۔ اس کے گنبد پر جو امام صاحب کی مسجد کے گنبد سے زیادہ بڑا اور زیادہ اونچا ہے نیلی، سبز اور نارنجی رنگ کی اینٹوں کا کام ہے جو بعض مقامات پر سے اکھڑ گئی ہیں۔

بست کی دوسری عمارات

صحن خاص کے محرابی دروں میں سے ایک کے ذریعہ سے مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں جسے مرزا جعفر ایک متمول ایرانی سوداگر نے جس نے ہندوستان میں بہت کچھ دولت پیدا کی بنوایا تھا۔ یہ عمارت مشہد کی تیسری نہایت ہی عمدہ عمارت ہے اور عمارتی شان اور

زینت وآرایش کے لحاظ سے دونون مسجدون کی ہمسر ہے - اسکے بانی نے بہت کچھ روپیہ بھی اسکے لئے وقف کردیا ہے جو پچاس ساٹھہ ملاؤن کے مصارف کا کفیل ہوتا ہے - چاردیواری کے اندر دو کرمدرسے صحن - رہنے کے مکانات اور حمام اور نیز ایک بہت بڑا کہانے کا کمرہ ہے جہان زایرون کو حضرت کی طرف سے کہانا دیا جاتا ہے ہر نووارد کو تین دن تک مفت کہانا ملتا ہے اور اس دعوت عام پر ۳۰ من یا ۶ ½ ۹ سیر چانول روز صرف ہوتے ہین - بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اصطبل کے پانچ - و یا چھہ سو مہمان ہر روز یہان کہانا کہاتے ہین -

کتب خانۂ امام صاحب

کتب خانہ امام صاحب کے متعلق ہم خانیکاف کے مرہون منت ہین کہ اوس نے اپنی عالمانہ تحقیق سے ہمکو حسب ذیل اطلاع بہم پہونچائی - وہ بیان کرتا ہے کہ کتب خانہ کے قایم کئے جانیکی تاریخ شاہ رخ کے زمانہ سے بیشتر نہین قرار دی جاسکتی - قدیم ترین نسخہ جو اس کتب خانہ مین رکہا گیا قران مجید کا ایک نسخہ تھا - اسکے بعد شاہ عباس اور شاہ سلطان حسین نے یہان کتابین بہیجی - ۱۸۵۸ء مین خانیکاف کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے کتب خانہ کی ایک فہرست مرتب کی گئی تہی جس سے اوسے معلوم ہوا کہ کتب خانہ مین ۲۹۹۷ تصانیف ۳۶۵۴ جلدون مین تہین جن مین ۱۰۴۱ قران تہے (۱۸۹ چھپے ہوئے اور ۸۵۲ قلمی - قلمی نسخون مین سے بعض بلحاظ تقطیع وحجم وخوبی لاجواب تہے) - ۲۹۹ زایرون کے لئے کتب ادعیہ واعمال تہین - ۲۴۶ عام کتب فقہ تہین اور ۲۲۱ کتابین

صرف شیعہ عقاید کے متعلق نہین - اس بات کے معلوم ہونے سے تعجب ہوتا ہے کہ اس کتب خانہ پر جس شخص نے سب سے بڑا احسان کیا وہ نادر شاہ تھا جس نے باوجود جاہل ہونیکے اس مین چار سو قلمی نسخے رکھوائے -

خانقاہ کی آمدنی

خانقاہ کی آمدنی نقد و جنس کثیر المقدار ہے - فریزر کہتا ہے کہ خاندان صفویہ کے آخری فرمانروا شاہ سلطان حسین کے زمانہ مین اٹھاروین صدی کے شروع مین یہان کی آمدنی ھـ ،، ،، تومان تھی لیکن سنہ ۱۸۲۱ء مین اوسکا بیان ہے کہ یہان کی آمدنی اـ ،،، سے لیکر اـ صما ،، ،، تومان تک ہے (ممکن ہے کہ اس مین چھاپے کی غلطی ہوا اور اوس سے مقصود ھـ ،، سے لیکر ھـ ،، ،، تک کا ہو) - بیسٹ نے سنہ ۱۸۸۷ء مین کل آمدنی کی تعداد للعـ ،، ،، تومان ہونا بیان کی جو اوس زمانہ مین ٹـ ،، ،، پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے - جو اطلاع مجھکو ملی اوسکی رو سے اسوقت اس خانقاہ کی آمدنی ـ ،، ،، تومان (جس کے موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے معـ ½ ،، پاونڈ ہوتے ہین) اور دس ہزار خروار غلہ[1] ہے - امام صاحب کی جائداد غیر منقولہ تمام ایران مین پھیلی ہوئی ہے - اور اسکے علاوہ مکانات کاروانسراؤن - دکانون اور بازارون کی شکل مین بھی بہت سی جائداد اون کی ملک سے ہے مسجد کے چھ سو درماہہ یاب خادم ہین اور ہر ہفتہ کے لئے ایک سو کی ماموری عمل مین آتی ہے - عمارات متبرکہ کے کل عملہ کی تعداد مجتہدون - ملاؤن - متولیون - ملازمون -

---

[1] ایک خروار = ۶۴۹ پاونڈ = (۳۲۴½ سیر = ۸ من ۴½ سیر) -

نوکردن چاکردن اور دوسرے ماتحتونکو ملاکر دو ہزار ہوتی ہے۔

مشہد کی آبادی



کی مجموعی معینہ آبادی آج کے دن بھی وہی ہے جو کونولی کے زمانہ مین تھی یعنی قریبًا ۴۵۰۰۰۔ لیکن مشہد کی زندگی مین مذہبی عنصر کو جس قدر دخل ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ سال تمام مین کوئی ایک لاکھ زایر اس شہر مین داخل ہوتے ہین حالانکہ اوسط تعداد ایسے زایرین کی اس شہر مین ہر وقت ۵۰۰۰ سے لیکر ۸۰۰۰ نفوس تک ہونا بیان کی جاتی ہے۔ ان اعداد سے اور نیز جو کچھ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اوس سے بہت حد تک واضح ہو سکتا ہے کہ مجتہدین اور پیشوایان مذہب کے ہاتھ مین کیسی وسیع اور زبردست طاقت موجود ہے اور اوسے مشہد کی سیاسی حالت سے لازمی طور پر کہان تک تعلق رہے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ مشہد مختلف قومون۔ مختلف پیشون۔ مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کا مجمع ہے جو خانقاہ کے محور کے گرد گھومتا ہے۔ جس طرح مشہد کے حصہ وسطی مین متبرک چار دیواری قایم ہے اسی طرح اہل مشہد کی زندگی بھی اسی قلب سے قایم ہے جو اوہام۔ کرامت پرستی اور ریا کاری کا تیرہ اثر چارون طرف پھیلاتا ہے۔ کونولی کی اس رائے کے صائب ہونے مین کلام نہین ہو سکتا کہ "مشہد کے ملاؤن مین سے اکثر گندم نما اور جو فروش ہوتے ہین۔ جنکا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ جو لوگ امام صاحب کی درگاہ کی زیارت کو آئین اونکو جس طرح ہو سکے لوٹین مجتہد سے لیکر نانبائی تک کے ذہن مین یہی دھن سمائی ہوئی ہے اور خدام درگاہ زایرون کے روپیہ پر ہی اکتفا نہین کرتے

بلکہ امام صاحب کی درگاہ کو درست حالت مین رکہنے کے لئے جو روپیہ مخصوص ہونا چاہیے
اوس پر بھی دست تغلب دراز کرتے ہین"

خانقاہ کا انتظام

قدیم زمانہ سے خانقاہ کا انتظام ایک عہدہ دار کے ہاتھ مین چلا آیا ہے جو متولی باشی کہلاتا ہے۔ متولی باشی کے لئے لازمی نہین ہے کہ وہ طبقہ علما سے تعلق رکہتا ہو بلکہ عموماً وہ ارباب دنیا مین سے ہوتا ہے۔ اپنے عہدہ کے امتیاز کی وجہ سے متولی باشی مشہد مین اخص الخواص سمجہا جاتا ہے اور اقتدار و رسوخ کے لحاظ سے وہ گورنر خراسان سے کچھ کم نہین بلکہ اکثر اوس پر بھی فوقیت لے جاتا ہے۔ موجودہ شاہ کی طاقت کا یہ کچھ کم ثبوت نہین تھا کہ دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اوس نے اپنے بہائی رکن الدولہ کو جو میرے خراسان پہونچنے کے وقت وہان کا گورنر جنرل تہا متولی باشی کے عہدہ پر مامور کرنے سے مذہبی عنصر کو سلطنت کے انتظامی عنصر کا مطیع و محکوم بنا لیا۔ تاریخ مین یہ پہلا واقعہ تھا کہ دونون عہدون پر ایک ہی شخص کا تقرر عمل مین آیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس نسبت سے مجتہدین کی مذہبی طاقت گھٹ گئی اوسی نسبت سے فرمانروائے وقت کی سیاسی طاقت بڑہ گئی۔ اقتدار اور ناموری کے لحاظ سے متولی باشی کے بعد کمتر درجہ کے متولی ہین۔ جن مین سے بعض کی خدمت موروثی ہے اور بعض کو شاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے بعد مجتہد ہوتے ہین جنہین بہت کچھ امتیاز اور رسوخ حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتون مین شاہ کی طرف سے ان کے کچھ وظایف بھی مقرر ہوتے ہین۔ ان سب کے بعد ملاؤن کا

درجہ ہے جن کا کام یہ ہے کہ وعظ اور امامت کرین اور جو کچھ زایرون سے وصول کرسکین
اوس سے قوت بسری کرین۔ ممتاز تر مجتہدین کو نہایت درجہ مقدس خیال کیا جاتا ہے
جب وہ مسجد مین نماز پڑہنے کے لئے داخل ہوتے ہین تو بہت سے لوگ اون کے
پیچھے نماز پڑہنے کے لئے جمع ہوجاتے ہین اور وہ اپنے خالی وقت کا بہت کچھ حصہ
بلا تفریق و امتیاز جوش و خروش اور گریہ وزاری کرنے مین گزارتے ہین۔ جب مین مشہد
مین پہونچا تو مذہبی ماتم کا زمانہ تہا۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا غم
کیا جارہا تھا۔ تعزیئے نکالے جارہے تھے۔ متبرک مقامات مین لوگون کا ہجوم تھا اور
ڈھولون نقارون کے بجنے اور لوگون کے چلانے سے رات نمونہ رستخیز بن رہی تہی
انگریزی قونسل خانہ کے قریب جہان مین ٹھیرا ہوا تھا کوئی نہایت ہی خوش اعتقاد شخص
رہتا ہوگا۔ کیونکہ اوسکے شیون و بکا نے تمام مکان سر پر اُٹھا لیا۔ مجھے اوس کے رونے
اور چلانے کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آئی اور پڑا پڑا مین بہی دل مین اوسے کوستا رہا۔

چار دیواری کا رقبہ

بست کے ایک پھاٹک سے لیکر دوسرے پھاٹک تک جس زمین کا احاطہ چار دیواری
نے کر رکہا ہے۔ اوسکا رقبہ کم از کم ½ مربع میل ہوگا۔ مغربی دروازہ پر نقار خانہ قایم ہے اور
یہان سے دوسرے ایرانی دار الحکومتون کی طرح شام کے وقت ڈھول نفیری اور جہانج
کی غیر خوش آیند آواز بلند ہوا کرتی ہے۔

متعہ[له]



ازانکہ مین خانقاہ اور اوس کے زایرون کا ذکر ختم کرون اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ مشہد کی زندگی کا سب سے زیادہ عجیب و غریب پہلو وہ سامان عیش ہے جو زایرون کے لئے اونکے اثنائے قیام مشہد مین بہم پہونچایا جاتا ہے۔ زایرون کو جو دور دراز سفر اختیار کرنا پڑا ہے۔ جو مصیبتین اور صعوبتین اونہین سہنی پڑی ہین۔ جو رنج و فراق اپنے گہر اور اپنی بیوی بچون سے جدا ہونے کے باعث اونہین برداشت کرنا پڑا ہے اوسکے لحاظ سے بہ منظوری قانون مذہبی و بہ ایمائے ارباب اجتہاد اُن کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ اثنائے قیام مشہد مین عارضی نکاح سے متمتع ہولین۔ مشہد مین ایسی عورتون کی ایک کثیر اور مستقل تعداد ہے جو ہنگامی زوجیت کے لئے تیار رہتی ہین[له۲]۔ فریقین کسی ملا کے پاس جسکا ملنا دشوار نہین ہوتا چلے جاتے ہین اور اوس کی اجازت سے

له مصنف نے اس موقعہ پر لفظ "پراسیٹیوشن" استعمال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس مقام کا موضوع متعہ ہے جو اہل تشیع کے نزدیک مذہبی لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے اس لئے مین نے لفظ مزبور سے قطع نظر کرکے متعہ لکہا ہے۔ صیغہ کے معنی کے سمجہنے مین بہی مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ صیغہ سے مراد نکاح ہے نہ کہ خود وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے ایکے علاوہ متعہ ایسی چیز نہین ہے جو مشہد ہی سے مخصوص ہو جیسا کہ مصنف کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر مقام اور ہر وقت مین ہو سکتا ہے۔ مترجم

له۲ صیغہ یعنی ہنگامی زوجہ سے ایک دن سے لیکر ۹۹ برس کی مدت تک کے لئے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ عورتین پورے زمانہ کے لئے صیغہ بنائے جانے کو عقدی یعنی حقیقی زوجہ ہونے پر ترجیح دیتی ہین۔ عقدی کو اوس کا شوہر جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن صیغہ کو مدت معینہ معاہدہ سے پہلے باستثنائے اوس صورت کے جبکہ اوس سے بداعمالی سرزد ہو جدا نہین کیا جا سکتا۔ بڑے شہرون مین محدود عرصہ کے لئے جو عورتین صیغہ بنائی جاتی ہین اونہین نیم طوائف سمجہنا چاہیئے۔

معاہدہ نکاح مرتب کیا جاتا ہے جسپر فریقین کی مہریں ثبت کی جاتی ہیں۔ اور مقررہ شرح فیس کے ادا کرنے کے بعد نکاح قانونی طور سے کامل ہوجاتا ہے۔ پندرہ بیس دن یا جو کچھ بھی میعاد مقرر ہو اوس کے گزرجانے کے بعد نکاح کی مدت ختم ہوجاتی ہے۔ عارضی شوہر کسی دور دراز سرزمین میں اپنی پہلی محبوبہ کے پاس واپس چلا جاتا ہے اور عارضی زوجہ چودہ دن کی عدت کے ختم کرنے کے بعد پھر کوئی نیا شوہر ڈھونڈ لیتی ہے۔ بالفاظ دیگر عیاشی کا ایک مہتم بالشان طریقہ مذہب کی اجازت سے مشہد میں رائج ہے۔ ایشیا کے اور کسی شہر میں غالباً اتنی بدکاری نہیں ہوتی جتنی مشہد میں اور مجھے افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ جو زائر حضرت امام رضاؑ کے مزار کی دہلیز کو بوسہ دینے کے لئے بحر و بر کو طے کرتے اور مصیبتیں جھیلتے ہوئے آتے ہیں۔ اونکے دل میں اثنائے سفر میں اس خیال سے بھی کچھ کم تشفی اور تسکین نہ ہوتی ہوگی کہ مشہد میں پہونچکر ان زحمتوں کی تلافی ہوجائیگی۔ وہاں ہم خوب کھیل کھیلیں گے۔

نادر شاہ کا مقبرہ

وہ نامور فاتح نادر شاہ جس نے اس شہر کی سرپرستی کی اور اسکو مزین و آراستہ کیا ابتداءً یہیں دفن کیا گیا تھا۔ اپنے حین حیات میں اوس نے اپنے اور اپنے بیٹے رضا قلی میرزا کے لئے یہاں مقبرے بنوائے تھے جو مسجد امام صاحب اور دروازہ بالا خیابان کے مابین واقع تھے۔ اب اون کا نشان بھی باقی نہیں۔ وحشی خواجہ سرا آغا محمد خان قاچار نے جو اپنی مصیبت کے باعث اصلی کو بھولا نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی اپنے دیرینہ انتقام کی خواہش کو ان

دونون مقابر کے مسمار اور منہدم کرنے سے پورا کیا۔ نادر کی ہڈیان اوس کے حکم سے طہران لائی گئین اور اپنے دوسرے رقیب کریم خان زند کی خاک کی طرح اوس نے انہین اپنے محل کی دہلیز کے تلے گڑوا دیا تاکہ جب کبھی وہ باہر نکلے تو اوس شخص کی مٹی کو اپنے پاؤن تلے روندتا ہوا جائے جس نے اوس پر اور اوس کے خاندان پر مظالم عظیم برپا کئے تھے۔ فریزر کے زمانہ مین یہ منہدمہ عمارات مشہد مین ملبے کا ایک ڈھیر ہو رہی تھین دس سال بعد برنس نے شلغمون کا ایک کہیت اوس زمین پر اگا ہوا دیکھا جس مین فاتح ہندوستان کی لاش دفن تھی۔

مشہد مین یہودیون کی آبادی



مین ابھی تک یہودیون کے بہت سے خاندان آباد ہین گو کہ اونہین اپنے مذہبی طریقہ کے بموجب اداے عبادت کی سخت ممانعت ہے اور وہ صرف خفیہ طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہین۔ ۱۸۳۸ء مین اون کے جبرًا مسلمان بنائے جانے کی روایت مشہور ہے اور ایک سے زیادہ سیاح نے اوس کا اعادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر والف جو اس واقعہ سے پہلے اور اوسکے بعد دو دفعہ مشہد مین آیا اسے حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتا ہے "واقعہ یہ ہوا۔ ایک غریب عورت کے ہاتھ پر زخم تھا۔ کسی مسلمان طبیب نے اوسے یہ نسخہ بتایا کہ کتے کو مار کر اوس کے خون سے اپنا ہاتھ تر کرے۔ چنانچہ اوس نے ایسا ہی کیا۔ مگر دفعتًہ تمام شہر کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم لوگون نے ایسا کرنے سے ہمارے پیغمبر کی تحقیر کی ہے۔ چند لمحون مین ۳۵ یہودی مارے گئے۔ جو باقی بچے

وہ خوفزدہ ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اب وہ خفیہ طور پر پہلے سے بھی زیادہ پکے یہودی ہیں لیکن اپنے آپ کو انوشیم (مجبور کئے گئے) کہتے ہیں[1]۔

والف یہ نہیں بیان کرتا (جس سے اس عام جوش اور بلوے کے پھیلنے کی توجیہ ہوتی) کہ یہودن اور کتے کے مارے جانے کا واقعہ بدقسمتی سے اوس دن پیش آیا جبکہ مسلمان عید الضحی کا جشن منانے میں مصروف تھے[2] اوہام پرستی اور بغض و عداوت نے بڑی آسانی سے ایک ایسے واقعہ کو جس سے کسی کے دل کا ستانا مقصود نہ تھا لوگون کی نظرون مین اس صورت مین پیش کیا کہ گویا اوس کی غرض و غایت اونکے قومی مذہب کی توہین تھی اور اسی لئے فساد برپا ہو گیا۔ اوس زمانہ کے مقابلہ مین آج کل بہت کم تعصب یہان کے مسلمانون مین ہے لیکن یہودی کو اب بھی چاہیئے کہ مشہد مین اپنا طرز عمل موؤبانہ اور منکسرانہ رکھے۔

سرکاری عمارات

خانیکاف بیان کرتا ہے کہ مشہد مین چودہ مدرسے اور سولہ کاروان سرائین ہین۔ اور

---

[1] دیکھو ''نیریٹو آف مشن ٹو بخارا ان ۱۸۴۳-۱۸۴۵'' (حالات سفارت بخارا مامورہ ۱۸۴۳ء لغایت ۱۸۴۵ء) جلد اول صفحہ ۳۲۹ و جلد دوم صفحہ ۷۲۔

[2] مسلمانون کی روایت کے بموجب عید قربان کا جشن حضرت ابراہیم کی اس نیت کی یادگار مین منایا جاتا ہے کہ اونہون نے حضرت اسمعیل (نہ کہ حضرت اسحق) کو قربان کرنا چاہا تھا۔ جو جانور اس موقعہ پر قربانی کئے جاتے ہین۔ وہ مسلمانون کے عقیدے کے مطابق بہت کچھ باعث ثواب ہین اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب مسلمانون کو پل صراط پر جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہے جنت کی طرف جاتے ہوئے گزرنا پڑے گا تو یہی قربانی کے جانور

ان کے نام اور نیز تاریخ ہائے قیام بھی اوسنے گن کر بتائی ہین - جو ناظرین ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہون وہ اوس کی کتاب پڑھ کر یہ باتین دریافت کرسکتے ہین[۱]

صنعت و دستکاری



نے مشہد کی مقامی صنعت اور دستکاری کے متعلق کتابون مین بہت کچھ حالات پڑھے تھے لیکن یہان کی بنی ہوئی جو چیزین میرے دیکھنے مین آئین اونہین دیکھکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی - خریدار کے لئے یہان کے بازار سے زیادہ ناقص بازار اور کوئی ہو ہی نہین سکتا - دمشقی وضع کی تلوارون کے پھل یہان عرصہ قدیم سے بنتے ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداً اس کام کے بنانے کے لئے تیمور نے دمشق کے کچھ کاریگر یہان لاکر آباد کئے تھے لیکن چونکہ تلوارون اور پیش قبضون کے بجائے اب بندوقون اور طپنچون کا رواج ہو گیا ہے اس لئے نئی تلوارون کو کوئی نہین پوچھتا - ریشمی اور سوتی کپڑے اور مخمل یہان تیار ہوتی ہے لیکن کیفیت کے لحاظ سے بخارا کے اسی قسم کے کام کے مقابلہ مین اونہین بہت ہی ادنی درجہ حاصل ہے - شہر مین ۶۵۰ ریشم بافی اور ۳۲۰ شالبافی کے کارخانے ہین البتہ عمدہ قالینین یہان دستیاب ہوسکتی ہین خصوصاً اصلی مشرقی وضع کی قالینین جن کی بناوٹ غفت اور جن کے رنگ دیرپا ہوتے ہین اور قاین اور برجند سے آتے ہین بہم پہونچ سکتی ہین - کردی وضع کے قالین بھی اچھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۵ - اوس وقت اون کے کام آئین گے -

[۱] دیکھو "تذکرہ اقوام جنوبی حصہ علاقہ وسط ایشیا" (بزبان فرانسیسی) صفحہ ۱۰۷ -

ایک جداگانہ شان لئے ہوتی ہین لیکن اسقدر خوبصورت نہین ہوتے فقط مشہد مین قالین بافی کے چالیس کارخانے ہین - ترکمانی ثالین اور زیورات اور ہتیار سابق مین مشہد کے بازارون مین عام طور پر بکا کرتے تھے لیکن اب ان چیزون کو روسی یا تو ماوراءالنہر مین تمام و کمال خرید لیتے ہین اور یا وہ یورپ کو بھیج دی جاتی ہین - ایران مین طہران کے بعد جوہر شئے کا مرکز ہے گو کلان ترکمانون کے ڈیرون کے قریب استرآباد غالباً دوسرے درجہ پر بہترین مقام ہے جہان ترکمانی ساخت کی چیزین دستیاب ہوسکتی ہین - قدیم تاتاری بلکہ باختری سکے بھی بسا اوقات مشہد مین مل سکتے ہین - مین نے یہ خیال کیا تھا اور میرا ایسا خیال کرنا حق بجانب بھی تھا کہ چونکہ نیشاپور کی مشہور و معروف فیروزے کی کانین یہان سے اسقدر قریب ہین اس لئے یہان اس پتھر کے عمدہ عمدہ نمونے مشہد کے بازارون مین موجود ہونگے - لیکن تو فیروزے میرے دیکھنے مین آئے وہ نہایت خراب تھے - سبب یہ ہے کہ جتنے اچھے پتھر ہوتے ہین وہ کان سے نکلتے ہی خریدے گئے اور ممالک غیر مین بھیج دے جاتے ہین - جو پتھر باقی بچتے ہین وہ مشہد مین آتے ہین لیکن اون کی کیفیت اور قیمت ایسی نہین ہوتی کہ زائرون کی توجہ اپنی طرف منعطف کرے - نہ مجھے وہ پتھر کے تراشے ہوئے پیالے - بادیے - بدہنے اور دوسری قسم کے ظروف ہی پسند آئے جو ایک قدیم وضع کی خراد اور اوزارون کے ذریعہ سے ایک نرم پتھر کو جو اس نواح مین نکلتا ہے تراش کر تیار کئے جاتے ہین - اس پتھر کی دو قسمین ہین - ایک تو بھورا مائل بہ سرخی اور دوسرا نیلاہٹ لئے ہوئے خاکی رنگ کا ہوتا ہے - لیکن اگرچہ سیاحان سابق نے ان صنعتی

اشیا کی نہایت تعریف کی ہے مین نہ تو اس پتھر کی عمدگی کی قدر کرسکا جس سے یہ چیز
تیار کیجاتی ہین اور نہ خود ان چیزون کی شکل کے تناسب یا جو صنعت اون پر صرف
کی گئی تھی اوس کی داد دے سکا۔

شرح اجرت اور قیمت اشیا

مین مشہد مین آیا تو کاریگرون کی اجرت کی شرح حسب ذیل تھی۔ بڑھئی ۴۔
قران یعنی ایک شلنگ ۹ پنس (عہ) یومیہ۔ راج ۲ قران۔ لوہار ۱½ قران۔ عام مزدور
ایک قران۔ روٹی کی قیمت ۱ پنس (۱ر) فی سیر اور بکری کے گوشت کی ۲¾ پنس (۵ر) فی سیر
تھی مرغیان جو کوہستان مین ۳½ پنس (۳ر) کو ملتی تھین یہان ۷ پنس (۷ر) مین
ہوتی ہین۔ گیہون کی قیمت ۷ سیر کے لئے ۶ پنس (۶ر) تھی اور جو کی ۴ پنس
کسیقدر کم۔

بینک اور روپیہ قرض ملنے کی سبیل

اس شہر مین ۴۴ اخانگی حیثیت کے ساہوکار یعنی سود خوار ہین اور ان سب کا
سرمایہ ۹۳۱۰۰۰ تومان یعنی ۲۶۶۰۰۰ پاؤنڈ ہوگا۔ ان مین سے صرف دو
دس لاکھ تومان (۲۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ تین ایسے تھے جنکا سرمایہ پچاس ہزار
(۱۴۲۸۵ پاؤنڈ) تھا اور دو کا سرمایہ تینتیس ہزار (۸۵۷۰ پاؤنڈ) تھا۔ باقی کم
کے ساہوکار تھے طہران کے "نیو اورینٹل بینک" کا ایک ایجنٹ مشہد میں
لیکن چونکہ اس بینک نے اپنا کام ایران کے نئے "امپیریل بینک" سے

کردیا اس لئے امپیریل بینک خراسان مین قایم ہوگیا ہے جہان اوسکے لئے ایک وسیع میدان کھلا پڑا ہے۔ مشہد مین روس کے بہت سے روبل (ایک روسی سکہ) کے نوٹ۔ (ان کی تعداد ۲۰۰۰۰ بیان کی جاتی ہے) زیر رواج تھے۔ انگریزی ساورن کی قیمت ۳ توان اور ۲½ قران یعنی اوسط شرح تبادلہ کے حساب سے ۱۹ شلنگ چھ پنس تھی۔ ہندوستان کا روپیہ یہان اپنی پوری قیمت پر یعنی ۱ شلنگ ۵ پنس مین چلتا تھا۔[۱]

گورنر جنرل مشہد کی ملاقات

اثنائے قیام مشہد مین مین خراسان کے گورنر جنرل سے ملا۔ جیسا کہ مین اوپر ایسا ہی کرچکا ہون یہ اعلیٰ عہدہ دار شاہ کے دو بھائیون مین سے جو بقید حیات موجود ہین سے اسقد ہے۔ اوس کا نام محمد تقی مرزا اور اوس کا خطاب رکن الدولہ ہے اور وہ اسوقت تک موجود نہ گورنر جنرلی کی خدمت پر مامور ہوا تھا۔ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ مین کچھ کچھ عرصے کے بعد وہ اس خدمت پر متعین رہ چکا تھا اور بیچ مین کبھی کبھی کسی دوسرے عہدے دار کے جاتے شاہ کی نظرون مین چڑھ جانے یا زیادہ رشوت دے سکنے کے باعث ہٹا بھی دیا گیا تھا۔[۲] اوس کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ وہ ایک نرم مزاج اور کمزور دل کا شخص ہے

[۱] ہوم سال اور تجارت کی سیاسی رپورٹ نشان ۷۵۳ بابت ۱۸۹۰ء۔

[۲] وضع کی حال رواں (۱۸۹۱ء) کے موسم بہار مین رکن الدولہ کو خدمت گورنری سے پھر ہٹا دیا گیا جسکی تجارت بیان کی جاتی ہے کہ اوسے روسیون کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوس کی جگہ فتح اللہ خان صاحب نیلاہی جو سابق مین ظل السلطان کے ماتحت فارس کا گورنر تھا مقرر ہوا ہے۔

اور شاہی خاندان کا شیوۂ کفایت شعاری روس کے حصہ مین بھی آیا ہے لیکن سیاسی امور مین وہ دنیا سازی سے کام لیتا ہے۔ البتہ اوسکے مشیر خاص کی ہمدردی علی الاعلان روسیون کے ساتھ تھی۔

ارک



رک یا قلعہ جس مین گورنر جنرل رہتا ہے شہر کے جنوبی و مغربی حصہ مین واقع ہے اور ایک وسیع میدان شہر کے اور اسکے درمیان حائل ہے۔ ارک کے گرداگرد پست دیوارون اور برجون کا ایک حصار کھنچا ہوا ہے اور دو برجون کے درمیان ایک پھاٹک مین سے جسکے اوپر شیر و آفتاب کا ایک دھندلا سا مضحکہ انگیز نقش نظر آرہا تھا ہم اندر داخل ہوئے اور ایک لمبی ڈاٹ کی چھت کی گلی مین سے گذرتے ہوئے ایک وسیع صحن مین پہونچے یہان ہم گھوڑے سے اُترے اور ایک کثیف چہار دیواری مین سے ہو
ہوئے جس مین پودون کی پریشان کیاریان تھین ہم ایک چھوٹے اندرونی ص
داخل ہوئے جہان بہت سے ملازمین اور خدام کھڑے ہوئے تھے جو ہمکو ایک
مین جو دوسرے سرے پر تھا لے گئے۔

رکن الدولہ کے ساتھ میری گفتگو

یہان گورنر ہم سے ملنے کے لیے بڑھا۔ وہ پست قد اور بہت ہی جسیم ہے لیک
چہرہ سے ہر دلعزیزی کے آثار پائے جاتے ہین اور گوشہ سے اوس کی شک
اتی تاہم نسل تھا ... متناسب خال و خط سے آراستہ ہے۔ اوسکے سر کے بال تو

تھے لیکن اوس کی ڈاڑہی کی کہونٹیان سفید تھین سر پر وہ برے کی کہال کی کلاہ پہنے تہا اور اوس کا باقی کا لباس کشادہ دامن والے معمولی سیاہ کوٹ اور ایران کے امرا کی پتلون پر مشتمل تہا اوس کے ہاتہون مین سفید سوتی دستانے تہے اور خوش اخلاقی کے طور پر اوس نے اپنے ہاتہون کو اپنے سینے پر آڑا جوڑ رکھا تھا۔

ہماری گفتگو کچھ بہت زیادہ دلچسپ نہ تھی کیونکہ گورنر نے صرف اخلاق آمیز رسمی جوابات پر اکتفا کی۔ جب مین نے اوس سے دریافت کیا کہ آیا آپ کے خیال مین ریلونکا ایران مین قایم کیا جانا قرین احتمال ہے۔ تو اوس نے یہ مبہم سا جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالے ریل کے سلسلون کا ایران مین قایم ہونا ممکن ہے اون کے متعلق اوس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ظن غالب یہ ہے کہ طہران سے قم تک سب سے پہلے ریل کا سلسلہ قایم کیا جائیگا اوس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے صوبہ کی معدنی پیداوار بہت بڑی ہے جو غالباً صحیح ہو سونے۔ چاندی۔ سیسے۔ تانبے اور کوئلے پر مشتمل ہے۔ جب مین نے اوس سے یہ دریافت کیا کہ آیا خلایق عامہ کو یہ بات معلوم ہے کہ شاہ نے حال مین یوروپ کا جو سفر اختیار کیا ہے اوس کے اثنا مین یوروپ نے اور بالخصوص انگلستان نے اوسکا استقبال کس طرح پر کیا تو اوس نے یہ جواب دیا۔ "عوام الناس کو یہ حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہین۔ صرف عہدہ دارون اور اعلی طبقہ کے لوگون کو اس کی کیفیت معلوم ہے۔ طہران مین تین اخبار شایع ہوتے ہین اور ان مین سے ایک کی سو کاپیان ہر ہفتہ مشہد مین آتی ہین۔ بعد مین جب شاہ کا سفرنامہ شایع ہوگا تو لوگ پڑہین گے اور اوسوقت اون کو سب حال معلوم

ہوجائیگا"

رکن الدولہ کی ملاقات سے مجھہ پر جو اثر ہوا وہ اوس اثر سے مختلف نہ تھا جو متعدد ایرانی اعیان سلطنت کی گفتگو سے جن سے بعد مین مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میرے دل پر پڑا اور وہ یہ کہ اگرچہ اعیان موصوف مجرد طور پر اپنے ملک کی اندرونی ترقی اور فلاح کے متمنی ہین - لیکن عملی طور سے اس مقصد کی تکمیل کے لئے بالکل کوئی کوشش نہین کرتے اور جس حالت مین ہین اوسی مین خوش ہین -

فوج متعینہ مشہد

اگلے باب مین مین صوبہ خراسان کی فوجی طاقت کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرون گا - فی الحال مین صرف اوس فوج کا ذکر کرتا ہون جو مشہد مین ہے یہان تین پیدل پلٹنین آٹھہ آٹھہ سو جوانون کی متعین ہین جو بالعموم صوبہ آذربایجان کے ترکی صوبہ سے بھرتی کی جاتی ہین - اس احتیاط کا مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ فوج والون اور شہر کے لوگون مین رابطہ اتحاد قایم ہونے نہ پائے - بیان کیا جاتا ہے کہ ارک مین بیس ہلکی توپین موجود ہین - لیکن چونکہ وہ کبھی باہر نہین لائی جاتین اور توپچی اون کے چلانے کی کبھی مشق نہین کرتے اور توپخانہ کے گھوڑون سے بھی ان کے متعلق کبھی کام نہین لیا جاتا اسلئے حقیقی جنگ مین غالباً یہ توپخانہ زیادہ مہیب نہ ثابت ہوگا -

مشہد دول خارجہ کے قونسل

صرف دو طاقتون کے وکیل مشہد مین متعین ہین اور وہ طاقتین برطانیہ کلان اور روس

ہین اور ظاہر ہے کہ انہین دو نون طاقتون کو یہان وکیل رکہنے کی ضرورت بھی ہے۔ جو واقعات برطانوی اور روسی قونسلون کے یہان مقرر کئے جانے کا باعث ہوئے اور جو میرے مشہد پہونچنے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ظہور مین آئے ایسے نہین کہ اون کا یہان ذکر نہ کیا جائے۔ اوّل اوّل روس نے ۱۸۸۸ء کے آخری حصّہ مین اس بارہ مین تحریک کی ۱۸۸۱ء کے عہدنامۂ اتال وخراسان کے ساتوین فقرے کی رو سے اوسکو ایران کی سرحدی چوکیون پر وکیل متعین کرنے کا استحقاق حاصل تہا[۱]۔ لیکن اس عہدنامہ مین کسی قونسل یا قونسل جنرل کے تقرر کا ذکر نہ تھا۔ مشہد کو کسی ممکن الوقوع صورت مین سرحدی مقام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا اور ترکمانون کے جھگڑے سے اوس کا بعید ترین تعلق بھی نہ تھا۔ اسکے علاوہ شاہ اس امر کا خاص طور سے مخالف تہا کہ خراسان کے مذہبی دارالحکومت مین کوئی ایسی دست اندازی کی جائے۔ روس اور برطانیہ کلان دونون ایک عرصہ دراز سے یہان دیسی مختار مقرر کر رہے تھے مگر جو انگریزی عہدہ دار مثلاً جنرل مکلین اور کرنیل اسٹوارٹ بطور خاص اس سرزمین مین سیاسی خدمت پر مامور کئے گئے وہ کسی دوسری جگہ سکونت رکہتے تہے یا اپنا مستقر ایک جگہ سے دوسری جگہہ بدلتے رہتے تہے اور کبھی مستقل طور پر

[۱] یہ فقرہ حسب ذیل ہے:۔ اس عہدنامہ کی شرائط کی پابندی اور تعمیل کے لحاظ سے اور اس غرض سے کہ جو ترکمان سرحد ایران پر رہتے ہین اون کے چال چلن کی نگرانی کی جائے ہز میجسٹی شہنشاہ روس کی گورنمنٹ کو ایران کی تمام سرحدی چوکیون کے لئے وکیلون کے نامزد کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اون تمام معاملات اخیلی جو فریقین معاہد کے مقبوضات سے ملے ہوئے اضلاع مین امن وآسایش کے قیام کے متعلق ہون۔ وکلائے متعینہ روسی اور ایرانی حکام کے باہمی تعلقات کا واسطہ ہون گے۔

مشہد مین نہ رہے تہے کیونکہ اونہین ہمیشہ یہ یقین دلایا جاتا رہا کہ یہان رہنے مین اونہین جان کا خوف ہوگا۔

موسولساف کا تقرر



روس نے کچھ عرصہ سے فیصلہ کرلیا تھا کہ اوس کی اغراض متعلقہ خراسان اس امر کی مقتضی ہین کہ مشہد مین اوس کا ایک وکیل سرکاری طور سے رہے ۔چنانچہ زار نے موسولساف روسی قونسل متعینہ رشت کو جو ایران کے سیاسی مسائل کو اچھی طرح سمجھنے کی وجہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر خیال کیا جاتا ہے مشہد کا قونسل جنرل نامزد کیا اور شاہ کو اطلاع دیگئی کہ اوسے اس تقرر کی نسبت اپنی منظوری دینی ہوگی ۔یہ تحکمانہ طرز عمل شاہ کو نہایت ناگوار گذرا اور کچھ عرصہ تک منظوری نہین دی گئی ۔لیکن روس کی طاقت شمال طرف اس درجہ مستحکم ہے کہ جن تجاویز کو وہ معرض عمل مین لانا چاہے اون کی زیادہ عرصہ تک یا حقیقی طور پر مدافعت کرنا ایران کے لئے نہایت خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ کچھہ توقف کے بعد منظوری دی گئی اور ۱۸۸۹ع کے موسم بہار مین موسولساف کی ماموری مشہد مین عمل مین آئی ۔جب ایک دفعہ روسیون کے ساتھہ ایسی رعایت عمل مین لائی گئی تو انگریزون کو بھی اوس سے متمتع ہونے سے روکا نہین جاسکتا تھا۔ غرضکہ جرنیل مکلین جو کچھہ مدت سے افغانی و ایرانی سرحد پر گورنمنٹ ہند کی سیاسی وکالت نہایت قابلیت سے انجام دے رہا تھا ساتھہ ہی مشہد کا قونسل جنرل مقرر ہوا اور اپنی خدمت پر اپنے روسی ہم عہدہ معاون سے کچھہ عرصہ پہلے پہونچکر اوس محدود سیاسی جماعت کا رکن رکین قرار پایا جو خراسان

کے دار الحکومت مین اسطور سے وجود پذیر ہوئی تھی۔

روسی قونسل خانہ



رنمنٹ روس کچھہ عرصہ سے اس موقعہ کے لئے تیاریان کر رہی تھی جو دیسی ایجنٹ کی طرف سے یہان مامور تھا اوسے رہنے کے لئے ایک وسیع مکان جسکے حوالی کشادہ تھے اور جو شہر کے ایک عمدہ حصہ مین واقع تھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس عمارت مین جو ایک بڑے شہنشاہ کے وکیل کے سرکاری مکان ہونے کے لئے بالکل موزون تھی موسیو لساف فوراً چلا آیا۔ اور روسی پرچم اوسکے دروازے پر لہرانے لگا۔ چار روسی …ک اور ایرانی فوج کے کچھہ سپاہی جو گورنمنٹ ایران کی طرف سے دونون قونسلون کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے تھے باہر جاتے وقت قونسل کے آگے آگے چلتے تھے اور مشہد کے لوگ جن کا مذہبی تعصب بالکل سلبی ثابت ہوا بہت جلد اس غیر عنصر کے جو اس فوجی شان کے ساتھہ شہر مین نکلتا تھا عادی ہوگئے۔ اس مین ذرا شک نہین کہ ایک لایق روسی افسر کے عملہ کے ساتھہ موجود ہونے اور وسیع حوالی اور ایک شاندار عمارت کی وجہ سے جو اثر لوگون کے دلون پر پڑا ہوگا اوس سے ضرور ہے کہ مشہد مین روسیون کا رسوخ بہت کچھہ بڑھ گیا ہو اور گو اس رسوخ کو بعض دفعہ شاہانہ اور فوری تحکم کے ساتھہ عمل مین لایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اس سے اس رسوخ مین باعتبار شدید الکیفیت ہونے کے کوئی فرق نہین آتا۔ مشہد مین ایک زبردست روسی وکیل کا موجود ہونا گویا اوس بڑی طاقت کی محسوس علامت ہے جسکے نقل وحرکت اور منصوبون کے متعلق مشرق کی

ہر بازار مین گفتگو ہوا کرتی ہے اور جس کا ہر وقت بڑھنے والا سایہ جسے ویسی لوگ بیخودی کے عالم مین سر تسلیم خم کئے ہوئے دیکھتے ہین ایک گرجنے والے بادل کی طرح افق کی طرف سے بڑھتا ہوا ملک پر چھا رہا ہے۔

انگریزی قونسل خانہ



خبار "ٹائمس" کو جو مراسلات مین نے بھیجے اون مین سے ایک مین حسب ذیل تحریر مندرج تھی: "افسوس ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ اپنے مختار کے رہنے کے لئے ایسی طرح کا شاندار مکان تیار نہین کرسکی۔ اس ضرورت کے لئے روس کی طرح انگلستان نے پہلے سے تیاری نہ کر رکھی تھی اور جس عمارت پر اب برطانوی قونسل خانہ کی علامت ثبت ہے اور انگریزی پھریرا اڑتا ہے اوس کی ظاہری شان ایسی نہین کہ اپنے مکین کے رتبہ اور امتیاز کا کچھ بھی ثبوت دے سکے۔ یہ امر نہایت ہی باعث ذلت ہے کہ برطانوی قونسل جنرل ایسے پست اور تباہ حال مکان مین بود و باش رکھے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنے سفیر کی شان اور حیثیت کے موافق فوراً کسی ایسے مکان کا انتظام کرے جس سے یہان کے لوگون کے دلون مین ایک عظیم الشان اور دولتمند طاقت کا رعب بیٹھ سکے۔"

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ اس بارہ مین گورنمنٹ میری ہم خیال نکلی اور اوسنے ایک معتدبہ رقم کی منظوری اس غرض سے دی کہ ایک قطعۂ زمین خرید کر اوس پر ایسی عمارت قایم کی جائے جو برطانیہ کلان کی عظمت و شان کے شایان ہو۔ جنرل میکلین جسنے خراسان مین برطانیہ کلان کی وکالت کی خدمت نہایت قابلیت سے انجام دی ہے

اوس کا پہلے پہل ۔ . . اکہ شہر پناہ کے باہر ایک شاداب اور سیر حاصل باغ جس کا رقبہ تقریباً تیس ۔ . . لیکن جو اطلاع مجھے سب سے بعد مین ملی وہ یہ ہے کہ یہ خیال ترک کردیا گیا ہے اور غالباً شہر ہی مین کوئی قطعہ آراضی خرید لیا جائیگا۔

اراکین و تقررات

طانوی سفارت کے اراکین نظام سفارت کے پوری طرح سے ترکیب پاجانے کے بعد (کیونکہ ابھی تک اوس کی حالت ابتدائی ہے) قونسل جنرل۔ اوس کا مددگار اور ایک نائب قونسل ہون گے ہندوستانی فوج "رگائڈس" مین سے دو سارجنٹ اور تین سپاہی پہرے کے لئے خانگی طور پر مامور کئے گئے ہین ان کی خوشنما وردی اور خوش آیند وضع سے دیکھنے وا . . . واہ مخواہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ایران کی طرف سے ایک سارجنٹ اور چھہ جوان سرکاری طور پر پہرے کیلئے متعین ہین۔ انگریزی قونسل خانہ سے ۲۲ ترکمان سوارون کا ایک دستہ بھی متعلق ہے۔ یہ ترکمان پنجدہ کے قبیلہ سارق سے تعلق رکھتے ہین اور اوسوقت سے جب کہ سرحد افغانستان کا شروع شروع مین جھگڑا ہوا یہ انگریزونکے ساتھہ ہین ا . . . مشہد اور ہرات کے درمیان خانگی ڈاک لے جانے پر مامور ہین اس ڈاک کا سلسلہ ہرات مین امیر افغانستان کی ڈاک سے جاملتا ہے

حاشیہ صفحہ ۳۵۶ - جنرل مکلین اب اپنی خدمت سے سبکدوش کیا جاچکا ہے (۱۸۹۱ء) اور اوس کی جگہ مشہد کا قونسل جنرل مسٹر نے الیاس مقرر ہوکر آیا ہے جو ہندوستان کی سول سروس (طبقہ ملازمت ملکی) مین نہایت ممتاز اور سربرآوردہ ہے۔

اگر امیر افغانستان اپنے ممالک محروسہ کے شمالی حصون مین ہو تو بعض دفعہ ویسرائے کشور ہند کا کوئی ضروری مراسلہ نہایت آسانی اور سرعت کے ساتھ اس دور کے راستہ سے اوسکے پاس بہیج دیا جاتا ہے۔ جب ایک شاندار اور موزون حوالی کی عمارت تیار ہو جائیگی تو برطانوی قونسل جنرل جو گورنر جنرل ہند کا ایجنٹ بھی ہے اس اعانت اور تائید کی وجہ سے اپنی شان اور ہیئت ایسی رکھہ سکے گا جو اوس طاقت ذوالریاستین کی رفعت وعظمت کے شایان ہو گی جس کا وہ مختار ہے اور جو ایسے ملک مین اور ایسے لوگون کے لئے لوازم سی ہے جن کی نظرون مین آداب ظاہری اور نمایش کو گویا حصول نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

قونصلون کی کارروائی



تو مشہد مین دونون طاقتون کی ظاہری سیاسی حیثیت کا حال ہے۔ اب مین اُن کثیر التعداد انتظامی کارروائیون کا ذکر کرتا ہون جو دونون قونصلون کو انجام دینی پڑتی ہین کیونکہ روس اور برطانیہ دونون کی صدہا رعایا کو مشہد مین تجارتی اغراض سے آنا پڑتا ہے۔ رعایاے برطانیہ جو یہان آتے ہین زیادہ تر ہندو اور چند کشمیری ہوتے ہین جو بمبئی سے براہ بندر عباس یہان تجارتی مال لاتے ہین یا بعض دفعہ وہ افغان یا ایرانی ہوتے ہین جو انگریزی رعایا ہو گئے ہین۔ جو افغان مشہد مین آتے ہین وہ اون حقوق سے جو انگریزی رعایا کو حاصل ہین مستفید ہونے کے لئے اپنی پوری رضامندی کا اظہار کرتے ہین حالانکہ امیر اپنے علاقہ مین بہ تقاضاے نخوت وغرور کسی ایسے حق کے تسلیم کئے جانے کا ہرگز روادار نہین۔ خراسان مین روس کی رعایا ارمنی۔ قاف کے مسلمان۔ ترکمان۔ ماوراءالنہر کے

باشندے - سمرقند اور بخارا ئی ہین - ان رعایا کے نامون کے درج رجسٹر کرنے اور اون کے کاروبار مین اونھین عاجل مدد دینے مین روسیون کو اپنے طریقہ پروانۂ راہداری کی وجہ سے بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ اس طریقہ کے ذریعہ سے درخواست گزار کا تشخص - قومیت اور رعایا دی فوراً دریافت ہوسکتے ہین - انگریزون نے اس نہایت ہی مفید طریقہ کو کبھی اختیار نہین کیا اور اس لئے جن اشخاص کو انگریزی ظل حمایت مین ہونے کا دعوی ہو اون کے دعاوی کی حقیقت کی تحقیق مین بہت کچھ وقت اور محنت صرف کرنی پڑتی ہے اور پھر کبھی بسا اوقات ایرانی حکام کو اوس پر اعتراض ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے بہت دیر کے بعد اس کا تصفیہ اون کے حق مین ہوتا ہے - پس ان مشکلات اور دقتون کے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ کم از کم ایران مین پروانۂ راہداری کے طریقہ کے رواج دئے جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے[۵۱] - مین یقین کرتا ہون کہ گورنمنٹ ایران اس کو نہایت ہی پسند کرے گی -

طوس

مشہد کے نواح مین بہت کم مقامات دیکھے جانے کے قابل ہین - خواجہ ربیع کی مسجد کا ذکر مین پیشتر کرچکا ہون مصلا جو ابتدائ ۱۶۹۹ء مین عید قربان کی تقریب کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور جس کی نسبت میگگریگر بیان کرتا ہے کہ شہر کے حوالی مین اگر کوئی کھنڈر دیکھنے

۵۱ مین نے سنا ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے افغانون کو یہ اجازت دیدی ہے کہ ایرانی عہدہ دارون کی وساطت سے روسی پروانۂ راہداری لے لیا کرین - مگر مین اس اجازت کو نہ تو حق بجانب ہی کہہ سکتا ہون اور نہ اس کی کوئی توجیہہ ہی کرسکتا ہون -

کے قابل ہے تو یہ ہے۔ اب بالکل برباد ہو جانے کے باعث ایسا نہین رہا کہ اوسکو دیکھا جائے۔ البتہ ممکن ہے کہ سیاحون کو یہ شوق دامنگیر ہو کہ گھوڑے پر سوار ہو کر طوس کے کہنڈرون کی جا کر سیر کرآئین جو مشہد سے پہلے شمالی و مغربی سمت مین پندرہ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ ایرانی روایات اس شہر کی قدامت۔ تاریخ اور انقلابات سے جو کسی زمانہ مین مشہور تھا معمور ہین۔ موجودہ کہنڈرون سے جو واضح اور نمایان ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون کا بنایا ہوا فصیل دار شہر تھا جسکا دور قریبًا چار میل ہو گا۔ اِسکے شمالی و مشرقی گوشہ مین ایک ارک یا حصار وسطی کے آثار پائے جاتے ہین۔ وسط مین ایک وسیع گنبد دار عمارت ہے۔ جو بلا شبہ کسی زمانہ مین مسجد ہو گی۔ مگر اب نقارہ خانہ کے نام سے مشہور ہے اوڈونوون نے جس نے اِن کہنڈروان کو بغور دیکھا ہے اور اونکا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے غلطی سے اس عمارت کو مشہور و معروف قومی شاعر فردوسی کا مقبرہ سمجھا ہے[۱]۔ بلکہ اوسکی تابوت تک کا پتہ چلایا ہے[۲]۔ فردوسی کا مرقد اصل مین ایک گمنام سی عمارت کے تلے جو ستر سال پہلے نظر آتی تھی مگر اوڈونوون کے سفر کے وقت اوس کا نشان بالکل معدوم

---

[۱] فردوسی کو جو سنہ ۹۴۰ء کے قریب پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۲۱ء مین انتقال کر گیا محمود غزنوی نے تاریخ ایران نظم مین لکھنے پر مامور کیا تھا چنانچہ اوس نے شاہنامہ لکھا جس مین ساٹھ ہزار بیت بزبان پہلوی درج ہین اور ان مین صرف دو عربی الفاظ پائے جاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین زبان مروجہ کے ہر تین لفظون مین دو عربی یعنی غیر ایرانی الاصل لفظ ہوتے تھے۔

[۲] دیکھو " دی مرو اوسس " (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۱۴ ۔ الی ۔ ۱۶ ۔ اور اسس کا مقابلہ خانیکات کی تصنیف کے صفحات ۱۰۹ و ۳۱ ۔ الی ۔ ۱۱۰ ۔ سے بھی کرو۔

ہو گیا تہا اور گیہون کے ایک کہیت سے کوئی زیادہ ممتاز یادگار روس پر پہر قدیم نہیت لی گئی

تار برقی

کہ مین سابق مین ذکر کر چکا ہون مشہد شمال کی طرف قلات نادری سے اور شمال و مغرب کی طرف کوچان و بجنورد سے بذریعہ تار برقی ملا ہوا ہے۔ قلات سے تار برقی کا ایک سلسلہ ورگز تک گیا ہے۔ اسکے علاوہ مشہد سے سرخس کی سرحدی چوکی تک جو روسی سرحد پر واقع ہے اکہرے تار کی ایک شاخ قایم ہے مگر یہ تار اکثر ٹوٹتا رہتا ہے اور اسلئے دارالسلطنت اور سرخس کے تعلقات پیغام رسانی کا سلسلہ منقطع ہوتا رہتا ہے۔ یہ سلسلہ سال روان (سن ۱۸۹۱ع) مین دریائے تجند کے دوسرے کنارے پر روسی سرخس سے جا کر ملا دیا گیا ہے۔ جہان روس کی فوجی چہاونی قایم ہے اور دونون تارون کا مقام اتصال دریائے تجند کی تہ سے ہے اس سے مشہد کا تعلق تار برقی عاشق آباد اور مرو کے ساتھ قایم ہو جاتا ہے جو روسی ترقی کا مزید ثبوت ہے۔ فی الحال مشہد اور جنوبی علاقہ کے درمیان تار قایم نہین ہے مگر اس تجویز پر بحث کی جا رہی ہے کہ دارالسلطنت کو برجند سے بذریعہ ایک سلسلہ تار برقی ملا دیا جائے۔ طہران اور مشہد کے درمیان ۵۷۰ میل لمبا جو خاص سلسلہ تار برقی قایم ہے اوسکی راہ مین نیشاپور۔ سبزوار اور شاہ رود پڑتے ہین۔ اگرچہ اسکا تعلق گورنمنٹ ایران سے ہے لیکن اس کے مصارف اور نیز اس کا انتظام انڈو یورپین ٹیلیگراف ڈپارٹمنٹ سے متعلق ہین جسکی طرف سے ایک مہتمم شاہ رود مین اور دو تار منشی طہران مین متعین ہین۔ اس سلسلہ تار برقی کی ضروریات کے لحاظ سے یہ عملہ بالکل ناکافی ہے اور

تار مہینے مین کئی کئی دن تک ٹوٹا رہتا ہے۔ اوّل اوّل اہل ایران نے تار کے دفترون کو بست کی طرح مقدس خیال کیا اور کئی واقعات مشہد اور دوسرے مقامات مین ایسے پیش آئے ہین کہ ستم رسیدون اور مفرورون نے ان دفاتر مین آ پناہ لی۔ اس خیال کی علت غائی یہ تھی کہ تار کا سلسلہ شاہ کے محل واقع طہران سے سیدھا آتا ہے اور اسلئے اون مکانات مین جو بذریعہ تار شاہ کے محل سے ملے ہوئے ہین۔ امان طلب کی جا سکتی ہے۔

اجنبیون کے ساتھہ برتاؤ کا طرز

تمہ پر مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اہل یوروپ اور عیسائیون کو جس متعصبانہ عداوت کی نظر سے دیکھنے کے لیے مشہد ہمیشہ سے مشہور چلا آیا تھا اب وہ بالکل رفع ہو گئی یہ سچ ہے کہ حکام کے مشورے سے ابھی تک احتیاط عمل مین لائی جاتی ہے اور مشہد کے یورپین رہنے والون کے لئے یہ امر نہایت ہی تکلیف دہ تھا کہ شہر مین گھوڑے پر سوار جاتے وقت آگے اور پیچھے سوارون کا ایک دستہ حفاظت کے لیے ہ تھا۔ اس سے شتر بے مہار کی طرح ہر کوچہ و برزن کی دیکھہ بہال کرنے کی اوس خواہش کا امتناع ہوتا ہے جو یورپین سیاحون کی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن جو اہل مشرق کے خودداری اور متانت کے خیالات سے اس درجہ مختلف ہے۔ مین آٹھہ دن تک مشہد مین رہا اور ہمیشہ گھوڑے پر آتا جاتا رہا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر مین چاہتا تو جہان میری مرضی ہوتی بلا روک ٹوک کے پیدل بھی آ جا سکتا اور چند سال کے عرصہ مین یورپینون سے لوگون کی نگاہین یہان بھی ایسی ہی آشنا ہو جائینگی جیسی کہ بخارا کی گلیون یا اصفہان

کے بازارون مین۔

مشہد سے دوسرے راستے

سے سرخس (براہ عک دربند ویل خاتون - ۹۶ میل)۔ سر اے برنس (۱۸۳۲ء) "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا)۔ جلد سوم۔ صفحات ۵۶ - الی - ۶۵ + کپتان آنریبل - جی نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد چہل وششم۔ صفحہ ۱۴۶ (۱۸۷۶ء) + سر سی - میکگریگر (۱۸۷۵ء) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱ - الی - ۳۰ +

مشہد سے ہرات (دو رستے۔ سب سے زیادہ معروف رستہ براہ تربت شیخ جام و غوریان ہے۔ فاصلہ ۲۲۰ میل)۔ جے۔ بی فریزر (۱۸۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ صفحات ۱۱۸ و ۱۱۹ + لفٹنٹ - اے - کونولی (۱۸۳۰ء) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول۔ باب دوازدہم + جے - پی - فیریر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ باب دہم وسی ویکم + کپتان کلاڈ - کلارک (۱۸۵۷ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد سی ویکم صفحات ۴۵ - الی - ۴۷ + ایچ سی - مارش (۱۸۷۲ء) "رایڈ تھرو اسلام" (سفر دنیاے اسلام بسواری اسپ)۔ صفحات ۱۱۳ - الی - ۱۳۱ + سر سی - میکگریگر (۱۸۷۵ء)۔ "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول باب ہشتم و نہم +

مشہد سے سیستان - (براہ تربت حیدری - باجستان - برجند و لاشش جوین)۔

ڈاکٹر - ایف - فاربس (۱۸۴۱ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" جلد چہاردہم (۱۸۴۴ء) + کرنل - ایون - اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول - صفحات ۳۲۴ - الی - ۳۵۶ - وضمیمہ - ڈی + ڈاکٹر - ایچ - ڈبلیو - بیلیو - (۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) باب نہم و دہم + سر - ایف - گولڈاسمڈ (۱۸۷۲ء) "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائیٹی" جلد چہل و سوم صفحہ ۶۵ (۱۸۷۳ء) -

مشہد سے کاہکا - (ماوراء النہری ریلوے - براہ - سنگبیات - چکساری - چار کوئی وکارده) - میکس وان - براسکووٹز (۱۸۸۸ء) - "وام نیوا سٹرند نیچ سمرقند" (بزبان جرمنی) باب سوم - صفحہ ۵ +

مشہد سے دوشک (بماوراء النہری ریلوے براہ - کان گوشہ - خانی بست - منیسار حنظل آباد - درہ تمورا - چاچا و قراتیغان) - (ذاتی اطلاع)

دوسرے رستون کے لئے جو نقشہ مین تو درج ہین لیکن اون کی تفصیل نہین دی گئی دیکھو تصنیف میگگریگر - جلد دوم ضمیمہ دوم -



آٹھواں باب

خراسان کے سیاسی و تجارتی حالات

دیکھو آتا ہے یہہ دریا کیسا لہراتا ہوا — میرے کھیتوں اور بینوں پر تمّ ڈہاتا ہوا

بن گیا اس کے عمل سے اک عظیم الشان ہلال — پھیلتا۔ اُٹھتا۔ ابھرتا اور خم کھاتا ہوا

شیکسپیر۔ ہنری رابع۔ حصہ اول۔ تیسرا ایکٹ۔ چوتھا سین۔

+ خراسان کے حالات مین تصانیف مندرجہ باب پنجم ششم و ہفتم کے علاوہ جو کتابین لکھی گئی ہین وہ حسب ذیل ہین:- "جاگرفیکل میمائر آف دی پرشین امپائر" (سلطنت ایران کا جغرافی تذکرہ) مصنفہ سر جے میکڈانلڈ کنیر (سنہ ۱۸۱۳ء) + "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رائل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد ہشتم صفحہ ۲۰۸ (بابت سنہ ۱۸۳۸ء) مرقومہ جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۴۱ء) جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ مرقومہ سار جنٹ گبنس (سنہ ۱۸۳۱-۳۲ء) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (بابت سنہ ۱۸۶۱ء) جلد سی و یکم صفحہ ۳۷ مرقومہ کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء) "ایسٹرن پرشیا اینڈ دی ہرات ٹرٹیری" (مشرقی ایران علاقہ ہرات) بزبان روسی بمقام سینٹ پیٹرسبرگ مصنفہ آر لنسٹر (سنہ ۱۸۶۸ء) "جاگرفیکل میگزین" (رسالہ جغرافیہ) بابت یکم اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ء مرتبہ ڈبلیو جے گل (سنہ ۱۸۷۳ء) "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۶۲ و ۱۴۵ (سنہ ۱۸۷۶ء) مرقومہ آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (روئیداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) جلد بستم صفحہ ۱۴۶ (بابت سنہ ۱۸۷۶ء) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد سوم (سنہ ۱۸۸۱ء) و جلد ہشتم صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۰ (سنہ ۱۸۸۶ء) مرتبہ لفٹنٹ کرنل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ (سنہ ۱۸۸۰ء) + "دی ٹرکمانس بیٹوین دی اولڈ بیڈ آف دی آکسس اینڈ دی نارتھ پرشین فرانٹیر" (دریاے جیحون کی قدیم تہ اور ایران کی شمالی سرحد کے درمیان کے ترکمان) مصنفہ جرنیل پیٹروسی وچ۔ مقام طفلس (سنہ ۱۸۸۰ء) + اسماء الاماکن والرجال وروایات خراسان پر ایک مضمون مرقومہ ای۔ ایچ شنڈلر درمندرجہ رسالہ "اکیڈیمی" جلد اول (بابت سنہ ۱۸۸۵ء) +

اس باب کا مقصد



س باب مین خراسان کی سیاسی اور تجارتی حالت پر بحث کرنا چاہتا ہون کیونکہ فن تجارت حقیقت مین تدابیر ملکی ہی کی ایک شاخ ہے اور کم از کم ایسے ملک پر تو یہ قول ضرور راست آتا ہے جہان تجارت اور سیاست کے مقاصد کی تکمیل پہلو بہپلو عمل مین آتی ہو۔ جہان تجارتی ایجنٹ اکثر صورتون مین تبدیل لباس کے ساتھ سفیر سلطنت ہوتے ہون۔ اور جہان تجارت کے راستون اور منڈیون کا قبضہ کشور کشائی کا پیش خیمہ ہو۔ مین اپنے ناظرین کے سامنے اُن سیاسی و تجارتی اسباب کو پیش کرنا چاہتا ہون جو خراسان کے علاقہ کو یورپ کے فن تدبیر مملکت کا مبحث بنا کر مسئلہ خراسان کے وجود مجازی کو حقیقت کے لباس سے آراستہ کرتے ہین۔ میرا منشا اس فصل مین اوس حصہ کا بیان کرنا ہے جو برطانیہ کلان اور روس مسئلہ مزبور کے نشوونما مین لے رہے ہین یا لے سکتے ہین اور نیز اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اِس کے تصفیہ آیندہ سے اون کی کیا کیا اغراض وابستہ ہین۔ مین اُن صغری وکبری کی مدد سے جن کے بہم پہونچانے مین مجھے کچھہ کم دقت پیش نہین آئی اور جو کسی دوسری کتاب مین باقاعدہ اور مرتب طور پر دیکھنے مین نہ آئینگے یہ بتانے کی کوشش کرونگا کہ وہ تصفیۂ آیندہ از روے احتمال کس نہج پر ہوگا۔ اولاً مین اون اجزا کی تصریح کرتا ہون جن سے مجھے بحث ہے۔

صوبہ خراسان

خراسان یعنی سرزمین خورشید ایران کا وہ صوبہ ہے جو اس مملکت کے منتہاے شمال و شرق

مین واقع ہے۔ مغرب کی جانب ۵۶ درجہ کے طول بلد اور مشرق کی طرف ۶۱ درجہ کے طول بلد مین یا یون کہئے کہ دریاے قال تمور[*] سے ہری رو د تک اِس کا علاقہ پھیلا ہوا ہے اور اوسط عرض اِس کا تین سو میل سے کچھہ اوپر ہوگا۔ اِس کا زیادہ سے زیادہ طول شمالی اور مغربی گوشہ سے لیکر جنوبی و مشرقی سرحد تک ۶۰۰ میل ہے لیکن اوسط طول پانچ سو میل قرار دیا جاسکتا ہے اِس کی شمالی سرحد سلسلہ کوہ البرز کی وہ مشرقی شاخ ہے جسکا مین بیشتر تفصیل کے ساتھہ ذکر کرچکا ہون اور جو اِس کو اوس علاقہ سے جدا کرتی ہے جو کسی زمانہ مین ترکمانون کے زیرنگین تھا لیکن اب دولت روس کے ماوراء النہری علاقہ پر مشتمل ہے۔ اِس کے جنوب کی طرف وہ مہیب صحرا واقع ہے جو سمندر کی طرح کرمان کے دامن تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے اور اِس کے پیوند کو گویا دوسرے ملکون سے جدا کرتا ہے۔

طبعی کوائف

اِس وسیع علاقہ مین جسکے رقبہ کا تخمینہ ڈیڑہ لاکھہ سے لیکر دو لاکھہ مربع میل تک کیا گیا ہے حالات طبعی مناظر اور آب و ہوا کے لحاظ سے قدرت نہایت ہی غیر متناسب پیرایون اور مختلف الالوان لباسون مین ظاہر ہوئی ہے۔ شمال مین تو ایسے پہاڑ ہین جنکی بلند ترین چوٹیان برف سے ہمیشہ ڈہکی رہتی ہین اور

[*] سلسلہ کوہ اعلیٰ داغ کے جنوبی پہلوؤن سے نکل کر دریاے قال مور مشرق کی سمت مین چغتائی یا جوین کے میدان مین سے بہتا ہوا دریاے قراسو (آب سیاہ) سے جا ملتا ہے۔ یہان سے اِسکا رخ جنوب کی طرف بدل جاتا ہے اور مشہد و طہران کی درمیانی شاہراہ کو بمقام پل ابریشم قطع کرتا ہوا پچاس میل تک اور یہہ کر دشت کویر مین جذب ہوجاتا ہے۔

بارہ ہزار سے لیکر تیرہ ہزار فٹ تک بلند ہین۔ اس معقد اور پر پیچ کوہستان مین پہاڑ سلسلہ در سلسلہ واقع ہین اور ان کی درمیانی وادیان جنکا اوسط ارتفاع تین ہزار سے لیکر چار ہزار فیٹ تک ہوگا۔ اِن کے پہلوؤن کے رشحات سے اپنا کام وزبان تر کرکے زراعت اور آبادی کا مرکز بن گئی ہین۔ اِن مین سبز کھیت لہلہاتے ہین اور دیہات وقصبات اِن کو رونق بخشتے ہین۔ برخلاف اِس منظر کے جو قریب قریب کوہستان الپس کے مناظر کے مشابہ اور مماثل ہے دشت کویر جس سے زیادہ بھیانک اور وحشت انگیز منظر انسان کے دیکھنے مین کبھی نہ آیا ہوگا خراسان کے وسطی حصہ مین اپنا فالج زدہ ہاتھہ پھیلائے نظر آتا ہے۔ اسکے بعد جنوب و مشرق کی طرف ایک جدید کوہستان پھیلتا ہوا چلا گیا ہے جسمین پہاڑون کی چوٹیان ۱۰۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک اُٹھی ہین اور اونکے دامن مین سبز اور مزروعہ وادیان واقع ہین۔ بالآخر اِس کی تلافی کے لئے دشت لوط آ نمودار ہوتا ہے جو باوجود اختلاف کے وحشت افزائی اور ویرانی کے اعتبار سے دشت کویر کا مدمقابل قرار دیا جاسکتا ہے†۔

دریا اور زراعت

ایران کے دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی زراعت کا دارومدار پانی کی اوس مقدار پر ہے جو دریاؤن اور ندیون کے ذریعہ سے بہم پہونچے۔ سیل یا ندیان جو مٹی اپنے ساتھہ بہالاتی ہین

† اِن دونون صحراؤن کی مزید اور تفصیلی کیفیت اِس کتاب کی ایک اگلی فصل مین درج کی جائے گی جس کا موضوع مشرقی صوبجات ہین۔

اوسکی ایک ساتھ ریت پر جم جاتی ہے اور جو قابل زراعت زمین اِس طرح پیدا ہوتی ہے اوس کو وہی ندیان یا سیلاب بعد مین سیراب کرتے ہین - ایک چھوٹی سی سیل جسکا نام کسف ہے جنوب کی سمت مین برجند کے قریب ایک محدود رقبۂ زمین کو آباد کرتی ہے - اسکے علاوہ بہت سی اور چھوٹی چھوٹی ندیان ہین جو دریاے ہری رود سے شروع شروع مین آکر ملتی ہین - اِن کے سوا خراسان کے دریا اس صوبہ کے شمالی حصہ تک محدود ہین جسکا اِس وجہ سے اون علاقون مین شمار ہونے لگا ہے جو ایران کے خرمن کہلاتے ہین - یہان کشف رود جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون وادی مشہد مین سے بہتا ہوا ہری رود مین جا ملتا ہے - مغرب کی طرف کے علاقہ کو اتریک اور گرگان سیراب کرتے ہوئے بحیرۂ اخضر مین جا گرتے ہین - ان دونون کے درمیان اوس مقام کے قریب جہان یہ اپنا نصف فاصلہ طے کر چکتے ہین قراسو اور قال مورا کی ندیان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے دشت کویر مین گم ہو جاتی ہین - غرضکہ یہ مجموعی تعداد ہے اوس صوبہ کے دریاؤن کی جو کل اطالیہ سے بقدر اوس کے نصف کے زیادہ بڑا ہے اور جو ہسپانیہ کے کل رقبہ سے کچھ ہی کم ہوگا -

آبادی

خراسان کی آبادی مین بھی اوسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ اُس کی طبعی خصوصیات مین فتوحات کی متواتر موجین اپنے ساتھ ایشیا کی مختلف بڑی بڑی اقوام کے نمونے لائین اور خود پیچھے ہٹ کر اون کو اس سرزمین مین مستقل طور پر چھوڑتی گئین - یہان علاوہ ایرانی قوم

کے اور خاندان آریہ کے دوسرے لوگون کے جنکا ابتدا سے یہ علاقہ مولد ومنشا ہے اون
مغلون کی نسلین بھی پائی جاتی ہین جو تیمور اور چنگیز خان کے ساتھ آئے - اور وہ عرب
دیکھنے مین آتے ہین جنہین فتوحات اسلام کے امڈے ہوے دریا کی لہرین یہان بہا
لائین۔ انکے علاوہ یہان تاتاری - ترکمان اور ترک بھی آباد ہین جو حقیقت مین ایک خاندان
واحد کی مختلف شاخون کے آپس مین بدلے جاسکنے والے نام ہین اور جنہون نے مغلون
کے بعد اول تو سلجوقی اور پھر عثمانی حملہ سے مغرب مین تہلکہ ڈالدیا " انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا "
کی سب سے آخری طبع مین خراسان کی آبادی حسب ذیل مندرج ہے -

(۱) ایرانی	تاجیک	۴۰۰۰۰
	کرد	۲۵۰۰۰
	بلوچی	۱۰۰۰۰
(۲) مغل	تیموری	۲۵۰۰۰
	ہزارائی	۵۰۰۰
(۳) تاتاری	افشار، قاجار	۱۰۰۰۰
(۴) عرب		۱۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۶۰۰۰

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی تعداد سے تعداد مذکرہ بالا وگنی ہے - اصل مین خراسان کی کل

آبادی ۵۰۰۰۰ اور ۶۰۰۰۰ کے درمیان ہے۔ سنہ ۱۸۷۲ع کے خوفناک قحط کی وجہ سے یہان کی آبادی بہت گھٹ گئی اور اوس نے اب تک اِس صوبہ کو پنپنے نہین دیا۔

تاریخ



اسار کی تاریخ نہایت مہتم بالشان اور انقلاب انگیز واقعات سے معمور ہے۔ سرحد ایران پر واقعہ ہونے کے باعث یہ مختلف اقسام کی مسلح کشاکشون کا دنگل اور اونکے لئے ایک مرغوب الطبع میدان کارزار بنا رہا۔ اس کے بلاد و امصار کی وسعت و فراخی کی مدح مین درخین عرب رطب اللسان ہوئے اور تاجپوشون اور کشورستانون کے جذبات کی آندھیان اتنی آئین کہ ان کے چمن اُڑ گئے۔ بڑے بڑے شہنشاہون نے اِس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور عظیم الشان سلطنتون کا یہ مدار بنا رہا ایک زمانہ وہ تھا کہ اِس کا نام جمشید کر ذہن اوس مملکت کے تصور کی طرف منتقل ہوتا تھا جسکی شمالی سرحد خوارزم (خیوا) اور مرغینان اور دریا ے جیحون تک پھیلی ہوئی تھی۔ جسمین بلخ جوام البلاد واقع تھا جس کا مرکز ہرات تھا اور جو قندہار† سے بہت دور پرے تک چلی گئی تھی۔ زمانہ مابعد مین جب اِس کے اجزا ایکے بعد دیگرے پراگندہ ہوتے گئے اور خودمختار حکومتین اِس کے منتشر حصون مین قایم کی گئین تو اِس کی حدود بتدریج سمٹتی چلین حتےٰ کہ سلاطین ایران کے لئے یہ کہنا بھی بعض

† ملک شاہ اپ ارسلان کے بیٹے کی نسبت یہان تک بیان کیا ہے کہ "یورشلیم۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ بغداد۔ اصفہان رے۔ بخارا۔ سمرقند۔ اور گنج اور کاشغر مین اوس کی صحت کے لئے ہر روز دعائین مانگی جاتی تھین" دیکھو تاریخ ایران مصنفہ سیلکم جلد اول صفحہ ۲۱۷۔

اوقات مشکل ہوگیا کہ ان کے قبضہ تصرف میں درحقیقت خراسان کا کس قدر حصہ تھا۔ اس صدی (انیسوین صدی) کے آغاز مین شمال کی طرف سرحدی لڑائیون کی وجہ سے ویران ہوجانے اور سرکش سرداران قبائل اور مصروف پیکار جرگون کے موجود ہونے اور عام طور سے ہرات کی سیاسی قسمت کے تغیر پذیر ہونے کے باعث خراسان شاہان قاچار کے علاقہ کا کمزورترین اور زد مین آنے والا حصہ ہوگیا۔ گویا کہ باقی ہر ایک اعتبار سے ایک متحد اور مستحکم دولت کے لئے یہ ایک طرح کا آئرلینڈ بن گیا جس کی وجہ سے آئے دن ممالک محروسہ شاہ کجکلاہ مین شور و شر برپا ہونے لگا۔ بہ زور شمشیر مطیع و منقاد اور مسخر کئے جانے پر بھی ایک عرصہ تک اِس کی ظاہری سطح امن و سکون کے نیچے فساد و شورش کی چنگاری دبی رہی اور ہر وقت یہی خوف دامنگیر رہا کہ کہین واقعات اِس شرارہ کو ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کی شکل مین منتقل نہ کردین۔ مسٹر ایسٹوک نے ۱۸۶۲ء مین حسب ذیل رائے سپرد قلم کی:

"خراسان مین جنگ و جدل ہر وقت برپا رہتا ہے۔ لوٹ مار، قتل و غارت، فساد، پانچ۔ دس۔ بیس ڈاکوون کی گردن زنی ایسے واقعات ہین جو ہر ہفتہ پیش آتے رہتے ہین قلعون یا قصبون کا محاصرہ سال مین ایک دفعہ ضرور کرنا پڑتا ہے اور ہر پانچ یا دس سال کے بعد ایک بہت بڑی جنگ پیش آیا کرتی ہے۔[۵]"

خراسان کا پورا الحاق اور انضمام ممالک محروسۂ شاہ کجکلاہ کے دوسرے علاقون کے ساتھ گزشتہ دس یا پندرہ سال سے عمل مین آنا بیان کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ شاہ مین گو اور کئی

---

[۵] "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔

عیوب سبھی لیکن اِس امر کے لئے تو وہ ضرور سزاوار تحسین ہے کہ اوس نے بلاشبہہ و شک اپنے کا ہیدہ گ ابھی تک متحدہ ممالک کو خوب سمیٹا ہے۔ خاندان قاجار کے سابق کے ہر بادشاہ کے مقابلہ مین اوسکا رفت صوبۂ خراسان پر زیادہ مستحکم ہے اور مشہد مین بھی اوسکی حکومت ویسی ہی ہے جیسی طہران مین۔

مالگزاری

اس سال گزرتے ہین کہ فتح علی شاہ کے زمانہ مین خراسان کی مالگزاری دو لاکھ تومان پچاس ہزار خروار غلہ [۵۱] تھی ۱۸۷۵ء مین یہ مقدار تین لاکھ چالیس ہزار تومان اور ۴۵۰۰۰ خروار غلہ ہوگئی۔ ۱۸۸۹ء مین اِن اعداد مین اور اضافہ ہوگیا اور مالگزاری کی مقدار پانچ لاکھ اونتالیس ہزار تومان (۱۵۴۰۰۰ پاونڈ) اور ۳۰۰۰۴ خروار غلہ (جسمین سے دو تہائی گیہون اور ایک تہائی جو تھے) ۱۳ خروار کاہ قرار پائی [۵۲]۔ ان اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ باوجودیکہ تومان کی قیمت گھٹ گئی پھر بھی اِس صوبہ کی پیداوار کی استعداد روزافزون ترقی پر ہے اور نیز یہ کہ گورنمنٹ کا انتظام اب زیادہ اچھا ہے۔

---

[۵۱] ایک خروار = ۲۲۴ ۱/۲ سیر = آٹھ من ساڑھے چار سیر۔

[۵۲] یہ اعداد اوس نقشہ کے اعداد کے قریب قریب مطابق ہین جو مجھے بطور خود ملا اور جو آگے چل کر درج کیا جائیگا۔ اوس مین خراسان کی مالگزاری حسب ذیل بتائی گئی ہے: نقد پانچ لاکھ آٹھ ہزار دو سو اٹھتر تومان۔ گیہون اور جو ساٹھ ہزار ایک سو تیئس خروار اور پیال اور دہان بارہ ہزار چار سو چوبیس خروار۔

تقسیم

مُلکی محاصل کی تقسیم نہایت ہی دلچسپ طریقہ پر عمل مین آتی ہے جسکی توضیح آگے چل کر کی جائے گی۔ اِس مین سے شاہ کو معہ مالہ تومان (للعہ ہمالہ پاونڈ) نقد اور لعہ مالہ تومان (اعسالعہ پاونڈ) جو غلہ کی اوس مقدار کی قیمت ہوتی ہے جو اوسکے حصہ مین آتا ہے یعنی جملہ معہ صالہ للعہ پاونڈ ملتے ہین باقی کی رقم افواج اور عہدہ داران دیوانی کی تنخواہون اور وظائف وغیرہ مین صرف ہوتے ہین۔

نظم ونسق

دوسرے عہدون اور خدمتون کی طرح ایران مین گورنری کا عہدہ بھی بالعموم سب سے زیادہ بولی بولنے والے کے ہاتھہ نیلام کیا جاتا ہے اور خریدار جو دام دیتا ہے صوبہ متعلقہ کی پیداوار کی زیادتی یا کمی کا معیار قرار دیا جاتا ہے اور اوسی کے لحاظ سے کی قیمت مشخص کی جاتی ہے۔ خراسان کا گورنر جنرل جو مشہد مین رہتا ہے بالعموم یا تو شاہی خاندان کا کوئی رکن ہوتا ہے اور یا کوئی اعلیٰ درجہ اور رتبہ کا سرکاری عہدہ دار۔ اوس کے ماتحت متعدد ضلع کے حاکم یا سردار متفاوت اقتدار ورسوخ کے ساتھہ ایسے علاقون پر حکومت کرتے ہین جو وسعت وپہنائی کے اعتبار سے قریون سے لیکر قسمتون اور قسمتون سے لیکا صوبون کے ہمسر ہوتے ہین۔ اِن حاکمون کا تقرر بالعموم شاہ کرتا ہے خواہ خدمت موروثی ہی

کیون نہو لیکن اونہین اولاً شاہ کے نائب متعینۂ مشہد کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔ ان حاکمون کے ماتحت پھر چھوٹے چھوٹے افسر۔ سرگردہ اور چودہری ہوتے ہین جنکو اونکے بالادست نامزد کرتے ہین اور اونہین بھی اپنے بالادستون کے پاس جوابدہ ہونا پڑتا ہے۔

خراسان کے سیاسی مسئلہ کی ابتدا

ان سردارون اور حاکمون کے اغراض و مقاصد کی رقابت۔ جن قومون پر وہ حکومت کرتے ہین اون کے اختلاف و تنوع - اور سب سے زیادہ اون کی سرحد کا دو غیر طاقتون روس و افغانستان کے ساتھ جو مخالف ہی ہوسکتی ہین ملا ہوا ہونا خراسان کے سیاسی مسئلہ کو معرض شہود مین لاتا ہے اور انہین کثیر التعداد اسباب کو مدنظر رکھ کر یہ مسئلہ ذہن نشین ہوسکتا یا حل کیا جا سکتا ہے۔

صوبہ استرآباد

خراسان کی جنوبی اور مغربی حدود کا اکثر حصہ چونکہ سرحدی علاقہ نہین ہے بلکہ ایران کے دوسرے صوبجات سے ملا ہوا ہے اور اوس مین یا تو ایرانی رہتے ہین اور یا وہ بالکل ہی غیر آباد ہے لہذا اوسے سرحد کی تدبیر ملکی کے مسئلہ مین کچھ دخل نہین۔ اس مسئلہ کا تعلق صوبہ استرآباد شروع ہوتا ہے جو اوس خطہ پر مشتمل ہے جو بحیرہ اخضر کے جنوبی و مشرقی گوشہ یعنی خلیج استرآباد اور ضلع شاہ رود کے درمیان واقع ہے اور جس مین ایک زرخیز قطعہ زمین جو

گرگان اور اتریک کی ندیون کے مابین مشرق کی طرف طول بلد کے چھپنوین خط متوازی تک پہیلا گیا ہے شریک † ہے۔ صوبہ استرآباد مین اسی نام کا صرف ایک شہر ہے جو اس کا دارالحکومت ہے۔ اِس شہر کی آبادی آٹھ ہزار ہے اور حاکم استرآباد یہین رہتا ہے اسکی بندرگاہ بندر گز ہے جو تیس میل کے فاصلہ پر خلیج متذکرہ بالا کے کنارے واقع ہے۔ یہان کا حاکم اب تک سردار امیر خان سیف الملک شاہ کی ایک حرم کا بھائی تھا لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ یا تو کسی دوسرے کے مامور اور یا خود مستعفی ہوجانے کے باعث وہ علیحدہ ہوگیا بیان کیا جاتا ہے کہ اوس مین ہر ایک صفت ایسی موجود تھی جو اوس کو ایسے اہم عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے ناقابل بناتی اور یہ کہ وہ استرآباد مین محض اِس غرض سے بھیج دیا گیا تھا کہ طہران مین رہنے نہ پائے۔ صوبہ استرآباد کی فوجی جمعیت برائے نام ۳۸۰۰ ہے جس مین سے تین سو جوان عک قلعہ مین جو گرگان کے کنارے دارالحکومت سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم مقام ہے مامور ہین۔ ۲۹۰۰ کی جمعیت کچھ عرصہ ہوا کہ اِسی مقام ... میدان مین خیمہ زن تھی۔ باقی کے جوان یا تو مختلف مقامات پر متعین ہین اور یا سرے سے ہتھیار بند ہی نہین۔ اِس کل جمعیت مین ایک چوتھائی جوان ایسے ہین جو غیر حاضر رہتے ہین اور

† آگے چل کر ایک باب مین جو ایران کے شمالی صوبجات کے عنوان سے لکھا گیا ہے استرآباد کے صوبے۔ اسکی نوعیت۔ اسکے ذرائع آمدنی۔ اسکی آب و ہوا اور اسکے صدر مقام کے متعلق مزید کیفیت درج کی جائے گی۔ یہان اسے بحیثیت اوس تعلق کے بحث کی گئی ہے جو اسے مملکت ایران کے سرحدی یا سیاسی مسئلہ سے ہے۔

اس لئے اِس تعداد کو کل مین سے منہا کر دینا چاہیے - صوبہ استرآباد اگرچہ خراسان سے جدا ہے اور گورنر جنرل خراسان کے ماتحت نہین - لیکن اسکو خراسان کے سیاسی معاملات پر رائے زنی کرتے وقت اِس وجہ سے نظر انداز نہین کیا جاسکتا کہ ایران کے دوسرے حصون اور طہران سے خراسان مین مغرب کی طرف سے داخل ہونے کی تمام راہین اِس مین سے گذرتی ہین اور اس کو تین جداگانہ مسائل کے تصفیہ مین جن مین سے ہر ایک کو خراسان کے ساتھہ نہایت قریب کا تعلق ہے براہ راست دخل ہے گو کہ یہ خراسان کے باہر واقع ہے - یہ مسائل عاشورادامین روسیون کے بحری چوکی قایم کرنے - سمندر سے شاہ رود تک کی سڑک کو اپنے حیطۂ اقتدار مین رکھنے اور گرگان اور اتریک کے درمیان یومت ترکمانون کی اطاعت گزینی پر مشتمل ہین -

روسی عاشورادامین

نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ خلیج استرآباد کی طبعی بناوٹ خاص طرح کی ہے - یہ خلیج ایک دوسری مثال اون قدرتی مظاہر مین سے ایک کی پیش کرتی ہے جس کا ازلی کے متعلق پیشتر ذکر کیا جاچکا ہے جہان بحیرۂ اخضر کی مغربی ہوائین پایاب مردابون یا کھاڑیون کی سمندر والی طرف پر ریت کے لمبے لمبے ڈھیر لگادیتی ہین - خلیج استرآباد دریائی کا ایک بہت بڑا قطعہ ہے جسکا طول ۴۰ اور عرض ۸ میل ہوگا - جانب شمال کھلے سمندر کی دستبرد سے اِس کی حفاظت خشکی کی ایک لمبی دھاری کرتی ہے جو مغربی ساحل سے شروع ہوکر تیس میل تک

سمندر کے اندر چلی گئی ہے اور تین چھوٹے چھوٹے جزیرون پر جا کر ختم ہوئی ہے جن مین سے بعید ترین جزیرہ کو محض ایک تنگ آبنائے بحیرہ اخضر کے مشرقی یا ترکمانی ساحل سے جدا کرتی ہے جہان تک ایران کے دوسرے بحری موقعون کی حالت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے شاید ایران کبھی بھی اس کو تجارتی یا دوسرے اغراض کے لئے کام مین نہ لاتا۔ لیکن روس نے اس امر کا بھی پختہ انتظام کر لیا کہ اگر اوس کا ڈرپوک ہمسایہ ایسا خیال کبھی دل مین بھی لائے تو اوس کو دوسرے سے یہ موقعہ ہی نہ ملے۔ عہدنامہ گلستان کی رو سے جو ۱۸۱۳ء مین مرتب ہوا اور جسکی شرائط کو بعد مین عہدنامہ ترکمان چائے بابتہ ۱۸۲۸ء نے مستحکم کر دیا روس نے ایران سے یہ شرط منوالی تھی کہ کوئی مسلح جہاز جس پر ایرانی پھریرا اڑتا ہو بحیرہ اخضر پر آنے نہ پائے۔ لیکن بنظر مزید اطمینان و استحکام روس نے ۱۸۴۰ء کے قریب خود موقعہ پا کر جزیرۂ عاشورادا کو اپنے قبضہ مین لے لیا جو جزیرہ نمائے میان قلعہ کے ایک کنارہ پر واقع ہے[۵۱]

۵۱ سر ایچ۔ رالنسن نے اپنی کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا اِن دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) کے صفحہ ۱۳۷ پر حسب ذیل واقعات بقید سن درج کئے ہین۔

۱۸۳۷-۳۸ء روسیون نے اول اول عاشورادا مین قدم رکھا۔

۱۸۴۲ء۔ سر جے میکنیل نے اون کے موجود ہونے کی اطلاع اول اول فارن آفس کو کی۔

۱۸۴۶ء۔ روس نے جزیرہ پر مکانات تعمیر کئے اور ترکمانون کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے شروع کئے

ایران نے روسیون کو یہان سے ہٹا دینے کے لئے انگلستان سے استعانت کی۔

۱۸۴۹ء۔ انگلستان نے کوشش کی مگر اس مین کامیابی نہین ہوئی۔ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۷۹)

اس جزیرہ نما کا ذکر آگے چل کر کیا گیا ہے۔ روس نے اپنی مداخلت کو جس عذر سے حق بجانب ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸) ۱۸۵۵ء ایران نے سرکاری طور پر روس کو تخلیہ عاشوراوا کے لئے لکھا لیکن جواب یہ ملا کہ اگرچہ روس کو اس امر کا اعتراف ہے کہ عاشوراوا ایرانی علاقہ ہے لیکن تخلیہ ناممکن ہے۔

۱۸۵۶ء۔ روسی قبضہ اس جزیرہ پر اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور بحری قوت میں روس نے اضافہ کر دیا۔

۱۸۶۶ء میں شاہ خود عاشوراوا گیا اور وہاں پہونچکر اوس نے ترکمانوں کے برخلاف روس کے اقتدارات کو توالی کو تسلیم کر لیا۔

۱۸۶۷ء ہی میں روس نے گز میں کچھ فوجی جمعیت متعین کرنے کی تیاریاں کیں مگر ایران کو معلوم ہو گیا اور اوس نے پیشدستی کر کے اپنی طرف سے وہاں فوج مامور کر دی۔

۱۸۶۹ء۔ روسیوں نے کراسنو واڈسک پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۷۰ء۔ روس نے اتریک تک ساحل کی زمین کا دعویٰ پیش کیا۔

۱۸۷۱ء۔ روس نے چکشلیار پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۰ء میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا النسن نے اجمالاً ذکر کیا ہے مگر جو لیڈی شیل کی کتاب "گلمپسز آف لائف اِن پرشیا" (زندگی کی جھلک ایران میں) کے صفحات ۲۱۵ الی ۲۴۲ میں مفصل مندرج ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت ترکمان جزیرہ میں آئے اور روسیوں کو بدمست یا غافل پاکر اون میں سے بعض کو قتل کر ڈالا۔ اس پر گورنمنٹ روس مصر ہوئی کہ گورنر مازندران کو جو شاہ کا حقیقی بھائی تھا اِس خدمت سے ہٹا دیا جائے۔ حالانکہ اس بارہ میں اوس پر کسی طرح کی ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ زار روس نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اوس کی اس خواہش کی تعمیل نہ کی گئی تو روسی سفیر واپس بلا لیا جائے گا۔

کرنا چاہا وہ یہ تھا کہ ترکمان بحری قزاق بحیرہ اخضر کے جنوبی اور مشرقی ساحلون پر منڈلاتے پھرتے تھے اور موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے تھے اور قیدیون کو غلام بنا کر لے جاتے تھے اور اِس لئے یہ ضرور تھا کہ اون کا استیصال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ روسیون نے نہ تو اوسوقت اور نہ اوس کے بعد اِس جزیرہ کی نسبت ایرانیون کے حق ملکیت پر جس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کوئی اعتراض کیا بلکہ اپنی مداخلت و قیام کے جواز کو اقتدارات پولیس کے استعمال پر مبنی قرار دیا ہے جنہین ایرانی خود استعمال مین لانے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور جنہین کچھ عرصہ بعد ایرانیون نے بحق روس خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا۔ اِس غرض سے روس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کا ایک حصہ جو چار یا پانچ غیر مسلح اور ایک مسلح جہاز پر مشتمل ہے ایک روسی امیر البحر کی سرکردگی مین ابھی تک روسی بحری صدر مقام کے قریب پڑا رہتا ہے[۱]۔ اِس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین کہ ترکمانون کی بحری غارتگری کا ایک مدت دراز سے قلع وقمع ہوچکا ہے۔ لیکن بااین ہمہ روسیون کو اپنی امانت کے واپس کرنے کا کبھی خیال بھی نہین گزرا اور اگر اون پر یہ ظاہر کیا جائے کہ عاشوراداروں کی ملک نہین ہے تو وہ یہ سمجھین گے کہ اون کی توہین کی گئی ہے۔

جزیرے کی نوعیت

لیکن جزیرہ عاشوراداخود ایک دلدل والی نشیبی اور نہایت ہی مضر صحت جگہ ہے۔ بیان کیا جاتا

[۱] ایک سیاح نے جو ۱۹۰۸ء مین یہان آیا بیان کیا کہ یہ بیڑا اب کم ہوکر دو پیغام رسانی کی کشتیون اور دو یا تین ناکارہ جہازون کی شکل مین بدل گیا ہے۔

ہے کہ گزشتہ پچاس سال سے اس کو سمندر بتدریج کھا رہا ہے - اور درحقیقت اِس کے حوالی مین اس قدر تبدیلی پیدا ہو گئی ہے کہ پچیس سال پیشتر کی بھی جو کیفیت اِس کے متعلق تھی اوس کی تصدیق ہونی مشکل ہے - ایسٹوک نے اس مقام کو جیسا سنہ ۱۸۶۲ء مین پایا اوس کی ایک نہایت ہی باریک اور تفصیلی کیفیت سپرد قلم کی ہے[۵۱] - اوس زمانہ مین یہان دو جزیرے تھے - عاشوراوا ے کبیر اور عاشوراوا ے صغیر - اول الذکر میان قلعہ (جسے روسی پاٹمکن کہتے ہین) کی لمبی راس کے کنارے سے بذریعہ ایک آبنا ے کے جس کا عرض قریب نصف میل کے ہو گا جدا تھا اور اِس کا طول ۱½ میل اور عرض ¾ میل تھا - یہی روسیون کا بحری اور فوجی صدر مقام تھا - اِس کے بعد نصف میل تک پایاب پانی اور پھر وہ ریتیلی گردن زمین دو میل لمبی آتی تھی جسے عاشوراوا ے صغیر کہتے ہین - اسکے بعد پایاب پانی مین چھپے ہوئے پھر کچھ ریت کے تودے آتے تھے جنکے درمیان ایک تنگ سا راستہ ترکمانی ساحل تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا -

نیا جزیرہ

اس اثنا مین ایک اور جزیرہ جسے روسی عاشوراوا ے وسطی کہتے ہین عاشوراوا ے کبیر و صغیر کے درمیان پیدا ہو گیا ہے - اودھر اوس زیادتی کی تلافی کے لئے جو اس نئے جزیرے کے قیام کی وجہ سے عمل مین آئی ہے عاشوراوا ے کبیر کے ساحلون پر سمندر کی کاوش اِس درجہ

[۵۱] ایک سفیر کا روزنامچہ جلد دوم صفحہ ۲۶ الی ۴۳ -

ہو رہی ہے کہ اب یہ جزیرہ طول مین ایک میل سے کم اور عرض مین صرف ایک تہائی میل رہ گیا ہے۔
اِسی قطعہ زمین پر امیر البحر کا مکان۔ سپاہیون کی بارکین۔ ایک گرجا۔ ایک کلب اور فوجی صدر مقام
کے معمولی عمارتی لوازم قائم ہین۔

تبدیلی مستقر کی خواہش

واقعات یہان بیان کیے گئے ہین اون کے لحاظ سے مقام تعجب نہین کہ روسی جنہین
ترکمانون کو کامل طور پر مطیع و منقاد بنانے کے بعد سے عاشوراوا مین کچھ نہین کرنا پڑتا اور جو اِس مقام
مین اپنے موجود رہنے کی کوئی قوی حجت نہین پیش کر سکتے اپنی حرص بھری نگاہین ایک عرصہ سے
خلیج کے اندرونی سواد کے کسی محفوظ تر اور زیادہ صحت بخش مقام پر ڈالتے رہے ہون۔ بیس
سال سے زیادہ کی مدت گزرتی ہے کہ اونھون نے گز کی بندرگاہ پر ایک فوجی جمعیت متعین
کر کے قبضہ کر لینا چاہا تھا لیکن گورنمنٹ ایران نے پیشدستی کر کے وہان اپنی طرف سے کچھ فوج
مامور کر دی۔ غرضکہ گز[1] پر تو روسی قبضہ کر نہین سکے جو اگرچہ بجاے خود ایک بہت ہی ذلیل مقام ہے

[1] بندر گز جو بعض دفعہ کنارہ بھی کہلاتا ہے ساحل پر چند ذلیل جھونپڑیون اور اساروں کا مجموعہ
ہے۔ یہان ایک ایرانی چنگی خانہ۔ روسی ارمنیون کی چند دکانین اور ایک روسی قونسل اور
"دو کاکیس اینڈ مرکری اسٹیمشپ کمپنی" کے نائب کے مکانات واقع ہین۔ موضع گز
سے جو ایک ہزار کی آبادی کا ایک معمولی ایرانی گاؤن ہے اس کا فاصلہ تین
میل ہے۔

لیکن شاہ کو اوس کے دے دینے مین نہایت درجہ تامل ہوگا کیونکہ اس پر قابو پانا گویا آغاز انجام ہوگا۔ اس لئے اب یہ افواہ ہے کہ روسی قراسو کی ندی کے کنارے پر جو استرآباد کے مشرق کی طرف ۳۰ میل کے فاصلہ پر نکلتی ہے اور گرگان کے دہانہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب جنوب بحیرہ اخضر مین جا گیرتی ہے کسی مستحکم مقام کے حاصل کرنے کے آرزومند ہین۔ لیکن ایسے مقام کا قبضہ بھی بمنزلہ گزہی کے قبضہ کے ہوگا اور استرآباد اس کی وجہ سے پورے طور پر اون کی زد مین آجائے گا۔

واقعات گزشتہ کی تجدید

قبل اس کے کہ مین اُن وجوہ پر غور کرون جو اس غیر خوش آیند مقام مین روسیون کے اس استحکام کے ساتھہ قدم جمانے کی محرک ہین مین اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرنا چاہتا ہون کہ اون کا یہان موجود ہونا گویا تاریخ کا محض اپنے تئین دہرانا ہے۔ یہ ایک عجیب اور دلچپ اتفاق ہے گو کہ مین نے کسی کو اسپر التفات کرتے نہین دیکھا کہ دوسو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ کاسکون کی ایک جماعت نے اسی طرح بغیر اجازت کے عاشوراداپر قبضہ کرلیا تھا اور کچھہ عرصہ تک یہ قبضہ اونہون نے بہ جبر قایم رکھا تھا۔ ہمہ دان چارڈن[1] کی زبانی ہمین معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی روس کے کاسکون نے گرینڈ ڈیوک آف مسکووی کے ایما سے جس نے اونکو

[1] "کارونیشن آف کنگ سلیمان دی تہرڈ" (تاجپوشی شاہ سلیمان ثالث) صفحات ۱۵۲ الی ۱۵۴ جو اونکے سفرنامہ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی۔

اوس توہین آمیز سلوک کے انتقام لینے کے لئے ایران پر حملہ کرنے کی اشتعالک دمی جو شاہ عباس اعظم نے اوس کی سفارت سے کیا تہا یا مازندران پر حملہ کرکے اوسکے دار الحکومت فرح آباد کو تاخت و تاراج کیا۔ اس پر موسم سرما ایران مین بسر کرنے کے قصد سے اونہون نے "جزیرہ نمائے میان قلعہ مین اپنے مورچے جمائے۔ میان قلعہ وہ گردن زمین ہے جو تیس میل تک بحیرہ اخضر مین نکلی ہوئی چلی گئی ہے اور ہر نون جنگلی سورون اور جنگلی بکریون اور انواع و اقسام کے ہرن کی قسم کے شکار کا رمنا ہے" ایرانیون نے بلا درنگ اون پر حملہ کیا اور اپنے اونیسوین صدی کے جانشینون کے مقابلہ مین زیادہ جری یا قسمت کے یاور ہونے کے باعث اونہون نے حملہ آورون کے پسپا کرنے مین کامیابی حاصل کی لیکن کاسکون نے عاشوراد مین جا پناہ لی اور کچھہ دیر تک وہان رہے۔

پیٹر اعظم

روسی پیشرو ون کے موقعہ پر ظاہر ہونے اور استر آباد پر قبضہ کرنے کے قریب ہونے کی یہ ایک ہی مثال نہین ہے۔ پچاس سال بعد ۱۷۲۲ع مین پیٹر اعظم نے جو فن حرب کے اصول کے لحاظ سے اون مقامات کی قدر و قیمت کو خوب جانتا تھا جن پر قبضہ ہونا چاہیئے تھا اور جو وسط ایشیا کے علاقون پر قابض ہونے کی وقعت و اہمیت سے بخوبی آگاہ تھا۔ گوکہ یہ خیال اوسکے جانشینون سے منسوب کردیا گیا ہو ۱۷۲۲ع کے افغانون کے حملہ کی وجہ سے ایران کی حالت ابتر اور غیر منتظم پا کر ایران پر شمال کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاریان شروع کین

اور وجہ مخاصمت یہ قرار دی کہ ایرانی بلاد واقع سرحد مین اوس کی رعایا کو لوٹا اور مارا گیا۔ یہ تجویز کامل طور سے کبھی عمل مین نہین لائی گئی۔ البتہ ۱۷۲۲ء مین روسی فوج جس کا وہ خود سپہ سالار تھا دربند تک پہونچ گئی۔ سال آئندہ مین گیلان اور باکو نے روسیون کے آگے ہتھیار ڈالدئے۔ اور اس کا یہ اثر ہوا کہ نوعمر شاہ طہماسپ ثانی نے جو افغان غاصبون کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا مجبور ہو کر ایک عہدنامہ پر اپنے دستخط ثبت کئے جسکی رو سے دربند اور باکو معہ اپنے تمام مضافات کے اور نیز گیلان۔ مازندران اور استرآباد کے تمامی صوبہ جات روس ...ہ مین چلے گئے۔ اور اس بے بہا عطیہ کے معاوضہ مین (جسکا عطا کرنا نوجوان ...اہ کی مرضی پر منحصر تہا) روس نے اپنی فوج کی مدد سے افغانون کو ملک سے نکال دینے کا ذمہ لیا۔[۱] کچھ عرصہ تک روسیون کا گیلان پر قبضہ رہا لیکن دوسرے مقامات پر زیادہ مصروف ہونے کے باعث وہ استرآباد کا انتظام نہ کر سکے اور اس طرح دوسری مرتبہ یہ صوبہ اون ...ہ ہاتھ سے نکل گیا۔

آغا محمد خان

ساٹھہ سال بعد روس نے استرآباد کو اپنے قبضہ مین لانے کی کوشش پہر شروع کی۔

---

[۱] اس عہدنامہ کی تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۷۲۳ء تھی۔ اس کی شرائط ہنوے نے اپنی کتاب "ہسٹاریکل ایکونٹ آف ...ش ٹریڈ اوور دی کیسپین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کا تاریخی حال) کی جلد سوم صفحہ ۱۸۱ مین درج کی ہین۔ روسی قبضہ کے زیادہ تفصیلی حالات اس کتاب کے بارہوین باب مین دیکھنے چاہئین۔

فارسٹر نے جو پہلا انگریزی سیاح ہے جس نے ۱۷۸۳ء مین خشکی کی راہ سے ہندوستان سے یورپ تک کا سفر کیا اور جو اس سفر کی اثنا مین یہان سے گزرا حسب ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ روسی فوج کے ایک رسالہ کے کمان افسر نے ۱۷۸۱ء مین گز سے ۲۵ میل جانب غرب اشرف مین جہان شاہ عباس کا مشہور محل لب ساحل واقع ہے ایک مستحکم عمارت بنانی شروع کی۔ لیکن اونہون نے اپنے مد مقابل کی قوت کا پورا اندازہ نہ کیا تھا۔ آغا محمد خان قاجار نے جو بعد مین ایران کے تخت پر بیٹھا اس عمارت کو بنتے ہوئے دیکھ کر بہت کچھ اظہار مسرت کرنے کے بعد روسی افسرون کو دعوت طعام دی اور اونہین قید کر لیا اور صرف اس شرط پر اون کو رہا کیا کہ اپنی توپین ہٹا لین اور قلعہ کو زمین کے برابر کر دین۔ اوس نے محض اسی قدر کارروائی پر اکتفا نہین کی بلکہ باقاعدہ تلافی کے لئے گورنمنٹ روس سے بھی درخواست کی[1]۔ غرضکہ بحیرہ اخضر کے جنوبی و شرقی زاویہ مین ایران کے خشکی کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے متعلق روس کی تیسری کوشش کا خاتمہ اس طرح پر ہوا۔ چوتھی کوشش جس کا مین اوپر ذکر کر چکا ہون کمتر تعجیل اور زیادہ تر صد استقلال کے ساتھ کی جا رہی ہے اور اس کا نتیجہ شاید اون لوگون کے دیکھنے مین آجائے جو

[1] اس واقعہ کی مفصل اور مکمل کیفیت سر جے۔ ایم۔ نیل کی کتاب ”پروگرس اینڈ پریزنٹ پوزیشن آف رشیا اِن دی ایسٹ“ (روس کی ترقی اور موجودہ حالت مشرق مین) کے صفحات ۳۳ الی ۳۴ مین درج ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روسی افسرون کو بیڑیان پہنائی گئین اور بالآخر اونہین کوڑے مار مار کر اون کے جہازون تک پہونچا دیا گیا۔ مقابلہ کے لئے بی۔ ڈارن کی کتاب ”کیسپیا“ (بحیرہ اخضر) (بزبان روسی) کو بھی دیکھنا چاہیئے۔

اب زندہ ہین۔

روسی مستعدی کی وجوہ



اب مین اُن وجوہ پر نظر ڈالتا ہون جو روس کی اِس کبھی نہ کم ہونے والی خواہش کی محرک ہوئی ہین کہ اوسے سرزمین ایران کے اس گوشہ مین قدم رکھنے کے لئے جگہ ملے۔ اِس خواہش کی یہ وجہ نہین کہ استرآباد بجائے خود ایسا مقام ہے جہان سے بہ آسانی ایران پر حملہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کی حربی حیثیت کے متعلق انیسوین صدی کے نصف اول مین جو خیالات رایج تھے وہ بعد کے زمانہ کی راے سے مختلف اور اوس کے مقابلہ مین زیادہ مبالغہ آمیز تھے۔ اگر باکو سے ہندوستان تک ایک خط کھینچا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ خط استرآباد کے بیچ مین سے ہو کر گزرتا ہے۔ جب شہنشاہان پال و نپولین نے مل کر ۱۸۰۰ء مین ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے منصوبہ پر بحث کی تو پیش قدمی کے لئے یہی راستہ اون کے مد نظر تھا۔ اِس کے بعد جرنیل خرولف نے بھی جنگ کریمیا کے اثنا مین زار نکولس کی خدمت مین ہند پر حملہ اور ہونے کی تجویز پیش کرتے وقت اِسی راستہ کا حوالہ دیا۔ دونون صورتون مین حملہ آور افواج کے فوری منتہا مشہد اور ہرات تھے اور اوس زمانہ مین اگر یورپ کی کسی سلطنت کی فوج مشہد یا ہرات کی طرف بڑھتی تو وہ بلاشبہہ استرآباد کی راہ سے جاتی۔ لیکن اِس اثنا مین ماوراءالنہر کی حالت یکسر بدل گئی ہے۔ جہان پہلے ترکمانی صولت، معرکہ آرا تھی اب وہان روسی حکومت استحکام کے ساتھ قایم ہے۔ بحیرۂ اخضر کی طرف سے خشکی کا دور دراز سفر کئے بغیر مشہد عشق آباد اور ہرات پر مرو اور پنجدہ سے حملہ کیا جا سکتا

ہے۔ پس لنگر اندازی کے مقام ہونے کی حیثیت سے روس کے نزدیک استرآباد کی وہ قدر وقیمت باقی نہین رہی جو سابق مین تھی۔ اِس کے علاوہ جہانتک معلوم ہوا ہے اس کے ذرائع پیداوار بھی ایسے نہین کہ ایک بہت بڑی فوج کو جو میدان جنگ پر ہو یہان سے رسد بہم پہونچ سکے۔ گوکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۶۳ء مین تیس ہزار ایرانی فوج اسکے نواح مین خیمہ زن رہی۔ اب یہ مقام حملہ آور ہونے کے لئے اتنا مفید نہین جتناکہ بچاؤ کے لئے۔ مجازاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِسکی آنکھ مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ اور جنگی اعتبار سے اسکی اہمیت اوس مسئلہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسکا مین اوپر ذکر کر چکا ہون یعنی زیادہ رود کی سڑک کا قبضہ اور اس لئے وہ قوت جو اِس کا قابض ایران کے باقی حصے اور خود دار السلطنت کے برخلاف عمل مین لا سکتا ہے۔

استرآباد اور شاہ رود کا موقعہ

استرآباد کو شاہ رود سے شاہ کوہ یعنی کوہستان البرز کا وہ وسطی سلسلہ جدا کرتا ہے جو شمالی خراسان کی کثیر التعداد چٹانون مین تقسیم ہو جانے سے پیشتر یہان اپنی ایک خاص طبعی شان قایم رکھتا ہے۔ استرآباد سے پندرہ میل جانب جنوب اِس سلسلہ کی بلند ترین چوٹی کا ارتفاع تیرہ ہزار فٹ ہے۔ اسے شاہ رود کی سمت مین جس کا فاصلہ خچر کی راہ سے ۵۱ میل ہوگا دو درے قطع کرتے ہین جن مین سے کم از کم ایک تو ضرور اس قابل ہے کہ باوجود ارتفاع اور نوعیت علاقہ کے ایک بہت عمدہ فوجی سڑک کی صورت مین منتقل کیا

جا سکے[۵۱]۔ جو فوج ان دونون درون مین سے ایک کی راہ سے دہاواکرکے شاہ رود
پر جو بالکل غیر محفوظ ہے قبضہ کرلے گی اوسکو حسب ذیل فواید حاصل ہون گے۔
اوّل تو وہ اپنے آپ کو ایک ایسے علاقہ مین پائے گی جو نہایت ہی شاداب
ہے اور جہان پانی کثرت سے موجود ہے اور گرمیون مین بھی بہت بڑی فوج

---

۵۱ شاہ رود اور استرآباد کے درمیان جو دو سڑکین (ایک براہ درہ قوزلک اور دوسری براہ ... ات) ہین اونہین حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ لفٹننٹ اے کونولی (سنہ ۱۸۳۰ع) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (ہندوستان تک کا سفر خشکی کی راہ سے) جلد اول صفحات ۱۸۲ الی ۱۸۴ + کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۷۲ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد ہفتدہم صفحات ۱۹۳ الی ۱۹۴ + کرنل بی۔ لووٹ (سنہ ۱۸۸۱ع) "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدید) جلد پنجم صفحات ۷۵ الی ۸۴ (سنہ ۱۸۸۳ع)
جو سڑک استرآباد کو گزرتی ہے اور طول مین ۲۷ میل ہے اوسے حسب ذیل سیاحون نے بیان کیا ہے۔ ای۔ بی۔ ایسٹوک (سنہ ۱۸۶۲ع) "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ) جلد دوم۔ صفحات ۵۴ الی ۹۴ + کپتان آنریبل جی۔ نیپیر (سنہ ۱۸۷۴ع) "جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحات ۱۱۴ و ۱۱۵ + مسٹر سی میگرگر (سنہ ۱۸۷۹ع) "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۱۶۳ الی ۱۶۶۔

رہ سکتی ہے ثانیاً جو سڑک مازندران سمندر کے ساحل اور دار السلطنت طہران سے آتی ہین اون کے مقام اتصال پر اوسے قبضہ حاصل ہو جائے گا۔ ثالثاً خراسان مین مغرب کی سمت سے داخل ہونے کا جو ایک ہی راستہ ہے اوس کی زد مین آجائے گا اور یہان سے خراسان کے وسط کی طرف دو آسانی کے ساتھہ طے کی جا سکنے والی سڑکین ایک تو براہ جاجرم۔ بجنرد و کوچان شمال کی سمت مین اور دوسری براہ سبزوار و نیشاپور مشرق کی جانب مشہد کو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ استرآباد اور شاہ رود کا قبضہ گویا شمالی ایران کی کلید ہے۔ جو فوج اِس مقام پر متعین ہوگی وہ خراسان کا تعلق دنیا باقی حصون سے منقطع کر سکتی ہے اور دار السلطنت سے کمک بہم پہونچنے کی کامیابی کے ساتھہ مزاحم ہو سکتی ہے۔ شمالی ایران کو بلحاظ شکل ایک تتئیے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جسکا سر طہران مین ہے اور ڈنک مشہد مین۔ گز اور شاہ رود کے درمیان جو تنگ طبقہ زمین واقع ہے وہ گویا اس تتئیے کی کمر ہے۔ اگر کمر کو کاٹ ڈالو تو سر بیکار ہو جاتا ہے اور ڈنک اگر کچہہ کر سکتا ہے (اور وہ بہی اوس صورت مین جبکہ وہ ایرانی ڈنک نہ ہو) تو وہ یہ ہے کہ مرتے مرتے خار دیتا جائے۔ روسیون کے عاشوراد امین موجود ہونے کے واقعہ کو جو ہمیشہ اس درجہ وقیع اور اہم سمجھا گیا ہے تو اوس کا اصلی باعث ممالک محروسہ شاہ کے اسی حصہ کی طبعی نوعیت

۵۱ کرنیل ویلنٹائن بیکر اپنی کتاب "کلاوڈس اِن دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتا ہے کہ بسطام کے میدان مین (جو شاہ رود کے نواح اور مضافات پر مشتمل ہے۔ بسطام تین میل کے فاصلہ پر گورنر کے رہنے کی جگہ ہے) ساٹھہ ہزار فوج رہ سکتی ہے۔

ہے۔ اس نواح مین اون کے مفاد اور اغراض و مقاصد کی نگرانی ایک قونسل متعینہ استرآباد اور وکلار ماموره بندرگز و شاه رود سے متعلق ہے۔

ایرانی اور روسی ترکمان

اب مین تیسرے مسئلہ یعنی یومت قبیلہ کے ترکمانون کے مالہ و ماعلیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اس مسئلہ مین بھی ایک اہم اور معنی خیز حصہ لیتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۱ع کے عہدنامہ قرارداد سرحد کی رو سے روس اور ایران کی سرحد دریاے اترک اپنے دہانہ سے چات کے مقام تک جہان سمبر کی ندی اوس سے ملتی ہے قرار پایا تھا گو کہ کسی خاص وجہ سے صاف کا بیج نہین کی گئی روسی سرحد کا ایک نشان ابھی تک دریاے اترک کے جنوب کی طرف قایم ہے۔ اسکے علاوہ بعض روسی افسرون کی نسبت یہ بھی سُنا گیا ہے کہ عہدنامہ کے مرتب ہونے کے بعد بھی اونہون نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھہ دریاے اترک کو عبور کر کے اون ایرانی یومتون سے جو گرگان پر آباد تھے خراج وصول کیا۔ لیکن اس فعل کو قانون ما بین الاقوام حق بجانب تسلیم نہین کر سکتا اور نیز سیاسی لحاظ سے دریاے اترک ہی کو حد فاصل سمجھنا چاہیے۔ اس دریا کے شمال کی طرف یومت قبیلہ کے وہ ترکمان آباد ہین جو روس کے زیر حکومت ہین اور دریا کے جنوب کی طرف اِسی قبیلہ کے ترکمان ایرانی حکومت مین رہتے ہین۔ لیکن ثانی الذکر ترکمانون کی خانہ بدوش جماعتین سال کے بعض حصون مین دریا کو عبور کر کے روسی علاقہ مین چلی جاتی ہین اور اون کو عہدنامہ کی رو سے اس بات کی اجازت بھی ہے

تاکہ وہ اپنی چراگاہوں کو بدل سکیں - روسی یومت اب پوری طرح سے اطاعت گزین ہو چکے ہین اور خواہ اون کو روسی حکومت سے اطمینان ہو یا نہ ہو پھر بھی اون مین اتنی سکت باقی نہین کہ سرکشی کر سکین البتہ ایرانی یومت جو دو علیحدہ علیحدہ قبیلون عطابائی اور جعفربائی مین منقسم ہین ایرانی حکومت کے دعوے کو آسانی کے ساتھہ تسلیم نہین کرتے اور ۱۸۸۹ء مین اونہون نے علم بغاوت بلند کیا تھا - مشرق کی طرف گوکلان ترکمان آباد ہین جو ایک زیادہ اطاعت کیش قوم ہے - ان لوگون نے یومت ترکمانون کی پشتینی عداوت سے بچنے کے لئے اپنی رضا و رغبت سے ایران کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی - اب وہ شاہ کے خزانہ مین محصول ادا کرتے ہین اور بے قاعدہ سوارون کی جمیعت اوسکے لئے بہم پہونچاتے ہین۔[1]

ایرانی یومتون کی بغاوت

یومتون کا مفسدہ ماہ فروری ۱۸۸۸ء مین شروع ہوا اور کہین مارچ ۱۸۸۹ء مین جاکر فرو ہوا - اِس بغاوت کے برپا ہونے کی وجوہ گو کامل طور پر نہین لیکن ایک بہت بڑی حد تک ایرانی حکام کی بے عنوانیان اور بد نظمیان تہین - اِس نے ایسی خطرناک شکل اختیار کر لی کہ ایک وقت مین تیرہ ہزار ایرانی فوج گورنر جنرل خراسان اور بجنرد اور کوچان کے خانون کی ماتحتی مین یومتون کے

[1] حکومت استرآباد کی کمزوری اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ گوکلان ترکمان صوبہ استرآباد کی سرحد پر رہتے ہین پھر بھی ایلخانی بجنرد اون سے خراج وصول کرتا ہے اور وہی اُن سوارون کی جمیعت کو جو وہ بہم پہونچاتے ہین - اپنی کمان مین رکھتا ہے۔

برخلاف معرکہ آرا تھی ۔ اس موقعہ پر ایرانی فوج کی بزدلی کی ایسی ایسی حکایتین سننے مین آئی ہین کہ اونہین باور کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے ۔ مثلاً ہزار ہزار اور دو دو ہزار کے دستون کو گنتی کے ترکمان جنکی تعداد بیسیون یا کئی سو سے متجاوز نہ ہوگی روز روشن مین روک کر پسپا کر دیتے تھے ۔ مگر قرین انصاف ہوگا اگر اسکے ساتھہ یہ بہی درج کر دیا جائے کہ اِس رسوائی کے معرکہ مین ایرانی سپاہیون کی جس قدر محرک بزدلی رہی اوسی قدر اون کی تبہ حالی اور بے قناعتی بہی ہوئی ۔ اون کی تنخواہ جب طہران سے آتی تہی تو اوسمین سے قرار داد کی نصف سیف الملک کی جیب مین چلی جاتی تہی اور ان بہوکے ننگے ۔ اور مفلس میر سپاہیون سے اِس امر کی توقع رکھنا کہ وہ میدان کارزار مین نبرد آزمائی کرین گے شاید رحم و قیاس کا خون کرنا تھا ۔ دونون طرف جبر و تشدد کے وحشیانہ واقعات پیش آتے رہے اور ایرانیون کی طرف سے بہت زیادہ سختی ہوئی ۔ جو مرد اون کے ہاتھہ آیا اوسے اونہون نے زندہ نہ چہوڑا اور جو عورت اونہین ملی اوسکی اونہون نے عصمت بگاڑی ۔ انجام کار دغا اور سازش کے معمولی ایرانی طریقون سے بغاوت کا استیصال کیا گیا ۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کی مخالفت پر آمادہ کیا گیا اور بالآخر حاجی نذر خان علا بائیون کے سرگروہ کو جو اس مفسدہ کی روح وروان تھا ایرانی علاقہ مین دہوکے سے لاکر مار ڈالا گیا ۔ اسکے ساتھہ ہی مفسدہ فرو ہوگیا[1]

[1] یموت ترکمانون کے متعلق اگر اطلاع مطلوب ہو تو دیکھو آجہ الائی (۱۸۳۶ء) کی کتاب "ریلیشنس ڈی وایجز" (حالات سفر) صفحات ۳۳۱ الی ۳۳۶ اور یادداشت قاضی سید احمد مندرجہ "جرنل آف دی رائل جیاگرفیکل سوسائٹی" جلد چہل و ششم صفحہ ۱۴۲ (۱۸۷۶ء) ۔

——— ❊❊❊ ———

حکومت عالیہ کی کمزوری

اس قسم کے واقعات نہ صرف حکومت عالیہ کی قابل تاسف ناقابلیت پر دلالت کرتے ہین بلکہ خارجی طور پر اِن کا صرف ایک ہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ شمال مین روس کی ہمت اسپنے دعاوی کے متعلق اور زیادہ بڑھ جائے - یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ دولت روس اِس دعوے کو استحقاقاً پیش کرتی ہے اور اوسے اِس امر کی توقع بھی ہے کہ تمام ترکمان تومین اوس کے زیر نگین آجائین - اور یہ بھی تیقن کے ساتھہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ایرانی یومتون کے ساتھہ منصف کیا جائے تو وہ اوس گرانتر خراج سے بچنے کے لئے جو اُن کے ہم قبیلہ لوگون کو دریائے اتریک کے روسی کنارے پر دینا پڑتا ہے شاہ کے مطیع و منقاد رہین گے۔[۵] لیکن ہر نئے فسا کا برپا ہونا اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایران کا اس فساد کے رفع کرنے پر قادر نہ ہونے کا خفیف سا بھی ثبوت دینا ایک ایسی طاقت کے لئے جسکی نیت دستبرد کی ہو پیشقدمی کا بہانہ ہو جاتا ہے اور ایران کو چاہیئے کہ احتیاط کے ساتھہ اس امر کو مدنظر رکھے کہ کہین وہ خود جان بوجھہ کر اپنا سر اپنے دشمن کی کمند کے حلقے مین نہ پھنسا دے - اگر روس انتظار و صبر کو اپنا مسلک قرار دینے کے بجائے بڑھے چلے آنے کا طرز عمل اختیار کرتا تو اِن فسادون کی بنا پر اوسے آسانی کے ساتھہ اسپنے مفید مطلب موقعہ مل جاتا - در پردہ اوسکی ہمدردی کا ایرانیون کے ساتھہ نہ ہونا اِس قابل غور

[۵] اِس کی تصدیق حال (۱۸۹۱ء) کی اِس خبر سے ہوتی ہے کہ کئی سو روسی یومت ایرانی علاقہ مین چ آئے ہین اور برضا و رغبت خود شاہ کی رعایا بن گئے ہین -

واقعہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ مفسد پوستون کے پاس روسی ساخت کی کارتوس والی بندوقین اور کارتوس پائے گئے۔

بجنرد



بہ استرآباد سے گزر کر جو اپنے اہم اور پیچیدہ سیاسی مسائل کے تار و پود مین الجھا ہوا ہے ہم اب خراسان خاص مین پہونچتے ہین اور اپنا منہ مشرق کی طرف موڑ کر ہم اسکی سرحد کے قرارداد مصروف ہوتے ہین - ترکمانون کو چھوڑ کر ہم کردون مین پہونچتے ہین اور بجنرد کے ضلع مین ہمین کردون کے وہ پہلے قبائل ملتے ہین جن کے آبا و اجداد کو سرحد خراسان کے قایم رکھنے کی غرض سے ۱۶۰۰ء کے قریب شاہ عباس نے لا بسایا تہا - کوچان کا حال جس باب مین مندرج ہے اوس مین پہلے ہی تفصیل و وضاحت کے ساتھہ مین اون واقعات کو بیان نے کیا ہون جو ان فوجی نوآبادیون کے قیام کا باعث ہوئے اور ان لوگون کے قبض و دخل کی شرایط اور اُن تعلقات کو جو انہین حکومت عالیہ سے ہین درج کر چکا ہون اور جو کچھہ مین نے لکھا ہے وہی بجنرد پر بہی صادق آتا ہے - مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کوچان مین تو زیادہ تر زعفران لو کردآباد ہین - اور بجنرد مین ابھی تک زیادہ تر شادلو قبیلہ کے کردون کی بستی ہے۔ کوچان کے کردون کی طرح اون پر بہی ایک خان حکومت کرتا ہے جسے ایلخانی کا خطاب حاصل ہے اور جسکا تقرر اگرچہ شاہ کے حکم سے عمل مین آتا ہے لیکن بالعموم اوسے بہ سلسلہ وراثت حکمران خاندان مین سے منتخب کیا جاتا ہے یہ ایلخانی اپنی ریاست کی مالگزاری کی تحصیل خود کرتا ہے اور اسکے معاوضہ مین سلطنت کے لیئے فوجی

کمک بہم پہونچاتا ہے اور اوس کا درجہ عام طور پر ایک معمولی صوبہ کے گورنر سے زیادہ ہوتا ہے۔
سوارون کی جو جمعیت ایلخانی بجنرد بہم پہونچاتا ہے اوسکی تعداد اس وقت پانچ سو ہے
اوس کا علاقہ بجنرد کی مرتفع وادی پر مشتمل ہے جو وادی ہائے کوچان و شروان اور دریا
اترک کے حصہ بالا سے ملحق اور جاجرم واقع میدان اصفرائین کے جنوب کی طرف واقع ہے [۵۱]

کوچان

کوچان کا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون اسکی فوج کنٹنجنٹ کی تعداد اوس وقت چھ سو ہے

درگز

کوچان کے شمال و مشرق کی جانب اور وسطی سلسلہ کوہ البرز کے شمالی پہلوؤن پر درگز
(یعنی جہاؤ کی وادی) کا قلیل الرقبہ سرحدی ضلع واقع ہے اور کوہ البرز کے شمالی فاصل
اگر مقبوضات ایران مین سے کوئی قابل ذکر علاقہ رہ گیا ہے تو وہ فقط یہی ایک ہے۔ اِس
دلکشا مقام مین جو ایک چالیس میل لمبے اور تیس میل چوڑے طاس یا وادی پر مشتمل ہے کچھ تو

[۵۱] بجنرد اور اوس کے علاقہ کے حالات کے لئے دیکھو کتاب "وکلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) صفحہ ۲۹۸ الخ
مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۶ع) + "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان جلد دوم صفحات ۹۳ الی ۱۰۷
مصنفہ سر سی۔ میکگریگر (۱۸۷۹ع) + "دی واران ترکمانیہ" (ترکمانیہ کی جنگ)۔ جلد چہارم فصل ۸
مصنفہ جرنیل گراڈیکاف (۱۸۸۴ع) +

کر در ستے ہین اور زیادہ تر ترک یا تاتاری آباد ہین جو تورانی حملہ کی قدیم موجون کی نشانیان ہین -
درگز کا صدر مقام محمد آباد ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فیٹ ہوگی - ۱۸۸۰ء
مین اسی مقام پر اوڈانوڈن کرنیل اسٹوارٹ سے جو ایک ارمنی گھوڑے کے سوداگر
کے بھیس مین تھا ملا اور تین ہفتہ تک بغیر اس بات کے شناخت کرنے کے
کہ وہ انگریز ہے اوس کے ساتھ رہا - درگز کو اتریک سے پہاڑیون کے ایک
پست سلسلہ نے جدا کر رکھا ہے اور انہین کی وجہ سے اس کا الحاق ابھی تک
قرار واقعی علاقہ کے ساتھ نہین ہوا - گو کہ متعدد دیہات جو اس کے مضافات سے
ہین نیچے کے میدان پر واقع تھے اور اس سے متعلق تھے اب اس کے قبضہ سے
نکل گئے ہین - ۱۸۳۲ء سے پہلے یہ گویا ایک خود مختار علاقہ تھا لیکن خراسان
کے دوسرے سرحدی علاقون کی طرح اسے بھی اوس زمانہ مین عباس مرزا نے
فتح کیا اور اوس وقت سے اونہین شرائط اور قیود کے ساتھ جو کوچان اور بجنورد
سے متعلق ہین یہ بھی سلطنت ایران کے ماتحت ہے اگرچہ انتہائی سرحد پر ہونے
اور اس لئے اون تعلقات کے باعث جو اس کے سردار کو ترکمانون کے ساتھ
ہین حکومت عالیہ کے فرامین کا نفاذ گورنر مشہد کی طرف سے ایسے باقاعدہ اور
مناسب طور پر نہین ہوتا جیساکہ ہونا چاہیئے - خان درگز کا تعلق ایک حکمران خاندان سے
ہے جسے نادرشاہ کے وقت سے موروثی طور پر حکومت ملتی چلی آئی ہے - لیکن اب نہ تو خود
اوسے زیادہ امتیاز حاصل ہے اور نہ درگز کو اور یہان کی فوجی کمک کی تعداد کم ہو کر

ایک سورہ گئی ہے۔[۱]

روسیون کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہی

ان سرحدی اضلاع مین سے ایک بھی ایسا نہین جسمین اوس دستبرد کی مدافعت کے لئے مواد موجود ہو جو شمال کی طرف سے ظہور مین آئے۔ دو نون ایلخانی (جن مین سے ایک کے حالات مین ایک ابتدائی باب مین بیان کرچکا ہون) اپنے اپنے علاقہ کے ذی امتیاز سردار ہین۔ روس کے مقابل معرکہ آرا ہونے کی نسبت اونکا دعوے مشیخت لفاظی کے لحاظ سے گو کیسا ہی زبردست ہو اور اگر سچ پوچھا جائے تو تہ دل سے وہ اوس

---

[۱] سب سے پہلا انگریز جس نے درگزمین اکریہان کے حالات بیان کئے جے۔بی۔ فریزر تہا جو ۱۸۳۴ء مین یہان آیا۔ دیکھو اوس کی کتاب ''اے ونٹرس جرنی'' (سفر سرما) جلد دوم مراسلات نہم۔ دہم۔ و یازدہم + حالات مابعد کے لئے دیکھو کتاب ''کلاوڈس ان دی ایسٹ'' (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۲۲۹ الی ۲۷۴ مصنفہ کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) + ''جرنی تہرو خراسان'' (سفر خراسان) جلد دوم۔ صفحات ۷۰ الی ۷۶۔ مصنفہ سر۔ سی۔ میگریگر (۱۸۷۵ء) + ''دی مرو اوسس'' (گلشن مرو) جلد دوم۔ صفحات ۳۰ الی ۶۵ مصنفہ ای۔ اوڈونون (۱۸۸۲ء)

طاقت کے دشمن ہین جسکی نزدیکی کی وجہ سے اُن کا قدیم رسوخ و اقتدار اس درجہ کم ہوگیا ہے -
لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر روس حقیقت مین حملہ آور ہوا تو آیا وہ اوس کے مقابلہ مین ایک اونگلی بہی اوٹھاینگے یا نہین اور اِس کے ساتہہ ہی اس امر کو بھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ روسی ہدایا و تحائف کا مسلسل کئی سال سے اون کے پاس پہونچتے رہنا جراحت تسخیر کے اندمال پذیر ہونے کا بہت بڑی حد تک باعث ہوا ہوگا - ابھی سے روس کو ان دونون علاقون مین سے ہر ایک مین قدم جمانے کی جگہ مل گئی ہے - مین اوس فوجی سڑک کا ذکر کر چکا ہون جو معائنہ تیرا اور کوچان کے درمیان واقع ہے اور اصول فن حرب کے لحاظ سے جو وقعت و اہمیت اوسے حاصل ہے اوس کی طرف بہی مین اشارہ کر چکا ہون - ایک اور سڑک جسے روس نے بنایا ہے گیاک تپی سے شروع ہوتی ہے اور جو پہاڑ کچہہ دور پر مغرب کی طرف واقع ہین اون کے ایک درہ مین سے گذر کر گرماب اور فیروزہ ہوتی ہوئی شروان اور وہان سے کوچان تک جاتی ہے نیز ایک تیسری سڑک روس کے فوجی مقام چکشلیار واقع بحیرہ اخضر سے شروع ہو کر دریائے اتریک کے کنارے کے ساتہہ ساتہہ اوس کے منبع کی سمت مین براہ چات بجنرد کو جاتی ہے - روس نے اپنے وکیل (جو روسی مسلمان ہین) بجنرد - کوچان اور محمد آباد مین متعین کئے ہین - بظاہر وہ وہان تجارت کی غرض سے رہتے ہین لیکن تجارتی کاروبار کی مشغولیتون سے جو فرصت اونہین حاصل ہوتی ہے اوسے وہ اون احتیاط آمیز خبرون کی بنا پر جو اونہین ملین اپنے ملک کے اغراض و مقاصد کی تکمیل مین صرف کرتے ہین -

---

قلات نادری



ق کی طرف سفر کرتے کرتے ہم اوس حیرت انگیز قدرتی منظر کے پاس پہونچتے ہین جو نادرشاہ کے زمانہ سے جس نے اسے اپنا قلعہ بنایا قلات نادری کے نام سے مشہور ہے اس تعجب خیز مقام کی طبعی اور نیز اون خصوصیات پر جو بہ لحاظ فن حرب اسے حاصل ہین پیشتر بحث کی جاچکی ہے - مین یہ بہی بیان کر چکا ہون کہ دولت فارس کی طرف سے یہان (برای نام) پانچ سو پیدلون کی جمعیت دو توپون کے ساتھہ متعین ہے اور یہ جمعیت مختلف زد مین آسکنے والے مقامات پر مامور ہے - یہان کے باشندے زیادہ تر ترک ہین اور یہان کا حاکم حاجی ابو الفتح خان جو مشہد سے بہیجا گیا ہے ایک گانون مین جو اس علاقہ کے اندرونی حصہ مین واقع ہے رہتا ہے اور ایران کے سرحدی رسالہ کے لئے ۱۵۰ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے -

روس کی آرزوئین

گزشتہ کچہہ عرصہ سے روس نے قلات کو عجب محبت بھری نگاہون سے دیکھنا شروع کیا ہے اور یہ افواہ کہ دولت ایران نے اس قلعہ کو روس کے حوالہ کر دیا ہے قصداً شائع کی گئی ہے تاکہ انتقال ملکیت کے اس خیال سے لوگ آشنا ہو جائین - جن لوگون کو اس بات سے انکار ہے کہ روس کی ایسی نیت ہے اون کے لئے یہ جواب کافی ہوگا کہ چند

سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ روس نے باقاعدہ طور پر ایران کو قلات کے معاوضہ مین مشہور اور زرخیز موغان کے میدان مین سے جو بحیرہ اخضر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اپنے حصہ کا قطعہ دینے کی تجویز پیش کی تہی لیکن ایران نے اسے نامنظور کیا۔ جیسا کہ مین پیشتر بتا چکا ہون روس کو قلات کے قبضہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہے کہ اول تو وہ تمام ندیان اوس کے قبضہ مین آجائین گی جو اٹک کی سمت مین بہتی ہین اور خاص طور سے اوسے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک وسطی مقام اوسے ہاتھ آجائے گا جہان سے وہ تمام سرحدی اقوام کو مطیع رکھہ سکیگا اس کے علاوہ قلات کے قبضہ سے روس کے اقتدار اور اثر مین نمایان اضافہ ہوجائیگا۔

ایران اس حیرت زا مقام کو روس کے حوالے کردینے مین ہرگز رضامند نہین اور اسکی حفاظت اور نگہداشت مین ایسی رقیبانہ احتیاط سے کام لے رہا ہے جسے اوس کے عام تساہل اور ضعف سے ایک عجیب وغریب تناقض ہے کسی اجنبی کو شاہ کجکلاہ کی خاص اجازت کے بغیر اس کے اندر جانے کی اجازت نہین دی جاتی اور بہت سے روسیون کو اور خود مجہے اس مین داخل ہونے کی کوشش مین ناکام ہونا پڑا۔ روس کا طرز عمل اس نواح مین فی الحال اون ندیون کی نسبت اپنا حق قایم کرنے پر جو اوس کے مقبوضات واقع میدان کی آبپاشی کرتی ہین اور نیز سرحدی قومون کو اپنے دائرۂ اثر مین لانے پر مشتمل ہے۔ اٹک کے میدان سے بتدریج بڑہ کر وہ دامن کوہ کے اکثر حصون کو اپنے قبضہ مین لاچکا ہے اور حق آبپاشی کے جہگڑے جو ان ندیون سے متعلق ہین جو اگرچہ روسی دیہات کو سیراب کرتی ہین لیکن جنکا منبع اصل مین ایرانی علاقہ ہے اور جو بہتی بہی ایرانی علاقہ ہی مین ہین اونہین بڑہا بڑہا کر ہمیشہ

دست اندازی کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے - غرضکہ ان دونون مقاصد کی تکمیل کے لئے قلات کا قبضہ روس کے حق مین بدرجہ غایت مفید ہوگا اور جب تک یہ مقام اوسکے ہاتھ مین نہ آجائیگا اوس وقت تک اوسے صبر نہ آئے گا -

سرحد روس و فارس

روس و فارس کے مابین جو عہدنامہ دسمبر ۱۸۸۱ء مین قطعی طور پر مرتب ہوا اور جس مین اون ضرورتون کے لحاظ سے جو اس سال کی جدید روسی فتوحات کے باعث پیش آئین ماوراالنہر اور خراسان کی سرحد کا تعین کیا گیا تھا - اوس کی روسے وہ سرحد جو دریاے اترک کے دہانہ سے شروع ہوتی ہے موضع لطف آباد پہونچنے سے پہلے دفعتہً رک جاتی ہے - موضع لطف آباد ایرانی ضلع درگز سے نیچے اٹک مین واقع ہے - عہدنامہ کی روسے یہ گاون ایرانیون کے پاس رہنے دیا گیا لیکن کسی مشتبہ تحریر سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس مقام سے سرخس تک جو دریاے تجند کے کنارے پر واقع ہے ٹھیک سرحد کیا ہے - یہ یقین کیا جاتا ہے کہ اس سرحد کا تصفیہ ایک خفیہ عہدنامہ کی رو سے ہوا جو ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۳ء مین مرتب ہوا اور کمشنرون نے خود اس مقام پر جاکر حدبندی کی - اس عہدنامہ کا حال مین آگے چلکر بیان کرون گا - لیکن چونکہ عام طور سے اس امر کے متعلق کوئی یقینی بات معلوم نہین بلکہ یون کہئے کہ چونکہ لوگون کو اس کا حال بالکل معلوم نہین اس لئے روس اس عدم تیقن یا لاعلمی کو اوس مداخلت اور دست اندازی کا بہانہ بنالیتا ہے

جس کا ذکر مین نے مندرجہ بالا فقرہ مین کیا ہے۔

آب تجند

سرخس کے قریب پہونچکر ایک مرتبہ پھر ہم کو دریاے تجند کی شکل مین ایک معین سرحد نظر آتی ہے۔ شروع شروع مین یہ دریا ہری رود کہلاتا ہے لیکن پل خاتون پر کشف رود کے ملنے کی وجہ سے تجند ہوجاتا ہے اور سرخس کے مقام پر ایرانی اور روسی فوجی چوکیون کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد اوس حالت مین جبکہ اوس مین پانی ہوتا ہے شمال کی طرف صحرا مین سے بہتا ہوا گزرتا ہے اور تجند یا کاری بنت کے مقام پر ماوراالنہری ریلوے کی ایک پل اس پر بندھا ہوا ہے۔

سرخس جدید و قدیم

سرخس دو ہین۔ قدیم اور جدید۔ اور سیاحون اور بدبرون کو ان کے مواقع اور حالات طبعی کے اختلافات کی ناتمام معلومات کی وجہ سے بہت کچھہ خلط مبحث کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سرخس قدیم دریا کے دہنے یا مشرقی کنارے پر واقع ہے اور ایک زمانہ دراز سے ترکمانون کے قبیلہ سلور کا صدر مقام چلا آیا ہے۔ یہ قبیلہ ترکمانی نسل کی اولین شاخون مین سے ہے جنکا ذکر مورخین عرب نے دسوین صدی عیسوی مین کیا[1]۔ اس صدی مین جس یورپین سیاح کا سب سے اول سرخس مین

[1] عرب سیاح الاصطخری (جسے آوسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے) دسوین صدی (دیکھو صفحہ ۴۴)

آنا تاریخ مین مذکور ہے وہ ایک پادری والف نامی تہا جو پہلی مرتبہ بخارا کو وہان سے کے یہودیون اور ترکمانون مین دین عیسوی کی اشاعت کرنے کی غرض سے جاتے ہوئے کئی ہفتہ تک سرخس مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳) عیسوی مین سرخس مین وارد ہوا۔ اوس نے نیشاپور سے اِس کا فاصلہ چہہ منزل ہونا بیان کیا ہے اور اوسکے بعد کہتا ہے ۔"سرخس ایک شہر ہے جو مرو اور نیشاپور کے درمیان ایک مسطح میدان پر واقع ہے۔ سوائے آب پشنگ کے اور کوئی ندی اسے سیراب نہین کرتی۔ پشنگ کی ندی ہری رود سے نکلکر سرخس کی طرف آتی ہے لیکن شدت کی گرمیون مین یہان تک پہونچنے نہین پاتی۔ سرخس اندازاً مروالرود جتنا بڑا ہوگا۔ یہ ایک آباد اور خوشحال شہر ہے۔ ہوا یہان کی پاکیزہ اور صحت بخش ہے۔ باشندے کنوؤن کا پانی پیتے ہین اور آسیاؤن مین گہوڑے گدہے لگاتے ہین۔" دیکہو "دی اورینٹل جاگریفی آف ابن حوقل"[۵۱] (مشرقی جغرافیہ ابن حوقل) مترجمہ سرڈبلیو آؤسلے۔ صفحات ۲۱۹ الی ۲۱۲ تجند کی یہ کیفیت زمانہ حال کے سیاحون کے بیان سے بالکل مطابق ہے۔ جب موسولیسار اول اول ۱۸۳۲ء مین وارد سرخس ہوا تو اوس نے بیان کیا کہ دریا کی نہ عام طور سے خشک رہتی ہے اور اوس کا پاٹ تین سو گز سے لیکر نصف میل تک ہے۔ عرب سیاح ابن بطوطا بہی ۱۳۳۰ء مین مشہد سے سرخس کو آیا۔ دیکہو سفرنامہ ابن بطوطا مترجمہ پادری ایس لی۔ صفحہ ۹۶۔ سرخس کے جو حالات ابتدائی زمانہ کے مصنفین نے لکہے ہین اون کے لئے دیکہو سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۹۔ "ڈسکرپشیو امپیریائی سلیمیائی" (حالات دول اسلامیہ) از تصانیف مقدسی صفحہ ۳۱۲ الی ۳۱۴۔ و فرہنگ فارس صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸ مصنفہ یاقوت۔

[۵۱] مصنف کا یہ فرمانا کہ عرب سیاح الاصطخری کو آؤسلے غلطی سے ابن حوقل کہتا ہے کئی وجوہ (دیکہو صفحہ ۵۰)

مقیم رہا - اِس کے بعد ۱۸۴۳ء مین وہ اس امر کی تحقیق کی غرض سے پھر ادہر سے گذرا کہ بخارا مین اسٹاڈرٹ اور کونولی کا کیا حشر ہوا - اِس اثنا مین برنس وس دن تک ۱۸۳۲ء مین بمقام سرخس - بہ تبدیل لباس چھپا رہا اور شناخت کئے جانے سے بال بال بچا - اوس کا بیان ہے کہ "یہ مقام ایک چھوٹا سا برباد شدہ کمزور قلعہ ہے جو ایک پہاڑی پر واقع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴) سے مغالطہ انگیز ہے - اول تو اصطخری جس کا پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد النخری الفارسی الاصطخری ہے عرب نہین - بلکہ جیسا کہ اوس کے نام سے ظاہر ہے ایرانی ہے - چنانچہ اوس کی کتاب مسالک الممالک مین جو یوروپ (لیڈن) ۱۸۷۰ء مین چھپی ہے اوس کا فارسی خطبہ بہی درج ہے - ثانیاً اصطخری اور ابن حوقل جیسا کہ مصنف کے الفاظ مندرجہ قوسین سے مترشح ہوتا ہے ایک ہی شخص کے دو نام نہین ہین بلکہ محقق اور سیاح ہونے کے اعتبار سے - یہ دو جداجدا ذی امتیاز شخص ہین - ابن حوقل کو تو ایک زمانہ جانتا ہے کہ وہ بغداد کا رہنے والا تہا - شمالی و مشرقی حصہ - مغربی و جنوبی حصہ ایشیا - روس - ہندوستان اور چین اور دیگر مختلف سرزمینون مین اِس نے سفر کیا اور ۹۷۶ء مین وفات پائی (دیکہو "سائیکلوپیڈیا آف ٹیمز" (اسماء الرجال) - اِسکی جغرافی تصنیف المسالک والممالک کا جو اُسکے مشاہدہ اور تجربہ ذاتی پر مبنی تہی متعدد یوروپین زبانون مین ترجمہ ہو چکا ہے - اصطخری بہی ایک فاضل سیاح او ابن حوقل کا معاصر ہے اور اس نے بہی فن جغرافیہ مین ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مسالک الممالک ہے - یوروپین مصنفین نے اِن دونون کو جو مخلوط کر دیا ہے تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون کی کتابین لفظی اور معنوی لحاظ سے اِس درجہ باہمی مشابہت رکھتی ہین کہ ایک دوسری سے بمشکل متمیز ہو سکتی ہے - چنانچہ مینے ابن حوقل اور الاصطخری کے مختلف مقامات

سے ہے اور جس مین چند کچے جہونپڑے ہین جو مشہد کے یہودیون نے بنائے ہین"۔ برنس نے سرخس کی نسبت یہ بہی بیان کیا ہے کہ اوس وقت یہان کے ترکمان باشندون نے بظاہر خان خیوا کی اطاعت اختیار کر لی تہی۔[۵۱]

عباس مرزا کا سرخس قدیم کو مسخر کرنا

خس کی سفر کے تہوڑے ہی عرصہ بعد عباس مرزا ولیعہد نے جو خراسان کو دوبارہ فتح کرنے اور اوسے پورے طور سے دولت فارس کا مطیع و منقاد بنانے کی مہم کو انجام دے رہا تہا اپنی فوج کے ساتھ یہان آکر اس مقام کو برباد کر ڈالا۔ اس کے اکثر باشندون کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا اور جو باقی بچے اونہین قید کر کے مشہد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵) کا جب مقابلہ کیا تو سوائے ایک آدہ لفظ کے صفحے کے صفحے متحد اللفظ پائے۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ کہ ان دونون مین سے ایک نے اپنی تصنیف کی قلم بند کرتے وقت دوسرے کی کتاب کے اجزا کا بالالتزام اقتباس کر لیا۔ چونکہ یہ دونون ہم عصر ہین اسلئے یہ نہین بتایا جا سکتا کہ کس کی کتاب اصلاً و مجدداً لکہی گئی۔ البتہ بادی النظری شہادت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصطخری کا ماخذ ابن حوقل ہے جسکی نسبت بلحاظ علم و فضل۔ اصابت نظر۔ اور وسعت تجربہ اور قریباً تمام دنیا کے سیاح ہونیکے یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اوس نے ایک دوسرے مصنف کی کتاب کے صفحے کے صفحے بعینہ اپنی کتاب مین درج کر لئے ہون گے۔ مترجم

[۵۱] دیکہو ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم۔ صفحات ۴۲ الی ۵۶۔

لے گیا[۵]۔ جہان سے بعد مین اون کے رشتہ دارون نے جو قبیلہ سلور سے تعلق رکہتے تہے
اور یونان مین رہتے تہے اون کو چار پاونڈ فی کس کے حساب سے فدیہ دے کر رہا کرا لیا۔ ان

۵ا "تسخیر کوچان کے بعد عباس مرزا عازم سرخس ہوا جہان کے باشندون کو اوس نے بے خبر پاکر فوراً شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ شہر والون نے اول ڈیڑہ لاکہہ اور اوس کے بعد دو لاکہہ تومان تاوان کے طور پر دینے کی آمادگی ظاہر کر کے امان چاہی لیکن عباس مرزا نے اِس رقم کے لینے سے فرط حقارت سے انکار کر دیا اور مصمم قصد کرلیا کہ خواہ کچہہ ہی کیون نہ ہو اس قتل وغارت کی کمین گاہ کو خاک مین ملا دونگا۔ غرضکہ اوس نے شہر کا محاصرہ کر کے اوس پر ایک بارگی حملہ کیا اور ایک دن سے کچہہ ہی زیادہ مدت مین اوسکو سر کرلیا۔ اِس کے بعد اوس نے فوج کو حکم دیا کہ شہر کو لوٹ کر آگ لگا دے چنانچہ غارتگری کے بعد اُس کو پیوند زمین کر دیا گیا۔ بہت سے باشندے تو مارے گئے اور جو بچے اُن مین سے تین ہزار قیدی بنائے گئے۔ مال غنیمت کی کچہہ انتہا نہ تہی۔ زمانہ حال مین شاید کہین اتنی لوٹ کسی فاتح کے ہاتہہ نہ آئی ہوگی۔ سونے کی یہ کثرت تہی کہ بورے کے بورے اوس سے بہرے ہوئے تہے اور انواع واقسام کے بیش قیمت مال کے ڈہیر کے ڈہیر لگے ہوئے تہے۔ حقیقت مین یہ قزاقون کی ایک بہت بڑی کمین گاہ تہی۔ جو مال غنیمت یہان سے دستیاب ہوا اور جس مین سے اکثر سپاہیون کے ہاتہہ آیا اوس کی یہ کیفیت تہی کہ صرف سونے ہی کی قیمت تین اور چار لاکہہ پاونڈ کے درمیان ہوگی" جے۔ بی۔ فریزر [illegible] سے ونٹر جرنی" (موسم سرما کا سفر) [illegible] صفحہ ۲۹ [illegible] یان اگرچہ [illegible] ہو [illegible] لیکن اس [illegible] دلچسپ [illegible] کہ یہ قریب قریب اوسی زمانہ یعنی ۱۸۳۲ع مین [illegible] گیا۔

میں سے بعض ابھی تک سرخس قدیم مین پائے جاتے ہین اور ایک نوآبادی زہرہ آباد مین دریا کے ایران کی طرف کے کنارہ پراوس کے منبع کی سمت مین واقع ہے - مگر یہ قبیلہ انحطاط پذیر ہو کر فی زمانہ کسی شمار قطار مین نہین رہا -

سرخس جدید

مدت بعد (۱۸۵۰ع کے قریب) ایرانیون نے اس سرحدی مقام کو مرو کے تقی ترکمانون کی سفاکانہ دستبرد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک بہت بڑا کثیر الاضلاع قلعہ جسکے جوانب چوبیس برجون سے مستحکم تھے اور جس پر متعدد پرانی توپین چڑھائی گئین دریا تجند کے بائین یا مغربی کنارے پر دریا سے بقدر نصف میل کے فاصلہ کے تعمیر کیا - موسوڈی بلاکول (یہ وہ ناشاد فرانسیسی عکاس ہے جو ۱۸۶۰ع مین اوس مشہور ایرانی مہم کے ساتھ گیا تھا جو بمقام کوشید خان کالہ تہ تیغ کی گئی اور جو خود ترکمانون کے ہاتھ مین پڑکر قریباً ڈیڑھ سال تک اون کے خیمون مین قید رہا) رستہ مین سرخس سے ہوکر گزرا اور اوس نے اس تو تعمیر قلعہ کا حال بیان کیا ہے[۵۱] - اس کے بعد جس سیاح کا یہان گزر ہوا وہ میکگریگر تھا جو ۱۸۷۵ع مین آیا اوس نے اس قلعہ اور اوسکی پیدل اور سوارون کی سات سو کی جمعیت اور گیارہ کم وبیش بیکار آمد توپون کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب مین قلعہ کا ایک نقشہ اور تصویر بھی دی ہے[۵۲] - اس کے بعد

---

[۵۱] "تور دو ماندے" (سفر دنیا) (بزبان فرانسیسی) - اپریل ۱۸۶۱ع)

[۵۲] "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) جلد دوم صفحات ۳۰ الی ۳۳ -

سنہ ۱۸۸۲ء مین موسولیسار مشہور و معروف روسی انجنیر جو اوس وقت روسی پیشقدمی کے پیش خیمہ کا مہتمم تہا اور اوس کے بعد جماعت ماموریٔہ تصفیہ سرحد افغانستان کا رکن ہوا اور اب دربار بخارا مین سفیر ہے۔ پیمایش و مساحت کے اوس دورہ پروار دسرخس ہوا جس کی وجہ سے اول اول یوروپ والون کو اوس علاقہ کا حال معلوم ہوا جو سرخس اور ہرات کے درمیان ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قلعہ سرخس کی جمعیت کی تبہ حالی کی یہ کیفیت تہی کہ بجائے اِس کے کہ غنیم پر اوس کی ہیبت طاری ہو وہ خود خوف زدہ ہوکر گویا قلعہ بند ہو رہی تہی۔ کیونکہ کبہی اوس کو یہ جرأت نہین ہوئی کہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ آور ہو بلکہ بُرجون پر رات کے وقت آگ روشن کرتی رہتی تہی تاکہ اِس نواح مین دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ہوجائے۔

سرخس قدیم پر روسیون کا مکرر قبضہ

دو سال بعد ماہ اپریل سنہ ۱۸۸۴ء مین زیادہ تر اوس اطلاع کی بنا پر جو موسولیسار نے فراہم کی تہی اور اوس اثر خیز مگر غیر مصئون پیش قدمی کے سلسلہ مین جو سنہ ۱۸۸۵ء مین جنگ کشک اور قبضہ پنجدہ پر منتہی ہوئی ایک روسی فوج نے آکر سرخس قدیم پر جو دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور جس کی حفاظت کے لئے اوس نے وہان کسی کو موجود نہ پایا قبضہ کرلیا۔ یہان روسیون نے بہت جلد ایک مستحکم قلعہ اور فوجی بارکین تعمیر کرلین اور قدیم سرخس کا جس مین اِس طرح سے از سر نو جان پڑی اور جسے اس لحاظ سے میری دانست مین اب سرخس جدید نام رکھنا چاہئے

اوس وقت سے لیکر اب تک روس کی سرحدی فوجی چھاونیون مین شمار ہے۔ روسیون کے قبضہ مین چلے جانے کے بعد اِس کی اگر کوئی کیفیت میرے دیکھنے مین آئی ہے تو وہ کانٹ ڈے شوٹے ایک نوجوان فرانسیسی افسر فوج کی قلمبند کی ہوئی ہے جو ۱۸۸۸ء مین بہ تبدیل لباس کرنیل علی خاناف کے ہمراہ مرو سے روانہ ہوکر اس راستہ سے ہوتا ہوا گیا۔ اوس کا بیان (ترجمہ شدہ) حسب ذیل ہے۔

سرخس کی نسبت شہر کے لفظ کا اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرنا داخل مبالغہ ہوگا۔ یہ محض ایک فوجی چوکی ہے جس کے گرد افسرون اور بعض تجارت پیشہ لوگون کے مکانات بنے ہوئے ہین۔ اس نواح مین جو ترکمان قومین آباد ہین اون کو جب روس اپنے ظل حمایت مین لے لیا اور ایرانیون نے اِس کی نسبت اظہار ناراضی کیا تو روسیون نے اوس کا یہ جواب دیا کہ یہ فوجی چھاؤنی قایم کردی جس مین اونہون نے دو فوجی دستے جن کی مجموعی تعداد پندرہ سو سے لیکر ۱۶۰۰ جوان تک ہوگی متعین کردئے۔ روسیو نے ایرانیون کو یہ ایک ایسا سبق سکھایا کہ اونہین پوری طرح سے معلوم ہوگیا کہ ہم اِس علاقہ کو اب کبھی نہین لے سکتے۔ اسکے ساتھہ ہی ایک نہایت بودے اور سطحی عذر کی بنا پر روس نے وادی تجند مین ایک زبردست سرحدی چھاؤنی قایم کردی جسکی وجہ سے اون دو سڑکون مین سے ایک اوس کے قبضہ مین آگئی جو ہرات کو جاتی ہین۔ سرخس مین ایک بہت بڑی فوجی بارک کے علاوہ جو نہایت عمدہ ہے صرف ایک سو مکانات ہون گے جن مین عہدہ داران فوجی یا یوانی اور تاجر لوگ بود و باش رکھتے ہین۔ یہان دو بازار اور دو چوک

ہین جن مین سے ایک مین خرید و فروخت کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ قصبہ کی شکل ایک طویل شکل متوازی الاضلاع کی سی ہے جس کا طول نصف میل اور عرض دو سو گز ہوگا۔ یہان حاکم ضلع رہتا ہے۔[۱]

حربی حیثیت

...نے اپنی سابق کی تصنیف مین اصول فن حرب کے لحاظ سے سرخس کے موقعہ کے اس ا... ار سے معنی خیز ہونے کے متعلق میکگریگر کی راے کا اقتباس درج ...ہے کہ اس ... قبضہ کی وجہ سے وہ سڑک زد مین آجاتی ہے جو وادی ہری رود سے ہرات ... جاتی ہے۔[۲] یہ موقعہ اب ایرانیون کے ہاتھ سے نکل کر بالکل روسیون کے ہاتھ مین چلا گیا ہے۔ سرخس مین جو ایرانی جمعیت متعین ...ور جو تین سو پیدلون اور ایک مختصر سے توپخانہ پر مشتمل ہے وہ گویا عملی لحاظ سے اوس بڑے قلعہ مین محصور ہے جسکی وہ کسی حالت مین حفاظت نہین کر سکتی۔ مشہد اور سرخس کے درمیان جو سلسلۂ تار برق قایم ہے وہ بالعموم بگڑا یا ٹوٹا رہتا ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر روسی دریا کے دوسرے کنارے پر آکر خالی کارتوسون کی

---

[۱] "واکسرشن این ترکستان" (سیر ترکستان) (از بربان فقر التوی ؟) صفحات ۸۰ الی ۸۲ -

[۲] "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) صفحہ ۱۲۱ -

ایک باڑ ماریں تو ایرانیوں کو بھاگتے ہی بن پڑے۔

مشرقی سرحد

جس ایرانی سرحد کے شمالی و مشرقی گوشہ کا منتہا ہے اور در اصل ایک زاویہ حادہ میں واقع ہے جو صحرا میں نکلا ہوا چلا گیا ہے۔ یہاں پر پہونچکر جنوب کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں اور اوس وادی میں سے گزرتے ہیں جس میں دریاے ہری رود بہتا ہے اور اول تو درۂ ذوالفقار تک ایران اور روس کے درمیان اور اوس کے بعد ایران اور افغانستان کے مابین سرحد قایم کرتا ہے۔ یہاں ہمارا اوس علاقہ کے شمالی حصہ میں بھی گزر ہوتا ہے جو سرحد پر یا اوس کے قریب واقع ہے اور جس میں مختلف مخلوط النسل اور غیر مذہب کی قومیں آباد ہیں۔ یہ قومیں اگرچہ ایران کی رعایا ہیں لیکن حکومت ایران کے آگے سر اطاعت پوری طرح سے نہیں جھکاتیں اور سرحد کے سیاسی مسائل کا تصفیہ اون کی وجہ سے بہت کچھ الجھن میں پڑ گیا ہے

ضلع مشہد

جس علاقہ میں اول اول اون عناصر خارجہ سے ہمارا مقابلہ ہوتا ہے وہ ضلع مشہد ہے جو ہری رود تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ دار الحکومت کے حوالی و جوانب میں تو ایرانی عنصر کو تفوق حاصل ہے لیکن جب ہم سرحد کے قریب پہونچتے ہیں تو ہمارا گزر ایسی نوآبادیوں یا

جماعتون مین ہوتا ہے جو قوم و مذہب کے لحاظ سے چہار ایماق (چار آبادیان) یعنی سرحد افغانستان کے خانہ بدوش قبیلون سے تعلق رکھتی ہین[ف۱]۔ یہ قبیلے جمشیدی اور ہزارائی ہین۔ اول الذکر ایرانی الاصل ہین لیکن اس قبیلہ کے اکثر لوگ مدت ہوئی کہ ایران کو چھوڑ کر افغانستان مین جا آباد ہوئے۔ جو باقی بچے اونہین ۱۸۵۶ء مین محاصرۂ ہرات کے بعد واپس لا کر کان گوشہ مین جو مشہد کے قریب آباد کیا گیا اور اون پر یہ خدمت عاید کی گئی کہ ایک تنخواہ یاب فوجی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچایا کرین۔ فوج طلایہ مامورہ سرحد کا ایک دستہ ابھی تک اونہین مین سے بھرتی کیا جاتا ہے لیکن اگرچہ وہ ایرانی الاصل ہین اور زبان بھی ایرانی بولتے ہین پھر بھی اون کی اطاعت گزاری اور وفاپروری کی حالت نہایت ناقابل اعتبار ہے۔ برخلاف اس کے ہزارائی ایرانی النسل نہین ہین۔ اون کا تعلق تورانی قوم سے ہے جیساکہ اون کے مغلی خال

[ف۱] چہار ایماق جیساکہ اون کے نام سے واضح ہوتا ہے ابتدا مین چار قومین تہین یعنی جمشیدی۔ فیروزکوہی۔ تیموری اور تیمونی۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد دو اور قومین ہزارائی اور قبچاقی ان مین شامل ہوگئین۔ فیروزکوہی۔ تیمونی اور قبچاقی جن مین سے اول الذکر دو قومین ایرانی النسل کہلاتی ہین ایران مین نہین پائی جاتین۔ البتہ باقی کی چار قومون کے لوگ ایران مین موجود ہین۔ ڈاکٹر بیلیو نے جو تقسیم کی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ اوس کے بیان کے مطابق اصلی چہار ایماق تیموری۔ تیمونی۔ داہی (؟) سوری ہین اور جمشیدی اور فیروزکوہی تیموری کی شاخین ہین اور ہزارائی اور داہی دراصل ایک ہین۔

وخط - ترچھی انکھون اور تقلیل ریش و بروت سے واضح ہوتا ہے اون مین سے کچھہ لوگ مشہد مین جا بسے لیکن زیادہ تر جنوب کی طرف بمقام محسن آباد ضلع باخرز مین پائے جاتے ہین سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگرچہ اون کی رگون مین ایرانی خون نہین دوڑتا اور مذہب یا تعلقات کے لحاظ سے بہی وہ ایرانی نہین ہین پہر بہی وہ فارسی بولتے ہین - مذہب اون کا سنت وجماعت ہے اور گو وہ ساڑہے چار سو سوارون کی جمعیت حکومت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتے ہین تاہم اون کی اطاعت کیشی راسخ قسم کی نہین -

اضلاع جام باخرز و خاف

مشہد کے بعد جنوب کی طرف یکے بعد دیگرے سہ حدی اضلاع جام یا تربت شیخ جام اور باخرزاور خاف آتے ہین - یہ تینون اضلاع ایک ولایت واحد پر مشتمل ہین جو ایک عربی الاصل ایرانی حاکم کے ماتحت ہے جسے نصرۃ الملک کا خطاب حاصل ہے اور جو ان تینون ضلعون سے ۱۰۲۵ سوارون کی جمعیت بہم پہونچاتا ہے - جو آبادی اوس کے زیر حکومت ہے اکثر حصہ اقوام چہار ایماق مین سے ایک سے تعلق رکھتا ہے لیکن جن قومون کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اون سے اس نام کی وجہ تسمیہ خود تیمور اعظم ہے جس نے اون کو اِس جرم کی پاداش مین کہ اونہون نے اوس کی مان کو جو حج کرنے گئی تہی لوٹ لیا تہا فرط غیظ وغضب سے جلاوطن کر کے یہان لا کر بطور رعایا ایک سید کے حوالے کر دیا جسکے ساتہہ اوس نے اپنی بیٹی کا عقد بہی کیا تہا - تیموریون کی بستیان خراسان کے دوسرے حصون علی الخصوص نواح نیشاپور اور سبزوار مین بہی پائی جاتی ہین لیکن اون کا اکثر حصہ ان تین سرحدی اضلاع مین جن کا

ذکر کیا جا رہا ہے آباد ہین۔ دولت ایران نے اپنی کوتاہ اندیشی اور سختی و زیادتی کی وجہ سے دوسری خانہ بدوش قومون کی طرح اس قوم کو بھی اپنی طرف سے بددل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران کو اس نواح مین خود اپنے زرخرید سپاہیون کی طرف سے ویسا ہی کھٹکا لگا ہوا ہے جیسا کہ رومتہ الکبری کو اپنی گاتھ اور گال قوم کی فوجون کی طرف سے تہا۔ اس موقعہ پر یہ ایزاد کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ہزارائیون اور جمشیدیون کی طرح تیموری بھی سنی مسلمان ہین۔

قائن

آگے بڑھ کر جانب جنوب قائن کا وسیع اور ممتاز ضلع واقع ہے جس مین دس بلوق یعنی تعلقداریان ہون گی اور جو اوس صحرا تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے جو خراسان کو کرمان سے جدا کرتا ہے۔ قائن کا حاکم ایک عرب امیر ہے جس کے خاندان مین یہان کی حکومت متوارث چلی آتی ہے۔ جنوبی سرحد ایران پر جس قدر سردار ہین اون مین حاکم قائن کو وہی درجہ و اعزاز اور طاقت حاصل ہے جو شمال مین بجنورد اور کوچان کے ایلخانیون کو حاصل ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حاکم قائن کو ان دونون پر تفوق ہے۔ موجودہ حاکم میر عالم خان دولت ایران کے وابستگان مین غالباً سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس وقت اوس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگی۔ ارادہ کی تصمیم اور سخت گیر ہونے کے باعث اوس کی دہاک بندہ گئی ہے اور اوس نے اپنے علاقہ کے غارتگرون اور لٹیرون کے جتھون اور علی الخصوص افغانون اور بلوچیون کے گروہون کا جو بلا خوف و تعرض اس نواح کو آ کر برباد کر جایا کرتے تھے پوری طرح سے قلع و قمع کر دیا ہے

وہ اس درجہ طاقتور ہے کہ حکومت عالیہ بھی اوس کے معاملات مین نہایت احتیاط کے ساتھہ دست اندازی کرتی ہے ۔ سنہ ۱۸۷۲ء مین جب مسئلہ سرحد سیستان کے تصفیہ کے لئے کمیشن بیٹھا تو میر عالم خان ہی گورنر تھا اور سر الف ۔ گولڈ اسمڈ سے وہ کچھہ زیادہ اخلاق کے ساتھہ نہین پیش آیا ۔ لیکن چونکہ خود اوس کے علاقہ کا رقبہ اوس وقت معرض خطر مین تھا کیونکہ سیستان اوس صوبہ کا ایک حصہ ہے اس لئے اوس کی کج رخی کو ایک حد تک حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کے بعد سے وہ اُن تمام انگریزون کے ساتھہ جو ادہر سے گزرے ہین ملاطفت اور مدارا سے پیش آتا رہا ہے اوسکو ایک پرشکوہ خطاب حاصل ہے جو شاہ نے اوسے عطا کیا ہے اور سپاہ ایران مین اوسے امیر تومان یعنی میجر جنرل کا درجہ حاصل ہے ۔ دولت عالیہ کے ترفع اور تفوق کی علامت ایرانی توپخانہ کا ایک حصہ ہے جو بیرجند کے قلعہ مین مامور ہے (سنہ ۱۸۹۱ء) مین میر عالم خان کا انتقال ہوگیا) ۔

آبادی اور دار الحکومت

اس علاقہ کے باشندون کی تعداد جو ایرانی اور عربی الاصل ہین اسی ہزار سے کم نہ ہوگی سابق مین دار الحکومت قائن تھا مگر اب بیرجند مین منتقل کر دیا گیا ہے ۔ بیرجند کا شہر قائن سے بڑا ہے ۔ اس کے گرد شہر پناہ نہین ۔ آبادی چودہ ہزار ہے ۔ کرنیل اسٹوارٹ کا بیان ہے کہ افیون یہان بافراط پیدا ہوتی ہے اور خرچ مین بہی کثرت ہی کے ساتھہ لائی جاتی ہے چنانچہ صدہا لوگ یہان ہر سال

کثرت استعمال سے مرا کرتے ہین[۱]۔ قاین اور سیستان سے ملاکر امیر سات سو سوار اور دو پیدلون کی پلٹنین دولت عالیہ کے لئے بہم پہونچاتا ہے۔ یہ دونون پلٹنین یکے بعد دیگرے بھرتی کیجاتی ہین۔ جب ایک سیستان مین خدمت پر مامور کی جاتی ہے تو دوسری برجند مین رخصت کردیجاتی ہے۔

سیستان

کہین اوپر بیان کرچکا ہون سیستان صوبہ قائن کا ایک بلوق یعنی ضلع یا تعلقہ ہے۔ یہان کا حاکم امیر قائن کا ایک نائب ہے جس کا مستقر نصرت آباد ہے۔ ۱۸۵۹ء مین

[۱] دیکھو ایک نہایت ہی دلچسپ مضمون جو کرنیل سی۔ ای۔ اسٹوارٹ نے "دی ہرات ویلی اینڈ دی پرشین بارڈر فرام دی ہری روڈ ٹو سیستان" (وادی ہرات سرحد ایران از ہری رود تا بہ سیستان) کے عنوان سے لکھا ہے اور جو "پروسیڈنگس آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (سلسلہ جدیدہ) بابت ۱۸۸۶ء جلد آٹھ ہشتم مین صفحات ۱۳۷ الی ۱۵۶ مین مندرج ہے + قاین کا حال کمیشن مامورہ تصفیہ سرحد سیستان (۱۸۷۲ء) نے لکھا ہے۔ (اکرنیل ایون اسمتھ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۳۶ الی ۳۴۳ + ۲۔ ایچ ڈبلیو۔ بیلیو۔ "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۳۲۰ الی ۳۲۲ +) سر۔ سی۔ میگریگر نے بھی اپنی کتاب "جرنی تھرو خراسان" (سفر خراسان) مین صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ پر قائن کا حال لکھا ہے۔ برجند کے حالات کے لئے انہین مصنفین کی کتابون کے صفحات ملحقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

خراسان کی کل مالگزاری مین سیستان نے بہ قدر [illegible] تومان ([illegible] پاؤنڈ) نقد اور ۲۴۰۰۰ (۶۹۵۷ ٹن) غلہ کے حصہ لیا - لیکن سیستان کی بحث مین بجاے خود جداگانہ طور پر استقدر سیاسی تجارتی - اور حربی مسائل شامل ہین کہ مین اون کے لئے ایک علیحدہ باب وقف کرون گا جس مین اِس کی گزشتہ تاریخ اور آیندہ حالات سے بحث کی جائے گی - سیستان کے جنوبی و شرقی گوشہ پر پہونچ کر خراسان کی حد ختم ہوجاتی ہے - یہان سے وحشت زا دشت لوط شروع ہوتا ہے اور اِس کے بعد ہم صوبہ ایرانی بلوچستان مین پہونچتے ہین - اس صوبہ کے حالات اِس کتاب کی تیسری جلد مین بیان کئے جائین گے -

روس کے سیاسی دائرۂ اثر کی توسیع

جس سرحدی علاقہ کے حالات مین درۂ ذوالفقار سے سیستان تک بیان کرتا ہوا چلا آرہا ہون (جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون یہ وہ سرزمین ہے جس مین ایسی قومین آباد ہین جن کی نہ اصل ایرانی ہے نہ زبان ایرانی اور جنہین ایران کے ساتھہ کوئی ہمدردی نہین) اوس مین روس نے اپنے سیاسی رسوخ کی توسیع کا ارادہ مصمم کرلیا ہے - چونکہ وہ ایرانیون کے شیعی عقائد کے خلاف سنی مسلمانون کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس لئے وہ گویا اون کے متعصبانہ جذبات کا ہمداستان بن کر اون کو اپنے ساتھہ مانوس

کرتا ہے[1] اون کی بے قاعدہ فوجی جمعیت سے اوسے کسی زمانہ مین چل کر بیش قیمت کمک پہونچنے کی توقع ہے۔ چونکہ اون کی آبادی کا موقعہ ایسا ہے کہ ہرات کا ایک پہلو اور دریاے ہلمند تک کا علاقہ اوس کی زد مین ہے اِس لئے روس اون کی تسخیر قلوب کو اِس بات کا ذریعہ سمجھتا ہے کہ اوہ افغانستان کو گزند پہونچانے کی دہمکی دے سکے اور ہندوستان وبلوچستان کی سرحد کے زیادہ قریب پہونچ جائے۔ سیستان کو جو مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے روس زیادہ تر رشک کی نگاہ سے دیکہتا ہے کیونکہ اوسے یہ معلوم ہے کہ اس علاقہ کا کسی رقیب طاقت کے قبضہ مین آجانا خراسان مین اُس کے کامل تفوق کے امتناع کا آغاز ہوگا۔ روسی دیسی اقوام کے پرچہ نویس تربت شیخ جام۔ خاف اور قائن مین متعین ہین۔ روسی کارپردازون کی نسبت اس علاقہ مین اپنے طور پر مصروف تحقیقات ہونا سننے مین آیا ہے اور یہ ایک کہلی ہوئی بات ہے کہ انگریزی سرحد کی سمت مین جو غیر معروف اضلاع واقع ہین اُن کے متعلق ذرا ذرا سی خبرون کے بارے مین بہی روسی حکام اضطراب آمیز دلچسپی ظاہر کرتے ہین۔

[1] ۱۸۸۲ء مین ماوراء النہر کے نوترکیب وادہ صوبہ کے گورنر نے عاشق آباد مین اس مضمون کا اعلان تک جاری کردیا کہ اٹک کے علاقہ مین سنی مسلمانون کے دیہات کا تعلق روس سے ہے اور وہ آیندہ ایران کو کسی قسم کا خراج ادا نہ کرین۔ چونکہ اس سے اِن دیہات کے باشندون کا بار محصول بہت کچہ ہلکا ہونا متصور تہا اسلئے بہت سے گاؤن ایسے تہے جنہون نے اشتیاق کے ساتہہ اِس موقعہ سے فائدہ اوٹہایا۔ اب جنوب کی طرف بہی روس عارضی طور پر اسی حکمت عملی سے کام رہا ہے۔

دوسرے الفاظ مین گویا خراسان کے پورے دور پر شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی سمت مین مسلسل طور پر ایسے مقامات واقع ہین جہان روسی دست اندازی - اثر یا سازش مستعدی کے ساتھہ اپنا کام کر رہی ہے - غرضکہ جو جال روسیون نے اِس نواح مین پھیلایا ہے اوسمین اون کے شکار کا پھنسنا یقینی ہے - استرآباد - کوچان - قلات - سرخس - خاف اور سیستان وہ متعدد مقامات ہین جہان روس اپنی پیشقدمی کے پیش خیمے قایم کر رہا ہے اور بعید از قیاس نہین کہ انجام کار یہی مقامات اوس کے لئے داخل ہونے کے دروازے بن جائین - نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اور روس کے ماورار النہر کے موقعہ کو مدنظر رکھنے سے جو تین سو میل تک خراسان - کی شمالی سرحد کے ساتھہ ساتھہ ملا ہوا چلا گیا ہے واضح ہوگا کہ جو موقعہ ایک زبردست طاقت کے قریب ہونے کے باعث جس کے قبضہ مین پہاڑ ہوتے بہت ہی نازک ہو جاتا اوسے ایران جیسے کمزور اور دب جانے والے ہمسایہ کی نزدیکی کی وجہ سے اوس نے اپنے بیحد مفید مطلب بنالیا ہے -

ماورار النہری ریلوے کا اثر

روس کی فتح ماورار النہر اور اوسکے بعد اوس کا سرحد ایران کے بیرونی حصے کے ساتھہ ساتھہ صحرا مین ریلوے کا قایم کرنا ایسے واقعات ہین جنہون نے مسائل تدبیر ملکی پر قوی اثر ڈالا ہے اور جو آگے چلکر اوسکے ہمسایون کی سیاسی قسمت کے فیصلہ مین بہت بڑا حصہ لینگے - لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو وسعت کے اعتبار سے ایک

ایسے باب کے موضوع سے چندان تعلق نہین جسے مملکت ایران کے فقط ایک ہی صوبہ سے بحث ہے۔ اور اِس لئیے مین اِس بحث کو ایک آیندہ باب پر ملتوی کرتا ہون جسمین ایران کے متعلق روس کے طرز عمل اور روز افزون اثر کے مسئلہ سے جسکا جرنیل اننیکاف کی ریلوے ہمیشہ ایک مہتم بالشان جزو قرار دی جاسکتی ہے کامل طور سے بحث کی جائیگی[۱]۔

اندرونی اضلاع

قبل ازانکہ مین خراسان کے سیاسی مباحث سے قطع نظر کرون مین ایک دفعہ اور صوبہ کی انتظامی تقسیم ناظرین کے سامنے پیش اور جو اطلاع مین سرحدی صوبہ جات کے متعلق درج کرچکا ہون اوسمین خراسان کے اندرونی اضلاع کی مختصر کیفیت ایزاد کرنا چاہتا ہون۔ یہ اضلاع دو قسمون مین منقسم ہوسکتے ہین۔ ایک تو سرحدی اضلاع کی اندرونی قطار اور ایک وہ اضلاع جنھین سرحد سے کوئی تعلق نہین ہے۔

طبس

جنوب سے شروع ہوکر جہان ہم نے سیستان کا ذکر چھوڑا تھا اور قاین کے خط متوازی کے قریب سے اندرونی سمت مین روانہ ہوکر ہم صوبہ طبس مین پہونچتے ہین۔ اس کی سرحد جانب جنوب صوبہ یزد سے ملتی ہے جہان سے یہ دوسو میل کے فاصلے پر واقع ہے طبس کے باشندے کچھ تو عرب ہین اور کچھ ایرانی ہین اور اون پر ایک سردار حکومت کرتا ہے جسکے خاندان مین یہان کی سرداری موروثی چلی آئی ہے۔ اوسے بھی

[۱] دیکھو اس کتاب کی جلد چہارم باب سی ام۔

وہی اقتدارات حاصل ہین (گو وہ ایسا خاتمون نہین) جوکہ اون خانون - ایل خانیون اور امیرون کو حاصل ہین جنکا ذکر پیشتر کیا جاچکا ہے - خان طبس کا نام مرزا محمد باقر خان ہے اور اوسے عماد الملک کا خطاب حاصل ہے - اگرچہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ فوجی کمک بہم پہونچانے یا ذاتی طور پر وقیع اور ممتاز ہونے کے اعتبار سے اوسپر عماد الملک کا لقب موزون طور سے صادق آتا ہے - یہ علاقہ وسیع مگر افلاس زدہ ہے اور باشندے بے شر اور صلح پسند ہین اور اب یہان اوس صورت حالات کا کوئی سراغ نہین ملتا جسے ملکم نے اٹھارہوین صدی کے اختتام پر یہ کہکر بیان کیا تہا کہ یہان کے سردار عملی لحاظ سے خود مختارانہ طور پر حکومت کرتے ہین اور اون کی رعایا بہادری اور جرات کے لئے مشہور ہے[۵۱] -

ترشیز[۵۲]

طبس کے شمال مین ترشیز کا قلیل الرقبہ ضلع واقع ہے - یہان بھی زیادہ تر عرب لوگ آباد ہین - اور یہ ایک حاکم کے ماتحت ہے جو گورنر جنرل مشہد کے تابع ہے - ترشیز میوہ کے لئے مشہور ہے جو بے نظیر ہوتا ہے - اسکے علاوہ ریشم یہان بہت اچھا ہوتا ہے -

---

۵۱ دیکھو تاریخ ایران مصنفہ ملکم - جلد ثانی صفحات ۱۴۳ و ۱۴۴ - اوسوقت میر حسین خان وہان کے زبردست حکمران عرب خاندان کا سردار تہا - اور اگرچہ آبادی اس علاقہ کی صرف تیس ہزار تھی تاہم دو ہزار سوار اور چھہ ہزار پیدل کی فوج اوسکے پاس تھی -

۵۲ ملا نور الدین ظہوری جو بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تھا اور جسکی سہ نثر فارسی کتب درسیہ کے منتہیات مین شامل ہے ترشیز ہی کا رہنے والا تھا - مترجم

جب گیلان مین ریشم کے کیڑون مین بیماری پھیلنے کی وجہ سے وہان کے ریشم کا بیوپار برباد ہوگیا تھا تو ایک فقط ترشیز ہی ایسا مقام تھا جہان یہ بیماری پھیلنے نہین پائی تھی۔ یہان فیروزے کی کانین بھی ہین مگر فیروزہ نیشاپور کے فیروزے جیسا خوشرنگ و خوش آب نہین ہوتا۔

تربت حیدری

ترشیز حقیقت مین اضلاع اندرونی کی تیسری صف مین واقع ہے نہ کہ دوسری مین۔ کیونکہ اسکے اور تربت شیخ جام کے درمیان ضلع تربت حیدری واقع ہے جو اصول فن حرب کے رو سے باین اعتبار اہم و ممتاز ہے کہ یہ پیشقدمی کے اوس خطہ پر واقع ہے جو ایک حملہ آور فوج ہرات سے براہ خاف مشہد کی طرف سیستان اور دارالحکومت کے باہمی سلسلہ تعلقات کے منقطع کرنے کی غرض سے اختیار کرے۔ اسمین زیادہ تر قرائی قبیلہ کے ترک آباد ہین اور کسیقدر بلوچی بھی ہین۔ سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ یہ صوبہ ایک حیرت انگیز حکمران اسحٰق خان نامی کی مساعدت سے دولت و طاقت کی معراج پر پہونچ گیا تہا۔ اسحٰق خان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فن تجارت مین بھی اوسے ایسی ہی دستگاہ حاصل تہی جیسی کہ فن سپہگری مین اور علم و فن مین بہی وہ ایسا ہی باکمال تہا جیسا نظم گستری مین وہ اپنے تہمہ خود مختار صوبہ سے ایک لاکھ پاؤنڈ کی مالگزاری[1] تحصیل کرتا تہا

[1] میکلم اپنے تاریخ ایران کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۴۰ مین لکھتا ہے کہ تربت حیدری کی آمدنی اس زمانہ مین ایک لاکھ تمین تہی جسکے دو لاکھہ پاؤنڈ ہوتے ہین۔ مگر چونکہ اوسنے بسا اوقات دوسرے مقامات پر تومان کو ایک پاؤنڈ کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس لیئے میرا خیال ہے کہ میزان ثانی الذکر کی تنصیف کر دینی چاہیئے۔ لیکن غالباً یہ اندازہ بہی مبالغہ آمیز ہے

اپنے اکثر ہمسایون کی طرح تربت حیدری کے باشندے بھی اپنی جنگجوئی اور آزادی کے زمانے کو خیرباد کہہ چکے ہین اور اب اونکو ایرانیون نے پوری طرح سے مطیع و منقاد بنالیا ہے۔ ترشیز کی طرح اس علاقہ مین بہی شہتوتون اور دوسرے میوہ دار درختون کے جہنڈون کی افراط ہے لیکن ترکمانون کی غارتگری اور اوس بڑے قحط نے جو ایران کی تاریخ مین مشہور ہے اسے برباد کرڈالا۔ ترشیز اور تربت حیدری دونون ملکر دو پلٹنین خراسان کی فوجی طاقت مین اضافہ کرتی ہین۔ اس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

نیشاپور اور سبزوار

ایران کے دو اندرونی بلوک (اضلاع) جنہین دوسرے درجے مین بہی سرحدی مسائل سے کوئی تعلق نہین نیشاپور اور سبزوار ہین۔ اِن دونون اضلاع کی گورنری کی خدمت بڑے آرام کی ہے اور علی العموم شاہی خاندان کے کسی رکن کو عطا کی جاتی ہے نیشاپور کا گورنر اسوقت رکن الدولہ کا چچا زاد بھائی ہے اور سبزوار اوس کے سب سے بڑے بیٹے کے زیر حکومت ہے مین جب مشہد سے سفر کرتا ہوا طہران کو جاؤن گا تو اونکے دارالحکومتون مین داخل ہوتے وقت اونکے ذاتی حالات بہی کسیقدر بیان کرون گا۔ ان دونون اضلاع مین سے ایک بہی ایرانی فوج کے لئے کمک کے طورپر کوئی جمیعت بہم نہین پہونچاتا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸ء مین شاہ کجکلاہ کے یہان آنیکے بعد سے ان دونون مقامات کو خاص طور سے مستثنے کردیا گیا ہے۔

شاہرود بسطام

بالآخر ہم شاہرود بسطام کے وسیع اور متمول ضلع مین واپس آتے ہین جس کا ذکر استرآباد

کے حالات بیان کرتے وقت مین ایک حاشیہ مین پیشتر درج کرچکا ہون - یہان کا حاکم فتح علیشاہ کا بیٹا ہے جو اپنے بہائیون مین ایک ہی باقی رہ گیا ہے - شاہ رود بسطام کو استرآباد سے صرف البرز جدا کرتا ہے - اب میرا کام ختم ہوگیا ہے کیونکہ مین خراسان کا دورہ تمام کرچکا ہون اور اِس نہائت ہی اہم صوبے کی انتظامی شاخون مین سے ہرایک کا حال بیان کرچکا ہون -

خراسان کی کل فوجی طاقت

قبل اسکے کہ مین اپنی بحث کی اِس شاخ کو ترک کرون مین خراسان کی مجموعی فوجی طاقت کی میزان درج ذیل کرنا چاہتا ہون - گو کہ ضمنی طور پر جا بجا مین نے اسکی اکثر مدات کا پیشتر حوالہ دیا ہے - اس اندازہ مین مقامی جمعیتین یعنی شام قلیچیون (توڑے وار بندوقون والے سپاہی وغیرہ) کی تعداد شامل نہین جو بوقت جنگ ضرورت کے پورا کرنیکے لئے بہرتی کی جاسکتی ہین بلکہ مستقل فوج شامل ہے جو چند روز کے عرصے مین بہم پہونچاکر میدان جنگ مین بہیجی جاسکتی ہے -

پیدل فوج (سرباز یعنی فوج باقاعدہ)

۱ - معمولی شاہی رجمنٹین

دو رجمنٹین قرائی ترکون کی جو ترشیز اور تربت حیدری مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین - - - - - ۱۶۰۰

دو رجمنٹین جو بوجنورد مین بہرتی کی جاتی ہین اور جن مین آٹھہ آٹھہ سو جوان ہین ۱۶۰۰

(ان چارون رجمنٹون مین سے صرف دو کو وقت واحد مین کام مین لایا جاتا ہے - باقی کی دو رخصت کردی جاتی ہین)

۲- غیر معمولی شاہی رجمنٹین

چار رجمنٹین جو بالعموم آذربائیجان مین بھرتی کی جاتی ہین اور جنمین سے تین مشہد مین متعین رہتی ہین - فی رجمنٹ آٹھ سو جوان ۰ .. .. .. ۳۲۰۰

میزان ۶۴۰۰

رسالہ (زیادہ تر اجورہ دار)

بیقاعدہ (یعنی جو قابل خدمت ہین مگر معرض نقل و حرکت مین نہین لائے گئے)

تیموری اور تربت شیخ جام	۰۲۵
جمشیدی	۳۰۰
ہزارہ	۴۵۰
ظفران لوکرد (ماتحت ایلخانی کوچان)	۶۰۰
شاہ دلو کرد } ماتحت ایلخانی بجنورد	۵۰۰
گوکلان ترکمان }	۳۰۰
دیگر (ترک)	۱۰۰
قلات نادری	۱۵۰
قاین اور سیستان	۷۰۰
طبس	۱۵۰
مختلف اشہر و دیار (سبزوار وغیرہ)	۴۰۰

میزان ۴۶۷۵

توپ خانہ ۔ " " " " " ۲۰۰

(بیس آسانی سے حرکت مین لائی جانے والی جنگی توپین مشہد کے ارک مین ہین

دو قلات مین اور چہہ توپین سرخس کے برجون پر چڑہی ہوئی ہین)

پیدل	"	"	"	"	"	۶۴۰۰
سوار	"	"	"	"	"	۴۶۷۵
توپ خانہ	"	"	"	"	"	۲۰۰

میزان کل ۱۱۲۷۵

غرض یہ ہے خراسان کی مجموعی فوجی طاقت جو میرے سُننے مین آئی۔ اگر ٹھیک طرح سے اسے قواعد سکہائی جائے اور اِسکے افسر معقول ہون تو یہ ایک عمدہ فوج ہوسکتی ہے لیکن اِسکی موجودہ حالت ایسی ہے کہ ممکن نہین کہ اِس کا ذکر کیا جائے اور لب تک تبسم نہ آنے پائے

خراسان کی تجارت

مین اب اوس طرز عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو برطانیہ کلان اور روس نے تاجرانہ حیثیت سے خراسان مین اختیار کیا ہے۔ گذشتہ کئی سال سے روس نے باوجودیکہ تجارتی شوق اوس کی قومی خصوصیات کا جزو نہین ہے وسط ایشیا کی منڈیون کو اپنے حیطۂ تصرف مین لانے کی آرزو کو دل مین جگہہ دی ہے۔ یہ شوق جس کا ابتدائی محرک پیٹر اعظم تہا روسیون کو اوس شہنشاہ سے ترکہ مین ملا ہے اور اب جس تن دہی سے اِس خیال کی تکمیل عملی صورت مین اِس خطہ مین کی جارہی ہے اوسے اوس کاہلی اور سہل انکاری سے نمایان تضاد ہے جو روسی دوسرے

مقامات مین ظاہر کر رہے ہین۔ مشرق مین روس کے فن تدبیر مملکت کے اصول موضوعہ کا یہ ایک جزو اعظم ہے کہ تجارتی قبضہ مقدم ہونا چاہیئے اور سیاسی قبضہ موخر۔ اور تجارتی گماشتون اور نائبون کا تقرر۔ وسائل آمدورفت ورسل ورسائل کا افتتاح اور مشرقی منڈیون مین آنے یا وہان سے باہر جانے والے مال کی نسبت محصول کے خاص خاص استثناؤن کا اجرا۔ اوس کے ایشیای طرز عمل کی مستقل صورتین ہین۔ چونکہ خراسان بحیرہ اخضر سے اس قدر قریب واقع ہے جس کی جہازرانی بلا مشارکت احدے روسیون کے ید قدرت مین ہے اور اسکے علاوہ ماورار النہر سے بھی ملا ہوا ہے جسے اونہون نے سنہ ۱۸۸۱ء مین فتح کیا لہذا تجارتی اغراض کی تکمیل کے لئے یہ ایک نہایت ہی موزون میدان ہے اور اسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ گویا روسیون کی تجارتی کامیابی کا منتہا ہے۔

انگریزون کی سابق تجارت مشہد کے ساتھ

لیکن قبل ازان کہ مین موجودہ صورت حالات پر امعان کے ساتھ نظر ڈالون مین اس واقعہ کی طرف جو اس ضمن مین کسی کتاب مین مندرج نہین پایا ناظرین کو متوجہ کیا چاہتا ہون کہ یورپ اور خراسان کے درمیان جس قوم نے سلسلہ تجارت قایم کیا وہ انگریز تھے نہ کہ روسی۔ ڈیڑھ سو سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اول اول انگریزی تاجرون نے بحیرہ اخضر سے مشہد تک کی اوس شاہراہ کے افتتاح کی کوشش کی جس سے ہمارے رقیب اب اس قدر فائدہ اوٹھا رہے ہین۔ ایران کے ساتھ برطانیہ کے تجارتی تعلقات کی داستان پر مین اس سرزمین کی غیر معروف یا فراموش شدہ تاریخ کے ابواب مین سے ایک نہایت ہی حیرت انگیز باب کی حیثیت سے

نظر ڈالتا ہوا اور آگے چلکر مین اوس شجاعت اور استقلال کا بھی کچھہ ذکر کرونگا جس سے کام لیکر اوس زمانہ مین جبکہ سوداگرون کو صاحب سیف بھی اوسیطرح ہونا پڑتا تھا جیسے کہ صاحب قلم انگریزی تجارتی کمپنیون کے کارپردازون نے تجارت کے ساتھہ ساتھہ برطانیہ کلان کا علم اور اوس کا پرشکوہ نام اُن سرزمینون مین لیجاکر قایم کیا جہان سب کو اپنی جانین معرض خطر مین ڈالنی پڑتی تھین اور اکثر لوگون کی زندگیان جوکھون مین تلف ہوتی تہین - اور جہان سے صحیح و سلامت پلٹ کر آنے والون کے لئے نہ تو اپنا سے ملک کی طرف سے نعرہ ہاے تحسین بلند ہوتے تہے اور نہ شاہی انجمنون کی طرف سے تمغے ملتے تہے - منجملہ اون خیالات کے جو جان ایلٹن (یہ وہ طباع مگر متلون مزاج انگریز ہے جس نے اٹھارھوین صدی کے وسط مین بحیرہ اخضر کی انگریزی تجارت کی اوس تجدید مین جان ڈالکر خود ہی اوسے ضائع کردیا جس کی تاریخ جوناس ہینوے نے جو خود اِس کارنامہ مین امتیاز کے ساتھہ شریک تہا نہایت شرح و بسط سے قلمبند کی ہے) کے تصور نے پیدا کئے ایک یہ تہا کہ مشہد مین ایک انگریزی کارخانہ قایم کیا جاوے اور استرآباد کی راہ سے لندن کا اونی کپڑا منگاکر خراسان کے دار الخلافہ مین مشرق کی لاتعداد دولت کے معاوضہ مین فروخت کیا جائے - جن امید بھرے لفظون مین اوس نے یہ تجویز برطانوی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرس برگ کے سامنے پیش کی تہی اونہین اب ہم کیا ہی بوالعجبی سے پڑھتے ہین۔

مشہد سے بخارا تک کی تجارت مین انگریزی تاجرون کو کسی زبردست حریف کی رقابت کا خوف نہین ہو سکتا - جب تک کہ اون کو سلطنت روس مین سے اپنے مال کے لے جانے اور بحیرہ

اخضر مین جہاز چلانے کی اجازت رہے گی اور یہ دونون باتین ایسی ہین کہ شہنشاہ روس اپنے فائدے کے خیال سے رعایاے برطانیہ کلان کے حق مین تسلیم کرے گا اوسوقت تک اِس تجارت مین اونکے سامنے کسی اور کی پیش نہ جاسکے گی"[۵۱]

جو واقعات کہ فیاض اور بھولے بھالے روس اور روپیہ پیدا کرنے والے انگلستان کی اس خیالی تصویر کے قالب مین جان پڑنے کو مانع آئے اون کا ذکر مین آگے چلکر کرونگا۔ یہان مین صرف مختصر سی تاریخ اس واقعہ کی بیان کرتا ہون کہ مشہد پر اس کا اطلاق کس صورت سے ہوتا ہے۔ ماہ دسمبر ۱۷۴۳ء مین ہنوے خود کچھ تجارت کا مال لیکر استرآباد تک آیا اور ارادہ اس کا قصد تھا کہ اپنے مال کو بذریعہ کاروان مشہد لیجائے لیکن وہ آگے نہ جاسکا کیونکہ اوس کے زمانہ قیام استرآباد مین نادرشاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کیا گیا اور اوس کا مال لوٹ لیا گیا اور قریب تھا کہ وہ خود بھی غلام بناکر ترکمانون کے ہاتھہ بیچ ڈالا جائے۔ لیکن روسی کمپنی کے (جو لندن سے تجارت کرتی تھی) دو کارپرداز مشہد پہونچنے مین کامیاب ہوئے۔ ان مین سے ایک جسکا نام منگو گریم یا گریم تھا واپس آتے وقت ۱۷۴۳ء مین بمقام سمنان مارا گیا[۵۲]۔ دوسرا اون میں سے نامی دو سال ۳ مہینے تک یعنے ۱۷۴۳ء سے ۱۷۴۵ء تک مشہد مین مقیم رہا مگر اوسے کچھہ زیادہ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اوسنے صرف ۵۰۰۰ پاونڈ کی مالیت کا مال بیچا۔ وہ سلامتی کے ساتھ

[۵۱] دیکھو "ہسٹاریکل اکاونٹ آف برٹش ٹریڈ اوور دی کیسپین" (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے۔ جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹۔

[۵۲] دیکھو (بحیرہ اخضر مین انگریزی تجارت کے تاریخی حالات) مصنفہ جوناس ہنوے جلد اول صفحات ۳۷ لغایت ۳۹

اپنے ملک مین واپس پہنچا لیکن اسکے بعد کسی کو ایسے خطرناک تجربہ کے دہرانے کی ہمت نہ پڑی - اور تین سال کے عرصہ کے اندر اندر ہر ایک انگریزی سوداگر نے اس خیال سے اس سرزمین کو خیر باد کہی کہ جان بچی لاکھون پائے۔

حالات مابعد

مین انگریزی تجارت کے قیام کے متعلق جو پہلی کوشش کی گئی اوسکی تاریخ یہ ہے جو بیان ہوئی - موجودہ صدی (اونیسوین صدی) مین دارالخلافہ کے طہران مین منتقل ہو جانے - وسائل آمدورفت اور رسل و رسائل کے متعلق زیادہ طمانیت اور سمت جنوب مین خلیج فارس سے بندر عباس کی راہ کے افتتاح مکرر کی وجہ سے مشہد ایک دفعہ پھر برطانوی یا انگریزی و ہندی تجارت کے دائرۂ اثر مین آگیا ہے - حالانکہ روس کو بھی شمال کی طرف متواتر دست اندازیون کی وجہ سے اس نواح مین کچھہ کم فائدہ نہین پہونچا ہے ہم سیاحون نے وقتاً فوقتاً روسی تجارت کا اس علاقہ مین[1] روز افزون ترقی کرنا بیان کیا ہے

[1] اس کا مقابلہ کرنیل ویلنٹائن بیکر کی کتاب "کلاوڈ وس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۳۰۵ سے کرو جسمین وہ کہتا ہے کہ "وسط ایشیا کی کل تجارت بتدریج روس کے ہاتھون مین چلی جا رہی ہے" ای - اوڈونون کی کتاب "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) بھی اس بارہ مین دیکھنی چاہئے - اس کتاب کی جلد اول مین صفحہ ۳۸۰ پر وہ کہتا ہے - "روس کامل طور سے یورپ کے مال مین مشہد کی تجارت کا مالک ہے - البتہ کسی قدر شکر مارسیلس سے آتی ہے - اونی اور سوتی کپڑے - چینی کے ظروف - کانچ کی کشتیان - لیمپ اور دوسری یورپ کی بنی ہوئی چیزین سب روسی ساخت کی ہین"

اور یہ خیال بادی النظر مین حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سوداگرون کے ہاتھہ سے خراسان کی تجارت چندسال سے ایسی نکل گئی ہے کہ اوس کا پھر حاصل ہونا محال ہے۔

بادی النظر مین روس کا تفوق

بادی النظر مین یہ جونٹا دینے والی خبر صحیح معلوم ہوگی۔ استرآباد سے مشہد تک خراسان مین جتنے ذی امتیاز شہر واقع ہین (مثلاً شاہ رود۔ سبزوار۔ نیشاپور۔ بجنرد۔ شیروان اور کوچان) اونمین سے کسی ایک کے بازارون مین اگر کوئی شخص جاکر دیکھے تو اوسے روسی اثر کی علامات بدیہی نظر آئین گی۔ دوکانین روسی ساخت کی انواع واقسام کے سوتی کپڑون مثلاً لٹھے۔ خاصے اور چھینٹ وغیرہ۔ روسی ساخت کی شکر۔ روسی چینی کانچ اور دہات کے برتنون اور مہذب اور متمدن زندگی کی جملہ ارزان ضروریات سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہین خراسان مین یا تو براہ بندر گز واسترآباد وشاہ رود اور یا براہ عاشق آباد و کوچان داخل ہوکر ان اشیاء کی ایک موج ذخار صوبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہتی ہوئی جاتی ہے اور دیسی بازارون مین کسی غیر ملک کی ساخت کی اگر کوئی چیز مقابلہ کے لئے سر اوٹھاتی ہے تو اوسکو غرقاب کردیتی ہے۔ فرانسیسی شکر مارسیلس سے براہ بمبئی منگوائی جایا کرتی تھی۔ اب یہ تجارت بھی مسدود ہوگئی اور قند یا بورے کی قسم سے کوئی شکر سواے روسی شکر کے یہان دیکھنے مین نہین آتی۔ روسی مٹی کا تیل جو باکو سے آتا ہے تمام بازارون مین بکتا ہے ۹-۱۸۸۸ء مین ۳۶۰۰۰ پاونڈ کی مشہد مین درآمد ہوئی۔ لیمپ۔ جھاڑ۔ ہانڈیان۔ بلورین آویزون کے شمعدان۔ کشتیان۔ شیشے کے آبخورے۔ گلاس۔ سماوار۔ چاے دانیان طشتریان

تالے - ارزان قسم کی چہریان - کانٹے اور چاقو سب روسی ساخت کے ہین اور سرسری نگاہ سے دیکھنے والے کو انہین دیکھکر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کل ضروریات زندگی کے بہم پہونچانے کا ٹھیکہ روس نے لے لیا ہے -

ایرانی شمار اعدادی



مین مشہد مین تہا تو مین نے روسی و انگریزی و ہندی تجارت کی جداجدا مقدار و قیمت کی حتی الامکان صحیح کیفیت کے دریافت کرنے کی خاص طور پر کوشش کی - اور جن لوگون کو ان معاملات مین رائے زنی کا بہترین استحقاق تہا اور جن مین زیگلر و کمپنی (یہ ایک ہی یورپین تجارتی کوٹھی ہے جو یہان قایم ہے) کا ایجنٹ بھی شریک تہا اون سے اس بارہ مین استفسار کیا - یہ امر محتاج بیان نہین کہ ایران مین حصول شمار اعدادی قریب قریب ناممکن ہے اور جو اعداد کہ بعد از وقت بسیار ملتے بہی ہین وہ بسا اوقات ناقص یا غلط ہوتے ہین - تجارت کی مجموعی مقدار کے متعلق جو اندازہ ایران مین کیا جاتا ہے وہ اکثر صورتون مین چُنگی خانہ کے نقشہ جات پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استقرار کی یہ بنا لازمی طور پر قابل اعتبار نہین ہوتی - یورپین سوداگرون یا اونکے گماشتون سے اگر اعداد کے متعلق کوئی استفسار کیا جائے تو وہ اطلاع مطلوبہ کے بہم پہونچانے مین دریغ نہین کرتے لیکن دیسی سوداگر یا تو اپنا حساب بتانا چاہتے ہی نہین اور یا حساب سرے سے رکھتے ہی نہین - اس لئے جو اعداد کہ اب مین درج کیا چاہتا ہون نہ تو وہ اور ایسے حسابات جیسے سرکار انگریزی کے عہدہ دارون نے شائع کیا ہے خراسان کے متعلق ایران کے دوسرے حصون کی طرح صحیح متصور ہو سکتے ہین - البتہ

اِن اعداد کو تخمیناً صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

جو کیفیت مجھے مشہد مین معلوم ہوئی

مین جن لوگون کی زبانی مجھے وہان کے حالات معلوم ہوئے اونہون نے مجھے یقین دلایا کہ اگرچہ خراسان مین باعتبار کمیت روسی مال تجارت بڑھا ہوا ہے لیکن کیفیت وقیمت کے لحاظ سے ابھی تک انگریزی مال کو اوسپر تفوق حاصل ہے۔ سستا مال جو ہرجگہ نظر آتا ہے اور تمام خوردہ فروش سوداگرون کی دوکانون مین بھرا پڑا ہے سب کا سب روس سے آتا ہے اور اوس کے ساتھہ مقابلہ نہین ہوسکتا۔ لیکن زیادہ قیمتی مال درآمد جو خراسان مین کچھہ تو مغرب کی طرف سے براہ تبریز وطہران وشاہ رود۔ مگر زیادہ مقدار مین جنوب کی طرف سے براہ بندرعباس وکرمان آتا ہے وہ برطانوی یا انگریزی وہندی الاصل ہوتا ہے اور پاونڈون مین حساب لگانے سے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اوس وقت مشہد کی تجارت جس قدر کہ بمبئی کے ساتھہ تھی اوسکی مالیت تمام روس کی تجارت سے زیادہ تھی۔ مثلاً مشہد کا محصول چنگی ۱۸۸۸ء مین (یعنے وہ محصول جو مال تجارت درآمد شدہ پر لیا گیا) گورنمنٹ سے پچاس ہزار تومان (۳½ تومان = ۱ پاونڈ)[ل۵] کے معاوضہ مین خرید لیا گیا تھا اور یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ اس مین سے تیس ہزار تومان اوس مال پر لگایا جائے گا جو بندرعباس سے آتا ہے اور بیس ہزار تومان باقی کے تمام مال

ل۵ کونولی بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۸۳۰ء مین مشہد کے محصول چنگی کا ٹھیکہ پندرہ ہزار تومان مین دیا گیا۔ "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان تک کا سفر) جلد اول صفحہ ۲۹۱۔

پر جو ایران اور روس سے آتا ہے حالانکہ روس کے مال پر جو محصول لگایا گیا اوسکی مقدار دس ہزار تومان بھی نہ تھی۔

انگریزی قونسل کی رپورٹ

اوس وقت یہ وثوق آمیز دعوے مجھے محتاج توضیح معلوم ہوا لیکن جو تفصیلی کیفیت مجھے قونسل جنرل میکلین کی قابل تحسین تجارتی رپورٹ بابت سنہ ۱۸۹۰ع کے ذریعہ سے معلوم ہوئی اوس سے مین دعوائے مسطور کی تشریح اور کئی ایک اعتبار سے اوسکی تصحیح کرسکا ہون۔ یہ پہلی رپورٹ ہے جو مشہد یا خراسان کے متعلق مرتب کی گئی ہے اور مشہد جیسے اہم تجارتی مرکز مین ایک انگریزی قونسل کے موجود ہونے کو بجائے خود حق بجانب ثابت کرتی ہے۔ یہ رپورٹ اُن سفارتی اور تجارتی مالی رپورٹون کے ایک سلسلہ مین درج ہے جو انگریزی فارن آفس نے جاری کیا ہے۔ اور بلاشبہہ یہ ایک سالانہ سلسلہ کی پہلا نمبر ہوگا۔[۵۱]

انگریزی اور روسی مال درآمد کی قیمت

اِس رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ کل قیمت اوس انگریزی و ہندوستانی مال کی جو سنہ ۹۰-۱۸۸۹ع (ایرانی سال کا شمار اوس زمانہ سے ہوتا ہے جب کہ آفتاب نقطہ اعتدال ربیعی پر پہونچتا ہے۔ یعنی ۲۱ - مارچ سنہ ۱۸۸۹ع سے ۲۱ - مارچ سنہ ۱۸۹۰ع تک) مین خراسان مین لایا گیا ۸۴۳۰۰ پاونڈ اور روسی مال کی مجموعی مالیت ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تہی۔ لیکن اعداد اول الذکر

---

۵۱ دیکھو "اینول سیریز" (سلسلہ سالانہ) بابت سنہ ۱۸۹۰ع نمبر ۷۵۳۔

مین یقینی طور پر اوس کالی اور سبز چینی چاء کی قیمت کا ایک بڑا حصہ شریک کرنا چاہیئے جو بمبئی سے جہاز پر پار ہو کر آئی اور جسے بلا شبہہ انگریزی تاجرون نے چین سے منگوایا۔ اس چینی چاء کی مجموعی قیمت ۳۳۰۰۰۴ تومان یا ۱۲۲۷۱۴ پاؤنڈ تھی۔ لیکن یہ تقریباً کل کی کل بخارا اور خیوہ وغیرہ کو جاتے وقت مشہد مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ خراسانی مذاق ہندوستان کی کالی چاء کو زیادہ پسند کرتا ہے جسکی درآمد مالیتی ۱۲۰۰۰ پاؤنڈ اوس انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی مجموعی مقدار مین پیشتر شامل کی جا چکی ہے۔ چینی چاء کی قیمت کے ایک بڑے حصہ کے اس مین شریک کر دینے سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے جو بصورت دیگر میرے اطلاع دینے والون کے بیانات مین پایا جاتا ہے۔

انگریزی و ہندوستانی تجارت کے راستے

یہان مین کچھ دیر ٹھہر کر اون آسانیون پر غور کرونگا جو یورپ کی رقیب طاقتون کو ایک دوسری کے مقابلہ مین خراسان مین حاصل ہین۔ برطانوی یا انگریزی و ہندوستانی مال درآمد کی راہین نام کو تو تین ہین لیکن عملی لحاظ سے صرف دو ہین۔ پہلی راہ وہ دور دراز خشکی کی راہ ہے جو ترکی بندرگاہ ترزان سے جو بحیرہ اسود کے ایک گوشہ مین واقع ہے شروع ہو کر طہران اور تبریز کو طے کرتی ہوئی آتی ہے۔ اِس کی مسافت پندرہ سو میل ہے اور سفر کاروان اونٹ پر چار مہینے مین طے ہوتا ہے[له]۔ دوسرا راستہ بندرعباس واقع ساحل خلیج فارس سے مشہد کو آتا

له ترزان سے مشہد تک ہر لدے ہوے اونٹ کا کرایہ ۲۷ تومان یعنی ۷ پاؤنڈ ۱۰ شلنگ اور بندرعباس سے (براہ کرمان) مشہد تک ۹ تومان یعنی ۲ پاؤنڈ ۱۱ شلنگ ۹ پنس ہوتا ہے۔

ہے۔ اس کی دو شاخین ہین۔ نزدیک کی راہ کرمان۔ راہوار نہبند اور تون سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے اور ۹۴۰ میل لمبی ہے اور خچر پر ۴۰ اور اونٹ پر ۷۵ دن مین طے کی جاسکتی ہے۔ دور کی راہ یزد مین سے گزرتی ہے کبھی کبھی سوداگر اسے اختیار کرتے ہین اور وہ زیادہ تر اس وجہ سے کہ باربرداری کے حاصل کرنے مین اوہر آسانی ہے اور یزد کے پر رونق بازار مین اونہین مال بیچنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ تیسرا راستہ جو ہندوستانی تجارت کے لئے قریب ترین اور راست ترین ہے ریل کے ذریعہ سے براہ درہ بولان انگریزی سرحد چمن واقع بلوچستان مین اور وہان سے براہ قندہار و ہرات مشہد کو آتا ہے۔ ہندوستانی سرحد سے یہ راستہ صرف تیس منزل یا ۶۷۰ میل ہے۔ کسی زمانہ مین یہ راستہ تجارت کی جان ہوتا تہا لیکن امیر افغانستان[1] کے تقید اور سختی کی وجہ سے جس نے اپنے ذرایع آمدنی کی توسیع کو حق راہ روی کے بیش قرار اور گرانبار محصول کے مطالبہ پر مبنی قرار دیا ہے اور جو اپنے ہمسایون کی آسانی اور تجارتی ترقی کی طرف سے بالکل بے پروا ہے یہ راستہ عملی طور سے بالکل مسدود ہوگیا ہے۔ اول الذکر دو ممکن الاختیار راستون مین سے ترنزان کی طرف کے راستہ سے ۱۸۸۹ء مین ۲۳۴۰۰ پاونڈ کی مالیت کا برطانوی مال تجارت اور بندر عباس کی راہ سے انگریزی و ہندوستانی مال (بہ استثنائے چار چین) ۶۰۸۷۰ پاونڈ کی مالیت کا آیا۔

[1] امیر ہر ہنڈرڈ ویٹ (ایک من سولہ سیر) پر ۲ پاونڈ ۲ شلنگ اور مزید بران ہر لدے ہوئے اونٹ پر ۲ پاونڈ ۷ شلنگ کا محصول لیتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کابل کی سڑک پر امیر ہندوستانی مال کے ہر اونٹ کے بوجہ پر جو بخارا کو جاتا ہو ۸۰ روپیہ محصول لیتا ہے۔ یہ حفاظت نہین بلکہ امتناع ہے۔

محصول مال در آمد



طانیہ کلان اور ایران کے مابین جو عہد نامہ ہے اوس کی رو سے داخل ہونے کی بندرگاہ یا شہر مین برطانوی مال تجارت پر اصل قیمت کے لحاظ سے صرف پانچ فیصدی محصول لیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے برطانوی مال پر تربزان سے بلا محصول گذر کر تبریز مین اور انگریزی و ہندوستانی مال پر بندرعباس مین یہ محصول لیا جاے گا۔ لیکن چونکہ خراسان مین منزل مقصود دیار ستے کے بڑے بڑے شہرون مین انگریزی تاجر نہین ہین اسلئے ایرانی عمال چنگی مقدار واجب الوصول سے کسی قدر زیادہ حاصل کرلیتے ہین اور غیر علاقہ کے مال تجارت کو بھی اوسی طریقہ کے ذیل مین لاتے ہین جو دیسی مال کے متعلق زیر رواج ہے اور جسکی رو سے ہر بڑے شہر مین چیزون پر محصول چنگی لیا جاتا ہے اسی طرح سے برطانوی مال آمدہ تربزان پر تبریز مین ۵ فیصدی کا محصول ادا کرنے کے بعد اوس کو ایرانی تاجرون کے حوالہ کردینا پڑے گا جو ڈہائی فیصدی کا مزید محصول اس پر خراسان مین داخل ہوتے وقت ادا کرینگے۔ گویا کہ محصول کی مجموعی مقدار ساڑھے سات فیصدی ہوئی۔ اسی طرح سے مجموعی مقدار اوس محصول کی جو بندرعباس سے براہ کرمان آنے والے مال پر لگایا جاے گا تقریباً ساڑھے سات فیصدی اور یزد کے زیادہ پھیر کے راستے سے نو فیصدی ہوگی۔ اگر منزل مقصود پر یا بندگان مال انگریز ہون تو پانچ فیصدی کی شرح مقررہ سے جس قدر زیادہ محصول ہوگا وہ نہ لیا جاے گا۔ ایرانی عمال چنگی متعینہ بنادر کی ایک اور تجویز یہ ہے کہ پانچ فیصدی کی مقررہ شرح سے بندر پر

کم محصول لین لیکن رقم وصول نمودہ کی رسید نہ دین تاکہ وہ دوسرے شہرون مین اپنے ہم شغل بہائیون کو نہ صرف اوس کمی کے پورا کرنے کا موقع دین جو پورا محصول نہ لینے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو بلکہ بعض دفعہ دوگنا وصول کرا دین -

روسی تجارت کی راہین

یہ ہین وہ مشکلات جو برطانوی یا انگریزی وہندوستانی تجارت کو اس سرزمین مین پیش آتی ہین- روس کے لئے چار تجارتی راستے کہلے پڑے ہین- (۱) وہ راستہ جو طفلس سے شروع ہوکر تبریز ہوتا ہوا طہران پہونچتا ہے- (۲) راہ رشت وطہران - (۳) ازگزتا بہ شاہ رود براہ استرآباد - اور (۴) عاشق آباد سے لیکر کوچان تک کی سڑک جو ماورار النہری ریلوے سے متعلق ہے - اول الذکر تین راستون کو آخری راستے نے عملی طور سے مسدود کر دیا ہے جو طول مین صرف ڈیڑہ سو میل ہے- اس راستہ کو شروع سے لیکر آخر تک ایک ایسی سڑک کی شکل مین منتقل کیا جا رہا ہے جس پر گاڑی چل سکتی ہے اور مین اپنے سفر کے حالات بیان کرتے وقت پیشتر اس کا ذکر بہی کر چکا ہون[ف] جو عظیم الشان فواید روس کو حاصل ہین اون کی توضیح کی اس مقام پر حاجت نہین- ہم اگر ان فواید کا مقابلہ کر رہے ہین تو اوسکی وجہ محض یہ ہے کہ بعض بڑی بڑی اشیاء درآمد مثلاً چا اور نیل روس بہم نہین پہونچا سکتا - اس حالت پر انگریزی قونسل نے رائے زنی کرتے وقت حسب ذیل

ف ماہ مئی سنہ ۱۸۹۱ء مین مجہے معلوم ہوا کہ اس سڑک کے اوس حصہ پر جو کوچان اور مشہد کے درمیان واقع ہے اونٹ خچرون اور گہوڑون کے بجائے اب بہاری بے کمانی کی گاڑیان جن مین دو تین بلکہ چار گہوڑے جتے ہوتے ہین آنے جانے لگ گئی ہین-

تحریر قلمبند کی ہے جسے پڑھکر ہمین ذرا بھی تعجب نہین ہوتا۔

یہ ظاہر ہے کہ ماوراء النہری ریلوے کا عاشق آباد مین مشہد سے صرف ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر موجود ہونا اوران شہرون کا عنقریب ایک نہایت عمدہ مکادمی[1] (کنکر کی کٹی ہوئی) سڑک سے ملا دیا جانا ایسے واقعات ہین کہ انگریزی مال تجارت جسے سمندرون کو عبور کرنا اور دور دراز خشکی کے ناہموار راستے طے کرنا پڑتے ہین روسی مال کے ساتھہ ایران کے ان علاقون مین بھی مقابلہ کا دعوےٰ اوس وقت تک نہین کرسکتا جب تک کہ ہماری اپنی ریلوے کی اس علاقہ مین توسیع نہ ہو جاے۔

محصول جنگی

روس کو اپنی فوقیت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہے اور وہ مالی ساز و باز سے اس تفوق کو اور زیادہ رفیع کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ ایسی چالون کو وہ حضرات جنھین انگلستان مین فن سیاست مدن کے ماہر ہونے کا دعوےٰ ہے جایز نہین رکھتے۔ بر خلاف... اس کے اس قسم کی منصوبہ بازی ممالک غیر اور بالخصوص دولت روسیہ

[1] میرے خیال مین اس لفظ کا استعمال یہان غیر موزون ہے کیونکہ مجھے یقین واثق ہے کہ بیچارے مکادم کو اگر قبر مین سے اوٹھاکر عاشق آباد و مشہد کی سڑک پر ڈال دیا جاے تو وہ اپنے ذی وقعت نام کے اس بُرے طور پر تشہیر کیے جانے کے مشاہدہ سے مبہوت رہجائے گا۔

+ جان لاوڈن مکادم نے جس کا سن ولادت ۱۷۵۶ء اور سن وفات ۱۸۳۶ء ہے اول اول انگلستان مین سنگریزون کی کٹی ہوئی سڑک کے تیار کرنے کے طریقہ کو رواج دیا۔ چنانچہ اس قسم کی پختہ سڑک کو اوسکے نام کے لحاظ سے "مکاڈمائزڈ" کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ مینے مکادمی کیا ہے۔ مترجم

کی تجارتی حکمت عملی کا نمایان عنصر ہے۔ روسی مال پر سرحد ایران سے گذرتے وقت پانچ فیصدی کا محصول مقررہ دولت روس کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے لیکن ایرانی روئی کی برآمد کو ترقی دینے کے لئے اِس کے حق مین بمقابلہ اوس روئی کے جو بحیرہ بالٹک یا بحر اسود کی راہ سے لائی جاتی ہے روس دس فیصدی کی رعایت مرعی رکھتا ہے۔ جنگی کے متعلق ایک فرمان کی روسے جو ماہ فروری ۱۸۸۹ء مین شایع ہوا ایرانی مال تجارت پر جو ماورا النہر جاتا ہے مالیت کے لحاظ سے ڈہائی فیصدی محصول لگایا جاتا ہے۔ لیکن بعد کے ایک فرمان مصدرۂ فروری ۱۸۹۰ء کی روسے اگر اِس قسم کا مال یورپ کو جانے کی غرض سے ماورا النہر مین سے گذرے تو عاشق آباد یا ماورا النہری ریلوے کے کسی دوسرے اسٹیشن سے روانہ کئے جانے کی حالت مین اوس پر کوئی محصول نہین لیا جاتا۔

مال درآمد کی کثیر ترین مقدار باعتبار نوعیت

(۱) انگریزی و ہندوستانی مال

انگریزی و ہندوستانی مال تجارت جو بندر عباس کی راہ سے لایا جاتا ہے اوس کا سب سے بڑا حصہ چین کی چاء کو نکال کر اہی تک چاء ہے۔ یعنی ہندوستان کی سبز چاء مالیتی ۱۴۰۱۷ پاؤنڈ (جو زیادہ تر بخارا کو جاتی ہے) اور ہندوستان کی کالی چاء جو خراسان مین پسند کی جاتی ہے۔ اِس کے بعد نیل کی باری آتی ہے جس کی مجموعی قیمت ۱۰۱۷۰ پاؤنڈ ہوتی ہے اور جس مین سے نصف سے زیادہ نیل روسی وسط ایشیا کو

جاتا ہے[51]۔ اس نیل پر جو محصول درآمد لیا جاتا ہے اوس سے وصول محصول کے اوس
اقتنائی طریقہ کی توضیح ہوتی ہے جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ تین فی صدی محصول
بندر عباس مین لیا جاتا ہے۔ ایک فی صدی کرمان مین اور ۳½ ۲ فی صدی مشہد مین
پہونچنے پر۔ اگر اس کے ساتھ ڈہائی فیصدی کا وہ محصول جو روس اسپر ماوراءالنہر
مین سے گذرتے وقت لگاتا ہے اور ڈہائی فیصدی کا مزید محصول جو خان بخارا اپنی
سرحد پر وصول کرتا ہے ملا دیا جاے تو تاتاری دارالحکومت مین پہونچتے تک اسکی
قیمت ایسی گرانبار ہو جاتی ہے کہ معمولی چیزون کا شمار بھی بیش بہا لوازم تنعم مین ہونے لگتا
ہے۔ خاکی رنگ اور نیز سفید لٹھے۔ چادرین اور قمیصون کے کپڑے۔ روسی مال۔
مقابلہ مین انگریزی ساخت کے زیادہ پسند کئے جاتے ہین اور یہ مال تقریباً بارہ ہزار پاؤنڈ
کی مالیت کا براہ بندر عباس آتا ہے۔ کشمیری شالین تانبے کی چادرین۔ ٹین اور ادویات
اور گرم مصالحہ وہ چیزین ہین جو اس تفصیل کے نمایان حصہ کو تکمیل کو پہونچاتی ہین۔

(۲) برطانوی مال

تبریز اور طہران کی راہ سے سوتی کپڑے اور چھینٹین جو اسی قسم کے روسی ساخت کے
مال درآمد کے مقابلہ کی تاب لا سکتی ہین آتی ہین۔ انگریزی چاقو اور قینچیان اور چینی اور

---

[51] وسط ایشیا مین نیل ہر جگہ ریشمی اور سوتی کپڑے رنگنے۔ شیشے پر رنگ چڑہانے اور اون
لاجوردی اور سفید کاشی کے کام کی اینٹون پر میناکاری کرنے کے کام آتا ہے جو عمارات مذہبی اور
اماکن متعلقہ اغراض دنیاوی کی تزئین کا نہایت نمایان جزو ہین۔

کانچ کے ظروف جو بازارون مین بہت کم دکھائی دیتے تھے لیکن جو اسی راستے سے
آتے ہین فوراً ہی بک جاتے ہین باوجودیکہ اسی قسم کی روسی ساخت کی چیزون کے
مقابلہ مین اون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے - اس کے ساتھہ ہی مجھے معلوم ہوا کہ
کثرت رائے اس خیال کی موید ہے کہ جن سستے روسی ساخت کے سوتی کپڑون کا
ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اون کی درآمد حد اعتدال سے متجاوز ہو گئی ہے اور اس مال سے
دوکانین اس قدر بھری پڑی ہین کہ جو قیمت ان چیزون کی دستیاب ہوتی ہے اوسکا
نتیجہ سوائے مالکون کے نقصان کے اور کچھہ نہین ہو سکتا - روس اور انگلستان
مین اشیار تجارت کے باہمی مقابلہ کی خاص نوعیت بلاشبہہ یہ ہے کہ پایداری اور
عمدگی کے لحاظ سے تمام انگریزی اشیار روسی اشیار سے بدرجہا بہتر ہین لیکن
جو دور و دراز فاصلہ کہ ان چیزون کو طے کرنا پڑتا ہے اور اس لئے جو بیش قرار قیمت لازمی
طور پر ان چیزون کی لگانی پڑتی ہے اوس کے لحاظ سے یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ وہ
روسی چیزون سے مقابلہ کر سکین - جب ہم انگلستان و روس کی تجارتی حالتون کا مقابلہ
کرتے ہین تو میرے خیال مین تو (قطع نظر اون اشیار کے جن مین روس کو مقابلہ کا
دعوے نہین ہو سکتا مثلاً نیل - معدنیات اور چار) یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے
کہ باوجود ان تمام مزاحمتون کے برطانیہ کلان کے ہاتھہ مین پھر بھی اس قدر تجارت
موجود ہے - یہ دوسرا سوال ہے کہ آیا یہ تجارت قایم رکھی جا سکتی ہے یا نہین -
اور اس سوال کے اثبات مین جواب دینے مین مجھے تامل ہے -

(۳۱) روسی مال

روسی مال کی کل مقدار قیمتی ۱۱۰۴۰۰ پاؤنڈ مین جو ماورار النہری ریلوے کے ذریعہ سے لائی جاتی ہے تیسرا حصہ سادہ اور رنگین سوتی کپڑون کا ہے جس مال کی کھپت یہان بقدر کثیر مین ہوتی ہے اوس مین دوسرا نمبر شکر کا ہے جس نے ہرایک دوسرے علاقے یعنے فرانس یا ہندوستان کی شکر کی قدر بازار مین کم کردی ہے۔ روسی شکر یہان ساڑھے چار پنس فی پاؤنڈ (یعنی ۹ رفی سیر) کے حساب سے بکتی ہے اور اس کمی قیمت کی وجہ زیادہ تر وہ رعایت ہے جو دولت روس نے روسی شکر کے برآمد کرنیوالون کے لئے مرعی رکھی ہے[۱]۔ اوراس لحاظ سے یہ ممکن نہین کہ ہندوستانی شکر خواہ گنّے ہی کی بنی ہوئی کیون نہو اس کا مقابلہ کرسکے۔ روسی چینی اور کانچ کے ظروف مالیت جو تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہین ۱۱۵۰۰ پاؤنڈ ہے اور روسی دہات کے برتنون کی قیمت اِس سے صرف بقدر ایک ہزار پاؤنڈ کے کم ہے۔

مال برآمد

(۱) جو روس کو جاتا ہے

اگرہم خراسان کے مال برآمد کی طرف متوجہ ہون تو طبعی اعتبارات سے اس امر کی

---

[۱] ایک روبل (۲ شلنگ) فی پاؤنڈ (۱۸ سیر) کے حساب سے باہر بھیجے جانے والی روسی شکر کا محصول واپس دیدیا جاتا ہے۔ لیکن وسط ایشیا اور ایران مین چونکہ اس کٹوتی سے یہ فائدہ حاصل ہوچکا ہے کہ بازار تمام دوسرے مقابلہ کرنے والون سے خالی ہوگیا اسلئے ماہ مئی ۱۸۹۱ء سے موقوف کردیگئی ہے۔

تصریح ہوگی کہ ہندوستان کے مقابلہ مین روس کے ساتھہ اوس کے تجارتی تعلقات
بہت بڑہے ہوئے ہین - جو ہندوستانی مال خراسان مین سے گذر کر روسی علاقہ کو جاتا
ہے اوس کو نکال کر اوس مال کی مجموعی قیمت جو روس مین جانے والا ہے لیکن جس مین
سے کچہہ دوسرے یوروپین ممالک کو بہی جاتا ہے ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ ہے - روئی کی مالیت
اوس رعایت کی تائید سے جس کا اوپر حوالہ دیا جاچکا ہے تقریباً ۴۳۰۰۰ پاونڈ کی معتد بہ
رقم تک پہونچی ہے - اون کی قیمت اس سے آدہی ہے - ترکمانی اور ایرانی قالین مالیتی
۵۷۰۰ پاونڈ یورپ کو بہیجے جاتے ہین لیکن سب کے سب روسی شہرون کو نہین جاتے سب
مین آخر فیروزون کی مجموعی پیداوار جو نیشاپور کے نواح کی مشہور کانون سے نکلتے ہین اور جنکی
سالانہ قیمت تقریباً ۲۳۰۰۰ پاونڈ ہوتی ہے اون مین سے ۱۸۸۹ء مین ۱۷۰۰۰ پاونڈ
کے فیروزے ماوراء النہری ریلوے کے ذریعہ سے یورپ کو بہیجے گئے -

طور پر روس و ایران کی باہمی تجارت کا نشوونما

روسی و ایرانی تجارت مین ماوراء النہری ریلوے کی عمدہ کارگذاری کی وجہ سے جو عظیم الشان
اضافہ ہوا ہے اوس کا تصور ناظرین کے ذہن مین پیدا کرنے کے لئے مین اون اعداد کا
جینے اوپر کے فقرہ مین درج کئے ہین ۱۸۸۶ء کے پہلے ۹ مہینون کے اعداد کے
ساتہہ مقابلہ کرنا چاہتا ہون کیونکہ عاشق آباد مین ریل صرف ماہ دسمبر ۱۸۸۵ء مین پہونچی تہی -
جنوری سے اکتوبر ۱۸۸۶ء تک اوس مال کی قیمت جو ایران سے عاشق آباد کو بہیجا گیا ۹۱۰۰
پاونڈ اور اوس مال کی قیمت جو عاشق آباد سے ایران مین لایا گیا ۳۷۰۰۰ پاونڈ تہی - ۱۸۸۹ء

کی مقدار جیسا کہ مین ظاہر کر چکا ہون علی الترتیب ۱۱۱۵۰۰ پاونڈ اور ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ تھی -
بالفاظ دیگر مال برآمد کی مقدار ۳ سال کے عرصہ مین تقریباً دوگنی اور مال درآمد کی تگنی ہو گئی ہے

(۲) جو ہندوستان کو جاتا ہے

ان مہتم بالشان اعداد کے مقابلہ مین اوس مال برآمد کی قیمت جو انگریزی عملداری ہند مین بھیجا جاتا ہے صرف ۳۹۰۰۰ پاونڈ ہے جسمین سے قریباً کل کی کل افیون خراسان کی مالیت پر مشتمل ہوتی ہے جس کا زیادہ تر چینی بازارون مین بھیجنا مقصود ہوتا ہے - دس سال گذرتے ہین کہ خراسان کی مجموعی پیداوار افیون صرف ۱۶۰ ہنڈریڈ ویٹ (۲۲۴ من) ہوتی تھی - جو مال کہ خود اس صوبہ کے خرچ مین آنے کے بعد بچتا ہے اوسمین سے جس قدر مال ہندوستان کو جاتا ہے اوسکی قیمت ۳۷۱۰۰ پاونڈ اور جو قسطنطنیہ کو جاتا ہے اوس کی قیمت ۱۴۳۰۰ پاونڈ یا دونون ملاکر ۵۱۴۰۰ پاونڈ ہوتی ہے -

ایران و افغانستان کی باہمی تجارت

خراسان کی تجارت کے تفصیلی حالات کو مکمل کرنے کی غرض سے ایرانی و افغانستانی تجارت کے اعداد بھی اوسمین شریک کرنے چاہئین - مال درآمد و برآمد کی قیمت مین بہت کم فرق ہے کیونکہ یہ دونون ملک ایک دوسرے کی ضروریات کے مساوی طور پر کفیل ہوتے ہین - لیکن افغانستان تو زیادہ تر اپنے یہان سے پوستینین - اور پستہ وغیرہ جو وہان کی خاص پیداوار ہے بھیجتا ہے اور ایران سے جو چیزین افغانستان کو جاتی ہین وہ زیادہ تر شکر - مسی برتنون اور سوتی - اونی اور ریشمی پارچات پر مشتمل ہین - خراسان

سے جو مال تجارت افغانستان کو جاتا ہے اوسکی مالیت ۱۸۳۰۰ پاونڈ اور جو خراسان کو افغانستان سے آتا ہے اوسکی قیمت ۱۷۳۰۰ پاونڈ ہے۔

میزان کل

میزانون کو جمع کرنے کے بعد ہمین تجارت خراسان کا حسب ذیل مفروضہ اندازہ بہم پہونچتا ہے

درآمد از روس ۔۔ ۱۱۰۴۰۰ پاونڈ	برآمد بہ روس و یورپ ۱۱۱۴۰۰ پاونڈ
" از ہند ۶۰۸۰۰ "	" بہ ہند ۳۹۰۰۰ "
" از برطانیہ کلان ۲۳۴۰۰ "	" بہ افغانستان ۱۸۳۰۰ "
" از یورپ ۱۵۷۰۰ "	
" از افغانستان ۱۷۳۰۰ "	
میزان درآمد ۲۲۷۶۰۰ پاونڈ	میزان برآمد ۱۶۸۷۰۰ پاونڈ

میزان کل ۳۹۶۳۰۰ پاونڈ

اِس میزان مین سے ہمین اون اشیا کی بابت جن کا اول توصوبہ مین داخل ہونے اور بعد ازان اوسکی حدود سے باہر جانے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ اندراج عمل مین آتا ہے بہت کچھ منہا کر دینا چاہیے۔ بخلاف اسکے اعداد متعلقہ مال برآمد براہ طہران و تبریز و ترپزان کا اندراج سرے سے عمل مین آتا ہی نہین۔ ایران و بخارا کی باہمی تجارت کے متعلق اعداد کا بالکل نہ پایا جانا جیسی کہ توقع کی جاسکتی تھی چندان فرق کا باعث نہین کیونکہ بخارا مین جو ایرانی مال جاتا ہے وہ تقریباً کل کا کل انگریزی اور ہندوستانی اشیا۔ چا۔ نیل۔ کپڑے

وغیرہ پر مشتمل ہے جس کا حساب پہلے ہی اوس مال کے ذیل مین لگایا جا چکا ہے جو بندر عباس سے آتا ہے۔

برطانیہ کلان کو کیا کارروائی کرنی چاہئے

جو حالت پر نظر غایر ڈالنے اور خراسان کے ساتہہ دول خارجہ کی تجارت آئندہ کے متعلق کسی حد تک راے زنی کرنے کے بعد بیجا نہ ہوگا اگر اس مقام پر مین یہ بتاؤن کہ دولت برطانیہ کو اوس حصہ تجارت کے قایم رکہنے اور فروغ دینے مین جو قدرتی طور سے اوس کے ہاتہہ مین ہے اور باقی کے حصہ کو انجام کار اپنے ہاتھ سے نکل جانے سے روکنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئین۔ پانچ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جانی ممکن ہین گو کہ اون مین سے ہر ایک بدرجہ مساوی قرین احتمال نہین کہی جا سکتی۔ اول تو جنوب کی طرف کے خاص تجارتی راستے کی حفاظت اور اہتمام کے لئے انگریزی قونسل مقرر ہونے چاہئین۔ جب مین بندر عباس مین تہا تو وہان ایک بھی یورپین موجود نہ تہا حالانکہ برطانوی اغراض تجارت کی حمایت کے لئے صرف ایک غیر سرکاری شخص تہا۔ کرمان مین ایک انگریزی نائب قونسل اور یزد مین بہی ایک قونسل کی طرح کا ایجنٹ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ثانیاً جو سڑک کرمان سے شمال کی طرف براہ راہور۔ ناحی بند اور تون جاتی ہے اور جو خلیج فارس سے مشہد تک کی سب سے بڑی کاروان کی راہ ہے وہ بآسانی تہوڑے سے خرچ مین اون کنوؤن اور نہرون کو جو کسی زمانہ مین اسے سیراب کرتی تہین لیکن جو اب اٹ گئی ہین صاف کرنے اور نئی زندگی بخشنے سے بہت اچہی حالت مین لائی جا سکتی ہے۔ ثالثاً میری راے مین کوئی وجہ نہین ہے کہ نہ صرف موجودہ راستہ کو

درست کیا جائے بلکہ ایک نیا راستہ انگریزی مقبوضات بلوچستان سے ایرانی سرحد تک کھولا جائے اور یہ راستہ افغانستان مین ہوکر نہ گزرے بلکہ کوئٹہ سے شروع ہوکر سیستان ہوتا ہوا برجند جا پہونچے۔ ان تمام تدابیر کا اختیار کیا جانا ممکن ہے اور انگریزی و ہندوستانی دائرۂ اثر کو اس طرح سے توسیع دینے مین جس مین کسیطرح کی دستبردِ مرکوزنشین کاہلی یا سہل انگاری سے کام لینا قابل معافی نہین متصور ہوسکتا۔ چوتھی تدبیر یہ ہے اور اس پر بلاشبہہ گورنمنٹ ہند نے اپنی توجہ بھی مبذول کی ہے کہ امیر افغانستان کو اطلاع دیجائے (نہ سیاست مدن کے اصولون کی بنا پر جنہین میری دانست مین عبدالرحمن خان جائز حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا بلکہ دولت عالیہ محافظہ کی خواہش کی بنا پر) کہ مناسب ہوگا کہ امیر افغانستان اپنے مالی انتظام مین جو نہ صرف روس کی رعایا کے لئے مضر ہے بلکہ اوس طاقت کو جو اوس کی رفیق خاص ہے ناگوار گزر رہا ہے ترمیم کرے۔ پانچوین اور آخری تدبیر جس پر مین زیادہ شرح وبسط کے ساتھہ معاملات سیستان پر راے زنی کرتے وقت بحث کرونگا یہ ہے کہ جس طرح روس نے شمال کی طرف ماوراءالنہر مین ریلوے قایم کی ہے اسی طرح جنوب مین بھی انگریزی ریلوے کا ایک سلسلہ قایم کیا جائے تاکہ ہم روس کے ساتھہ برابر کے موقعہ اور آدوسی کے ہتھیارون کے ساتھہ نبرد آزما ہوسکین۔

روس کا خراسان پر حرص و آز کے دانت تیز کرنا

اب مین اون وجوہ کی تصریح کرتا ہون جنکے لحاظ سے قطع نظر کسی تجارتی نفع کے دونون دولتین یعنی روس و برطانیہ کلان خراسان کو اس شدید اشتیاق کے پہلو سے دیکھنے پر مجبور

ہین اور یہ بیان کرتا ہون کہ جو وسیع سیاسی نقشہ مین نے اِس باب کی تفصیل کی ضمن مین کہینچا ہے اوس مین روسی طرز عمل کے پیش نظر کون سا موقعہ ہے اور برطانیہ کلان کی اغراض متخالف اور ذمہ داریان اوس سے کہان اور کس حد تک متعلق ہین۔ تسخیر ممالک اور توسیع حدود سلطنت کی خواہش جس سے روسی مصنفین کو اس ادعا کے ساتھہ انکار ہے ایک ایسی خواہش ہے کہ جس شخص کی آنکھین کہلی ہون وہ اس بات پر یقین لائے بغیر نہین رہ سکتا کہ روسیون کے دل مین یہ خواہش سب سے زیادہ زبردست جذبہ ہے۔ ہر بڑی دولت کے اثنائے نشو و نما مین ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ جدید ممالک کا مسخر کرنا اوس کی آرزوؤن کا سب سے زیادہ زبردست جز ہوتا ہے۔ روس اس وقت نشو و نمائے سلطنت کے اس استحصالی درجہ مین ہے۔ برطانیہ کلان اس منزل کو طے کر چکا ہے اور اپنے زمانہ مین "مے مردافگن" کشورکشائی کے نشہ مین چور رہ چکا ہے اور اب ایک ایسے متانت اور وقار کے درجہ پر پہونچا ہے جبکہ اوسے فتح و تسخیر کی چندان ہوس نہین رہی۔ بالفاظ دیگر خراسان کے ساتھہ روس کی جو اغراض وابستہ ہین اونہین اوس حرص و آز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو اوس شخص کے دل مین موجزن ہو جو قبضہ کر لینے پر تلا ہوا ہو۔ برخلاف اس کے انگلستان کی نہ تو یہ آرزو ہے کہ وہ خراسان کو اپنے مقبوضات کے ذیل مین لائے اور نہ اس ملک کی گز بہر زمین کو بہی وہ کبہی اپنے تصرف مین لائے گا۔

ماوراء النہر اور خراسان کا مقابلہ

جو وجوہ کہ بہ ظاہر روس کے خراسان پر قابض ہونے کی خواہش کی محرک ہین اون کے

ڈھونڈنے کے لئے دور نہین جانا پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماورارالنہر کی فتح سے روس کے قبضہ مین ایک ایسا علاقہ آگیا ہے جس کا زیادہ تر حصہ بنجر و ویرانے ہین، اور جس مین اگر کوئی زرخیز مقام ہے تو صرف وہ سیر حاصل قطعات زمین ہین جو کوہستان کے دامن مین واقع ہین۔ اس کوہستان کی دوسری طرف تین سو میل کے فاصلہ تک ایک ایسا علاقہ پھیلا ہوا چلا گیا ہے جس کے میدانون اور وادیون مین جو کثیر التعداد چٹانون اور پہاڑیون کے سلسلون کے مابین واقع ہین میوے۔ معدنیات۔ انواع واقسام کی پیداوار علی الخصوص اناج کی شکل مین دولت فراوان چھپی ہوئی ہے۔ غرضکہ روس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو ایک ویران اور پتھریلے قطعہ زمین مین خیمہ زن ہو جسے صرف ایک گھنی باڑ نے ایک وسیع و دلکشا مرغزار سے جدا رکھا ہو جسمین اوسے اپنے لئے کہانا۔ اپنے جانورون کے چارہ اور دونون کے لئے آرام و آسایش کی صورت نظر آرہی ہو۔ بہلا ایسے شخص کا جی کیا نہ للچائیگا کہ اس باڑ مین سے گزر کر اس زرخیز و شاداب اور سہانے مرغزار کی گوناگون نعمتون پر دست درازی کرے۔ اسی قسم کے خیالات ہین جو روسیون کے دل مین خراسان کے متعلق جوش زن ہین۔ اون کی یہ عین آرزو ہے کہ اخال تقی سے کوچان مین اور عاشق آباد سے مشہد مین چلے آئین۔ یہان سامان رسد و نہین اس قدر ملے گا کہ عظیم الشان فوجون کے لئے کفایت کرے گا۔ کوہستانی قلعے یہان وہ ایسے ایسے پائینگے جنہین کوئی حملہ آور مسخر نہین کرسکتا۔ اسکے علاوہ وہ نہین ایک غریب و مطیع رعایا ملے گی۔ ایک ایسے میدان پر وہ خیمہ زن ہونگے جہان پیشقدمی کی نئی نئی تجاویز قایم کیجاسکتی ہین اور ایک ایسی حد پر وہ پہونچ

جائینگے جہان سے وہ آیندہ پیش قدمی کرسکتے ہین۔

ہندوستان پر حملہ آور ہونیکے لئے ایک عارضی مستقر

آیندہ کی سیاسی ضروریات واتفاقات کے لحاظ سے خراسان کی قدر وقیمت روس کی نظرون مین اور بہی زیادہ بڑہجاتی ہے۔اس وقت افغانستانی علاقہ واقع وسط ایشیا کو روسی علاقہ سے سرویسٹ رجوے کی سرحد یعنی وہ فرضی خط جدا کرتا ہے جو ۳۰۰ میل کے فاصلہ تک ہری رود سے جیجون تک کھنچا ہوا چلا گیا ہے۔اس مین شک نہین کہ روسی جب چاہین اس خط کو عبور کرسکتے ہین مگر ایسا کرنے سے کوئی ایسا علاقہ تو اون کے ہاتھ مین آئے گا نہین جس سے اونہین کوئی فوری فائدہ حاصل ہو۔البتہ یہ نتیجہ اسکا ہوسکتا ہے بلکہ ہونا یقینی ہے کہ برطانیہ کلان کے ساتھ روس کی جنگ چہڑ جائے۔اسمین زیادہ تر آسانی ہے کہ دبے پاؤن چکر کاٹ کر وہ غنیم پر ایک جانب سے بے خبر آپڑین۔درۂ ذوالفقار سے سیستان کی جنوبی سرحد افغانستان سے ملی ہوئی چلی گئی ہے۔اور جس طرح کامل اس سرحد کے ایرانی حصہ پر ہو اوس کی زد مین ہرات آجاتا ہے (مشہد سے ہرات تک گاڑی کی ۲۳۰ لمبی سڑک موجود ہے) اس کے علاوہ وہ سڑک بہی جو فرہ اور گرشک ہوتی ہوئی قندہار جاتی ہے اوس کے قابو مین آسکتی ہے اور رود ہلمند کے ساحل تک وہ بڑہ کر قبضہ کرسکتی ہے۔روس کا عمل دخل اگر خراسان مین اور بالخصوص سرحدی علاقہ کے اوس گوشہ مین ہوجائے جس کو مین نے اس تفصیل سے بیان کیا ہے تو اوس کو انگریزی وافغانی سرحد کے متعلق عہد وپیمان کی کسی خلاف ورزی کی ضرورت ہی داعی نہ ہوگی۔افغانستان

کی پوری مغربی سرحد اوس کے اثر یا حملہ آوری کی زد مین ہے۔ مزید بران سیستان مین اوسکا خط ماس بلوچستان کے ایک ایسے حصہ کے قریب سے ہوکر گزرتا ہے جسکی ملکیت متنازعہ فیہ اور قبضہ غیر مستقل و غیر یقینی ہے اور جسے انگریزی سرحد نشین سے صرف ایک قلیل فاصلہ جدا کرتا ہے۔ بالآخر یہان تک پہونچ کر روس سمندر کے قریب آجاتا ہے اور جب ایک دفعہ اوس کی ریلون کے سلسلے نصرت آباد تک قایم ہوجائین گے تو بحر ہند کی کوئی بندرگاہ جنوبی سمندرون کی موج پیمائی کا وہ موقعہ دیکر جسکا روس ایک عرصہ دراز سے آرزومند ہے اوس کے اطمینان قلبی و مسرت دلی کا باعث ہوگی۔[۵۱]

برطانیہ کلان کی اغراض خراسان مین

جن طبعی حالات کی مین نے توضیح کی ہے۔ روس کے دل مین پیش قدمی کے جو ارادے جنکا ناممکن التردید ثبوت پیش کیا جاتا ہے جاگزین ہین۔ اور اون کارروائیون کا اس سمت جن سے افغانستان کی اغراض کو ایسا قریب کا تعلق ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ ان سے اوس دلچسپی کی پوری تصریح ہوتی ہے جو انگلستان کو شاہ کے ممالک محروسہ مین مجبوراً لینی پڑتی ہے۔ جو لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ چونکہ خراسان ہندوستان سے دور ہے اس لئے اوسے بلاغل و غش بحال خود چھوڑ دیا جاسکتا ہے وہ اوس مجنونانہ سفسطہ کا اعادہ کرتے ہین جس نے نہ صرف ایران بلکہ افغانستان

[۵۱] یہ منصوبے خیالی ڈھکوسلے ہی نہیں ہین بلکہ روس حقیقت مین اون کو عملی لباس پہنانے کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت آگے چل کر ایک باب مین ہم پہونچے گا جس مین ایران مین روس کے طرز عمل سے بحیثیت مجموعی بحث کی گئی ہے۔

کے ساتھ ہمارے تعلقات کو اُس پیچیدگی اور اُلجھن مین ڈال دیا ہے جسے ہم کچھ عرصہ سے دیکھ رہے ہین۔ افغانستان کی نسبت بسا اوقات یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ہمارے ہندوستانی قلعہ کا شمالی و مغربی پُشتہ ہے۔ اور کسی دشمن کو اس پُشتہ کی اطراف پر بھی متصرف ہوجانے کا موقعہ دینا گویا فن حرب کے اصول کے اعتبار سے ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ خراسان مین برطانیہ کلان کے اغراض و مقاصد یہ ہین کہ اس نواح مین برطانوی یعنی افغانی حقوق کی حفاظت کی جائے سیاسی مساوات قوت یعنی مملکت ایران کی قوت کو برقرار رکھا جائے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ جنوب کی طرف کی اون راہون کی نگہبانی کی جائے جنکا کھلا ہونا انگریزی تجارت کے لوازم مین سے ہے اور جن پر بجائے ایک موافق طاقت کے ایک مخالف طاقت کا قبضہ ہوجانا ہندوستان کے خطرے کا باعث ہوگا۔ یہ امر تشفی و تسکین کا موجب ہے کہ جرنیل مکلین جو حال مین مشہد کے قونسل جنرل مقرر ہوئے ہین وہ سیستان کے بھی قونسل ہین۔ لیکن سیستان مین ایک خود مختار انگریزی افسر کا مقرر کیا جانا واجبات سے ہے کیونکہ انگریزی و بلوچی سرحد کے قریب ہونے کے باعث انگریزی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے سیستان کا موقعہ نہایت اہم ہے۔ اور اگر ریلوے کے قیام اور علمی طریقہ سے آبپاشی کے انتظام سے یہان کی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دی جائے تو یہ دائرہ تجارت کا ایک ایسا مرکز بن سکتا ہے جس کے اثر کے قطر وسطی و جنوبی ایران تک پہونچینگے اور جو شمالی خراسان مین روسی تفوق کا ردعمل بھی کرے گا۔

ایرانی اطاعت کیشی



آخر مین مین اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہون کہ میری دانست مین اہل خراسان روس اور برطانیہ کلان کو کس نظر سے دیکھتے ہین اور ان دونون طاقتون مین سے ہر ایک کو اپنی اپنی تجاویز کے معرض نفاذ مین لانے مین ان لوگون سے کس اعانت یا مخالفت کی توقع ہوسکتی ہے۔ ابتدائی سیاحون مثلاً فریزر اور میگگریگر[۵۱] اور نیپیر کا بیان ہے کہ شمالی خراسان مین شاہان خاندان قاجار کو عام طور پر تنفر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور حکومت عالیہ طہران کی طرف سے لوگ سخت بددل ہو رہے تھے۔ لیکن زمانہ کے مرور اور موجودہ شاہ کے زبردست عہد حکومت نے اس تنفر کو زائل کر دیا ہے اور خراسان بہی سلبی طور سے

---

[۵۱] جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب بست و دوم۔ "مشہد سے جب ہم نے سفر شروع کیا تو راستہ مین مجھے یہ دیکھکر نہایت تعجب ہوا کہ ایران کے موجودہ حکمران خاندان کو سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ اظہار تنفر کے بغیر خاندان قاجار کے بادشاہون کا نام نہین لیا جاتا اور اون کے نام کو بے رحمی۔ ظلم اور نا انصافی کا مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۲ء کا ہے۔

[۵۲] "جرنی تہرو خراسان" (سفر خراسان) جلد اول۔ صفحہ ۲۸۔ "خراسان مین ایک اور خیال پہیلا ہوا ہے اور عمومیت کے لحاظ سے اوسی پایۂ کا ہے جس پایۂ کا یہ خیال کہ روسی قوم بہی موجود ہے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ خاندان قاچار کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مین نے بکرات و مرات لوگون کو یہ خیال ظاہر کرتے ہوے سنا اور اس کے ساتہہ جو الفاظ شاہان قاجار کی شان مین استعمال کئے جاتے تہے وہ مدحیہ نہ تہے بلکہ قدحیہ۔" یہ واقعہ ۱۸۷۵ء کا ہے۔

ایسا ہی اطاعت گزار ہے جیسا کہ ایران کے دوسرے علاقے۔ سلبی اطاعت کیشی سے میری مراد یہ ہے کہ فرمانروائے اعلیٰ کی حکومت کو آبادی کا زیادہ حصہ مجہولانہ طور پر تسلیم کرتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی مخالف کارروائی جس سے شاہی خاندان کی تبدیلی متصور ہو یہ لوگ نہ کرین گے لیکن یہ ہرگز نہین کہا جاسکتا کہ لوگون کے دلون مین سچا جوش وفاداری موجزن ہے یا قومی مودت واتفاق کی ایک چنگاری بہی وہان سلگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ پس اگرچہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ اہل خراسان شاہ کے برخلاف علم بغاوت بلند کرین گے لیکن ساتہہ ہی یہ امر قرین احتمال نہین کہ وہ لڑائی کے وقت شاہ کا ساتہہ دین گے اور اس لئے اون کی اطاعت کی کچہہ قدر وقیمت باقی نہین رہتی۔ افغانون کے برخلاف جو سنی ہین اور جن کے ساتہہ اون کی پشتینی عداوت چلی آتی ہے بلاشبہہ اتحاد قومی کا جذبہ خراسانیون مین پیدا ہوسکتا ہے لیکن مین ایک ایشیائی غنیم کے ساتہہ جنگ چہڑ جانے کے امکان پر اس وقت بحث نہین کر رہا ہون بلکہ روس کی منصوبہ بازی اور دست اندازی پر۔ پس اگر روس کل خراسان کی طرف بڑہے تو سوال یہ ہے کہ اس صوبہ کے باشندے ایسی حالت مین کیا کرین گے؟

روسیونکی وقعت

میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس پیشقدمی کے ساتہہ خفیف سے خفیف فوجی طاقت کی بہی نمایش کی جائے گی تو اہل خراسان کچہہ بہی نہین کرین گے بلکہ خاموش بیٹہے ہوئے قسمت پر صابر وشاکر ہو کر آقاؤن کی تبدیلی پر راضی ہو جائین گے اور یہ خیال کرین گے کہ

اس تبدیلی سے اگر اون کی حالت بدستور قایم نرہی توکسی قدر بہتر توضرور ہوجاے گی اور بدتر توکسی حالت مین ہوہی نہین سکتی۔ حکومت ایران کی پوسیدگی اور بدنظمی نے ان غریب لوگون کو جو ایک عرصہ دراز سے اسکے مظالم سہتے آئے ہین ایسا بددل کررکہا ہے کہ وہ شوق کے ساتہہ محکومیت کے ہر دوسرے پہلو کے تسلیم کرنے پر رضامند ہین جس سے اگر اور کچہہ نہ ہو تو کم ازکم اتنا تو ہو کہ اون کی حالت مین تبدیلی پیدا ہونے کی صورت نکل آئے۔ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آیا روسی ایران مین ہردل عزیز ہین یا نہین کیونکہ مین وسیع معیار پر ذاتی طور سے اس مسئلہ کی تحقیق نہین کرسکا اور جو اطلاع کہ اس بارہ مین متعدد لوگون سے مجہے ملی وہ آپسمین نہایت درجہ متناقض تہی لیکن جو شہرت کہ روسیون نے بخارا اور خیوا مین غلامونکے آزاد کرنے سے جن مین سے اکثر صوبہ خراسان کے ایرانی تہے[۱]

---

[۱] مین نے اس واقعہ کی نسبت کسی کو شبہہ کرتے نہین پایا تہا لیکن اتفاق سے ایک روسی کتاب میری نظر سے گذری جو "اسکیچز آف پرشیا" (مرقع ایران) کے نام سے موسوم ہے اور سینٹ پیٹرسبرگ مین طبع ہوئی۔ اسکا مصنف پی۔ آگوراڈنیکاف نامی ایک روسی ہے جس کو "امپیریل جاگریفیکل سوسائٹی" نے ۱۸۷۴ء مین تاجرون کے ایک کاروان کے ہمراہ جسکا قافلہ سالار جنرل گلوخافکی تہا اور جو مشہد کو جارہا تہا مامور کرکے بہیجا۔ آگوراڈنیکاف کے اقوال کا اکثر حصہ ایک روسی سوداگر بامگارٹن نامی کی آرا کا گویا خلاصہ ہوتا تہا۔ یہ بامگارٹن کئی سال تک شاہرود مین سکونت پذیر رہا اور وہان بیکر بنیپیر۔ میکگریگر اور دوسرے انگریزی سیاحون نے اوسے دیکہا۔ بامگارٹن نے جو غالباً ایک صائب الرائے شخص تہا اور جسے مخالف روس ہرگز نہین تصور کیا جاسکتا اس امر سے انکار کیا کہ خیوا مین قیدیونکی رہائی سے روس نے ہردلعزیزی حاصل کی۔ اس کے ساتہہ ہی اوس نے یہ بہی بیان کیا کہ باوجودیکہ ایرانی روسیون کی خوشامد کرتے ہین پہر بہی وہ اونہین نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکہتے ہین اور اور اون کی دلجوئی اور خوشنودی بہی اس خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہین کہ کہین ایسا نہو کہ وہ اونکی غلط کارروائیون اور ستم انگیزیونکی اطلاع شاہ کو کردین۔

اور سرحدی علاقہ کو ترکمانون کی دستبرد اور تاخت وتاراج سے بچانے سے حاصل کی ہے اور
اس کے علاوہ طاقت اور کثرت تعداد کی وجہ سے جو رُعب روسیون کا قایم ہے اور نیز یہ خیال
کہ وہ برابر آگے بڑہے ہوئے چلے آرہے ہین - یہ سب کی سب باتین ایسی ہین کہ جو قوم قدرتی
طور پر بودی تہی وہ اس پیشقدمی کو تسلیم اور تعظیم کی نظر سے دیکہنے لگی - بعض اشخاص ایسے ملین گے
جن کا یہ خیال ہوگا کہ تبدیلی سے یقیناً مفید نتائج مترتب ہون گے - جمہور کی راے یہ ہوگی کہ یہ
تبدیلی اٹل ہے - غرضکہ چند لوگون کی ہمدردی اکثر کی بے توجہی کے ساتہہ مل کر مخالفت کا زور
توڑ دے گی اور تسخیر کے لئے راستہ صاف کردے گی - اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا مذہبی مخالفت
کی آگ کو تو مشتعل نہین کیا جائے گا اور کافرون کے برخلاف جہاد کرنے کے لئے عوام کو برانگیختہ
تو نہین کیا جائے گا تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ امر قرین احتمال نہین ہے کہ روس
اوس وقت تک پیش قدمی کا عزم کرے گا جب تک کہ وہ اس امر کی طرف سے اطمینان نہ کرلے
مشہد مین مذہبی عنصر زورون پر ہے اور بلاشبہہ لوگون کے جذبات واحساسات اُسکے
رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین - اگر لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہان کی زیارت گاہ کو یا اون اوقاف
کو جو لون کی آمدنی کا ذریعہ ہین یا اُن حقوق اور رعایات کو جو اِس سے وابستہ ہین کسی قسم کا صدمہ
پہونچایا جانے والا ہے یا اون مین کسی قسم کی دست اندازی کی جانے والی ہے تو اسمین ذرا
شک نہین کہ عداوت ومخالفت کی آگ اُن کے دلون مین بہڑک اوٹہے گی - لیکن روس نے اپنی
مسلمان رعایا کے مذہبی خیالات اور اونکے اوہام کو ہمیشہ تعظیم وتحمل کی نظر سے دیکہا ہے - اسلئے
ان شکوک وشبہات کا آسانی سے دفعیہ ہوسکتا ہے اور طرہ یہ ہے کہ مشہد کے ملاؤن اور

مجتہدون کو بھی اپنے اکثر دوسرے ہموطنون کی طرح رشوت لینے مین کسی طرح کا پس وپیش نہین -
اِس سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوچان کے سن رسیدہ خان نے جو مجھہ سے یہ
بات کہی تہی کہ خراسان کے تمام لوگ جتہابا ندہ کر مشہد کی خاطر لڑین گے تو اوس نے
ایک بالکل لغو بات کہی تہی - میرا یہ گمان ہے کہ اگر مشہد کے حصہ مین مسخر ہونا لکہا
ہے تو وہ بلا کسی قسم کی کشمکش کے مسخر ہوگا اور خراسان کی ملکیت کا انتقال خون کے ایک
قطرہ کے ضائع ہوئے بغیر ہوسکتا ہے -

انگلستان کو کس نظر سے دیکہا جاتا ہے

جب مین ایسے حیرت انگیز اثر اور رسوخ کو روسیون سے منسوب کرتا ہون تو اوس سے میری
ہرگز یہ مراد نہین کہ اس بارہ مین اونہون نے کوئی استثنا حاصل کرلیا ہے - اگر انگریز بہی
ویسا ہی دباو ڈال سکین یا انجام کار ویسی ہی تدابیر اختیار کرسکین تو مجھے یقین ہے کہ جس
گرمجوشی کے ساتہہ ان کے مخالفین کو خیر مقدم کہا جاتا ہے اوس سے بدرجہا زیادہ گرمجوشی
کے ساتہہ اون کا خیر مقدم کہا جائے گا - روسیون کا طرز عمل ایران مین زیادہ تر جابرانہ اور
تحکمانہ ہے اور گو اس قسم کا طرز عمل باعث ترہیب بلکہ محرک تعظیم ہو لیکن اِس سے فریق ثانی
کو مانوس نہین کیا جاسکتا - برخلاف اِس کے انگریزون کی راستبازی اور دیانت داری
کی وجہ سے دولت انگلستان کا باوجود عدم نمائش طاقت یعنی کثرت افواج واتصال
حدود ممالک کے اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکہا جانا نہایت ہی قابل تحسین ہے -
مشرقی سرحد خراسان کی تیموری اقوام جنکا مین پیشتر ذکر کرچکا ہون انگریزون کو نہایت

دوستانہ نظر سے دیکھتے ہین اور جون جون ہم بلوچستان و سرحد ہندوستان کے قریب پہونچتے جاتے ہین انگریزون کی بے تعصبانہ اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے اون کا ہر دلعزیز ہونا زیادہ ثابت ہوتا جاتا ہے - ایرانی اب اس بات کا بخوبی اندازہ کرنے لگے ہین کہ انگریزون کی یہ خواہش نہین ہے کہ اون کی مملکت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر بھی اپنا قبضہ کرین حالانکہ روسی تصرف غاصبانہ پر تلے ہوئے ہین - لیکن بات اصل مین یوں ہے کہ روسی اون سے قریب تر ہین اور زبردست بھی ہین اور انگریز دور ہین اور اپنی طاقت کی مرئی نمائش نہین کرتے - پس اگرچہ انگریزی دائرہ اثر کی توسیع کو رضامندی کے پہلو سے دیکھا جاتا ہے اور توسیع کا موقع دینے سے پہلو تہی نہین کی جاتی لیکن لوگون کے دلون مین ایسا عزم نہین پایا جاتا اور نہ یہان کوئی ایسی جماعت ہی موجود ہے جو روسی منصوبہ بازی کی کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنے کا بیڑا اوٹھائے - خراسانی اپنے دوست ابنائے جنس کی طرح اس وجہ تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے کہ جس کے پاس لاٹھی ہو بھینس اوسی کے حوالے کردین -

مشرقی خراسان مین دوسری راہین

(۱) مشہد سے تربت حیدری تک - دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ) مصنفہ ایچ ڈبلیو بیلیو (۱۸۷۴ء) اور کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) مصنفہ کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۴ء) صفحات ۳۵۳ الی ۳۵۶ -

(۲) تربت حیدری سے باجستان تک - دیکھو کتاب "از اٹک تا بہ دجلہ" صفحات ۳۴۴ الی ۳۴۹

اورکتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۴۹ الی ۳۵۳۔

(۳) باجستان سے قائن تک۔ دیکھو کتاب ''از اٹک تا بہ دجلہ'' صفحات ۳۲۵ الی ۳۳۹ اورکتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۴۴ الی ۳۴۹۔

(۴) قائن سے برجند تک۔ دیکھو کتاب ''از اٹک تا بہ دجلہ'' صفحات ۳۰۹ الی ۳۲۵ اورکتاب ''مشرقی ایران'' صفحات ۳۳۷ الی ۳۴۲۔

(۵) فرہ (افغانستان) سے نیشاپور تک (براہ برجند۔ تون و باجستان)۔ دیکھو کتاب ''کاروان جرنیز'' (سفر بذریعہ کاروان) مصنفہ جے۔پی۔فیریر (سنہ ۱۸۵۶ء) صفحات ۴۳۷ و ۴۳۸۔

(۶) فرہ (افغانستان) سے سمنان تک (براہ خور و طبس) دیکھو کتاب ''سفر بذریعہ کاروان'' صفحات ۴۳۹ و ۴۴۰۔

(۷) طبس سے برجند تک (براہ تون و قائن)۔ دیکھو کتاب ''جرنی تھرو خراسان'' (سفر خراسان) جلد اول صفحات ۱۳۷ الی ۱۹۶۔ مصنفہ سرسی۔ میگریگر۔ (سنہ ۱۸۷۵ء)

(۸) برجند سے پاہری (ہرات) تک (براہ فارگ و یزدون)۔ دیکھو کتاب ''سفر خراسان'' متذکرہ فقرہ بالا۔ جلد اول صفحات ۱۷۸ و ۲۰۲۔

(۹) شاہ رود سے ہرات تک (براہ ترشیز و خاف) دیکھو کتاب ''جرنی فرام بنگال ٹو انگلینڈ'' (بنگال سے انگلستان تک کا سفر) جلد دوم صفحات ۲۲۱ الی ۲۲۳۔ مصنفہ جی۔ فارسٹر (سنہ ۱۷۹۸ء) اور نیز دیکھو تحریرات کپتان کلاڈ کلارک (سنہ ۱۸۵۷ء) مندرجہ جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی۔ جلد سی و یکم صفحات ۴۰ الی ۴۵۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء

نوان باب

معاملات سیستان

کیے ہین اے رخش تو نے طے سیستان کے ہامون و دشت یکسر
پیا ہے تو نے زرہ کا پانی گیا ہے ہلمند پر تو اکثر

"سہراب و رستم" میتھو آرنلڈ

ایران کی مشرقی سرحد

ذوالفقار واقع دریاے ہری رود سے جو جدید سرحد روس وافغانستان معینہ شدہ ۸۷-۱۸۸۵ء کا نقطۂ آغاز اور اس لحاظ سے علاقہ ہاے روس وافغانستان وایران کی حدود کا مقام اتصال ہے سرحد ایران جو ٹھیک جنوب کی طرف قریباً ۶۱ درجہ خط متوازیۂ طول بلد پر کئی سو میل تک چلی گئی ہے کہین تو ناکافی طور پر معین کی گئی ہے اور کہین مشتبہ طور پر۔ کہین اوس پر بہت کم عملدر آمد کیا جاتا ہے اور کہین مطلقاً اوس کی تعیین ہی نہین کی گئی ہے۔ درۂ ذوالفقار سے گواتر واقع ساحل بحر ہند تک اِس سرحد کا کل فاصلہ بہ خط راست سات سو میل ہے۔ یہ سرحد سلطنت

ایران کو مشرق کی طرف دو ہمسایون یعنی افغانستان اور بلوچستان سے ملاتی ہے جنمین سے کسی کے ساتھہ بہی اوسکے تعلقات اچھے نہین ہین - ایران مین اور ان دونون حکومتون مین ہمیشہ سرحدی نزاعات برپا ہوتے رہتے ہین اور ایک دوسرے کے علاقہ پر یہ دولتین عارضی یا مستقل دست اندازی و تصرف کرتی رہتی ہین - تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تینون اقوام کے اس قسم کے جھگڑون مین استحصالی اعتبار سے ایران سب سے زیادہ فایدہ مین رہتا ہے - شاید اوسکو خیال ہے کہ شمالی و مشرقی اور شمالی و مغربی حدود پر جو نقصان اوسکو روس کے فشار جابرانہ سے برداشت کرنا پڑتا ہے اوس کی تلافی ان نواح مین کسی قدر توسیع غاصبانہ سے کرکے اپنے آنسو پونچھے -

(۱) ذوالفقار سے سیستان تک

یہ سرحد جسکا مین ذکر کر رہا ہون قدرتی طور پر چار حصون مین منقسم ہے جن مین سے ہر ایک کے مدارج ثبات اور سیاسی حالات مختلف ہین - ان مین سے پہلا حصہ ذوالفقار سے سیستان کی شمالی حد تک پہیلا ہوا ہے اور اس کا فاصلہ تخمیناً تین سو میل ہے - ہرات اور روس کے توابعات کے خراسان سے علیحدہ کیے جانیکے بعد کے زمانہ سے دولت افغانستان و ایران کے درمیان اس نواح مین کم و بیش ایک مسلمہ حد قایم رہی ہے لیکن اس حد کی تعیین کبھی نہین ہوئی اور یہی عدم تعین اون نزاعات متوالیہ کا محرک ہے جو علی العموم آبپاشی کی اون نہرون کے قبضۂ متنازعہ سے پیدا ہوتے ہین جنھین اس سرزمین کی سب سے زیادہ قیمتی اور اکثر صورتون مین مبداء فیاض کی عطا کی ہوئی نعمتون مین سب سے بڑی نعمت سمجھنا

تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اِس قسم کا ایک جھگڑا افغانستان و ایران مین ایک سرحدی ضلع کی بابت جو کوہستان اور غوریان کے درمیان کے خطوط متوازیہ پر واقع ہے میرے آنے سے کچھ عرصہ پیشتر سے جاری تھا۔ انگریزون کو جن سے عموماً ان موقعون پر ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور جو کئی مرتبہ اس کام کو جس کے لئے اون کا شکریہ کبھی نہین ادا کیا گیا انجام دے بھی چکے ہین اِس دفعہ پھر اِس نزاع کے انفصال کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اونھون نے اِس قبضۂ نامرضیہ کا فیصلہ کر بھی دیا لیکن میری راے مین بقول میکگریگر کے اِس فیصلہ مین سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ فریقین مین سے ایک کی بھی اِس سے تشفی نہین ہوئی۔ مین نے اس نزاع کا صرف اس غرض سے ذکر کیا کہ اس سے اون سوانح کا نمایان ترین مثال ہم پہونچتی ہے جنکا ایسی غیر معین اور طبعی اعتبار سے اِس قدر غیر مشخص سرحدیر جہان حدبندی کے نشانون کی بر عکس برابر وقعت بھی نہ سمجھنے والی خانہ بدوش قومین آباد ہون آئے دن پیش آتے رہنا لازمات سے ہے۔

(۲) سیستان

دوسرا حصہ سرحد سیستان ہے جسے سرحدی کمیشن برطانیہ و ایران و افغانستان نے بہ سرکردگی سر ایف۔ گولڈ اسمڈ ۲-۱۸۷۰ء مین معین کیا اور یہی اس باب کا موضوع غالب ہے۔ اِس حصہ سرحد کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۱۲۰ میل ہے لیکن چونکہ اوس نئی سرحد کا خط جسکو کمیشن نے ثالثانہ حیثیت سے معین کیا ہے منحرف ہو کر جنوب و مشرق کی سمت اختیار کرتا ہوا دریاے ہلمند سے جا ملتا ہے اور پھر جنوب و مغرب کی طرف پلٹتا ہے لہذا جو مثلث اِس طرح سے بنتا ہے اوس کے دونون اضلاع

سرحد کے طول کا مجموعہ وتر سے بہت زیادہ ہے۔

(۳) سرحد ایران و بلوچستان

یہ حصہ وہ ہے جو سیستان کی جنوبی سرحد معینہ ۱۸۷۲ء کے منتہا سے شروع ہو کر مکران کی حد معینہ سال ماسبق کے شمالی سرے پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصہ کوہ ملک سیاہ سے جالک تک چلا گیا ہے جس کا طول ۲۰۰ میل ہے۔ سرحد کا یہ حصہ کبھی معین نہیں ہوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ یہ کہاں ہے اور کیا ہے۔ کوئی دو نقشے بھی ایسے نہ ملیں گے جن میں یہ سرحد ایک ہی طرح پر دکھائی گئی ہو۔ اور اکثر نقشوں میں تو اس لاعلمی کی تلافی ایک صریحی قیاس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یعنی کوہ ملک سیاہ سے ایک خط مستقیم جنوب و مشرق کی طرف سے جالک تک کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصہ میں مشرق کی طرف ایران کا ہمسایہ بلوچستان ہے لیکن خانہ بدوش بلوچ قومیں جو سرحد پر رہتی ہیں اپنے آپ کو خان قلات کا ماتحت نہیں سمجھتیں اور عملی لحاظ سے خود مختار ہیں۔

(۴) سرحد مکران

یہ حصہ جالک اور گواتر کی بندرگاہ کے مابین واقع ہے اور اس کا طول ۱۳۰ میل ہے میں اس کو سرحد مکران کہتا ہوں کیونکہ وہ حصہ ملک جس میں ہو کر یہ سرحد جو فاصل ایران و بلوچستان ہے گزرتا ہے اسی نام سے موسوم ہے۔ اس سرحد کی تعیین کے وقت یعنی ۱۸۷۱ء میں سمتھ کو بہت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس پر پورا پورا عملدرآمد کے ان آخری دونوں حصوں یعنی سرحد ایران و بلوچستان بالا و پائین

سے ایک اگلے باب مین جو صوبجات سرحدی ... کے متعلق ہوگا بحث کی جائے گی۔ یہان اونکا ذکر صرف اس واسطے کیا گیا کہ گردوپیش کے مواقع کے لحاظ سے ناظرین کے ذہن مین سیستان کا موقع پوری طرح سے متمکن ہو جائے۔

ضلع سیستان

باب گذشتہ مین بیان کر چکا ہون کہ سیستان ایرانی صوبہ قائن کا ایک ... یعنی ضلع ہے جو میر عالم خان والی برجند کے زیر حکومت ہے اور خان موصوف اس ضلع ... انتظام اور فوج متعینہ نصرت آباد کی کمان کے واسطے اپنا ایک نایب مقرر کرکے بھیجتا ... یہان مین اون حالات کا ذکر کرون گا جو اس ضلع کے مقبوضات ایران مین شامل ... ہونے کے محرک اور ایک جماعت ماموره تصفیہ سرحد کے ۱۸۷۲ء مین یہان بھیجے جانے کے باعث ہوے۔ نیز ان واقعات کی توضیح کے لئے ضرور ہے کہ اس علاقہ کا اور اس کی ابتدائی تاریخ کا کسی قدر ذکر کیا جائے۔

سیستان کی وجہ تسمیہ

سر ہنری رالنسن کہتا ہے کہ معتبر مورخین عرب یا ایران[۵۱] مین سے کسی ... اس امر مین شبہہ نہین کیا ہے کہ سیستان یا سجستان۔ سگستان بعنی ... ن کی مغربی ... یا سکیا ... سے ماخوذ ہے۔ گو کہ مقام تعجب ہے کہ سیتھین قوم جیسی خانہ بدوش بادیہ ... کی ایک

۵۱ بعض مورخین انگلستان نے اسکو "ساغس" کا مشتق قرار دیا ہے "ساغ ... ہے جو اس نواح مین پیدا ہوتی ہے اور جسے ایرانی جلانے کے کام مین لا

جماعت جو تیسری صدی عیسوی مین شمال کی جانب سے یہان آئی اس ملک کو جس مین وہ صرف سنو برس تک آباد رہی اپنے نام سے مستقل طور پر منسوب کر تی گئی - اگرچہ ساسانی تاجدار بہرام ثانی نے جسکا زمانۂ حکومت ۲۷۵ء سے ۲۹۲ء تک ہے اس قوم کو اپنی مملکت سے ایسا خارج کیا کہ مدتین ہوئین کہ زمانہ نے اون کو صفحہ تاریخ سے مثل حرف غلط میٹ دیا ہے تاہم اس علاقہ کا نام اُن کی مستقل اور دائمی یادگار ہے -

لفظ سیستان کا اطلاق

تاریخ کے مختلف زمانون مین اس ملک کے حکمرانون کے مقبوضات جیسے جیسے بڑھتے گھٹتے رہے ہین ویسے ہی سیستان کا اطلاق مختلف الرقبہ ممالک پر کیا جاتا رہا ہے لیکن اس نام کا صحیح اطلاق ہمیشہ اوس بڑے دریاچہ نما طاس پر ہوا ہے جس مین رود ہلمند اور دوسری اُن ندیون کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جو یہان ایک نشیبی قطعۂ زمین مین ہر طرف سے سمٹ کر آ ملتے ہین - اس نشیب کی حدود نمایان ہین اور اس کا طول شمالاً جنوباً ڈہائی سو میل ہے - یہ یقینی بات ہے کہ زمانۂ سابق مین یہ نشیب ایک بڑی جہیل کے پانی سے بھرا ہوتا تہا اسپ ... رین اور آبپاشی کے نالے جو دریاؤن کا بہت سا پانی خرچ کر ڈالتے ہین بند کر دئے جائین تو مین خیال کرتا ہون کہ بہت جلد یہ نشیب پھر اپنی قدیم حالت پر آجائیگا[۱] -

سیستان کی موجودہ حالت

وہ علاقہ جو آج کل سیستان کے نام سے موسوم ہے تین بڑے نشیبون پر مشتمل ہے جو

---

[۱] دریائے ہلمند کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مضمون در باب طاس ہلمند مرقومہ سی آر - مارکہم مشمولہ روئداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی (سلسلہ جدید) جلد اول صفحہ ۱۹۱ -

سال کے موسم اور بہار کی طغیانی کی مدت کے اعتبار سے جھیلون اور دلدلون اور خشک زمین کی شکل مین بدلتے رہتے ہین - پہلے نشیب مین دو چہوٹی چہوٹی جھیلین ہین جو شمال کی طرف سے ہاروت رود اور فرہ رود جنوب کی طرف سے دریاے ہلمند اور مشرق کی طرف سے خوش یا خشک رود کے بہہ کر یہان آنے سے پیدا ہو گئی ہین - اِن دونون جھیلون کے درمیان ایک گھنا نیستان حائل ہے جسے نے زار کہتے ہین اور پانی کی جو مقدار ان جھیلون مین ہوتی ہے اوس کی کثرت یا قلت کے اعتبار سے اِس نے زار مین کبھی تو دلدل ہو جاتی ہے اور کبھی خشک ہو کر بیٹھ رہجاتی ہے - طغیانی کے موسم مین یہ دونون جھیلین جو معمولی طور پر علیحدہ علیحدہ ہین مل کر ایک ہو جاتی ہین اور دونون کے متفقہ سیلاب نیزار کے سر سے گزر کر دوسرے نشیب مین جس کو ہاموں کہتے ہین اور جو ایک بہت بڑے اُتھلے ظرف کی شکل مین جنوب کی طرف میلون چلا گیا ہے گرتا ہے - ۱۸۷۲ء مین جب انگریزی کمیشن کے اراکین یہان آئے تو ہاموں بالکل خشک تھا اور وہ جاتے اور واپس آتے وقت اوس کی تہ پر سے ہو کر گزرے لیکن ۱۸۸۶ء مین جب روسی و افغانی کمیشن کے بعض اراکین کوئٹہ سے ہرات کو جاتے وقت اس راہ سے گذرے تو ہاموں ایک بڑی جھیل ہو گیا تھا جس کا پانی میلون تک پھیلا ہوا تھا اور مشہور و معروف پہاڑ کوہ خواجہ جو ہاموں حد کا ایک ممتاز نشان ہے پانی کی وسط مین ایک جزیرہ کی طرح معلوم ہوتا تھا[۱] - جب کثرت

---

[۱] کوہ خواجہ جسے کوہ رستم بھی کہتے ہین سیاہ آتشین سنگ خارا کی ایک تن تنہا چٹان ہے جو ہاموں کی سطح سے چار سو فیٹ بلند ہے اور کئی میل تک اسمین بطور ایک نمایان حدبندی کے پھیلا ہوا نظر آتی ہے - قدیم کیانی فرمانروایان سیستان نے اس پر ایک مستحکم قلعہ بنا رکھا تھا اور ان مین سے ایک فرمانروا نے سات سال تک اس قلعہ مین محصور رہکر نادر شاہ کی افواج قاہرہ کے پیہم حملون کی مدافعت کی تفریح و تفرج کی غرض سے بھی سب سیستانی یہان آیا کرتے ہین - نوروز کے دن یعنی ۲۱ مارچ کو یہان میلا لگتا ہے اور اس چٹان کی سطح جو بالکل ہموار و چوڑی ہے مزید اطلاع کے لئے دیکھو مضمون در باب "سیر کوہ خواجہ" مرقومہ میجر پ - نوٹ و متضمنہ جرنل آف دی رائل جاگرفیکل سوسائٹی جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۴۲ - مطبوعہ سنہ ۱۸۷۴ء

سے طغیانی آتی ہے تو خود یا مون کا پانی بہہ نکلتا ہے اور جنوب کی سمت اختیار کر کے سرشیلا کی گھاٹی کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا نشیب ہائے متذکرہ بالا مین سے تیسرے نشیب مین جس کا نام زرہ ہے جا گرتا ہے۔ کمیشن کے قیام کے زمانہ مین یہ بات بیان کی گئی تھی کہ باشندون مین سے کسی کو یاد نہین پڑتا کہ کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ زرہ مین ہامون سے پانی آیا ہو۔ کیونکہ اب بجائے اس کے کہ جھیلین پانی سے چھلکتی ہوئی نظر آئین زیادہ تر یہی اتفاق ہوتا ہے کہ پانی کے خرچ ہو جانے سے خود دریا خالی ہو جاتے ہین اور زرہ کی جھیل عام طور سے ہمیشہ بیابان شورہ زار ہی رہتی ہے[لہ]۔ لیکن ۱۸۸۵ء مین ایک انگریزی افسر نے جو غربی بلوچستان مین سیاحت اور تحقیق کی غرض سے سفر کر رہا تھا سر شیلا یا شیلا

لہ سرسی۔ میگگر جب ۱۸۸۵ء مین بلوچستان کی سیاحت اور تحقیق حالات کر رہا تھا تو وہ ڈہائی دن تک برابر بیابان زرہ کے کنارے کنارے جنوب کی طرف گیا لیکن کہاری پانی کا ایک جوہڑ بھی اوس کو کہین نہین ملا۔ اوس کا بیان حسب ذیل ہے:۔ "پانی تو درکنار نمی کا بھی کہین نشان نہ تھا اور ہر طرف سوائے ریت کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نباتات استخوان بوسیدہ کی طرح خشک تھی اور ہاتھ لگاتے ہی آٹا آٹا ہو جاتی تھی" آخر کار بہ ہزار دقت ایک جگہ تھوڑا سا پانی زمین سے نکالنے مین میگگر کو کامیابی ہوئی۔ اس پانی کی کیفیت وہ اپنے انوکھے اور سادہ طرز مین یون ظاہر کرتا ہے۔ "اگر کوئی شخص زرہ جانے اور وہان سے پانی لانے کی تکلیف سے بچنا چاہے تو مین اُس کو ایک ایسا نسخہ بتا سکتا ہون جس سے وہ بلا دقت گھر بیٹھے ایسا پانی بنا سکتا ہے جو زرہ کے پانی کا بھی مزہ دے گا۔ سب سے پہلے تھوڑا سا سڑے سے سڑا پانی لیکر اوس مین اس قدر نمک ملاؤ کہ ذائقہ کے اعتبار سے وہ ویسا ہی خراب ہو جائے جیسا کہ رنگت کے اعتبار سے۔ اس کے بعد اوس سے لندن کی گلیون کی لالٹینون کے ایخرون کی دہونی دو۔ پہر اس مین کسی پرانے پیپے کا مدتون کا سڑتا ہوا پانی ملا کر خوب ہلاؤ۔ بس زرہ کا پانی تیار ہو گیا" "ڈانڈر زنگزان بلوچستان" (سیاحت بلوچستان) صفحہ ۱۸۳۔

کی گھاٹی مین سے دو فٹ گہرا پانی بہتا ہوا دیکھا جسکے زرہ کے شمالی حصہ مین جمع ہونے سے ایک وسیع جھیل (ہامون) بن گئی تھی اور یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس کا دور سو میل سے زیادہ ہے۔

گوناگون تبدیلیان

گذشتہ بالا بیان سے بآسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ سیستان کی ہیئت کذائی کس درجہ تغیر پذیر ہے اور مورخین کو اوس کا مختلف وقتون کا جغرافیہ کس قدر پریشانی اور دقت مین ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ نہ صرف جھیلین گھٹتی بڑہتی اور خشک ہوتی رہتی ہین (وہ رقبہ جوان جھیلون کی تلون مزاجی کے سرحد تے ہوتا ہے رالنسن کے بیان کے مطابق ایک سو میل طویل اور پچاس میل عریض ہے) بلکہ دریا بھی ہمیشہ اپنا راستہ بدلتے رہتے ہین اور جب جی چاہتا ہے کسی مصنوعی نہر کو اپنی گزرگاہ بناکر اوسے اصلی دریا کی شکل مین تبدیل کر دیتے ہین اور اس طرح آئندہ جغرافیہ نگارون کو الجھن مین ڈالنے کے اسباب پیدا کر دیتے ہین۔ لہذا یہ امر تعجب خیز نہین کہ اگرچہ اس ملک مین دریا نئی مٹی لاکر بلا تفریق واعتیاز اراضیات پر زرخیزی اور بار آور کے خزانے نثار کرتے ہین تاہم جس قدر ویران شہر اور مکانات اس ملک مین ہین شاید ہی دنیا مین کسی اسی طول وعرض کے قطعہ زمین مین ہون گے۔

روایتی تاریخ

یہ تو سیستان کی ہیئت کذائی کا مختصر خاکہ تھا۔ اب مین اوس کی تاریخ کا کچھہ ذکر کرتا ہون۔ از منہ قدیم ہی سے کوئی بات سیستان مین ایسی چلی آئی ہے جو ہمیشہ ایرانی قوت متخیلہ پر قوی اثر ڈالتی رہی ہے۔ کبھی یہ ملک نمرود "شکار افگن" کے خیالی تعلق کے لحاظ سے مشہور نظر آیا۔

کبھی جمشید نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ کبھی زال کے عظیم الشان بیٹے رستم نے جو جمشید سے پانچویں پشت مین تھا یہان نشو ونما پایا۔ برطانیہ کے روایتی افسانون مین شاہ آرتھر کو وہ درجہ حاصل نہین ہے جو رستم کو ایران کی داستانہاے قدیم مین حاصل ہے۔ کیونکہ شاہ آرتھر پھر بھی انسان ضعیف البنیان تھا اور اگر ہم ٹینی سن (ملک الشعراے انگلستان) کے ہم داستان ہون تو آرتھر انیسوین صدی کا ایک جنٹلمین رہ جاتا ہے لیکن رستم نے نہ صرف توران کے بت پرست وحشیون اور افراسیاب کو پسپا کیا بلکہ عفریتون اور جنون کو بھی پچھاڑ کھایا۔ غالباً انگلستان کے قومی محافظ سینٹ جارج اژدہا افگن سے رستم کو زیادہ موزون طور پر تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے سکون پر سینٹ جارج کے عدیم المثال کارنامون کی علامتین منقش کرتے ہین اسی طرح ایرانی رستم کی شجاعت وتہور کی داستان کی تصویرون سے اپنے دروازون ستونون اور ستونون کو مزین کرتے ہین۔

ابتدائی تاریخ

اسکندر اعظم کے زمانہ مین سیستان روایت کی ظلمت سے نکلکر تاریخ حقیقہ کی روشنی مین آتا ہے اس وقت اسکا نام درنگیانا تھا جو اوس سرزمین کا مرادف ہے جسے ہرو ڈوٹس نے سرنگیان سے تعبیر کیا ہے۔ سکندر غالباً اپنے مشرق کے سفر مین یعنی ہندوستان جاتے ہوئے اس طرف سے گذرا اور مراجعت کے وقت اگرچہ وہ خود جنوب کی راہ اختیار کرکے گیدروسیا (مکران) ہوتا ہوا کرمانیہ (کرمان) کو چلا گیا لیکن اوس نے فوج کا ایک سریع السیر

دستہ کریٹیرس کے زیر حکم اراکوٹیا اور درنگیانا کی جانب روانہ کیا[۵۱]- ساسانی بادشاہوں کی سلطنت کے زمانہ مین سیستان مذہب زردشت کا پر رونق مرکز تہا اور یہین اوس نسل کا آخری تاجدار یزدگرد عرب فاتحون سے بہاگ کر مرد جاتے ہوئے جہان اوس کی قسمت کا فیصلہ ہوا آیا تہا - زمانہ مابعد یعنی عربون کی ہی سلطنت مین یہ صوبہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچا اور اسی زمانہ سے وہ وہ وسیع کھنڈر بہی منسوب کئے جاتے ہین جنکا ذکر مین پہلے کر چکا ہون[۵۲] - نوین صدی مین یعقوب بن لیث[۵۳] ایک کوزہ گر نے جو رہزن بہی تہا لیکن اپنی طبیعت مین سپہگری اور

---

۵۱ سیستان کی ابتدائی تاریخ اور وہان کے باشندونکے حالات مین سب سے بڑی سند سرہنری رالنسن کا وہ مضمون ہے جو "نوٹس آن سیستان" (حالات سیستان) کے عنوان سے "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" کی جلد چہل وسوم کے صفحات ۲۷۲ الی ۲۹۴ مین چہپا ہے (۱۸۷۳ء) - اس بارہ مین ڈاکٹر بیلیو کا وہ نادر اور صحیح خلاصہ جس کا عنوان "فرام دی انڈس ٹو دی ٹاگرس" (از اٹک تا بدجلہ) ہے ۲۴۴ سے لیکر ۲۶۲ صفحے تک اور نیز ان کا "انکوائری انٹو دی اتھناگریفی آف افغانستان" (تحقیقات نسل ہاے افغانستان) مرتبہ ۱۸۹۱ء بہی دیکہنی چاہیے - ایرانی سیستان کے زمانہ حال کے خاص باشندے یہ ہین - سیستانی جو دوسری فائق وممتاز قومون کے مقابلہ مین بہت ہی ذلیل حیثیت رکہتے ہین - کیانی جنہین کیخسروانی نسل کے سے ہونیکا دعوی ہے - کردغالی یعنی کردستان کے کردون کی وہ شاخ جس نے یہان آکر غوری خاندان ملک کردیہ قایم کیا (اس خاندان کی حکومت ۱۲۴۵ء سے ۱۳۸۳ء تک قایم رہی) - ایرانی جو تاجیک کہلاتے ہین اور بلوچی جنکی خاص نسلین سیستان مین سربندی (جن کو تیمور ہمدان مین لے گیا تہا لیکن نادر شاہ پہر یہان لے آیا) اور شاہ رخی ہین -

۵۲ ان کے مفصل حالات خصوصًا پشاوران کے حالات کے لئے دیکہو کتاب ڈاکٹر بیلیو کے صفحات ۲۴۱ و ۲۴۴ و ۲۴۷ -

۵۳ عمرو لیث جسکا ذکر گلستان سعدی مین ہے وہ اسی کا چہوٹا بہائی تہا جو اسکے بعد تخت نشین ہوا - مترجم

آئین سروری کے خداداد جوہر رکہتا تہا خاندان صفاریہ[۵۱] کی بنیاد ڈالی اور اپنے زور بازو سے وہ قلیل العمر سلطنت قایم کی جو شیراز سے لیکر کابل تک پہیلی ہوئی تہی لیکن صدی مابعد مین محمود غزنوی کے آہنین حملہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی[۵۲]۔ الاصطخری جو اوس زمانہ مین سیستان گیا تہا بیان کرتا ہے کہ اس ملک مین آباد شہر ہین۔ بڑی بڑی نہرین ہین اور کثرت سے دولت ہے[۵۳]۔ چنانچہ اوس کے قدرتی ذرائع دولت مین ایک سونے کی کان بہی شریک تہی جو بعد مین ایک زلزلہ کے آنے سے ضائع ہوگئی۔ تیرہوین اور چودہوین صدیون مین سیستان کو بہی اطراف و جوانب کے دوسرے بلاد و امصار کی طرح اون دو ناگہانی بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا جو چنگیز خان اور تیمور بیگ کی انسانی صورتون مین بنی نوع انسان پر نازل ہوئین اور ان کے ہاتہون یہ لہلہاتا ہوا گلشن تباہ ہوکر ویرانہ زاغ و زغن بن گیا اور

ایسا اجڑا کہ پہر نہ آباد ہوا

سیستان کے کیانی حاکمون نے جو سلسلہ اکمینیہ کے اول تاجدار کیقباد کی نسل سے ہونے کا دعوی کرتے تہے سلاطین صفویہ کے عہد مین پہر اس ملک کو آباد کیا لیکن گردش ایام نے اس ملک کو پہر روز بد دکہایا اور ۱۷۲۲ء مین افغان حملہ آورون اور اوس کے بعد نادر شاہ کے

---

۵۱ دیکہو وہ مضمون جس کا عنوان ہے "دی کنگز آف دی صفارین ڈائینسٹی آف نیمروز آر سجستان"، (نیمروز یا سجستان کے سلاطین صفاریہ) مرقومہ میجر ایچ۔ جی۔ ریورٹی۔ شمولہ جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد پنجاہ و چہارم (۱۸۸۵ء) صفحہ ۱۳۹۔

۵۲ دیکہو تاریخ سیلکم۔ جلد اول۔ صفحات ۱۴۸ الی ۱۵۲۔

۵۳ دیکہو "اورینٹل جاگریفی" (جغرافیہ شرق) صفحات ۲۰۳ الی ۲۰۹۔

تھا جس نے اون کا استیصال کیا) اس بدقسمت ملک کے مصائب و آلام درجہ انتہائی کو پہونچ گئے نادر شاہ کی وفات کے واقعہ تک جو ۱۷۴۷ء مین پیش آیا سیستان دولت افشاریہ کے منطقۂ اقتدار گو برائے نام حدود مین شامل رہا۔ اسکے بعد جب اولو العزم سپہ سالار احمد شاہ ابدالی نے اپنے آقا کے نقش قدم پر چل کر افغانستان مین سلطنت درانیہ کی بنا ڈالی تو سیستان کا الحاق اوسکی مملکت کے ساتھ ہوگیا۔ اس زمانہ سے سیستان اول اول آج کل کی سیاسی تماشاگاہ مین نظر آنا شروع ہوتا ہے اور گزشتہ تیس سال سے برطانوی و ہندوستانی تدابیر مملکت کی بساط کا ایک اہم مہرہ ہوگیا ہے۔[5]

تاریخ مابعد

احمد شاہ کی وفات کے بعد تیمور شاہ کو اوس کی وفات تک جو ۱۷۹۳ء مین ہوئی سیستان برابر خراج دیتا رہا۔ اس کے بعد جب درانی سلطنت کے اجزا پراگندہ ہونے شروع ہوئے تو سیستان کبھی تو ہرات کے توابعات مین رہا اور کبھی قندہار کے۔ سلطنت ایران کو دوسرے معاملات مین مصروف ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ اسکے واپس لینے کی کوشش کرتی لیکن ۱۸۵۱ء سے یار محمد والی ہرات کی وفات کے بعد ایران نے اوس بدنظمی اور نااتفاقی سے منتفع ہوکر جو افغانستان مین پہیلی ہوئی تہی اپنے حقوق اور دعاوی پیش کرنا شروع کئے۔ اوسے اب یاد آیا کہ نادر شاہ اگرچہ حقیقت مین ایک ترکمانی غاصب تھا لیکن پہر بہی ایران کا بادشاہ

---

[5] رضا قلی خان نے جو زمانہ حال کے ایرانی مصنفین مین بلحاظ فضل و کمال اور باعتبار ضخامت تصانیف اعلی درجہ رکہتا ہے گزشتہ نصف صدی کے اثنا مین گمنام طور پر فارسی زبان مین تاریخ سیستان لکہی ہے۔

تھا اور سیستان نے ایران کے سلاطین سابق کی طرح اوس کو بھی خراج دیا تھا۔ علی خان
حاکم سیستان کو راضی کر کے ایرانی جھنڈا سیستان مین نصب کیا گیا اور اسکے صلہ مین
ایک ایرانی شاہزادی حاکم مذکور کے حبالۂ نکاح مین دی گئی۔ اسی زمانہ مین ایران نے
سنہ ۱۸۵۶ء مین ہرات پر حملہ کیا جس کی وجہ سے برطانیہ کلان کے ساتھہ جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ
کا نتیجہ صلحنامۂ پیرس ہوا جسکی رو سے ایران کو ہرات کے حقوق فرمانروائی اور افغانستان
کے معاملات مین دست اندازی کے دعاوی سے دست بردار ہونا پڑا۔ باین ہمہ علی خان
فوج ایران کا ایک دستہ ساتھہ لیکر سیستان کو واپس آیا گو کہ اس بات پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف
سے متواتر اعتراضات بھی ہوتے رہے اور ہمیشہ علی خان اور اوس کے بعد اوس کا جانشین
تاج محمد (جس نے دوست محمد خان کی مہم ہرات کے وقت ایران سے مدد مانگی تھی) شاہ ایران ہی
کی فرمانروائی کو تسلیم کرتے رہے۔ اس عرصہ مین وزیر اعظم سلطنت برطانیہ صلحنامۂ پیرس
کی ایک شرط کی خلاف ورزی پر برابر اعتراض کرتا رہا اور سلطنت ایران ہمیشہ صلحنامۂ مذکور کی دوسری
شرط سے انتفاع اٹھانے کے متعلق وزیر موصوف کو توجہ دلاتی رہی جسمین یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ درصورت
سلطنت ایران اور افغانستان مین نااتفاقی ہو جانے کے انگریزی سلطنت بیچ بچاؤ کرے[1]۔

[1] دونون شرائط عہدنامہ کے فقرہ ۶ مین مندرج ہین۔ پہلی شرط حسب ذیل تھی۔ شاہ کجکلاہ ایران اقرار کرتے ہین کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات مین آئندہ دست اندازی کرنے سے احتراز کرین گے شاہ کجکلاہ یہ بھی وعدہ کرتے ہین کہ وہ ہرات اور تمام افغانستان کی خودمختاری کو تسلیم کرین گے اور ان ریاستون کی خودمختاری مین مداخلت کرنے کی کبھی کوشش نہ کرین گے دوسری شرط کے الفاظ یہ ہین۔ ممالک ہرات و افغانستان اور دولت علیہ ایران مین اختلافات برپا ہونیکی صورت مین دولت ایران اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ وہ تصفیہ نزاع کے لئے دولت برطانیہ کی دوستانہ مداخلت سے استمداد کرے گی اور اس وقت تک فوج کشی نہ کرے گی جب تک کہ یہ مصالحت بے سود ثابت نہ ہو۔

شیر علی بہی جو اپنے باپ دوست محمد خان کی جگہ ۱۸۶۳ء مین امیر افغانستان ہوا دل سے چاہتا تہا کہ کچہہ نہ کچہہ فیصلہ ہو جائے - لیکن اس زمانہ مین میدان اوس عدم مداخلت کے واجب نفرین طرز عمل کے ہاتہہ تہا جس کا لارڈ لارنس مانا ہوا حامی اور سوید تہا - اور اسی اصول کو مد نظر رکہہ کر گورنمنٹ شیر علی کو امیر تسلیم کرنا نہین چاہتی تہی حالانکہ گورنمنٹ کو بعد مین اوسے مجبوراً وظیفہ دینا پڑا - غرضکہ ایک مدت تک جانبین مین باہمی عذر - اعتراض اور حیلے حوالے ہوتے رہے تا آنکہ نومبر ۱۸۶۳ء مین لارڈ رسل نے جسکا اس روز روز کی تو تو مین مین اور خرخشہ سے ناک مین دم آگیا تہا ایک تحریر بہیجی جسکا مضمون یہ تہا کہ ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس معاملہ مین دخل دینا نہین چاہتی اور فریقین کو اختیار دیتی ہے کہ اپنے اپنے دعاوی کا بزور شمشیر تصفیہ و انفصال کر لین - لارڈ رسل کی یہ کارروائی اس عالمگیر اصول کی تلقین پر مشتمل تہی کہ جس کی لاٹہی اوس کی بہینس - گو کہ ایسا کرنے مین اونسے جرات کا اس قدر ثبوت نہین دیا جس قدر راستبازی اور تدین کا - قصہ مختصر یہ کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹہا کر ایران ۱۸۶۵-۶۶ء مین اس ملک پر فوج لیکر چڑہ آیا اور اوس پر قبضہ کر کے اس علاقہ کے تمام ایرانی باشندون کو دائرہ انقیاد مین لے آیا - بلکہ اس سے بہی زیادہ یہ کیا کہ بلوچی رعایائے افغانستان سے ساز باز کر لیا - افغانستان کچہہ عرصہ تک خاموش رہا لیکن شیر علی نے جو افغانستان پر پورا تسلط جما چکا تہا اور اپنا وقار قایم رکہنا چاہتا تہا اپنے دعوے پر زور دینا چاہا - اس نازک موقعہ پر بدین خیال کہ کہین اوس اشارہ کی بنا پر جو لارڈ رسل نے اپنی مراسلت مین کیا ہے جدال و قتال تک نوبت نہ پہونچ جائے لارڈ کلیرنڈن نے یہ تجویز پیش کی کہ معاملہ کا تصفیہ بمصالحت و تراضی طرفین ہونا چاہیے - فریقین نے یہ تجویز زیادہ جوش

یا سرگرمی کے ظاہر کئے بغیر منظور کی اور ۱۸۷۰ء مین سر ایف۔ گولڈاسمڈ جو برطانیہ کلان کی طرف سے چیف برٹش کمشنر (سر پنچ) مقرر ہوا تھا اِس معاملہ کے انفصال کے واسطے انگلستان سے روانہ ہوا۔ لیکن اشکال اور تعویق کے واقع ہونیکے باعث سائل آیندہ مین صرف اسی قدر کام ہوسکا کہ سمندر سے جالک تک ایران و بلوچستان کے درمیان پیمائش اور حدبندی ہوئی اور کہین ۱۸۷۲ء مین جاکر کمیشن سیستان کو دعاوی فریقین پر غور کرنے کی غرض سے معاینہ موقع کے لئے روانہ ہوسکا۔

سر ایف۔ گولڈاسمڈ کا کمیشن (۱۸۷۲ء)

اوراوس کی ساعی کیفیت کچھ تو خود جرنیل گولڈاسمڈ اور اوس کے پرسنل اسسٹنٹ میجر (حال کرنل) ایون اسمتھ [۱] نے قلمبند کی ہے اور کچھ ڈاکٹر بیلیو [۲] نے جسے لسنہ مشرقیہ مین دستگاہ کامل ہونے کے باعث شہرت حاصل ہے اور جو جرنیل (بعد مین سر۔ آر) پالک کے ہمراہ گیا تھا۔ جرنیل موصوف ہندوستان سے بطور وکیل والیسرائے (لارڈ میو) بھیجا گیا تھا لیکن اوسکے بھیجے جانے کی غرض وغایت متحقق نہوئی۔ حدبندی کا مسئلہ [۳] بوجہ غیر معمولی طور پر آسان ہونے کے نہایت ہی مشکل تھا۔ سیستان کے متعلق افغانستان کا دعوی بالکل

---

[۱] دیکھو کتاب "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کا دیباچہ اور صفحات ۲۲۵ الی ۲۹۵۔

[۲] دیکھو "ریکارڈ آف دی سیستان مشن" (حالات سفارت سیستان) جو سرکاری طور پر شایع ہوئے اور نیز "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔

[۳] مسئلہ حدبندی سیستان پر تہوڑے سے تصرف کے ساتھ جس کے لئے مرزائے مرحوم کی روح سے مین معافی مانگتا ہون غالب کا یہ مشہور شعر صادق آتا ہے۔

یہ مسئلہ اگر نہین آسان تو سہل ہے + دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین مترجم

صاف اور معقول تہا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان زمانۂ قدیم یعنی احمد شاہ بانی سلطنت افغانستان کے زمانہ سے جزو سلطنت افغانستان چلا آتا ہے۔ اِسی طرح ایران کا دعوے بہی صاف اور معقول تھا اور اِس بنیاد پر مبنی تھا کہ سیستان اِس سے بہی زیادہ قدیم زمانہ سے جزو سلطنت ایران چلا آتا ہے اور اِس دعوے کی ایک قوی تر دلیل یہ تہی کہ ایران نے اِس علاقہ کو حال مین مکرر فتح کرکے اپنا عمل دخل بہی اوس مین کرلیا تہا۔ یہ تمام مواد نہ صرف عقل دقیقہ سنج کی موشگافیون بلکہ منطق ظاہر بین کی کج بحثیون کے لئے کچہہ کم نہ تہا۔ جو مشکل اِس معاملہ کے تصفیہ مین آ کر پڑی تہی اوسے دو مشرقی کمشنرون کے طرز عمل نے جو اِس کمیشن کے اراکین تہے پیچیدہ تر کردیا تھا۔ ایرانی کمشنر مرزا معصوم خان آغاز ہی سے علانیہ طور پر اسکے برخلاف تہا اور اوس سے جس قدر ہو سکا اوس نے اِس معاملہ کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکایا۔ افغان کمشنر بہی کچہہ بہت زیادہ قابل عملدرآمد باتین نہین کرتا تہا۔ آخر کار جو کچہہ مقامی پیمایش اور تحقیقات ممکن تہی وہ پوری کرکے سر الیف گولڈاسمڈ یہ دیکہکر کہ قضیہ زمین برسر زمین فیصل ہونا محال ہے مجبوراً طہران چلا گیا جہان اوس کے فیصلہ کو بہت کچہہ رد و کد کے بعد شاہ نے منظور کیا۔

سیستان کے حصے بخرے

جرنیل گولڈاسمڈ نے مناسب سمجہا کہ دونون ملکون کے مقبوضہ حصص سیستان کی تصریح و تفریق کردے۔ اِن حصون کا نام اوس نے سیستان خاص اور سیستان بیرونی[۱] رکہا۔ سیستان

---

[۱] جرنیل گولڈاسمڈ نے اسکے متعلق خود ایک مضمون لکہا ہے جس کا عنوان ہے "بندر عباس سے مشہد تک کا سفر براہ سیستان"۔ یہ مضمون جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی کی جلد چہل و سوم مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحات ۶۵ الی ۸۳ پر مندرج ہے۔

کی جانب ہے۔ اور وہاں سے جنوبی و مغربی سمت مین بخط راست کوہ ملک سیاہ تک جو اوس کوہستان کا جو صحراے زرہ کی مغربی حد سے شمالی سلسلہ ہے۔ یہان سیستان کی حد ختم ہو جاتی ہے اور اس لئے فیصلہ بھی ختم ہوتا ہے اس نقطہ کے جنوب کی طرف وہ غیر معینہ اور غیر معمولہ حد ہے جو جالک تک چلی گئی ہے اور جسکا مین پیشتر ذکر بھی کرچکا ہون۔

آزادانہ رائے



وجودیکہ جرنیل گولڈ اسمڈ ایسی ہدایات کی زنجیرون مین جکڑا ہوا تھا جو ناممکن التعمیل ہین اور باوجودیکہ پیہم رکاوٹین اوس کی راہ مین حایل ہین تاہم اگر وہ اس بارہ مین کوئی ناطق فیصلہ دے سکا تو اس کی وجہ محض وہ پیش بینی تھی جو اس امر کی محرک ہوئی کہ کمیشن کی ہندوستانی اراکین کے یہان پہونچنے سے پہلے وہ مقامی پیمایش ختم کرلے اور ان تمام باتون کو مدنظر رکھ کر جرنیل موصوف اپنی معاملہ فہمی کے لئے سزاوار تحسین ہے۔ اسمین شک نہین کہ ایک بے لاگ آدمی کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلہ کی رو سے سلطنت ایران نفع مین رہی کیونکہ جو خطہ باعتبار سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے حقیقت مین اس ملک کی جان ہے اور جسکی نسبت دولت ایران قبضۂ قدیم اور حق وخیلکاری کے دوہرے دعادی پیش کرتی تھی وہی اوسکو ملا۔ دولت ایران نے دس سال قبل بھی اس علاقہ کی نسبت اپنے حقوق پیش کیے تھے اور اگر اوس وقت اس معاملہ کا تصفیہ ہوتا تو ذرا شک نہین کہ اس دوسرے دعوے (حق وخیلکاری) کی عدم موجودگی مین جو فیصلہ ہوتا وہ اوسکے حق مین اس قدر مفید نہوتا جیسا کہ اب ہوا ہے لیکن باوجودیکہ اسکے دولت ایران اس فیصلہ سے ناراض ہی رہی اور

اس تقسیم کو اوسنے ہمیشہ اس نظر سے دیکھا کہ انگریزون نے اوسکا نقصان کرکے اپنی ماتحت ریاست (افغانستان) کو نفع پہونچانے کی کوشش کی۔ افغانستان اپنی طرف ناراض رہا کہ ملک کا سب سے زیادہ سیر حاصل اور شاداب خطہ ہاتھہ سے نکل گیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ اسی بات پر انگریزون کی طرف سے شیر علی کا دل کبھی صاف نہ ہوا۔ سرحد پر اس فیصلہ کے مطابق پوری پابندی کی ساتھہ عملدرآمد نہین ہوتا لیکن اگر ہم یہ بات مان بھی لین کہ اس فیصلہ سے رفع نزاع مین کامیابی ہوئی ہے تب بھی یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا حکومت انگریزی کا اس قسم کے نزاعات کا انفصال اپنے ذمہ لینا مصالح عقلی پر مبنی ہے جسکی فریقین ہمیشہ غیر صحیح تاویلین کرتے ہین اور جس سی سوائے بدنامی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے ایسے کمیشنون کا بیٹھنا گو دولت موصوفہ کی عالی ہمتی کے شیوہ پر دال ہو لیکن فصل خصومات کے اس طریقہ کے لحاظ سے فریقین مین سے کوئی بھی اوسکا ممنون نہین ہو سکتا۔

سیستان کی موجودہ حکومت

ایرانی سیستان کا خاص شہر سہ کوہہ ہی جو مٹی کے تین بڑے بڑے تودون پر آباد ہونکی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ ۱۸۷۲ء مین جب کمیشن کا وہان گذر ہوا تو اس شہر مین تقریباً ۱۴۰ کچے جھونپڑے تھے جن مین سے نصف سی زیادہ نہ اوس وقت آباد تھے اور نہ اب ہین۔ یہ قصبہ صوبہ کے سب سی زیادہ شاداب خطہ مین واقع ہے اور باشندے سب کے سب کاشتکاری کرتی ہین لیکن جیسا کہ مین پیشتر ذکر کرچکا ہون انتظامی اور فوجی صدر مقام نصرت آباد ہے (جسے گولڈاسمڈ نصیر آباد لکھتا ہے) جہان امیر قاین کا ڈپٹی گورنر (نائب صوبہ) رہتا ہے اور دو پیدل پلٹنون مین سے

ایک پلٹن جسکی تعداد براے نام ۸۰۰ الیکن حقیقت مین ۵۰۰ سے بھی کم ہی اور جو کل علاقہ سے بھرتی کیجاتی ہے اور کچھ رسالہ اور چند توپین متعین ہین۔ فوجی خدمت زیادہ تر انہی خاندانون مین پڑتی ہے اور اون خاندانون مین جن مین سے سپاہی بھرتی کئے جاتے ہین یہ خدمت متوارث ہے سپاہیون کے پاس ایرانی ساخت کی منھ کی طرف سے بھری جانیوالی بندوقین ہین اور انکو ہر دو سال مین سرکار سے وردی ملتی ہے۔ اون کی سالانہ تنخواہ مین ۱۲ قران (نو روپیہ) اور ساڑھے سات من گیہون بیان کیجاتی ہے اور جب سیستان مین فوجی خدمت پر مامور ہون تو خوراک بھی ملتی ہے[۱] انتہائی سیستان کا صدر مقام چکھن سور یا چخن سور ہے (جسکو نوئی چک ناسور اور فیرئر شیخ ناصر کہتا ہے) جو ہلمند کی جھیل کے مشرقی معاون خوش یا خشک رود پر واقع ہے۔

یوروپی سیاح

انگریزی کمیشن کے بھیجے جانے سے پہلے اون یوروپی سیاحون کی تعداد جو سیستان مین آئے اور جنہون نے اپنی سیاحت اور مشاہدات کی روداد چھوڑی بہت ہی کم ہے۔ سر جان ملکم نے جو پہلی مرتبہ دربار ایران مین سفارت کی غرض سے جانیکا ارادہ کر رہا تھا ۱۸۰۹ء مین کپتان گرانٹ (جو بعد کو بغداد اور کرمان شاہ کے درمیان والی سڑک پر قزاقون کے ہاتھ سے مارا گیا) اور کپتان کرسٹی (جو ۱۸۱۲ء مین بمقام اسلان دوز نہایت بہادری کے ساتھ ایرانی فوج کی طرف سے روسیون سے مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا) اور لفٹننٹ (بعد مین سر ہنری) پاٹنجر کو مکران۔ بلوچستان اور سیستان

---

[۱] یہ اعداد جو ۱۸۹۶ء مین اخذ کئے گئے ایران کی پیدل فوج کی عام تنخواہ سے مطابقت نہین رکھتے اسپر آگے چلکر ایک باب مین جسکا موضوع فوج ایران ہے بحث کیجائیگی۔ لیکن بلاشبہ تقسیم تنخواہ بھی ویسی ہی بے قاعدہ ہے جیسا کہ طریقہ تقرر تنخواہ۔

سے حالات دریافت کرنے کے واسطے بہیجا۔ کپتان گرانٹ کا سفرنامہ بیس سال بعد شایع کیا گیا۔ کرسٹی اور پاٹنجر کی سیاحت بلوچستان کے حالات پر جو نادر کتاب پاٹنجر نے لکھی ہی [ف۱] اوس سے شایقین کتب اسفار بہت کچھ متمتع ہوئے۔ پاٹنجر کو نوشکی مین چہوڑکر کرسٹی شمال کی جانب ہرات کو براہ سیستان روانہ ہوا اور اوسکے سفرنامہ کا [ف۲] (جو کبہی علیحدہ نہین شایع ہوا) خلاصہ پاٹنجر کی کتاب کی آخر مین بطور ضمیمہ شامل ہی سنہ ۱۸۳۹ء مین ایک نوجوان انگریزی فوجی افسر کپتان ایڈورڈ کونولی نے جو پیمایش کی غرض سی سارجنٹ کمبران کو اپنے ہمراہ لے گیا تہا سیستان مین سفر کرکے موجودہ معلومات کے خزانہ مین بیش بہا اضافہ کیا۔ [ف۳] چند سال بعد لفٹنٹ آر۔ لیچ نے کونولی کا اقتدا کیا اور جو اطلاع اوس نے بہم پہونچائی اگرچہ وہ زیادہ ضخیم نہ تھی لیکن اوس سے اطلاعات سابقہ کا تکملہ ہوگیا۔ یہ اطلاع بہی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی روداد مین [ف۴] شایع ہوئی سنہ ۱۸۴۳ء مین سیستان نے پہلا یورپین سیاح ڈاکٹر ایف۔ فاربس بھینٹ لیا۔ ڈاکٹر موصوف جو کامیابی کے ساتھ ایران کی شمالی مغربی سرحد کی سیاحت و دریافت حالات کرنیکی وجہ سے پہلے ہی مشہور ہو چکا تہا مشہد آیا اور وہان سے براہ تربت حیدری و بیرجند و طبس سیستان پہونچا جہان ایک شخص ابراہیم خان نامی سردار لاش جوین نے اوسکو مار ڈالا۔ اس واقعۂ قتل کے حالات ڈاکٹر فاربس کے

ف۱۔ دیکہو "ٹریولس ان بلوچستان اینڈ سند" (سفر بلوچستان و سند) مصنفہ سر ایچ پاٹنجر سنہ ۱۸۱۶ء۔

ف۲۔ دیکہو ضمیمہ تصنیف متذکرہ صدر صفحات ۴۰۶۔ الی۔ ۴۱۱۔

ف۳ اوسنے دو مضامین جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال مین شایع کئے جن مین سے ایک کا عنوان "اسکیچ آف دی فزیکل جاگریفی آف سیستان" (سیستان کے جغرافیہ طبعی کے کوایف) ہی اسکے ساتھ ایک نقشہ بہی ہی اور یہ نوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۰ء کے صفحات ۷۱۰۔ الی۔ ۷۲۶۔ مین درج ہے دوسرے مضمون کا عنوان جو دسوین جلد مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء کے صفحات ۳۱۹۔ الی۔ ۳۴۰۔ مین درج ہی "جرنل کیپٹ وہائل ٹریولنگ ان سیستان" (روزنامچہ سفر سیستان) ہی۔ ف۴ دیکہو "اے ڈسکرپشن آف دی کنٹری آف سیستان" (بیان حالات ملک سیستان) جلد سیزدہم سنہ ۱۸۴۴ء صفحات ۱۱۵۔ الی۔ ۱۲۱۔

ذاتی ملازم نے بیان کئے ہین لیکن اوسکا طرز بیان کسی قدر بے ربط ہی یہ حالات ۱۸۴۴ء کی روئداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی مین شایع ہوئے[۵۱] تئیس سال بعد سرحدی کمیشن کے ارکین کا جب سیستان مین گزر ہوا تو وہ اسی قاتل سے جو اوس زمانہ مین چکہن سور کا حاکم تہا دوچار ہوئے اور اس داستان غم کی تفصیلی حالات اون کو سننے مین آئے اونہین معلوم ہوا کہ ابراہیم خان ایک وحشی و نیم مجنون شخص تھا جو چرس اور بہنگ کا نہایت درجہ عادی تہا چنانچہ جہیل کے کنارے آبی جانورون کا شکار کرتے کرتے اوسنے نشہ کی ترنگ مین بیچارے ڈاکٹر فارلس کا بھی شکار کر ڈالا[۵۲] اسی زمانہ مین ایک اور نوعمر فوجی افسر لفٹنٹ بیٹن سن افغانی سمت سے دریاے ہلمند پر پہونچکر زمین داور سے سیستان کی جہیل تک دریاے مسطور کے کنارے کنارے سفر کیا۔ وہ بھی ایک یا دو سال بعد قندہار کے بلوے مین جو کابل کے حادثہ کے بعد مارا گیا چند سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء مین فرانسیسی افسر فریر سیستان مین پہونچا جسکے حالات اوسنے اپنی دلچسپ کتاب مین قلمبند کئے ہین[۵۳] خانیکاف روسی جسکی تحقیقات مسائل طبیعیہ کی قدر وقیمت اوس حاسدانہ تحقیر کیوجہ سے جس سے علم وفن کے اس میدان مین وہ انگریزی متقدمین کی مساعی کو دیکہتا ہے کچھ زیادہ بڑہ نہین جاتی یہان ۱۸۵۹ء مین آیا[۵۴] اور دشت لوط سے گزر کر کرمان گیا۔ یہ فہرست ہی اون یورپین سیاحون کی جنہون نے جرنیل گولڈ اسمڈ اور اوسکے ہمراہیون[۵۵] کے سیستان جانے سے قبل اس ملک کے حالات قلمبند کئے۔

۵۱۔ جلد چہاردہم ۵۲۔ دیکہو فرایر کی "انڈس ٹو دی ٹائگریس" (از اٹک تا بہ دجلہ) صفحات ۱۷۲ الی ۲۱۹۔ اور اسکا مقابلہ "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) کے صفحہ ۲۱۳ سے کرو۔ ۵۳۔ دیکہو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان) باب بست و ہفتم۔ و بست و ہشتم۔

۵۴۔ دیکہو تذکرہ اقوام جنوبی حصہ حالات وسط ایشیا" (بزبان فرانسوی) صفحات ۱۵۳ الی ۱۶۴۔

۵۵۔ سیستان کے حالات مرقومہ مصنفین زمانہ حال کے جو گولڈ اسمڈ کے کمیشن کی رپورٹ کے علاوہ سپرد قلم کئے گئے ہین۔ دیکہو کتاب "گلوبس" جلد سی و دوم صفحات ۱۷۰۔ ۱۸۶۔ ۲۰۰ (۱۸۷۷ء) اور رسالہ "پیٹر مینس متھیلنگین" (۱۸۷۷ء) صفحات ۱۴۹ و ۱۵۰۔ (۱۸۷۴ء) صفحات ۵۹ الی ۶۳۔ (۱۸۸۵ء) صفحات ۶۹ الی ۷۲۔ (۱۸۸۶ء) صفحات ۲۵ الی ۲۹۔

سیستان کی سیاسی اہمیت

اب مین اوس مضمون کو شروع کرتا ہون جس کیطرف مین ناظرین کو آہستہ آہستہ لایا ہون اور جسکی اہمیت کا اظہار مین نے اس باب کے عنوان کی وساطت سے کردیا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ "معاملات سیستان" سے مراد حد بندی کا قدیم مسئلہ یا ایران و افغانستان کے دعاوی بالمقابل کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اس سے مراد وہ حصہ ہے (بشرطیکہ ایسا ہو) جو سیستان وسط ایشیا کے امور سیاسی اور روس و برطانیہ عظمی کی تدابیر ملکی و حربی مین غالباً لے گا یا لے سکتا ہے۔[۱] پرکار کی مدد سے اگر نقشہ کا معائنہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علاقہ سیستان مشہد اور سمندر کے وسط مین واقع ہے لہذا موقعہ کے لحاظ سے اسے خراسان کی بڑھی ہوئی پچاولی سی تعبیر کیا جاسکتا ہی۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ وہ ارض واسطہ ہے جس مین ہوکر کسی طاقت کو جو مشہد سے جانب جنوب بڑھنا چاہے خصوصاً اوس طاقت کو جو بحر ہند تک جا نکلنے کی خواہشمند ہو اور اسیطرح سے اوس طاقت کو بھی جو جنوب کی طرف سے خراسان اور مشہد تک جانیکی آرزومند ہو ضرور گزرنا پڑیگا۔ مسئلہ کی یہ پہلی صورت دولت روس سے متعلق ہی۔ اور دوسری صورت برطانیہ عظمی سے ۔

سیستان سے فواید روس کے حق مین

روس کیلیئے سیستان مفاد موجبہ بھی رکھتا ہے اور مفاد سالبہ بھی۔ اور یہ کہنا مشکل ہی کہ ان دونون مین ہی اوسکے لئے زیادہ مفید کونسا ہے۔ اگر وہ کسی وقت خراسان کا الحاق قرین مصلحت یا ضروری سمجھے تو سیستان پر قابض ہونیکی حالت مین اوس کو خراسان کا حصہ شمالی ہی نہین بلکہ سب کا سب صوبہ ملجائیگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بڑھی ہوئی سرحد واقع بلوچستان کے بالکل قریب بلکہ اوس سے بالکل متصل

[۱] مین اپنی کتاب "رشیا ان سنٹرل ایشیا" (روس کا طرز عمل وسط ایشیا مین) مین اس معاملہ کی مختصر مگر جامع کیفیت قلمبند کرچکا ہون - دیکھو صفحات ۳۷۹ - الی - ۳۸۱ -

ہوجائیگا۔اس وقت اوس کی سرحد اور ہندوستانی سرحدین سلطنت افغانستان کے پورے پانچسو میل فاصل ہین جو اگرچہ ملک کی ہیئت کذائی کے اعتبار سے اوسکے چڑہ آنے کو مانع ہنین لیکن ایسی جنگجو اقوام سے معمور ہین جنکے دل اگر اپنے بادشاہ کی وفاداری سے متاثر نہ بہی نہ ہون تاہم آزادی اور خودمختاری کے جذبات سے لبریز ہین۔بالفاظ دیگر افغانستان ہین ہوکر جو کوئی بہی پیش قدمی کریگا اوس کو افغانون کے ساتہہ سخت جنگ کرنی پڑیگی۔اگر ایسا مہتم بالشان ارادہ عمل ہین لانا مقصود ہو تو عہود وثیق محکمہ کا نقص لازم آئیگا۔کثیر التعداد افواج کے اجتماع کی ضرورت داعی ہوگی اور روزانہ خطرات برداشت کرنے پڑینگے۔برخلاف اسکے اگر روسی فوج خواہشمند ہو (ہین ہنین کہونگا کہ ہندوستان پر حملہ کرینگی کیونکہ اس قسم کے بعید الامکان واقعہ سے بحث کرنیکی ہمکو ضرورت ہنین بلکہ) ایک ایسی جگہ کو ہندوستان سے متصل ہو اور جہان سے ہندوستان کو حملہ کا خوف ہو اپنے حیطۂ تصرف ہین لانیکی اور سیستان پر قبضہ کرے تو خطرات مذکورہ بالا بالکل دور ہوجائینگے۔کسی روسی و برطانوی عہدنامہ کے ٹوٹنے کی نوبت نہ آئےگی اور وحشی افغانون سے جنگ کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی

بڑہی ہوئی سرحد ہندوستان کی بڑہی ہوئی سرحد سے بقدر تین سو میل کے زیادہ قریب ہوجائیگی اور اس تبدیلی کے موقعہ کے باعث اسی نسبت سے ہندوستان کی وجہ تشویش۔اخراجات اور خطرات بڑہ جائینگے احتمال اس امر کا مقتضی نہین ہے کہ روس سیستان سے بہی کوئٹہ پر حملہ آور ہوگا لیکن اتنا تو یقینی ہے کہ اس مستقر سے اوسکو سرحدی اقوام کے ساتہہ سازش کرنے اور بلوچستان کے قطعات کے لقمے ہضم کرتے جانے کے غیر محدود موقعے ملتے رہین گے یہ امر محتاج بیان ہنین کہ افغانستان کے مقابلہ ہین روس کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوجائیگا۔روس کا خراسان ہین ہونا یہ معنی

رکہتا ہے کہ روس ہرات مین ہو اور روس کا سیستان مین ہونا یہ معنی رکہیگا کہ روس سبزوار اور فرہ مین بہی ہے اور یہ دونون نہایت وقیع اور مہتم بالشان مقامات ہرات سے قندہار پر چڑہائی کرتے وقت راستہ مین پڑتے مین

مین اس وقت فواید موجبہ کے اوس دوسرے پہلو پر جسکی روسے سیستان کا قبضہ روس کے حق مین نافع ہوگا یعنی جسکی روسے اوسکو جنوبی سمندر تک پہونچنے مین آسانی ہوگی زور نہین دیتا کیونکہ مین مانے لیتا ہون کہ کوئی بہی برطانوی وزیر یا گورنمنٹ خلیج فارس یا بحر ہند پر کسی روسی بندرگاہ کے ہونے کی اوسی طرح کبہی روادار نہ ہوگی جس طرح کوئی راز بحیرۂ اخضر پر کسی انگریزی بندرگاہ کے قایم کئے جانے کو جایز نہ رکہیگا - یہ سچ ہے کہ روس جنوبی سواحل کی جانب کسی بحری مخرج اپنے لئے حاصل کرنیکا بدرجہ غایت خواہشمند ہے اور دو طریقون مین سے جن سے وہ اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ جنوب کی طرف دست درازی کرکے مشہد سے براہ سیستان آئے - اور یہ امر روس کی نظر مین قبضہ سیستان کی آیندہ قدر و قیمت پر مستزاد ہے لیکن اسکے پہلے ایسے واقعات کے صدور کا لزوم وابستہ ہے جو بعید الامکان ہین اور مین اونکو اسقدر خارج از حد تصور سمجہتا ہون کہ اونکی مزید جرح و تعدیل پر مین الفاظ ضایع نہ کرونگا -

سیستان کے فواید برطانیہ عظمی کے حق مین

روس کے حق مین سیستان کے فواید سالبہ اوس شکل کی ضد ہین جو برطانیہ عظمی کے حق مین سیستان کے فواید موجبہ سے پیدا ہوتی ہے بالفاظ دیگر روس چاہتا ہے کہ سیستان کو خود لے لے تاکہ وہ برطانیہ عظمی کے قبضہ مین جانے نہ پائے - روس کو معلوم ہے کہ اگر سیستان پر انگریز قابض ہوگئے تو نہ صرف اوس کی اون آرزون کا خون اور منصوبون کا خاتمہ ہو جائے گا جنکا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے بلکہ خود انگلستان

کی طاقت اس درجہ بڑہ جاے گی کہ وہ اپنے رقیب کی ایشیائی وقعت کا رنگ پہیکا کردیگا۔ مین اسکو ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھہ بیان کرتا ہون مین نے گذشتہ باب مین اوس عظیم الشان تجارتی معرکہ کا ذکر بالتفصیل کیا ہے جو خراسان مین روسی اور برطانوی و ہندوستانی مال تجارت مین برپا ہے مین یہ ظاہر کرچکا ہون کہ جو فواید روس کو اپنی ماوراءالنہری ریلوے سے حاصل ہین اور روز بروز زیادہ مقدار مین حاصل ہوتے رہین گے اون کی مدد سے روس اس قابل ہوگیا ہے کہ شمالی و مشرقی ایران کے بازارون مین اپنے مصنوعات کا انبار لگادے اور اپنے صرف ایک ہی رقیب برطانوی ہندوستان کے مال کی قیمت مشہد کی منڈیون گہٹادے۔ مین یہ بیان کرچکا ہون کہ اب وہ نازک وقت آگیا ہے کہ اگر برطانوی و ہندوستانی تجارت کو ذرایع باربرداری کی آسانیون اور کم خرچ راستون کے قیام سے کمک نہ پہونچائی گئی تو ایک ایک دن اوسے شکست فاش ہوگی۔ صرف ایک ہی طریقہ ایسا ہے جس سے ہندوستانی مال اپنے روسی رقیب سے مساوات کے ساتھہ مقابلہ کرسکتا ہے اور وہ یہ کہ روس ہی کی چالون کو اختیار کیا جائے یعنی جنوب کی طرف سے ایک سلسلہ ریلوے آگے بڑہایا جاے جو شمال کی طرف کی ماوراء ریلوی کا جواب ہو اور جس طرح ماسکو کی بنی ہوئی چیزین یہان لائی جاتی رہین اسیطرح بمبی کے مصنوعات بھی یہان پہونچائے جائین۔ خچرون اور اونٹون پر لاد کر یہ طی مسافت بعیدہ اور بصرف زر خطیر نہین بلکہ دخانی طاقت کی زبردست مدد سے۔ ایسی ریلوے کیلئے ضرور ہے کہ ہندوستان سے چلکر سیدہا سیستان کا رخ کرے۔

مجوزہ سلسلہ ریلوے کی حربی وقعت

میرے خیال مین ایسی ریلوے کے تجارتی فواید سے انکار ہی نہین ہوسکتا جو ہندوستان کو خراسان کے بازارون سے بالکل قریب کردیگی لیکن فوجی پہلو سے بھی جو فواید اس پر مترتب ہونگے وہ بھی کچھہ کم

نمایان نہین ہین کیونکہ اس سے انگلستان کو موقعہ ملجائیگا کہ ملک افغانستان کے جس پہلو کی محافظت کا
اوسنے بیڑا اوٹھایا ہی اوسکی حفاظت کر سکے۔ اسکے علاوہ ریل کی وجہ سے انگلستان روس کی خواہش
کشورکشائی کے اوس نشو و نما کو روک سکیگا جسکا مین نے ذکر کیا ہے اور جو ممکن ہے کہ دونون سلطنتون
کے تعلقات دوستانہ کیلئے خطرہ کا باعث ہون۔ اب مین توقف کرتا ہون اور اس امر کی طرف اشارہ
کرنے سے محترز رہتا ہون کہ اگر کبھی سخت ضرورت داعی ہوئی تو ہندوستانی فوج اس موقعہ کو آسانی
چڑھائی کے وقت استعمال مین لاسکتی ہی کیونکہ ایسی حالت کی تصور مین لاتے ہوئے بھی مجھے اکراہ معلوم
ہوتا ہے کہ برطانوی یا ہندوستانی سپاہی کو پھر کبھی ایران مین بہ ارادہ مخاصمت گزرنے یا معارضانہ انتقام
کی تدبیر عمل مین لانے کی ضرورت درپیش آئے۔ بہرحال ناظرین کو اپنی رائے قایم کرنے مین نقشہ سے مدد ملیگی۔

اصول انجینیری کی رو سے اس ریلوے کی تیاری کی آسانیان

اب اس سلسلہ ریلوے کے قیام کے متعلق عملی لحاظ سے صرف دو اہم سوال باقی رہتے ہین پہلا سوال
سیاسی ہے کہ آیا اصول فن انجینیری ایسی ریلوے کی تیاری کے موید ہو سکتے ہین؟ دوسرا سوال یہ ہی کہ جس ملک مین
اس ریلوے کا اجرا عمل مین آئے گا اوس سے کسقدر مالی نفع حاصل ہونا قرین احتمال ہی؟ اگر نقشہ دیکھا جائے
تو اس حصہ کی ہیئت ارضی خود بخود صاف بتائے گی کہ سیستان پہونچنے کا سب سے زیادہ ممکن المرور اگرچہ
سب سے زیادہ قریب نہین راستہ ہلمند کی وادی مین ہو کر گرشک یا قندہار سے ہے۔ اس مسافت کا بڑا حصہ
(یعنی ہزار جفت سے جو دریائے ارگنداب کے مقام اتصال سے نیچے کی طرف ہے رودبار تک جسکا فاصلہ
۱۰۰ میل ہے) جو یہان گرم سیل کہلاتا ہے وہی ہی جسکو جنوبی ایران مین گرم سیر کہتے ہین۔ اس نا شاد خطہ کو کسی
حصہ پر انسان یا کے جذبات کا قہر اس وجہ نازل نہین ہوا جیسا گرم سیل پر زمان سلف مین یہان ہری کھیتیان

لہلہاتی تہین اور پر رونق شہر آباد تھے لیکن رہزنون قزاقون اور وقف پیکار فوجون کے طوفان بار دنبالہ
نے اسے ایک ریگ فشان اور ویران صحرا کی شکل مین بدل دیا۔ مگر وہ لوگ جو اس علاقہ مین سیاحت
کر چکے ہین (خصوصاً ڈاکٹر بیلیو جو ہندوستان سے روانہ ہو کر جرنیل پالک کے ساتھ اس راہ سے گزرا ہے)
اس کے از سر نو زندہ ہونیکے امکان کا نہایت وثوق کے یقین دلاتے ہین۔ ڈاکٹر بیلیو کہتا ہے
"اس وادی مین گزشتہ سرسبزی وآبادی کے نشانات ہر جگہ موجود ہین۔ زمین نہایت سیر حاصل
ہے اور آبپاشی کے لئے پانی ہر طرف سے مل سکتا ہے۔ ضرورت فقط اس بات کی ہے کہ ایک بارعب
اور انصاف پسند حکومت ہو جو جلد اسکی گم گشتہ خوشحالی کو حالت اصلی پر لے آئے اور اسکو پھر باغ عدن
بنادے جس مین سیستان سے قندہار تک گاؤن اور شہر مسلسل آباد ہون۔ اسمین ذرا شک نہین کہ
ایک مہذب گورنمنٹ کی سرپرستی مین گرم سیل عروج اور سرسبزی کے اوسی درجہ کو پھر پہونچ سکتا ہی جو زمانہ
سابق مین اوسے حاصل تہا اور اوس حالت مین وادی ہلمند کا یہ حصہ آب و ہوا کی خوشگواری اور فرحت افزائی
مین وادی دجلہ کے خطہ بغداد سے دعوائے مساوات کر سکیگا جب بدامنی اور بے آئینی کی نحوست
امن و آئین کی سعادت سے بدل جائیگی تو گرم سیل پھر ایک دفعہ افزونی و فراوانی کا کام کرنے لگیگا۔ مغربی تہذیب کا
پیش خیمہ کسی نہ کسی دن ضرور اس بھولے بسرے گوشہ مین آنے والا ہے اور کچھ نہین کہ موجودہ باشندونکے
پوتے پروتے اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی اس اجڑے بیابان مین گونجتی ہوئی سن سکین گے"[1]
لیکن ممکن ہے کہ یہی پوتے پروتے جو یقین ہے کہ اب تک پیدا ہونی شروع ہو گئے ہونگے پل بڑھکر
مر بھی جائین مگر سیٹی کی گونج نہ سن سکین جسکی وجہ یہ ہے: ہلمند کی طرف ریلوے کے آنے کے یہ معنی ہین
افغانستان مین ہو کر ریلوے جائے اور چونکہ امیر افغانستان ابھی تک اسپر راضی نہین ہو کہ ریل کی گزر

[1] دیکھو فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (راگ سے دجلہ تک کا سفر) صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶۔

اوسکے ملک مین پھیلائی جاے اور اگر وہ راضی بہی ہوا تو چونکہ پہلے غالباً دوسری زیادہ ضروری تجاویز عمل مین لائی جاینگی۔ لہذا اگر ریل کے "بہتے پروتے" شاید اپنی زندگی مین ریل کی سیٹی کی آواز بمشکل سن سکین گے

نوشکی سے سیستان تک کا سلسلہ ریلوے



اس سلسلہ کے قیام کا ایک اور بہی راستہ ہے جو زیادہ سیدہا ہونیکی وجہ سے قریب تر ہے اور مزاحمت مذکورہ بالا سے پاک ہے اسواسطے کہ اس امر کی مطلق ضرورت نہین کہ وہ افغانستان مین سے ہوکر گزرے۔ جاننا چاہیے کہ برطانیہ عظمی کی پشین ریلوے سلسلہ کوہ خواجہ عمران کے شمالی پہلو کی ایک نقطہ تک آگئی ہے اور نیز یہ کہ اس سلسلہ کوہ مین سرنگ نکالی گئی ہے اور چمن جو آجکل منتہائی ریلوے ہے کہلے میدان پر قندہار سی ستر میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔ پس جو سلسلہ ریلوے اس سرحدی ریلوے سی خواہ چمن کے اسٹیشن سی یا کسی دوسرے مقام سے سیستان تک قایم کیا جائیگا وہ سرتاسر بلوچستان کے علاقہ مین سے ہوکر گزریگا جو دولت برطانیہ کے ساتھہ اتحاد رکہتا ہے۔ اور جس مقام پر وادی ہلمند مین جانکلیگا۔ اوسی کے اعتبار سے بیابان وسط کی مسافت کم یا زیادہ ہو جائیگی۔ نقطہ انحراف عموماً نوشکی تجویز کیا جاتا ہے جہان سے سند پشین ریلوے کے اسٹیشن چمن تک سو میل سے کم اور کوئٹہ تک نوے میل سے کم اور دروازہ تک استی میل سے کم مسافت ہے۔ نوشکی سے ہلمند تک بیابان مین کسی قسم کی مزاحمات ارضی سدراہ نہین ہین انجینیری حیثیت سے جو رکاوٹین راستہ مین پڑینگی۔ ان رکاوٹون سے کچھ بھی نسبت نہین رکہتین جو جرنیل اینکاف کی راہ مین حایل تہین اور جن پر وہ ایسی آسانی سے غالب آیا۔

افغانستان کی حالت آیندہ

پیش بندی کی بغیر ایسی صورت حالات کا تصور ہم ذہن مین لاسکتے ہین جو افغانی اور بلوچی راہون مین

کسی رقابت کی مستلزم ہی نہ ہو بلکہ جسکی رو سے بہترین راہ بلالحاظ اسکے کہ وہ کونسے علاقہ مین سے گزرتی ہے اختیار کی جا سکے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ افغانستان برضا و رغبت خود نظم و نسق سلطنت کے لحاظ سے برطانیہ کے ظل حمایت مین آجائے۔ بعض اہل الرائے اس صورت کو انگلستان اور افغانستان کے تعلقات سابقہ کے صرف ایک ہی معقول و جائز نتیجہ سے تعبیر کرتے ہین۔ اس مین ذرا شک نہین کہ اس سے زیادہ عملی نتیجہ اور کوئی متصور نہین ہو سکتا۔ اگر افغانستان کا انتظامی لحاظ سے انگلستان کی ظل حمایت مین آنا فرض کر لیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائیگا کہ افغانستان مین انگلستان جہان جا سکے گا ریل کی پٹریان بچھا دیگا (اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین سب سے پہلے ایرانی سرحد تک ریلوے کا سلسلہ قایم کرنے کے مسئلہ پر توجہ صرف کیجائے گی) لیکن مخفی نہ رہے کہ جب افغانی اور انگریزون کی اغراض متحد ہون گی اور روس اور برطانیہ کلان کی سرحد ملی ہوئی ہوگی (جیسا کہ اس مفروضہ کی رو سے لازم آتا ہے) تو جو اعتراض ہم نے کسی دوسرے مقام پر سختی کے ساتھ اس امر پر کئے ہین کہ افغانستان مین ہندوستانی اور روسی سلسلہائے ریلوے کا اتصال قرار پائے اور جن پر ہم ابھی تک قایم ہین وہ اگر بالکل دور نہین ہو جائین گے تو کم تو ضرور ہو جائینگے کیونکہ ایسی صورت مین افغانستان کے حجاب فاصل کے اٹھ جانیکی وجہ سے دونون سلطنتین ایشیا مین اسی طرح کاملہ گھری ہوئی نظر آئین گی جس طرح روس اور جرمنی یورپ مین نظر آتے ہین اور انگلستان کو طوعاً و کرہاً بلخ یا ہرات کی بھی ویسی ہی حفاظت کرنی پڑیگی جیسی موجودہ صورت مین پورٹسماؤتھ یا ہل کی کرنی پڑتی ہے۔ اور دونون سلطنتون کے سلسلہائے ریلوے کا میلان اس طرف ہوگا کہ ایک نہ ایک دن آپس مین مل جائین لیکن ایسی صورت حالات کا وقوع پذیر ہونا خواہ ممکن الوقوع ہو بھی تاہم ابھی بہت دور ہے۔ اس کا ظہور اسی حالت مین ہو سکتا ہے جبکہ افغانستان کی آزادی کا قیام جو ہماری موجودہ تدابیر مملکت کا نتیجہ اور وجہ جواز ہے ناممکن ثابت ہو اور

چونکہ ایسے مشکوک مراتب کی بنا پر ہم آیندہ کی متعلق کوئی معین [illegible] قایم کرنے کی جرات نہین کر سکتے لہذا ہماری تجاویز
و تدابیر ایسی ہونی چاہئیں جنہین زمانہ آیندہ کی اوس حصہ کی حالات سے توافق ہو جو زمانہ حال سے زیادہ تر متصل ہے۔

حربی نکتہ چینی

ہم اوس ملک کی نوعیت کی مسئلہ کی بحث پر پہونچتے ہین جس مین سے ہو کر بلوچی و ایرانی ریلوے
جسکی نسبت ہم یہ فرض کئے لیتے ہین کہ اسکی تیاری موجودہ سیاسی حالتون کے لحاظ سے عمل مین آئی ہی گزرتی ہے تو ہم
چارون طرف سے ایسی شہادت مین گھر جاتے ہین جو آپس مین بالکل متضاد ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ حربی پہلو سے
یہ سلسلہ ریلوی شمال اور مغرب دونون اطراف سے حملہ کی زد مین ہوگا بعض ایسے ہی ہین جو کہتے ہین کہ بلند کوہ دونون
اطراف کے صحراؤن اور خود بلندی کی وجہ سے اس ریلوی کی خاطر خواہ حفاظت ہوگی اس مقام پر میرا مقصد کسی حربی بحث
مین پڑنے کا نہین ہے کیونکہ دخانی طاقت کی مدد سے طی مسافت کا طریقہ جب سے ایجاد ہوا ہے غالباً حربی مطالب کیلئے ایسی
کوئی ریلوے قایم نہین کیگئی جسکی نسبت ماہرین فن نے متضاد اور متناقض آرا قایم کی ہون بولان اور ہرنائی ریلوی
کی بھی یہی حالت ہوئی اور یہی حال نوشکی و سیستان والی ریلوی کا ہوتا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اصول فن
حرب کے اعتبار سے مجھے ایسی ریلوی کی نسبت رائے زنی کرنے سے کچھ سروکار بھی نہین اسواسطے کہ میرا پیشہ سپہگری
نہین اور اسلئے اگر مین نے اس مسئلہ کی متعلق رائے ظاہر کی تو غالباً مجھپر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ مین اون
معاملات مین دخل دیتا ہون جنکی متعلق مجھے ذرا بھی واقفیت نہین بہرحال باوجود فن حرب مین دستگاہ نہ رکھنے کی
مین اشارتاً اس امر کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ مجھے تو اس ریلوی مین کثیر التعداد حربی فواید نظر آتے ہین تاہم مین
ہمیشہ یہی بہتر سمجھتا ہون کہ اس ریلوی پر ایک تجارتی تجویز کے پہلو سے نظر ڈالی جائے اور اس امر کو فرض کئے لیتا
ہون کہ جس طرح جرنیلون اور کرنیلون کو [illegible] ملک کی اون لوگون کو بھی ہے

جو اس پر اپنا سرمایہ صرف کرین گے -

مخالفانہ رائے



ہم تسلیم کیے لیتے ہین کہ ہماری ریلوے سیستان تک پہونچ گئی ہی لیکن سوال یہ ہی کہ وہان پہونچکر اوسکے دیکھنے ہین کیا آئیگا، اور وہ وہان کیا کریگی بعض لوگ اعتراض کرتے ہین کہ سیستان کے مقامی حالات طبعی تجارت یا توطن کے لیے بالکل موافق نہین - یہ لوگ سیستان کی ہیت ارضی کی نہایت ڈراونی تصویر کھینچتے ہین اور بتاتے ہین کہ وہان ایک ہوا جسکو باد صد و بست روز کہتے ہین ہمیشہ مارچ سے اگست تک شمال و مغرب کی جانب ہی چلتی رہتی ہے - یہ ہوا طلوع آفتاب کے وقت سے چلنا شروع ہوتی ہی اور دوپہر کو کسی قدر کم ہوجاتی ہے لیکن مغرب کے بعد سے سخت تیز ہونا شروع ہوتی ہے - اسکے علاوہ یہان ایک قسم کی خوفناک مکھی ہوتی جو کاٹتی ہی اور گھوڑون تک کو مار ڈالتی ہی - سال کے خاص خاص موسمون مین سورج کی گرمی سے وسیع دلدل کے پانی مین سرانڈ اٹھنے کے باعث ہوا متعفن ہوجاتی ہے اور بخار اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہی - کبھی طغیانی کی وجہ سے تمام ملک غرقاب ہوجاتا ہی اور ایسی حالت مین مرور صرف "توتن" یعنی اون بیڑون کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو سرکنڈون اور جھاؤ کی شاخون کو باہم مستحکم طور پر ربط دینے سے تیار کیے جاتے ہین[۱] - یہ معترضین یہانتک مبالغہ کرتے ہین کہ اس وحشتناک تصویر مین سارا ملک شامل کر دیتے ہین اور پھر پوچھتے ہین کہ اس نیستان اور ریگستان اور دلدل مین کیا لطف زندگی یا مفاد مالی دھرا ہے ؟

سر ایچ - رالنسن کی رائے

جو رائے سر ایچ رالنسن نے ظاہر کی ہی اگرچہ مجموعی اعتبار سے سیستان کے خلاف ہی لیکن اس لحاظ کہ دوسرون کے مقابلہ مین اوسکی معلومات زیادہ وسیع ہین ایسی نہین کہ پورا سیستان اوسکی لپیٹ مین آجائے اسکے علاوہ

[۱] اس کی تفصیلی کیفیت اور تصویر کے لیے دیکھو کتاب "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹکسن تا بدجلہ) مصنفہ ڈاکٹر بیلیو صفحہ ۲۲۰ -

وہ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایۂ اہل الرائے ہی اور اس لئے اوسکی رائے اس قابل ہی کہ اوسپر غور کامل کیا جائے وہ کہتا ہی
"اگرچہ سیستان مین قدرتی مفاد بہت ہین تاہم بحالت موجودہ یہ ایک نہایت ہی مضر صحت مقام ہی اس خطہ مین انسان سال مین صرف چند مہینے رہ سکتا ہی اور یہ اس قابل نہین کہ اسے مرکز حکومت بناکر اسپر روپیہ ضایع کیا جائے اسکے حربی مفاد کے بارہ مین یعنی جس پہلو سے اس پر ہندوستان مین خصوصیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہی سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہی بجائے اسکے کہ سیستان (جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) ہندوستان پر کسی قوم مخالف کے مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونیکا مقام ابتدایہ ہو وہ اس کام کے واسطے من کل الوجوہ ہرات سے کمتر ہی[۵۱] اسکے جنوب اور جنوب مشرق کی طرف ایک ایسا صحرا واقع ہے جس مین سے گزرنا محال ہی البتہ اسکے مشرق کی طرف دریائے ہلمند کے واقع ہونے کے باعث جسکا پاٹ تنگ اور جس مین پانی کم ہی سیستان مین اس طرف سے داخل ہونیکا ایک رستہ پیدا ہو جاتا ہی۔ اس دریا کا پورا ساحل سیستان سے لیکر قندہار تک شمال کی طرف سے حملہ کرنیوالی فوج کی زد مین ہے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ہرات یا فرہ یا زمین داور مین افغان فوج سے لئے پڑے ہون تو ایرانی فوج کے لئے ہلمند کے کنارے کنارے سیستان سے گرشک تک کوچ کرنا ناممکن ہوگا۔ حربی لحاظ سے سیستان کی قدر و قیمت صرف اس امر پر مشتمل ہی کہ یہان باربرداری کے لئے کثرت سے اونٹ دستیاب ہو سکتے ہین اور یہ جانور زیادہ تر بلوچیون کی ملک سے ہین جو افغانستان کے ماتحت ہین نہ کہ ایران کے اور اس لحاظ سے ہمارے کام آ سکتے ہین مگر ہمارے دشمنون کے کام نہین آ سکتے[۵۲]۔
اگرچہ مندرجۂ بالا فقرہ کا مصنف خوش قسمتی سے ابھی تک زندہ ہی تاہم جایز ہوگا اگر اس امر کی تصریح کر دی جائے کہ اس تحریر کا زمانہ (۱۸۷۵ء) موجودہ صورت حالات سے بہت پہلے کا ہی اور جن شرایط و حالات کو مد نظر رکھکر

۵۱ یہ سچ ہے۔ لیکن بالفرض اگر کوئی حملہ آور سیاسی وجوہ کی بنا پر ہرات پر چڑھائی ہی نہ کرے یا غنیم کے پہلے سے حاصل کئے ہوئے فوجی منتہا ہرات کے ساتھ سیستان بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہو؟

۵۲ دیکھو کتاب "انگلینڈ اینڈ رشیا ان دی ایسٹ" (انگلستان اور روس مشرق مین) صفحہ ۱۱۶۔

یہ رائے قلمبند کی گئی تہی وہ اب موجود نہین ہین۔ حربی بحث کے ضمن مین راللنسن نے جس مسئلہ پر رائے زنی کی تہی وہ اوس وقعہ سے متعلق ہے جو ایران کو سیستان کی راہ سے افغانستان سے حملہ کرتے وقت ملتا لیکن اس مسئلہ کو اوس نئے مسئلہ سے کچھ بھی تعلق نہین جو روس کے ہرات کے نزدیک پہونچ جانے سے پیدا ہوگیا ہے۔ کسی ایرانی فوج کا بہ حالت موجودہ افغانستان پر حملہ آور ہونا ایسا ہی قرین احتمال ہے جیسا کہ سینٹ پیٹرس برگ پر چڑہائی کرنا۔ لیکن جو کچھ ایرانی یا افغان کرنا نہین چاہتے یا کر نہین سکتے وہ یورپین فوجین ریلوے کے منتہاؤن سے کرنے پر قادر ہین اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصول فن حرب کے اعتبار سے جو نکتہ چینی سیستان پر سابق مین ہوئی وہ ۱۸۸۵ء سے کالعدم ہوگئی ہے

سیستان کی زرخیزی کے متعلق موافق آرا



معترضین نے کسی قدر تصرف کے ساتھ اوس فقرہ کی تمسخر آمیز نقل اوتار کر جو ایک وقت مجموعی حیثیت سے ایران کے حالات بیان کرتے وقت استعمال کیا گیا تھا[۱] اپنی پر الم داستان مین سیستان کو دو حصون پر مشتمل قرار دیا ہے یعنی ایک صحرا زیر آب اور دوسرا صحرا آنا لائے آب۔ اون کے جواب مین نہ صرف تاریخ بلکہ واقعات موجودہ کی تردیدی شہادت پیش کی جاسکتی ہے۔ اگر اون کا فیصلہ صحیح ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ کسی زمانہ مین یہ خطہ اپنی عظیم الشان شادابی۔ وسیع آبادی اور شاندار شہرون کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھا۔ اون کھنڈرون کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے جو میلون تک پھیلے ہوئے چلے گئے ہین اور اس کی پرانی شان وشوکت کا سراغ بتاتے ہین ؟ شادابی وزرخیزی کا دارومدار ایران مین مطلقاً ذرایع آبرسانی پر ہے اور ایران کے صوبون مین سے اگر کسی صوبہ مین اسقدر پانی موجود ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی نہرون کو جو دریاؤن جتنی بڑی ہین اور چھوٹی چھوٹی آبپاشی کی نالون اور راجبہون کو لبریز کرے بلکہ بسا اوقات ان کی کنارون سے گذر کر جھیلون اور دلدلون کو پیدا کردے تو وہ صرف سیستان ہی مین ہے۔ بہرحال ہم اس سرزمین کے

[۱] "ایران دو حصون پر مشتمل ہے۔ ایک صحرا آبا نمک اور دوسرا صحرا بے نمک"۔

سیر حاصل اور زرخیز ہونے کے متعلق اون لوگون کی آرا کا ذیل مین اقتباس کرتے ہین جنہون نے اسسے بچشم خود دیکھا۔ فیرئر نے ۱۸۴۵ء مین حسب ذیل بیان قلمبند کیا۔

"سیستان ایک ہموار ملک ہے جس مین جابجا پست پہاڑیان واقع ہین سطح زمین کا ایک ثلث تودہ ہائی ریگ روان پر مشتمل ہے اور باقی کے دو ثلث کے اجزا ترکیبی ریت اور چکنی مٹی ہین جن مین نباتاتی مادہ کی افراط ہے اور جھاؤ رساغس تنگ اور سرکنڈون کے جنگل کھڑے ہین جن کے درمیان شاداب مرغزار موجود ہین۔ دریائے ہلمند کی سالانہ طغیانی کے بعد زمین پر جس میل کی تہہ جم جاتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر زمین قوت نامیہ کو بڑہاتا ہے اور زمانہ دراز سے السا ہی حالت چلی آئی ہے۔ کم از کم اون کھنڈرون سے جو اب ساحل دیکھنے مین آتے ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے"[۵۱]

اس پر مین سر الیت۔ گولڈ اسمڈ کی رائے ایزاد کرتا ہون۔

"زمین کی زرخیزی مسلم ہے عام طور پر یہان شاید گیہون اور جو کی کاشت ہوتی ہے لیکن مٹر لوبیا۔ ارہر۔ تل اور کپاس بہی بوئی جاتی ہے خربوزے اور خاص کر تربوز کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور چارے کی فراکمی نہین معمولی نہرون کے ذریعہ سے اور ان سیلابون کے باعث جو گاہ بگاہ آتی رہتی ہین یہان کے طریقہ آبپاشی کو ایسی فراوانی حاصل ہے کہ محنتی اور قانع باشندون کی مدد سے یہان اناج کی پیداوار نہایت کثیر مقدار مین ہو سکتی ہے"[۵۲]

---

۵۱ دیکہو کتاب "کاروان جرنیز" (سفر ہائے کاروان) صفحہ ۴۲۶۔

۵۲ ۔ دیکہو "جرنل آف دی رایل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد چہل وسوم صفحات ۱۷ و ۲۷۳۔

بالآخران دونون آرا کے ساتھ اون لوگون کی شہادت شامل کیجا سکتی ہے جنہون نے کمیشن ماموره تصفیه سرحد کے ورود سیستان کے بعد اس علاقه کا سفر کیا۔ ان سیاحان کا بیان ہے کہ سیستان کے ذرایع پیداوار مین حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اور اگر علمی طریقه سے آبپاشی کا انتظام کیا جائے تو پیداوار کی استعداد بے انتہا بڑھ جائے۔ اس مین شک نہین کہ سیستان کی آینده ترقی کا انحصار اس امر پر ہے کہ اصول علم آب سے دریاے ہلمند کے بہاؤ اور طغیانی کو منضبط کیا جائے۔ زمین کے موقعہ یا اوسکی سطح مین کوئی ایسی رکاوٹ نہین جو دریا کے رخ کے جانب جنوب پلٹا دئے جانے اور بالکلیۃ زراعت کے کام مین صرف کیے جانے کو مانع آئے۔

سیستان کا پیوند واقعات کے وسیع تر دامن مین

ایک اور امر بھی ہے جو اگرچہ سلسلہ کے لحاظ سے اخیر ہے لیکن اسقدر اہم اور ضروری ہے کہ اوسے نظر انداز نہین کیا جاسکتا۔ اگرچہ ریلین ایران مین اوس سرعت اور تیزی کے ساتھ قایم نہ ہون گی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین اور ایران کے بہت سے حصے ایسے ہین جہان اونکا جلد قایم ہوجانا قرین مصلحت بھی نہین تاہم اکثر لوگ اوس زمانہ کی آمد آمد کے منتظر ہین جب بڑے بڑے شہرون اور تجارت کے ممتاز مرکزون کے درمیان تھکے ماندے گھوڑون محنت مشقت والے اونٹون اور زخمی پیٹھ والے خچرون کے مقابلہ مین کوئی زیاده سریع السیر ذریعہ نقل وحرکت قایم ہوجائے گا۔ ہم اوس دن کے متوقع ہین جب کہ شمال سے جنوب کی طرف آمد ورفت کے ذرایع خواہ کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن وسطی سرزمین کے بڑے

بڑے شہر غزنی باستثنا کرمان شاہ سے لیکر کرمان تک دکھائی گاڑیون کے ذریعہ سے
باہم ملادئے جائین گے اور ریلون کے یہ سلسلے اون وادیون اور گھاٹیون مین سے
ہو کر گزرین گے جن کا عام رخ بلا کسی استثنا کے جانب موافق مین ہوگا یعنی شمال و مغرب سے
جنوب و مشرق کی طرف۔ ریل کی اسطرح کی شاہراہ سے جسکے ساتھ انجام کار ہندوستان کی
ریلون کا سلسلہ ملجائیگا ایک شاخ ریلوے کا سیستان تک قایم ہونا شمال کی سمت مین بمنزلہ
ایک خفیف مگر قدرتی تفرع کے ہوگا۔ اِسکے ساتھہ ہی ساحل سمندر تک اوس سلسلۂ ریلوے
کے ذریعہ سے تعلق قایم ہوجائے گا جو بام پور سے ہوتا ہوا چاہ بہار کو جائے گا۔ یا ریگان اور
میناب کی راہ سے گوادر پہونچے گا یا اگر بلوچی علاقہ یعنی اوس علاقہ مین جو برطانیہ کے زیر حمایت
ہے کسی زیادہ تر مشرقی بندرگاہ کی ضرورت ہوئی تو پسنی یا کلمات کے عمدہ بندرگاہون تک
جائے گا۔ لیکن اگر سندہ وپشین یا بولان ریلوے کی نسبت جن کا منتہا ہندوستان کی موجودہ سرحد
ہوگا یہ خیال کیا جائے کہ یہ طوفان سے ضایع ہوجانے کے امکان کی زد مین ہونے کے باعث
سیستان تک کی ریلوے کا محفوظ و موزون مبتدا نہین ہوسکتین تو اس صورت مین بولان ریلوے
بطور خود ایک مستقل بلوچی ریلوے ہوسکتی ہے جو ساحل سمندر سے روانہ ہوکر پنجگور سے گزرتی
ہوئی ایرانی سرحد کی طرف جائے گی اور بعض مستند لوگون کی تو یہ رائے ہے کہ اس
ریلوے کو ہندوستان کے سلسلہ ریلوے سے بذریعہ ایک شاخ کے ملادینا چاہئے
جو کراچی سے روانہ ہوکر مکران مین سے گزرتی ہوئی اس سے جا ملے۔ بحر ہند کے ساتھہ
اس طرح کی ریلوے کا اتصال ایسی صورت مین مشرقی ایران کے لئے وہی حکم رکھے گا جو

ماوراءالنہری ریلوے کا اتصال بحیرۂ اخضر کے ساتھہ ایران کے شمالی و مشرقی حصہ کے لئے رکھتا ہے اور بحری و بری پر دخانی طاقت کی متفقہ مساعی سے چند سال مین وہ انقلاب برپا ہوجائے گا جسکا بصورت مخالف ممکن ہے کہ صدیون تک انتظار کرنا پڑے - بقول ڈاکٹر بیلیو کے شاید نہ ہماری اولاد اور نہ ہماری اولاد کی اولاد کی قسمت مین اوس دن کا دیکھنا لکھا ہے جبکہ ان اقطاع مین وہ ریل کی سیٹی کی گونج اپنے کانون سنین گے - لیکن جب ہم پیوند زمین ہوکر آیندہ نسلون کے صفحہ خاطر سے محو ہوچکے ہونگے تو شاید کوئی مطالعہ کا شایق مسافر ہماری کتاب کو لندن کے کسی بازار کی قدیم دکان مین جاکر پرانے لٹریچر کی ایک ایک شلنگ مین بکنے والی کتابون کے ڈھیر مین سے اٹھاکر پڑھے گا اور ہمین ہمارے کنج مرقد مین بھی اس بات کے لئے مبارکباد دے گا کہ جو واقعات اوس وقت تکمیل کو پہونچ چکے ہونگے اون کا خیال سالہا سال پیشتر ہمارے ذہن مین آیا تھا اور ہم نے اون کی تائید مین بصد شوق کوشش کی تھی -



دسوان باب

از مشہد تا بہ طہران

"انسان نے اب تک جتنی چیزین بنائی ہین اون مین سے ایک بھی ایسی آرام دہ اور راحت بخش نہین جیسی کہ سرراہ ایک عمدہ سراے یا شراب خانہ"۔

(حیات ڈاکٹر جانسن مصنفہ باسویل)

"جہان تک ایرانیون سے مجھے سابقہ پڑا مین نے اونہین برا پایا"۔

نارلیس

مشہد اور طہران کے درمیان ڈاک کی سڑک

ناظرین نے گزشتہ دو فصلون کے اہم اور دقیق سیاسی مباحث کو قطعاً نظر انداز نہین کیا بلکہ غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کی ہے اون کے لئے اس باب کے آسان تر مضامین باعث تلافی ہونگے۔ مشہد مین آٹھہ دن تک قیام کرنے کے بعد مین نے بذریعہ سواری چاپار طہران کا طول طویل سفر اختیار کیا۔ اہل ایران ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴ فرسخ بیان کرتے ہین اور اسی کے حساب سے مسافر کو کرایہ دینا پڑتا ہے۔ اگر ایک فرسخ کو پورے چار میل کے مساوی قرار دیا جائے

تو اس فاصلہ کی مجموعی تعداد ۹۹۶ میل ہوتی ہے۔ لیکن اگرچہ خراسان کا فرسخ ایران کے دوسرے علاقون کے فرسخون کے مقابلہ مین اپنے تکلیف دہ اور بظاہر ناممکن الاختتام طول کے لئے مشہور ہے[۵۱] (اور اس سے حقیقتاً مین سڑک کی وحشت انگیز یکسانیت کی تعریف مقصود ہے) تاہم اپنے اندازے کو سیاحان سابق کے اندازے سے مقابلہ کرنے پر میری دانست مین یہ فاصلہ ۵۶۰ انگریزی میلون سے بھی کسی قدر کم ہے اس بات کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر اکیلا سفر کر رہا ہو اور سوا اوس کے گھوڑے کے قدمون کے اور کوئی چیز اوسکی توجہ کو اپنی طرف منعطف نہ کرتی ہو تو بہت جلد اوس کو صحیح اندازہ اوس فاصلہ کا جو وہ منزل بہ منزل طے کرتا ہے معلوم ہو جاتا ہے۔ مشہد سے لیکر طہران تک کی راہ چوبیس[۲۴] منزلون مین منقسم ہے اور ڈاک

---

[۵۱] ایک سیاح جو طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سفر کرتا رہا ہے اور اپنے خستہ و ماندہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوائے اسکے کہ زین کے سامنے کے کانٹے کو تھامے زیادہ دیر تک قایم نہین رہ سکتا بے اختیار پکار اوٹھتا ہے "خراسان کے فرسخ کیا ہین شیطان کی آنت ہین"۔ جب ہم اوس جگہ کے قریب جہان ہم مقام کرنے والے تھے پہونچے تو ہمارے ہمراہیون مین سے ایک کے منہ سے بیساختہ یہ فقرہ نکلا:۔ "قسم ہے مجھکو جناب رسول اللہ صلعم کی کہ اس سڑک سے زیادہ لمبی سڑک میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ میری کمر اور گھٹنے شل ہو گئے ہین"۔ ایک مقامی ضرب المثل بھی ہے جسکا یہان حوالہ دینا باعث دلچسپی ہوگا (دیکھو "ٹریولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) مصنفہ برنس جلد دوم۔ صفحہ ۸۹)۔ اور وہ یہہ کہ خراسان کا فرسخ ایسا ہی نامتناہی ہے جیسی عورتون کی بکواس اور جس شخص نے اسے ناپا ہوگا ضرور ہے کہ اوس نے اسے کسی ٹوٹی جریب سے ناپا ہو۔

کی چوکیان پندرہ سے لیکر تیس میل تک کے متفاوت فصل سے قایم ہین۔ لیکن انکا اوسط فاصلہ ۲۴ میل ہے۔ یہ سفر ہین نے آسانی کے ساتھ نو دن مین بحساب اوسط ساٹھہ میل روزانہ طے کرکے ختم کیا کسی دن ستر میل اور کسی دن اس سے کم مین طے کرتا تھا۔ ایران مین طے مسافت کے لیے یہ شرح رفتار زیادہ نہین بلکہ کم ہے[۱]۔ اور بعد مین مجھے بہ آسانی ایک دن مین پچہتر سے لیکر اسی میل تک سفر کرنے کی عادت ہوگئی۔ محکمہ تار کے عہدہ دار اور اس ملک کے رہنے والے اس سے کم سفر نہین کرتے بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ جاتے ہین۔ مشہد سے طہران تک جو ڈاک رستے مین کہین رکنے کے بغیر ہر چوکی پر سب سے پہلے گھوڑے لے کر طہران جاتی ہے وہ اس فاصلہ کو پانچ سے لیکر چھہ دن تک کے عرصہ مین طے کرتی ہے۔ ڈاکٹر ولس کا بیان ہے کہ وہ اصفہان سے طہران تک جو قریبًا ۲۸۰ میل کا فاصلہ ہے بذریعہ سواری اسپ ½ ۳۹ گھنٹے مین پہونچا[۲] اور جو افسر کہ صرف دن کے وقت سفر کرتے ہین اور رات کو ٹھیر جاتے ہین اونہون نے طلوع آفتاب اور زین پر سے اترنے کے وقت کے درمیان ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا ہے۔

---

[۱] این ہمہ ایک فرانسیسی افسر جس نے ۱۸۵۸ء مین اسی قدر مدت مین یہ سفر طے کیا تھا اپنی کتاب مین بیان کا ہے کہ جرنیل مکلین نے اوس کے حیرت انگیز کارنامے پر متعجب ہوکر اوس سے کہا کہ ایک انگریزی افسر جبر نے یہ فاصلہ دنس دن مین طے کیا تھا بیمار پڑگیا تھا۔ واضح رہے کہ مسٹر ایچ رالنسن نے ایک دفعہ یہ سفر ساٹھہ دن مین طے کیا تھا۔

[۲] پرشیا ایز اٹ از " (ایران کی ہیئت کذائی) صفحہ ۲۹۶۔

سرعت رفتار



اہل ایران ہمیشہ سے گھوڑے پر تیز سفر کرنے مین مشہور ہین اور اسپارہ مین اون کے بادشاہون نے بھی بسا اوقات قابل ذکر کارنامے چھوڑے ہین۔ تین سو سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ شاہ عباس اعظم گھوڑون کی ڈاک بٹھا کر ۲۸ گھنٹے مین شیراز سے یزد پہونچا اور شاہی ہیئت دان کو حکم تھا کہ وقت کا حساب لگائے۔ میلکم نے ان دونون مقامات کا درمیانی فاصلہ ۸۹ فرسخ یا ۳۰۴ میل[۵۱] بیان کیا ہے اور اگرچہ آج کل کی پیمایش کی رو سے یہ فاصلہ ۲۲۰ میل قرار پایا ہے لیکن پھر بھی ۲۸ گھنٹہ مین اس قدر فاصلہ طے کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آغا محمد خان حکمران خاندان کا بانی جب کریم خان زند کی وفات پر مازندران کو بھاگا تو شیراز سے اصفہان تک جو کسی صورت مین تین سو میل سے کم فاصلہ نہین وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تین دن سے کم مین پہونچا۔ اوس کا بھتیجا فتح علی شاہ وارث تخت و تاج ہونے پر شیراز سے طہران کم از کم ۵۰۰ میل کا فاصلہ طے کر کے چھ دن مین گیا۔ فریزر۔ ایک ایرانی آغا بہرام کا واقعہ بیان کرتا ہے جسکے پاس نہایت اچھے اچھے گھوڑے موجود تھے کہ ایک دفعہ وہ ایک ہی عربی گھوڑے پر چھ دن مین شیراز سے طہران گیا اور وہان تین دن ٹھیر کر پانچ دن مین واپس شیراز آیا اور پھر نو دن آرام لیکر اوسنے تیسرا سفر ۷ دن[۵۲] مین طے کیا۔ لیکن سب سے زیادہ

[۵۱] دیکھو "ہسٹری آف پرشیا" (تاریخ ایران)۔ جلد اول۔ صفحہ ۵۴۳۔

[۵۲] دیکھو "اے ونٹرز جرنی" (موسم سرما کا سفر)۔ جلد دوم صفحہ ۳۱۹۔

قابل ذکر کارنامہ (اس لحاظ سے کہ ہمت کشی کا تسلسل اس مین سب سے زیادہ پایا جاتا ہے) اوس فوجی افسر کا ہے جو ۱۸۰۸ء مین البا سے نپولین کے فرار ہو جانیکی خبر لے کر قسطنطنیہ سے دماوند تک جو طہران کے قریب واقع ہے ۱۷ دن مین ۱۷۰۰ میل کا مجموعی فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ برخلاف اسکے اگر تعجیل کی کوئی وجہ نہ ہو تو ایرانیون سے زیادہ سست سوار بھی اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اگر وہ بگٹٹ نہ جا رہا ہو تو پھر متانت و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ خرامان خرامان جاتا ہے اور اثنائے سواری چاپار مین کوئی بھی ایسا ایرانی میرے دیکھنے مین نہین آیا جو گھوڑے پر قدم چال سے زیادہ تیز جاتا ہو۔

خرچ سفر

چونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مین اپنے ذاتی تجربہ سے سواری چاپار کے حالات بیان کرتا ہون اور بعد مین اسی ذریعہ سے مین نے ایک ہزار میل سے زیادہ کا سفر طے کیا لہذا مناسب ہوگا کہ اس بارہ مین اپنے مشاہدات اور مشورون کو تلخیصاً بیان کرون۔ دوسرے باب مین جس کا عنوان "راہ و رسد" ہے مین پہلے ہی خرچ اور طرز عمل کے متعلق جو جو اطلاعین ضروری تھین درج کر چکا ہون۔ جو اندازہ مین نے اوس باب مین لگایا تھا اوس سے واضح ہوگا کہ چارون گھوڑون پر (ایک اپنے لئے۔ ایک غلام کے لئے ایک بارگیر کے لئے اور ایک سامان کے لئے۔ اس موقعہ پر مین نے سامان کے لئے ایک زاہد جانور لے لیا تھا مگر اوس کے بھاگ بھاگ جانے سے تعاقب کی جو زحمت مجھکو اوٹھانی پڑی اور جو وقت میرا ضایع ہوا۔ اوس سے مجھے پورا تجربہ حاصل ہو گیا اور پھر

سامان کے لئے زاید جانور ساتھ رکھنے کا مین نے نام نہ لیا) مشہد سے طہران تک کے سفر مین ۶۰۰ قران صرف ہوئے۔ اوس وقت تبادلہ کی جو شرح تھی اوس کے لحاظ سے ۶۰۰ قران ۱۷ پاونڈ کے مساوی ہوتے تھے۔ مگر اس مین بارگیرون کا انعام رات کے قیام کے لئے ڈاک بنگلون کا کرایہ شامل نہین۔ ان اخراجات کی تعداد دو پاونڈ یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے رستہ کی خوراک کا دارومدار زیادہ اوس ڈبون مین بند کئے ہوے گوشت کی مقدار پر منحصر ہے جو مسافر اپنے ہمراہ لے جائے۔ غرضکہ کسی صورت مین اس سفر کا خرچ بئیس پاونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس سفر مین میرے ہمراہ صرف ایک شخص تہا۔ اوسی کو میرا رفیق اور اوسی کو میرا ملازم سمجہنا چاہیئے۔ یہ شخص ایک ایرانی الاصل افغان غلام یعنی بدرقہ تہا جو برطانوی سفارت متعینہ طہران مین متعین تہا۔ اوس کا نام نادر علی خان تہا جس کے شاندار ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور سڑک کے تفصیلی حالات اوس کو معلوم تھے۔

وزیر صیغہ ڈاک

ایران مین ڈاک کا جو طریقہ مروج ہے اور جسکے قایم کئے جانے کے متعلق مین آگے چلکر کچھ حالات بیان کرونگا۔ ڈاک کے ایک وزیر کی نگرانی مین ہے۔ لیکن چونکہ جو عہدہ دار اس خدمت پر اسوقت مامور ہے اوس کے تفویض دو اور محکمے بھی ہین اور مزید بران وہ کونسل کا پریزیڈنٹ بھی ہے لہذا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ خدمت مسطورہ کو زیادہ اہم نہین سمجہا جاتا۔ دولت ایران کی طرف سے وزیر موصوف کو ہر ڈاک کی

چوکی کی مرمت اور سامان کے لئے جو سرکاری سڑکوں پر واقع ہو کچھ سالانہ رقم ملتی ہے اور اس کے علاوہ گھوڑوں کے دانے چارے کے طور پر ہر سال کچھ جو اور پیال بھی ملتے ہیں[۱۵]۔ لیکن وزیر اس کا انتظام خود نہیں کرتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو عام ایرانی طرز عمل کے سخت ہی مخالف ہو۔ ہر ایک سڑک کسی سوداگر یا مرفہ الحال شخص کو ٹھیکے پر دیدی جاتی ہے جو ایک معینہ رقم ہر سال وزیر کو ادا کرتا ہے۔ اس ٹھیکہ دار کا کام یہ ہے کہ ہر ایک چوکی پر ملازم اور گھوڑے مقرر کرے اور اس کام میں سے جسقدر روپیہ پیدا کر سکے کرے اوسکے بخل اور کفایت کی روک تھام اگر کسی شئے سے ہو سکتی ہے تو وہ یہ خیال ہے کہ مبادا سال کے ختم ہونے پر کوئی دوسرا ٹھیکہ دار زیادہ بولی بول کر اس رعایت کو حاصل کرلے۔ پس مقام تعجب نہیں ہے کہ ڈاک کی چوکیاں اکثر نہایت بوسیدہ اور تبہ حال ہوتی ہیں اور گھوڑے ایسے مریل اور دبلے اور برے ہوتے ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس طریقہ کے مذموم ہونے کے متعلق اختلاف آرا ممکن نہیں اور یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا سیاح کی حالت زیادہ قابل رحم ہے یا اون غریب جانوروں کی جن پر اوسے مجبوراً تازیانے برسانے پڑتے ہیں۔

چاپار کے مالہ وما علیہ

بہر حال میں سواری چاپار کے آلام ولذات کا موازنہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں

---

[۱۵] حال ہی میں سرکاری چاپار خانوں کی کل تعداد ۲۰۷ تھی اور خزانہ عامرہ سے ہر چاپار خانہ کے لئے ۲۰۰ تومان (۵۰ پاونڈ ۴ شلنگ) سالانہ مقرر تھے۔ اسکے علاوہ ۱۰ خروار (قریباً ۳ ٹن) جو اور اسی قدر پیال گھوڑوں کے لئے مقرر تھے

تاکہ اسکی نسبت منصفانہ راے قایم کی جا سکے۔ اس طریقہ کو سیاحون نے اپنے اپنے مذاق استعداد زحمت کشی اور یاوری بخت کے اعتبار سے "باعث تفریح طبع" "دقت طلب" یا "عذاب" کے لفظون سے تعبیر کیا ہے اور شاید ان تینون راؤن مین سے ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ان آرا کے قایم کرنے مین سب سے بڑی وجہ تحریک وہ مقدار مسافت ہے جو طے کیجاے۔ کسی قدر اس کا دار ومدار سال کی فصل یا موسم پر ہے جس مین سفر کیا جاے اور بہت کچھ سفر کرنے والے کی قسمت پر۔ زائرون کے سواے جو قافلہ کے ذریعہ سے سفر کرتے ہین۔ مشہد اور طہران والے راستے کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہین اور اسلئے ہر چوکی پر پانچ یا چھ گھوڑون سے زیادہ نہین ہوتے اور بعض دفعہ اس سے بھی کم ہوتے ہین۔ ان گھوڑون کو مین نے عام طور سے نہایت تبہ حال پایا۔ کہانے کو انہین کم ملتا تھا۔ ہڈیان ان کی نکلی ہوئی تہین۔ چال ان کی ٹہیک نہ تھی اور ان کی پیٹھ پر زخم تھے جنکی وجہ سے بعض دفعہ تو جی نہ چاہتا تھا کہ ان پر سواری کی جاے۔ بہترین گھوڑے جو مجھے ملے وہ ایسے تھے کہ کسی دوسرے ملک مین او نہین اوسط درجہ کے گھوڑون مین کہترین خیال کیا جاے گا۔ ان مین سب سے خراب گھوڑے پر سوار ہونا ایک ایسی سزا تھی جسے زمانۂ آیندہ کا کوئی ڈینٹی[۵۱] موزون طور پر جہنم کے طبقہ اسفل السافلین مین اپنے جانی دشمن

[۵۱] ڈینٹی اطالیہ کا مشہور ومعروف شاعر ہے جو ۱۲۶۵ء مین پیدا ہوا تھا۔ مین اوس کی اوس بے نظیر نظم "ڈیوائن کامیڈی" کی طرف اشارہ ہے جس مین اوس نے بہشت۔ اعراف اور دوزخ کے متعلق خیالی تصویرین نہایت

دشمن کے لئے تجویز کرسکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب طہران اور ترشیز والی سڑک
پر میرا گزر ہوا جسپر آمدورفت زیادہ رہتی ہے اور جہاں چاپار کا انتظام اچھا ہے تو
تعداد اور عمدگی کے لحاظ سے زیادہ قابل اطمینان گھوڑے میرے دیکھنے مین آئے
عام طور سے اون پر سوار ہونا برداشت کیا جاسکتا تھا اور بعض دفعہ تو ایسے گھوڑے
مل جاتے تھے جنہین اچھا کہا جاسکتا تھا۔ اور جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ مجھے انکے
ذریعہ سے ایک گھنٹہ مین ۸ یا ۹ میل اوسط مسافت کے حساب سے دن بھر سفر کرنے
مین کامیابی ہوئی اور جب کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عام طور سے پویہ چال چلتے تھے
اور بعض دفعہ سرپٹ جاتے تھے تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ دن بھر مین ستر یا اسی میل
کا سفر ایسا ہے کہ برداشت کیا جاسکے اور اگر موسم عمدہ اور موافق مزاج ہو تو بسا اوقات
اسکو خوشگوار و خوشش آیند کی صفت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس فیصلہ کا
جزو اعظم یاوری بخت ہے۔ اگر مسافر سرکاری ڈاک کے مقابلہ یا معارضہ سے جس کا
حق ہر جگہ فایق ہے اپنے آپکو بچا سکے اور اگر رخت سفر اوسکے ہمراہ زیادہ نہو اور باربرداری
کے لئے زیادہ جانوروں کا محتاج نہو اور خصوصاً اگر وہ مسافروں کی کسی دوسری جماعت
سے جو اوسی سڑک پر سفر کررہی ہو بڑھ کر آگے نکل جائے تو اوسکی اچھی طرح گذرے گی
لیکن اگر ان تمام امور یا ان مین سے کسی ایک مین نصیب نے اوس کی یاوری نہ کی تو
وہ ایران سے رخصت ہوتے وقت اس ملک پر تین حرف بھیجے گا اور کہے گا کہ یہان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۰ ۔ خوبی کے ساتھ کھینچی ہین۔

کے رہنے والے بدمعاش اور ناپاک ہین۔ اس مین شک نہین کہ عام سیاحون کا تجربہ یہی ہے اور اس کی توجیہ شاید اس واقعہ سے ہوسکتی ہے کہ ایران مین اگر کسی یورپین کے لئے کوئی خیال باعث تشفی ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک فاصلہ معینہ کو اپنے متقدمین سے وہ زیادہ جلد طے کرے۔ غرضکہ اس بارہ مین یہان شدت کے ساتھ مقابلہ عمل مین آتا ہے۔ رستے مین جہان تار ہے وہان سے مسافر کے دوستون اور خویش و اقارب کے منتظر کانون مین اوسکے مراحل کی خبر پیغام تار برقی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور مسافر کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور نہین ہوسکتی یا اس سے بڑا کارنامہ وہ اور کوئی نہین چھوڑ سکتا کہ طے مسافت کے لحاظ سے اپنے متقدمین سبقت لیجائے۔

چاپارخانہ

اس مقام پر مین چاپارخانے اور اوسکی کم مایہ مگر مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہون بعض دفعہ کسی قصبہ یا گاؤن کے بیچون بیچ اور بعض دفعہ اوسکے حوالی مین مگر بالعموم کف دست میدان کی ویران تنہائی مین ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی عمارت پانی کے کنارے کھڑی نظر آتی ہے اس عمارت کی دیوارین کچی مٹی کی بالکل بہیانک اور ایک اندرونی احاطہ کے گرداگرد کہنچی ہوئی ہوتی ہین۔ پہاٹک پر ایک پست سا چوگوشہ برج ہوتا ہے اور عمارت کے ہر زاویہ پر ایک نیم مدور برج یا چہجا آگے کو نکلا ہوا ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ عمارت بظاہر ایک چھوٹا سا مٹی کا قلعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور حقیقت مین اس کا

مقصد بھی یہی ہے کیونکہ ایسے ملک مین جو کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرنے پایا کہ ترکمانون
کی دستبرد اور غارت گری کی جولانگاہ رہ چکا ہے اور جہان بلاتفریق و امتیاز سرقہ کا
مرتکب ہونا لوگون کا عام شیوہ ہے ہر ایک جائداد کی محل سے لیکر باغچہ تک حملہ سے اسطرح
حفاظت کرنی پڑتی ہے گویا کہ ملک مین علانیہ جنگ برپا ہے۔ چاپارخانہ مین ایک بڑی
چوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہین اور جب اس کو بند کردیا جاتا ہے تو سوائے سیڑہی
لگاکر چڑہنے کے اور کسی طرح اس مین گذر ممکن نہین۔ جب مسافر گھوڑے پر سوار پہاٹک
پہونچتا ہے تو اوسے دیوار کے دونون طرف ایک پست سا چبوترہ اور دو دروازے
اُتے ہین جن کے ذریعہ سے نیچے کے تنگ و تار اور غلیظ حجرون مین داخل ہوتے
ہین۔ پہاٹک مین سے گزرکر اندر کا صحن آتا ہے جو طول مین بیس سے لیکر پچیس اور عرض
مین بارہ سے لیکر پندرہ گز تک ہوتا ہے۔ وسط مین ایک چبوترہ نظر آتا ہے جس پر
مرغیان گھورے کے ڈہیر کو کریدتی ہوئی دکہائی دیتی ہین۔ اگرچہ حقیقت مین اس
چبوترہ کا مقصود یہ تھا کہ گرمی کی راتون مین مسافر تازہ ہوا مین اس پر اپنا بستر جمائے صحن
کے گرداگرد جو دیوارین ہوتی ہین اونکے دو اور بعض دفعہ تین پہلوؤن پر چری بنادی
جاتی ہی جس مین گھوڑون کے لئے کاہ ڈال دی جاتی ہے اور گرمی کے موسم مین
گھوڑون کو یہان باندہ دیا جاتا ہے۔ لیکن دو بغلی دیوارون کے اندر موسم سرما کے لئے
لمبے لمبے تنگ و تار طویلے بنے ہوتے ہین۔ جن مین ایک پست دروازہ کے
سوائے اور کہین سے ہوا یا روشنی کا گذر نہین ہوتا او۔ جو سڑی ہوئی لید کے ڈہیرون

سے متعفن ہوتے ہین۔ بالعموم بارگیر اور ملازم گہوڑون سمیت انہین مین سے کسی مین ایک
چھوٹے سے الاؤ کے گرد سورہتے ہین۔ صحن کی اندرونی دیوارون پر کسی زمانہ مین
چونے کا پلستر ہوگا مگراب بالکل اوکہڑ گیا ہے۔ اوراب پوری دیوار گلی معلوم ہوتی ہے
تہکا ماندہ مسافر جب گہوڑے پر سوار پہاٹک کے اندر داخل ہوتا ہے تو چاپارچی جو بعض
دفعہ اپنی وردی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ اوسکے استقبال کے لئے باہر نکلتا ہے۔ دونون
مین اس امر کے متعلق اشتیاق آمیز گفتگو ہوتی ہے کہ آیا اصطبل مین تازہ دم گہوڑے
موجود ہین یا نہین اور جب چاپارچی مسافر کو اوسکے استفسارات کے جواب مین امیدوار
یا مایوس کر رہا ہوتا ہے تو سامان تہکے ماندے جانورون کی پیٹہہ پر سے اوتار کر چبوترہ
پر رکھہ دیا جاتا ہے اور برطانوی مسافر پاؤن پسار کر لیٹ جاتا ہے یا شوربے یا چا کا
ایک گرم گرم پیالہ تیار کرا کے پیتا ہے۔ اوس کا ایرانی ملازم قلیان کا جو ہمیشہ تیار رہتا
ہے ایک کش لگاتا ہے اور خستہ و ماندہ جانورون کو جن پر سے سوائے اون کی پہٹی
پرانی گرو ہینون کے اور ہر ایک چیز اوتار لی جاتی ہے بارگیر دس منٹ تک آہستہ آہستہ
ادہر اودہر ٹہلاتا ہے اور اسکے بعد پانی پلانے کے لئے لیجاتا ہے۔ اگر اوس کی
قسمت یاور ہوئی تو پاؤ گہنٹہ مین اور نہین تو کہین ایک یا دو گہنٹہ کے بعد جا کر کچھہ تازہ دم
گہوڑے باہر لائے جاتے ہین۔ اور مسافر اون مین سے اپنے لئے بہترین جانور پسند
کر کے ایک دفعہ پھر سوار ہوتا ہے اور راہ کے نشیب و فراز کے طے کرنے مین پھر
مصروف ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر تازہ دم جانور نہ موجود ہون یا کسی دوسرے سیاح

نے پیشدستی کرکے ایسے جانوروں پر قبضہ کرلیا ہو تو ایسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے
کہ عیاذًا باللہ دو گھنٹے کے انتظار شدید کے بعد وہی کمبخت جانور جو اپنی پیٹھ پر بوجھ
اوٹھائے ابھی پچیس میل کی مسافت طے کرکے آئے تھے پھر اور پچیس میل کی منزل
کوڑے کہا کہا کر طے کرنے کے لئے باہر لائے جاتے ہین۔ مجھے اس امر کا مقر ہونا
پڑتا ہے کہ میری ہمدردی ہمیشہ جانور کے ساتھ ہوتی تھی نہ کہ اوسکے سوار کے ساتھ۔ اور
جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ ان دقیانوسی ٹٹوؤن سے ہر روز بلکہ ہر ساعت سفا کانہ
کام لیا جاتا ہے تو مجھے بعض دفعہ یہ حیرت ہوتی تھی۔ ڈنڈے اور چابک کہانے
پر بھی وہ کس طرح اوس سست چال سے متجاوز ہوتے ہین جس کی اون کی تباہ حالت
سے توقع کیجا سکتی ہے۔

بالاخانہ

لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سیاح اپنے دن کی منزل پر پہونچ گیا ہے اور
اور اوس چاپارخانے مین وارد ہوا ہے جہان اوسے شب باش ہونا ہے تو سوال
یہ ہے کہ اوس وقت اوسے کیا پیش آئے گا۔ اس سوال کا جواب اوس آگے کو نکلے
ہوئے چہار گوشہ برج سے ملیگا جو داخل ہونے کے پہاٹک پر بنا ہوا ہے۔ اس مین
زینون کے ذریعہ سے جن کا ڈھلاؤ کوہ البرس کے پہلو کے اوتار کے برابر برابر
ہوتا ہے اور جو اندرونی صحن کے زاویون پر بنے ہوئے ہین داخل ہوتے ہین۔
ان زینون پر بدقت تمام چڑھ کر ہم سطح چھت پر جو عمارت کے گرداگرد چلی گئی ہے۔

پہونچتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برج صرف ایک حجرہ پر مشتمل ہے جس مین عموماً
دو اور بعض دفعہ تین دروازے جو کبھی بند نہین کئے جاتے اور دیوارون مین دو کھلے
دریچہ نما منافذ ہوتے ہین اور اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مین چارون سمتون
سے ہوا داخل ہوتی ہے۔ یہ بالاخانہ ہے جو ممالک غیر کے مہانون کی آسایش
کے لیے مخصوص ہے۔ اس ویران اور بھیانک مکان مین جس مین جہاز کے بادبانون
سے کم ہوا داخل نہین ہوتی مسافر کو چار و ناچار رات بسر کرنی پڑتی ہے۔ اندر کی دیوارون
پر کسی زمانہ مین چونے کا پلستر اور قلعی تھی۔ اگر اس مین کسی قسم کی آسایش ہے تو وہ یہ ہے
کہ دیوارون مین متعدد کھلے طاقچے بنے ہوے ہین جن مین ایرانی مسافرون نے
نہایت زشت و کریہ تصویرین کھینچی ہین اور کبھی کبھی (مگر ہمیشہ نہین) انگیٹھی بھی ہوتی ہے
سامان اس مین بالکل نہین ہوتا۔ مسافر کا پہلا کام یہ ہے کہ فرش کو جھڑوا کر۔ کھٹملون۔
پسوؤن اور کیڑون مکوڑون سے صاف کرے۔ ایک کونے مین نمدہ یا دری اور اوپر
اپنا پیال سے بھرا ہوا تھیلا بچھائے۔ ایندھن مول لیکر آگ جلائے۔ کھلی کھڑکیون
کو بند کرائے اور بوسیدہ درزون پر کیلون سے پردے لگائے۔ ان ابتدائی
تیاریون کے بغیر جو لوازمات سے ہین بالاخانہ اس قابل نہین ہوتا کہ اس مین رہ سکین
لیکن دن بھر کے تھکے ماندے مسافر کے لیے جسکا جسم مارے تکان کے شل ہو رہا
ہوتا ہے جاڑے کی یخ بار رات مین یہ تیاریان کرنا بعض دفعہ نہایت دوبھر معلوم ہوتی
ہین۔ باوجود ان تیاریون کے بھی یہ ہوائی نشیمن بعض اوقات اس قدر سرد ہوتا ہے

کہ مسافر سردی کی تاب نہین لاسکتا اور مجبوراً نیچے اوترکر مرطوب اور تنگ حجرون مین سے کسی مین پناہ لیتا ہے۔ غرضنکہ کوئی آدھ گہنٹہ مین جب تیاریان ہوچکتی ہین اور خوشگوار حرارت اکڑے ہوئے جوڑون اور خستہ اعضار کو راحت پہونچانے لگتی ہے اور سماوار مین سے خوش آیند بہاپ اوٹھنے لگتی ہے تو تسکین کی ایک حیرت انگیز کیفیت مسافر پر طاری ہوتی ہے اور وہ غالباً اس وقت اپنے مکان کو قلعۂ ونڈسر[۵۱] کی کسی پرتکلف خوابگاہ سے بدلنا پسند نہ کرے گا۔ لیکن جب دوسری صبح کو چار یا پانچ بجے مُنھ اندہیرے کڑکڑاتی سردی مین جھلملاتی شمع کی روشنی مین اوسے اوٹھکر کپڑے پہننے پڑتے ہین چیز بست باندھنی پڑتی ہے۔ ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے اور آخرکار اس بات کی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ تمام سامان اندہیرے مین صحیح وسالم گہوڑون کی پیٹھ پر جو نیچے اصطبل مین ہوتے ہین بار ہوجائے تو اوس وقت کچھ دیر کے لئے یہ خیال اوسکے دل مین آتا ہوگا کہ سیاحت ایران پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ

"کلاہ دلکش ست امابدردسر نمی ارزد"

اور وہ یہ سوچتا ہوگا کہ انگلستان مین جو خوشی واطمینان میسر ہے وہ یہان کہان۔

چارپا رکے گہوڑے

ایرانی چارپا رکے گہوڑون کے متعلق مین ایک آدہ جملہ اور درج کرنا چاہتا ہون کیونکہ یہ ممکن نہین کہ ایک شخص چند ہفتون کی مدت مین ان جانورون مین سے ساٹھ ستر پر

---

[۵۱] شاہ انگلستان کے ایک محل کا نام ہے۔ مترجم

سوار ہوا ور اونکی جنس کے متعلق کوئی عام رائے قائم نہ کرے - اس مین شک نہین
کہ بُرے گھوڑون مین سے مسافر اپنے لئے سب سے اچھا گھوڑا پسند کرتا ہے لیکن
چاپار شاگرد کی ضرور نگرانی کرنی چاہیئے کیونکہ اوسکو ہر ایک جانور کی خوبیان پوری طرح
سے معلوم ہوتی ہین اور اگر اوسکی روک نہ کی جائے تو وہ اپنے لئے سب سے بہتر
گھوڑے کا انتخاب کرے گا اور اپنے مالک کی آسایش کا ذرا خیال نہ کرے گا جس وقت
مسافر چاپار خانہ سے نکلتا ہے اور اپنے نئے گھوڑے کو کچھ دور چلا کر دیکھتا ہے تو
وہ وقت بھی اوسکے لئے نہایت ہی تذبذب کا ہوتا ہے تین سو گز کے اندر اندر از
معلوم ہو جاتا ہے کہ جو تین یا چار گھنٹہ کا سفر اوسکے سامنے ہے آیا وہ قابل برداشت
ہوگا یا پر عذاب - تھوڑے سے تجربہ کے بعد جو چال یورپین اپنے لئے پسند کرتا ہی
وہ یہ ہے کہ کبھی تیز پویہ جائے کبھی قدم قدم - ایرانی جب پویہ یا سرپٹ نہین جاتے
ہین تو وہ ایک بھدی تکلیف دہ دُلکی اختیار کرتے ہین جو انگریزی زین پر مغز کو ہلا ڈالی
سواری چاپار کے کل اثنا رہین مجھے صرف دو دفعہ ایسے گھوڑون پر سوار ہونے کا
اتفاق ہوا جو انگریزی دُلکی چل سکتے تھے - چاپار شاگرد اپنے ساتھ چمڑے کا ایک چابک
اپنے ہمراہ رکھتا ہے اور ہر ایک مسافر کو بھی چاہیئے کہ ایسا چابک ساتھ لیکر چلے
چاپار شاگرد کی چابک کی تڑاقون کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ پناہ بخدا - لیکن گھوڑا جو چابک
کہانے کا عادی ہو رہا ہے اوس سے جھر جھری تک نہین لیتا - چاپار شاگرد کو ہم نے
وقتاً فوقتاً "پوسٹ بائے" (یعنی چاپار طفلک) لکھا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ شاگرد

"طفلک" نہین ہوتا بلکہ اچھا خاصا مرد ہوتا ہے۔ وہ زین پر سوار نہین ہوتا بلکہ عموماً سامان
کے ڈہیر پر بیٹھ جاتا ہے اور اوس کی دونون ٹانگین دونون طرف پہیلی ہوئی ہوتی ہین
نہ اوسکے ہاتھ مین باگین ہی ہوتی ہین بلکہ صرف ایک رساجو قنزی کے ایک سرے
سے بندہا ہوا ہوتا ہو وہ ہاتھ مین لئے رہتا ہے۔ اوسکی نسبت باور تو یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رہنمائی
کریگا اور سرعت رفتار کا معیار خود قایم کریگا لیکن مجھے جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایک
دن مین ستر میل کا فاصلہ اس طرح سے نہین کیا جاسکتا اور یہ کہ ایک غیر ملک مین بھی اپنا رہنما
آپ ہی بننا چاہیئے۔ اگر روشنی ہو تو عموماً راہ کے متعلق غلطی نہین ہوسکتی کیونکہ اگرچہ یہان
کوئی سڑک موجود نہین اور رستہ خچر کی صرف ایک پگڈنڈی ہے جو میدانون کو قطع کرتی
پہاڑون پر چڑہتی اور درون مین اوترتی ہوئی جاتی ہے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی
لکیر ہوتی ہے اور بعض اوقات متوازی راہون کی ایک چوڑی دہاری ہوتی ہے لیکن
پھر بھی بے شمار جانورون کے کہرون کے نشانات زمین پر کچھ ایسے قایم ہوگئے
ہین کہ جس سمت مین جانا ہوتا ہے وہ سامنے کئی میلون تک نظر آجاتی ہے۔ رات
کے وقت اگر چاپارشاگرد کی مدد نہو جس کی نظر اور حافظہ کبھی غلطی نہین کرتے تو اجنبی فوراً
راہ گم کرجائے۔

چاپار کے گھوڑے کی شوخیان

ایران کے چاپار گھوڑے کا مشہور ترین خاصہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ سکندری کھاتا
ہے۔ ان مین سے اکثر کے گھٹنے چھلے ہوئے ہوتے ہین اور گھوڑے کے

انتخاب کے وقت سب سے پہلی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکے گھٹنے کے بال بالکل اوڑے ہوئے تو نہیں ہین مجھے یہ بات معلوم نہ ہوسکی کہ آیا گھوڑے کے ٹھوکر کہانے کی وجہ لگام کا تنگ رکہنا تہا اوسے ڈہیلا چھوڑ دینا اور اس لئے مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ چاپار کے گھوڑے کی قسمت ہی مین یہ لکھا ہے کہ سال مین اتنی ٹھوکرین کھایا کرے۔ ان مین سے بعض تو اسباب ظاہری اور بعض اوس کی اپنی مرضی پر منحصر ہین۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ کوئی مجبور کرنے والا پُراسرار قانون یہ سب کی سب ٹھوکرین اوسکو کسی نہ کسی طرح کھلواے۔ اس واقعہ سے کہ مین ایران مین مشرقی علاقہ سے وسطی علاقہ اور وسط سے جنوب تک گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اور ایک دفعہ بھی نہ گرا۔ بجائی اسکے کہ میرے نظریہ کی تردید ہو اوس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ کوئی وجہ موجہ ایسی نہ تھی کہ میرے ساتھ ایسی رعایت کی جائے۔ البتہ اس کی توجیہ اس دلیل سے ہوسکتی ہے کہ میرے بچاؤ کا خمیازہ دوسرے لوگ یا تو پہلے ہی اوٹھا چکے ہونگے اور یا آگے چلکر اُٹھائینگے۔ میرے ایرانی ملازم کا جو میرے پیچھے پیچھے سوار آتا تھا ٹھوکر کھا کر فرش خاک پر گرکے ورزو تکلیف سے کراہنا میرے لئے مساوات ہو گیا تھا۔ چاپار شاگرد اگر دن بھر مین ایک دفعہ نہ گرلیتا تو اوسے نہایت ہی مایوسی ہوتی۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے کی بے اعتباری کی حمایت مین یہ بات البتہ کہی جاسکتی ہے کہ شاذونادر ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سوار گھوڑے پر سے گرے اور اوسے سخت چوٹ آئے۔ حوادث یا صدمات کی تعداد گرنی کی تعداد کے مقابلہ مین نہایت

ہی خفیف ہے۔ دو اور عیوب میرے دیکھنے مین آئے جوان گھوڑون مین پائے جاتے ہین۔ بعض مریل سے مریل گھوڑے بھی سوار کو اپنے اوپر چڑھنے نہین دیتے جو اس بات کا عجیب ثبوت ہے کہ اون کی یادداشت نے سابق کے تجربہ سے فایدہ اُٹھایا ہے۔ ایک دفعہ مجھے البتہ حادثہ پیش آنے ہی کو تھا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک گھوڑا جس پر سے مین اُترا میرے رکاب مین پاؤن رکھتے ہی بھاگا۔ اور قریب تھا کہ اپنے آپ کو اور مجھے ایک کھلی ہوئی قنات کے گڑھے مین گرا دے۔ اسکے علاوہ جب سوار اپنا دہنا ہاتھ چابک کے ساتھ بلند کرتا ہے یا خالی ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اوس سے ان جانورون کی یادداشت پر ایسا برہم کرنے والا اثر پڑتا ہے کہ وہ بسا اوقات کترا کر بائین طرف کو دفعتہً پلٹا کھا جاتے ہین۔ جب لوگ انہون کو کسی چاپار کے گھوڑے سے خاص طور پر نفرت ہو جاتی ہے تو وہ بعض دفعہ اتفاقاً اوس کی دم کاٹ ڈالتے ہین جسکی وجہ سے وہ ایک ایسے ملک مین جہان دم کا ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے ہمیشہ کے واسطے ناقابل کار ہو جاتا ہے۔ مگر یہ فعل اگر بے رحمانہ نہین تو معاندانہ تو ضرور ہے اور اجنبیون کا اس سے اجتناب کرنے مین کوئی نقصان نہین۔ ایرانی چاپار کے گھوڑے اور طریقہ چاپار کے متعلق اس گریز کے خاتمہ پر مین شاید موزون طور سے ٹیورنیر کا وہ مہتم بالشان فقرہ درج کر سکتا ہون جو تین سو سال سے بھی پہلے اوس نے اپنے سفرنامہ ایران کے دیباچہ مین لکھا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"مسافر ایشیا مین اوسطرح سفر نہین کر سکتا جس طرح یوروپ مین کر سکتا ہے

دونون براعظمون کے اوقات سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین اور جو آسانیان یوروپ مین مسافرون کو حاصل ہوتی ہین وہ ایشیا مین نہین ہوتین"

سڑک کی عام حالت

رشت سے طہران کو جو سڑک گئی ہے اوس کی اندرونی دلچسپیان ایسی محدود ہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جانیکی سخت ضرورت اگر داعی نہ ہو تو کوئی شخص اسے کبھی اختیار نہ کرے۔ راستہ بھر یعنی ۶۰ ۵ میل کے پورے فاصلہ مین ایک بھی چیز ایسی دیکھنے مین نہین آتی جسے خوبصورت کہا جاسکے اور ایسی چیزین بھی بہت ہی کم دیکھی جاتی ہین جو باعث دلچسپی ہون۔ بہرحال فصل خزان کے آخری حصہ مین اسکا منظر رنگینی سے معرا اور ویرانی لئے ہوئے ہوتا ہے۔ سڑک یا یون کہیئے کہ بٹیا لمبے پتھریلے میدانون مین سے لہراتی۔ غیر خوش آئند پہاڑون کو قطع کرتی اور اجڑے ہوئے گاؤن اور قصبون مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے۔ جابجا اس بات کا قوی ثبوت بہم پہونچتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان کی آبادی زیادہ گہری تھی اور اسلئے آجکل کے مقابلہ مین اس علاقہ کی زیادہ احتیاط کے ساتھہ نگہداشت کی جاتی تھی۔ مسافر کا گزر ایسے قصبون مین ہوتا ہے جو بالکل سونے پڑے ہین اور سوا مستزلزل دیوارون اور منہدم برجون کے اندوہ فزا امتزاج کے اور کچھہ وہان موجود نہین۔ اوسکے دیکھنے مین ایسے قلعے اور مستحکم مقامات آتے ہین جو انحطاط کے آخری درجہ کو پہونچ چکے ہین اور اب مٹی کے بے شکل تودون سے زیادہ اون کی حیثیت نہین۔ ایسے مسدود اور متروک قنات جو

کی لمبی لمبی قطارین نظر آتی ہین جنکے ذریعہ سے کبھی پہاڑون سے میدانون مین پانی لایا جاتا ہوگا۔ شہرون کی دیوارون کے کھنڈر رہ گئے ہین اور اون مین بڑے بڑے سوراخ نظر آتے ہین۔ جو عمارتین قابل ذکر تہین وہ اب گر رہی ہین اور جن مکانون مین پہلے لوگ بود وباش رکھتے تھے اون کی اب یہ حالت ہو رہی ہے کہ تودہ ہائے خاک سے اون کی حقیقت زیادہ نہین جہان سے بہت کتے بہونکتے ہوئے سنائی دیتے ہین۔ غلیظ وکثیف قبرستان جنکی حرمت کی ذرا پروا نہین کیجاتی۔ اور جو ہر ایک شہر کے باہر کئی سو گز تک پہیلے ہوئے ہوتے ہین اور جن مین لوح مزار کا نقش مٹ چکا ہے اور قبرین زمین مین دہنستی ہوئی چلی جا رہی ہین ایسے وحشت انگیز نہین ہوتے جیسا کہ شہر کا اندرونی حصہ جہان زندون کی حالت بہی ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی مردون کی۔ مسافر اگر زیادہ سے زیادہ کسی نئی بات کے پیش آنے کی توقع کر سکتا ہے (اگرچہ جیسا کہ مین پیشتر ذکر کر چکا ہون مجھے اس بارہ مین ناکامی ہوئی) وہ یہ ہے کہ اوس کا گھوڑا سکندری کھا کر گر اپنے گھٹنون کو نہ پہوڑے تو سفر کی شل کر دینے والی یکسانیت کے تسلسل ہی کو توڑے۔

عبرت

لیکن اگرچہ یہ رستہ بیرونی دلچسپیون سے معرا ہے پھر بھی تاریخی اور عملی لحاظ اس سے دو سبق حاصل ہو سکتے ہین۔ اس سفر کے اختیار کرنے سے مسافر محض اوس راہ کو طے نہین کر رہا ہے جسے کم از کم پانچ سو سال سے ہزارہا زائرون نے طے

کیا ہے بلکہ وہ فوجون کی طوفان بار گذرگاہ کو دہرا رہا ہے اور عظیم الشان فاتحون اور فرمانرواؤن کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور اگر اوس ویرانی مین جو اوس کے چارون طرف پھیلی ہوئی ہے اوس کی چشم بصیرت کو یہ نظر نہین آتا کہ یہ ملک ایک زمانہ مین کیا تہا اور اب کیا ہے تو کم از کم وہ اس امر کے متعلق تو ضرور راے قایم کر سکیگا کہ جنگ اور وبا کے خوفناک نتایج نے کہنہ بدنظمی کے زیادہ تر خوفناک نتایج کے ساتہہ ملکر اس ملک کی کیا حالت کر دی ہے اور اس بوسیدہ شہرون اور ویران مکانون کے اجڑے ہوے طبقہ مین وہ زبان حال سے ایران کے دیرینہ زوال کی د... سنے گا۔

منزلون اور فاصلہ کی فہرست

ذیل کے نقشہ مین اون منازل کے نام اور فاصلے درج کئے جاتے ہین جو مشہد اور طہران[۵] کے درمیان واقع ہین۔

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ تخمینی	فاصلہ بحساب میل تخمینی	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ تخمینی	فاصلہ بحساب میل تخمینی
مشہد	۔	۱۰	شوراب	۷	۲۵
شریف آباد	۹	۲۴	زعفرانی	۵	۱۸
قدم گاہ	۷	۲۹	سبزوار	۷	۲۴
نیشاپور	۶	۱۷	مہر	۷	۳۲

۵ اس سڑک پر بہت سے سیاحون نے سفر کیا ہے اور اسکے تفصیلی یا جزئی حالات بہی قلمبند کئے ہین چنانچہ ان مین

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل	نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	فاصلہ تخمینی بحساب میل
مزینان	٦	٣٠	اہوان	٧	٢٤
عباس آباد	٧	٢٣	سمنان	٧	٢٤
میان دشت	٦	٢٣	لسگرد	٦	٢٢
میومائی	٧	٢٤	دہ نمک	٨	٢٥
ارمیان	٤	١٧	لشلاک	٧	٢٦
شاہ رود	٧	٢٧	ایوان قایف	٦	٢١
دہ ملا	٤	١٦	کبود گنبد	٧	٢٦
دامغان	٦	٢٦	طہران	٧	٢٥
گشاہ	٧	٢٣	میزان کل	١٥٤	٥٥٩

بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٢٢۔ سے مین صرف اون لوگون کا نام لیتا ہون جو سب سے زیادہ مشہور یا علم و فضل کے اعتبار سے سر برآوردہ ہین :۔ الاصطخری (سنہ ٩٥٠ تا ٩٥١ع) اور سنٹل جاگرتی "ترجمہ مسالک الممالک"۔ صفحہ ١٨١ + رائی ڈی کلاویجو (سنہ ١٤٠٤ع) "نیریٹو آف ایمبسی" (داستان سفارت) + وان ہیراپ (سنہ ١٧٤٤ع) "جے ہینویز ہسٹاریکل اکاؤنٹ آف برٹش ٹریڈ" (تاریخی حالات تجارت برطانوی متذکرہ جے ہینوے)۔ جلد اول صفحات ٣٥٧ الی ٣٥٩ + کپتان ٹرو لہیر (سنہ ١٨٠٧) "ڈاسی کی سرگذشت سفر" (بزبان فرانسوی) + جے۔ بی۔ فریزر (سنہ ١٨٢١-٢٢) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب سیزدہم الی ہفدہم + کپتان اے۔ کونولی (سنہ ١٨٣٠ع) "اوورلینڈ جرنی ٹو انڈیا" (خشکی کی راہ سے ہندوستان کا سفر)۔ جلد اول۔ صفحات ١٩٤ الی ٢٢٠ + ای۔ ایل۔ متفورڈ (سنہ ١٨٤٠ع) "لینڈ مارچ" (سفر خشکی)۔ جلد دوم صفحات ١٣ الی ٣٤ + ڈاکٹر جے۔ وولف (سنہ ١٨٣١ع و سنہ ١٨٤٣ع)

دوسرا راستہ



اسکے کہ مین کچھ اور ذکر دن مین یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ مشہد سے نیشاپور تک کی پہلی تین منزلون کا سفر ایک اور راستے سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ڈاک کی چوکیان اور منزلین دوسرے یعنی جنوبی راستہ پر واقع ہین اس لیے اس راہ کو جو زیادہ تر شمالی سمت مین واقع ہے چاپار کے ذریعہ سے جانے والے مسافر اختیار نہین کر سکتے۔ البتہ اس طرف سے کاروان جاتے ہین (جن کے ہمراہ اونٹ نہ ہون) اور خصوصاً گرمی کے موسم مین اس راہ کو اختیار کرتے ہین۔ کیونکہ اگرچہ سڑک خراب ہے لیکن جس ز

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۲ - "ٹریولس اینڈ نیریٹو آف مشن" (سفرنامہ و حالات سفارت) + جے۔ بی۔ فریزر (۱۸۴۵ء) "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ صفحات ۵۴ - الی - ۱۱۵ + کپتان سی۔ کلارک (۱۸۵۷ء)۔ "جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی)۔ جلد سی و یکم۔ صفحات ۳۷ - الی ۴۵ + این۔ ڈی۔ خانیکاف۔ (۱۸۵۸ء) "میمائر اسٹیٹیر" (تذکرہ وغیرہ)۔ صفحات ۷۲ - الی ۹۷ + ای۔ بی۔ ایسٹوک (۱۸۶۲ء)۔ "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفیر کا روزنامچہ)۔ جلد دوم۔ صفحات ۱۳۴ - الی - ۱۹۱ و ۲۷۱ - الی - ۲۹۵ + آرمینیس ویمبری (۱۸۶۳ء)۔ لایف اینڈ ایڈوینچرس" (حیات و سرگذشت) باب بست و ہشتم + شاہ کجکلاہ ایران (۱۸۶۶ء و ۱۸۸۳ء) "سفرنامہ شاہ ایران" (بزبان فارسی) + ایچ۔ ڈبلیو۔ بیلیو (۱۸۷۲ء) "فرام دی انڈس ٹو دی ٹائگرس" (از اٹک تا بہ دجلہ)۔ صفحات ۳۶۸ - الی - ۴۱۱ + کرنیل ایون اسمتھ (۱۸۷۲ء) "ایسٹرن پرشیا" (مشرقی ایران) جلد اول۔ صفحات ۳۶۶ - الی - ۳۸۸ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء) "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۴۲ - الی - ۱۷۶ + ای۔ او ڈونوون (۱۸۸۱ء) "دی مرو اوسس" (گلشن مرو) جلد اول باب بست و دوم - الی بست و ہشتم۔

مین سے یہ ہوکر گذرتی ہے وہ زیادہ تر مرتفع ہے (یعنی ۲۰،۰ ۱ فیٹ) اور اوسکے مناظر سبزہ اور خوش نمائی کے باعث زیادہ تر دلچسپ ہین مشہد کے خاک افشان میدانون اور عریان چٹانون سے چند ہی میل کے فاصلہ پر بہتے پانی اور سبز و شاداب درختون مین پہونچکر مسافر کو حقیقت مین تعجب ہوتا ہے۔ منزلین حسب ذیل ہین۔[1]

نام مقام	فاصلہ بحساب فرسخ	تخمینی فاصلہ بحساب
مشہد	۰	۰
جاغرک	۵	۲۰
دہ رود	۶	۲۲
نیشاپور	۶	۱۸
میزانکل	۱۷	۶۰

میری روانگی مشہد سے

ایرانی دستور کے مطابق جسے تقاضائے اخلاق مستحسن طور پر ہر جگہ برتا جا سکتا ہے۔ کرنیل اسٹوارٹ اور دوسرے احباب میرے ہمراہ شہر کے پھاٹک کے باہر کچھ دور تک مشایعت کے طور پر سوار آئے۔ ایک اور قابل تحسین ایرانی رواج کے بموجب گذین ا پٹورٹ

[1] اس راہ کو حسب ذیل سیاحون نے اختیار کیا ہے اور بیان بھی کیا ہے :- جے بی فریزر (۱۸۲۱ء) + اے - بی - ایسٹوک (۱۸۶۲ء) + ایچ ڈبلیو - بیلیو - اور کرنیل - ایوان اسمتھ (۱۸۷۲ء) + کرنیل ویلنٹائن بیکر (۱۸۷۳ء)

نے مجھے پہلی منزل کے سفر کے لئے اپنے اصطبل مین سے ایک گھوڑا منگا کر دیا
اور ایک تیسری رسم کی تعمیل مین مین نے یہ قصد کیا کہ پہلے دن ایک ہی منزل جاؤن گا
اس کا یہ مقصد تہا کہ نوکر چاکرون اور خیمہ و خرگاہ کی حالت ٹہیک ہو جائے اور مین کل
زیادہ کڑی منزل طے کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤن ۔ مسطح میدان پر ایک گھنٹہ
تک سفر کرنے کے بعد اون تند و تیز آندہیون مین سے ایک نے چلنا شروع کیا
جسے مشرق کا سیاح اپنے تکلیف دہ تجربہ سے جانتا ہے یہ آندہی طوفان کی طرح صبا
تہپیڑے مارتی ہوئی چلی اور خاک کے ایک بادل سے زمین آسمان کو اس نے ایک
کر دیا ۔ میری آنکہون اور کانون اور منہہ کو اس کثیف طوفان نے خاک جہونک جہونک
بھر دیا ۔ یہ آندہی ٹہیک میری سمت مقابل سے چل رہی تہی اور نہایت گرم تھی ۔ جب
مشہد سے روانہ ہو کر ہم سات میل کے قریب طے کر چکے تو ہم اُن پہاڑون کے دامن
مین پہونچے جو مشہد کے میدان کو نیشاپور کے میدان سے جدا کرتے ہین اور حقیقت
مین کوہ بنالود کا جنوبی و مشرقی منتہا ہین ۔ جاغرک سے لیکر دہ رود تک کی سڑک اس
سلسلہ کوہ کو بلا تکلف طے کرتی ہے لیکن ڈاک کی سڑک ایسے ڈہلوان چڑہاؤ سے
کترا کر جنوبی و مشرقی سمت کو جاتی ہے اور اس سلسلہ کی پست تر پہاڑیون اور پہلوؤن
ہی کو طے کرتی ہے ۔

زایرون کا زہد و اتقا

ہر ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سڑک جلد جلد چڑہتی ہوئی پہونچی ہے زایرون

نے اس مقدس شہر کی طرف جاتے وقت اظہار شکر و سنت کے طور پر پتھر کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کے سنہری کلس کو دیکھکر بتقاضائے زہد و ورع لگا دئے ہین۔ ان ڈھیرون سے مراد یہ بیان کی جاتی ہے کہ زائر یا تو اپنے کسی عزیز مرحوم کے لئے یا اپنے پس ماندون کے لئے اور یا خود انکے لئے پہلے سے ایک مکان تیار کرتا ہے تاکہ دوسری دنیا مین اونکے یا اوس کے کام آئے۔ ہر ایک ٹیکرے کی چوٹی پر زہد و اتقا کی یہ علامات کثرت سے موجود تہین۔ گر سب سے بلند ٹیلا جہان سے نووارد اوّل اوّل متبرک عمارت کو دیکھتا ہے سلام تپی یعنی کوہ سلام کہلاتا ہے اور دہ رود کی سڑک پر بھی اسکے مقابل کا موقع موجود ہے۔ ایک شیعہ مسلمان جب اول اول یہان پہونچکر اپنی منزل مقصود کو دیکھتا ہے تو فرط جوش سے اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہے اور اون مصائب و آلام کو یاد کرکے زار و قطار روتا ہے جو اوسکے مذہب کے شہدا کو سہنے پڑے۔ یہان وہ اپنے لباس کو پارہ پارہ کرتا ہے اور ان دھجیون کو کسی شاخ یا جھاڑی سے باندھ دیتا ہے۔ تاکہ امام صاحب اوسے پہچان لین اور قیامت کے دن اوس کی شفاعت کرین۔ یہان وہ اپنے رنگین علم کھولتا ہے اور یا علیؑ۔ یا حسینؑ اور یا امام رضاؑ۔ کے نعرے مارتا ہوا اوس منزل مقصود کی طرف جلد جلد بڑھتا ہے جسکی اوسے اتنی مدت سے تمنا تھی۔ مین نے کئی دفعہ پیچھے مڑکر دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا کیونکہ پوری وادی گرد و خاک کے ایک طوفان مین لپٹی ہوئی تھی جسکے سفید بادل آسمان کی طرف کسی آتش زدہ

گھاس کے جنگل کے دھوئین کی طرح عظیم الشان مرغولون مین اوٹھ رہے تھے۔

ان پہاڑیون مین سے ایک کی چوٹی پر پتھر کی ایک سل سیدھی کھڑی ہے جو یہان خراسان کے ایک سابق گورنر جنرل کے زہد و اتقا کی یادگار کے طور پر نصب لیگئی ہے۔ گورنر جنرل طہران مین صدر اعظم اور سپہ سالار کے جلیل القدر عہدون پر سرفرازہ چکنے کے بعد معتوب ہوکر اس خدمت پر بہیجدیا گیا تھا اور یہان اوسنے مشہد کی حالت درست کرنے اور اس مین عمدہ عمدہ کاروان سرائین بنانے کی وجہ سے لوگون مین عموماً زایرون مین خصوصاً بہت کچھ شہرت حاصل کی تہی۔ اوس کا نام ابھی تک زندہ ہے نہ صرف پتھر کی ر پر بلکہ احسان مند مشہدیون کی زبان پر۔

شریف آباد

تار برقی کے ستونون کی رہنمائی سے بہت سی اونچی نیچی اور چٹیل پہاڑیون کے سلسلہ کو طے کرتے ہوئے ہم ترخ کی کاروان سراے مین جو ایک ندی کے کنارہ واقع ہے پہونچے۔ سڑک پر پیادہ روون۔ اونٹون اور گدہون کا ہجوم تہا اور مین نے ایک گاڑی بھی دیکھی جو ان پہاڑیون مین سے ایک پر ایک جگہہ پھنس گئی تھی۔ آخرکار ایک وادی ہم شریف آباد کی قبہ دار کاروان سراے مین پہونچے جسے تربت حیدری والے مشہور اسحاق خان نے موجودہ صدی (انیسوین) کے شروع مین تعمیر کیا تھا۔ یہ اسحاق خان وہی ہے جسکا ذکر مین خراسان کے باب مین کرچکا ہون نہین ۱۸۳۱ء مین ڈاکٹر وولف جسکے دماغ مین کچھ خلل ضرور تھا پہلی مرتبہ مشہد کو جاتے وقت وحشی ہزارایون کی ایک جماعت کے ہاتھ پڑنے

سے بال بال بچا۔ کاروان سراے کے چارون طرف ایک چھوٹا ساگاؤن آباد ہے
اور چاپارخانہ قریب ہی واقع ہے۔

میت لیجانے والے قافلے

کے وقت آفتاب نظر نہین آیا۔ پہاڑون پر سردی پیدا کرنے والا سفید کہر چہپا رہا تہا۔ روانہ ہوتے کے دو گہنٹے بعد ہم سلطان آباد کے گاؤن اور کاروان سراے کے پاس سے ہوکر گزرے جہان میرے سامان کا گھوڑا موقع پاکر گاؤن کی پیچدار گلیون مین بہاگ گیا اور ہمین اوسے باہر نکالنے کے لیے کچھ دیر تک اچھی خاصی آنکھ مچولی کہیلنی پڑی۔ سڑک پر کئی سو مسافر تہے جن مین سے زیادہ مشہد کی طرف جانے والی تہے۔ یہ سب کے سب یا قریباً سب کے سب گہوڑون پر سوار تہے جس سے گدہے کی سواری کے مقابلہ مین زیادہ خوشحال ہونے کا ثبوت ملتا تھا۔ مین یہ دیکھ رہا تہا کہ شیعہ مردون کی لاشین تابوتون مین مشہد کے بڑے مدفن کی طرف جاری ہین اور سیاحان سابق کے بیانات کی روسے مین نے تابوتون کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ بعض تابوت سیاہ بانات مین لپٹے ہوئے تہے اور گدہون کے دونون جانب لٹکے ہوئے تھے لیکن ایک آدمی ایک بہت لمبا تابوت اپنے سامنے زین پر رکھ کر لیجا رہا تہا اور ضرور ہے کہ کبھی کبھی اوس کے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہو بعض دفعہ کوئی میت لیجانے والا قافلہ ملتا ہے جسے اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ شیعون کی اس قدر میتین مشہد تک پہونچاوے۔ لیکن بعض

دفعہ ایک غیر پیشہ ور میت لیجانے والا بھی دیکھنے مین آتا ہے جو اپنے سفر کا خرچ نکالنے اور آخر مین کچھ روپیہ مرنے اوڑانے کے لیئے پس انداز کرنے کو اپنے کسی زیادہ متمول ہم وطن یا دوست کی لاش لیجانے کا ذمہ لیتا ہے۔

قدم گاہ

قدم گاہ مین وہ رستہ جو مشہد سے دہ رود کو آتا ہے پہاڑون پر سے اوترکر میدان کی طرف آتا ہے اور اوس رستے سے مل جاتا ہے جسپر مین سفر کر رہا تھا۔ قدم گاہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام طوس کو تشریف لیجاتے وقت یہان فروکش ہوئے تھے اور یہان کے آتش پرستون پر اپنی کرامت ظاہر کرنے کے لیئے اونہون نے اپنے قدم کا نشان ایک کالے پتھر پر چھوڑا۔ چنانچہ یہ پتھر بعد مین ہمیشہ کے لیئے زیارت گاہ ہو گیا[۱]۔ اس مقدس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ اس مسجد کا بانی شاہ عباس تھا۔ مگر اوس کا خیال صحیح نہین حقیقت مین اس مسجد کا بانی شاہ سلیمان تھا اور اس مقام کے تقدس کی وجہ سے یہان بہت سے سید

[۱] فارس کے صوبہ مین اصطخر کے قریب ایک اور قدمگاہ بھی ہے جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہان ایک چٹان پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھوڑے کے سم کا نشان ثبت ہے۔ دیکھو "پرسیڈ گکس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روئداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم بابت ۱۸۸۳ء جس مین کپتان ویلس کا مضمون مندرج ہے۔ سترہوین صدی کے مصنفین نے بعض ساسانی پتھر کی مورتون کو بھی جو شیراز کے قریب پائی گئین قدم گاہ لکھا ہے۔

رہتے ہین جو بدمعاش ہونے کے لحاظ سے اپنے اکثر دوسرے بھائیون سے کم نہین۔ مسجد ایک بڑے باغ کے اوپر کے کنارے پہ ایک مرتفع چبوترہ پہ واقع ہے۔ کسی زمانہ مین اس باغ کے کئی خوبصورت درجے پھولون کی کیاریون۔ حوضون اور بہتے پانی کی نہرون سے مزین ہوتے تھے۔ اگرچہ یہ باغ اب بہت کچھ ویران ہوگیا ہے پھر بھی کثیر التعداد درخت اس پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہین۔ مسجد کے اندر ایک ہی درجہ ہے جس مین ابھرے ہوئے کنارے والے محراب مین سے داخل ہوتے ہین اور اسکے اوپر ایک بہت بڑا قبہ ہے۔ پتھر جس پہ قدم ہے مسجد کے اندر ہے اور یہ کچھ مقام تعجب نہین کہ امام صاحب کے قدم کا نشان معمولی قدمون کی نشان سے بڑا ہے۔ ان سب بڑے آدمیون کے پاؤن بھی بڑے تھے مین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان حضرت عمرؓ کی مسجد واقع یوروشلیم مین اور بدھ کے پاؤن کا نشان کوہ آدم پہ سیلون مین دیکھا ہے اور اونکے قدمون کے بہت بڑے ناپ کو دیکھکر مجھے تعجب ہوا کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کے قدم کا نشان نسبتاً اسقدر کیون چھوٹا ہے۔ قبے کے بیرونی حصے پر کسی زمانہ مین کاشی کا کام تھا لیکن اب وہ اکھڑ کر نیچے گر پڑا ہے اگرچہ ابھی تک ایک صحیح وسالم کتبے کی دھاریان گنبد کے پیٹ اور روکار پر نمایان ہین۔ مسجد کے باغ سے نہر نکلکر سڑک کے بیچون بیچ صنوبر[1] کے درختون کی ایک شاندار قطار کے پاس سے بہتی ہوئی چارباغ خانہ اور

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ جن بیجون یا مخروطی پھلون سے یہ صنوبر اوگے ہین اونہین چار سو سال قبل ایک زاہر کوہستان

ایک بڑی کاروان سراے کے درمیان گذرتی ہے۔ زیارت گاہ سے اوپر ایک پہاڑی پر جو سطح میدان سے پانچسو فیٹ بلند ہوگی۔ قدم گاہ کا گاؤن اور قلعہ ہے اور وادی کی سمت مقابل مین جو یہان پہاڑون مین پیدا ہوئی ہے ایک اسی طرح کی پہاڑی پر ایک پرانی گڑھی واقع ہے۔

نیشاپور کا میدان

قدم گاہ سے روانہ ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ہم نیشاپور کے مشہور و معروف میدان مین پہونچے جسکی تعریف مین مورخین سابق اسقدر رطب اللسان ہوئے ہین۔ اسکے عجائبات کا اظہار کثرت کے اعتبار سے بارہ کے عدد کے اضعاف کی وساطت سے کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہان فیروزے۔ تانبے۔ سیسے۔ سرمہ۔ لوہے۔ نمک۔ مرمر اور سیلکھری کی بارہ بارہ کانین ہین۔ پہاڑون سے نکل کر ہمیشہ بہنے والی بارہ ندیان ہین۔ بارہ سو گاؤن ہین اور بارہ ہزار قناتین ہین جو بارہ ہزار چشمون سے نکالی گئی ہین۔ یہ شاہانہ دولت بالکل ضایع ہو چکی ہے۔ لیکن نیشاپور کا میدان ابھی تک زرخیز و شاداب ہے اگرچہ یہ شادابی و زرخیزی ویسی نہین جس سے روایات کے صفحے معمور ہین۔ مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اقطاع کی شادابی (کم از کم موسم خزان کے آخری حصہ مین) انگلستان کے سیر حاصل علاقہ کی شادابی سے کچھ بھی مناسبت رکھتی ہے۔ سواے اون درختون سے ڈھکے ہوئے چوکھونٹے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۱۔ بہالیہ سے لایا جاتا۔

قطعات کے جہاں گاؤں واقع ہیں اور کہیں سبزہ کا نشان نہیں پایا جاتا لیکن یہ قطعات
ہر پاؤ پاؤ میل کے بعد واقع ہیں اور کثیر التعداد نالیوں اور پشتوں سے اس بات کا پتہ
چلتا ہے کہ یہ کل علاقہ زیر آبپاشی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اناج یہاں بیج سے دس گنا
پیدا ہوتا ہے لیکن آجکل یہاں کی خاص پیداوار۔ چاول۔ افیون اور تمباکو ہیں۔ فریزر جو
۴۵ سال قبل زیادہ اچھی فصل میں اس رستہ سے گذرا اس کی دلفریبیوں کا ذکر نہایت
جوش سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎ "میں نے اس سے پہلے ایران میں سبزہ کی کہیں
ایسی فراوانی نہ دیکھی تھی اور جب نگاہ رہ رہ کر اسکے سبزہ زاروں پر پڑتی تھی تو مجھے آسانی
سے سمجھ میں آجاتا تھا کہ ایران کے فرمانروایان قدیم کو نیشاپور سے کیوں ایسا خاص اُنس تھا"

شہر نیشاپور

نیشاپور "نسا یا پانسوا۔ مورد رحمت یزدان۔ مولد ڈایونیسس ۵؎ رب النوع روایات
یونان۔ اور فردوس ایران" کی شکستہ دیواریں اور برج جن پر ایک بلند مسجد کی چھت
اور مینار چھائے ہوئے ہیں شہر میں پہونچنے سے بہت دیر پہلے ہمیں نظر آنے
شروع ہو گئے تھے ایک وسیع قبرستان میں سے گزر کر جس کی کثیف قبریں اوس
غلاظت کا ثبوت دیتی تھیں جو ایران میں کیا موت اور کیا حیات دونوں
میں ساری ہے اور شہر کی جنوبی دیوار کا چکر کاٹ کر ہم چاپارخانہ میں جو مغربی
پھاٹک کے ٹھیک باہر واقع تھا پہونچے۔ شہر پناہ جو کسی زمانہ

۵؎ قدیم یونانیوں کے عقیدے کے مطابق شراب کا دیوتا۔ مترجم

مین بلند تھی اس وقت کو جان کی شہر پناہ سے بھی زیادہ ویران حالت مین تھی ہر پچاس گز کے اندر دیوار مین بڑے بڑے سوراخ تھے اور دیوار کے بعض بعض حصے تمام وکمال غائب ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مقام پر کچھ آدمی مرمت کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ایک برج کو از سر نو تعمیر کر رہے تھے۔ ایک کھائی مین سے گیلی مٹی کی چکتیان کھود کر دست بدست اوپر پہونچا دی جاتی تہین جہان اونہین ایک دوسری پر جما دیا جاتا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ مین بالکل نہین آسکی کہ اس ترمیم سے اب کیا فائدہ مترتب ہوگا۔ اگر غنیم چاہے تو دبا وا کرتا ہوا وہ نیشاپور مین ایسی ہی آسانی سے داخل ہوسکتا ہے جیسی آسانی سے براسپٹن کی سڑک تک اگرچہ فائدہ اوسکو ایسا کرنے سے اوسی قدر ہوگا جس قدر براسپٹن کے قبرستان پر فوجی قبضہ کر لینے سے۔

نیشاپور کی تاریخ اور شہرت

نیشاپور کا نام عرف عام مین نے یا نو اور شاپور سے مشتق ہے۔ اور روایت یون ہے کہ شاپور نے از سر نو اس کو بنایا یا ایسے مقام پر بنایا جو نے زار تھا۔ لیکن یہ شہر شاپور سے بھی پہلے کا تھا اور اس کی روایتی بنیاد طہمورث سے منسوب کی جاتی ہے جو فرمانروایان سلسلۂ پیشدادی کا ایک بادشاہ تھا اور نوح علیہ السلام سے چوتھی پشت مین تھا۔ اس کا صحیح ماخذ نو (آجکل کے فارسی لفظ نیک کا مرادف) اور شاپور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شہر کو سکندر اعظم نے برباد کیا اور بعد مین شاپور اول یا شاپور ذوالاکتاف (ایرانی روایات انکو ہمیشہ مخلوط کر دیتی ہے) نے از سر نو تعمیر

کیا۔ شاپور ذوالاکتاف کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اوسنے اپنا ایک بہت بڑا مجسمہ تیار کراکر نصب کرایا جو مسلمانون کے حملے تک یہان قایم رہا۔ لیکن شاپور کے شہر کا موقع وہ نہین تہا جو موجودہ نیشاپور کا ہے بلکہ زیادہ تر جنوب و مشرق کی طرف تھا جہان اِسکے کہنڈر ابھی تک ایک نیلگون گنبد والے مقبرہ کے گرد پائے جاتے ہین جو سڑک کی بائین جانب واقع ہے۔ نیشاپور جو دنیا کے ہر شہر سے یقیناً زیادہ برباد ہوا اور پھر بنایا گیا۔ عربون کے زمانہ مین از سر نو پھلا پھولا اور اسکے بعد دیگرے خاندان طاہریہ۔ اور محمود غزنوی کا جب کہ وہ حاکم خراسان تہا اور فرمانروایان خاندان سلجوقی کا پایۂ تخت رہا۔

سلجوقیون کے پہلے سلطان طغرل بیگ نے اسے اپنا مستقر بنایا اور اوسکے عہد مین یہ عظمت و شان کے منتہائے عروج کو پہونچا۔ بہت سے مشہور و معروف سیاحون نے اسکی عظمت و شوکت اور شہرت و ناموری کا ذکر کیا ہے۔ دسوین صدی مین عرب سیاح الاصطخری نے اسے مربع شکل مین پایا جو چارون طرف ایک ایک فرسخ کے فاصلہ مین پہیلا ہوا تہا۔ جسکے چار پہاٹک تہے اور اطراف مین دو وسیع آبادیان تھین۔ گیارہوین صدی مین ناصر خسرو بیان کرتا ہے کہ اگر قاہرہ کا ہمسر کوئی دوسرا شہر ہے تو وہ نیشاپور ہے۔ ایک عرب نے اسکی قناتون اور اسکے باشندون کے متعلق یہ ظرافت آمیز فقرہ کہا ہے کہ "یہ شہر کیا ہی نفیس ہوتا اگر اس کی نہرین بالائے زمین ہوتین اور اسکے باشندے زیر زمین" ایک اور مصنف ابو علی العلوی نے بیان کیا

ہے کہ یہ شہر فسطاط[51] (قاہرہ قدیم) سے زیادہ بڑا - بغداد سے زیادہ آباد - بصرہ سے زیادہ منتظم اور قیروان سے زیادہ شاندار ہے - اس مین ۴۴ محلے ۵۰ بڑی بڑی سڑکین - ایک شاندار مسجد اور ایک مشہور آفاق کتب خانہ تھا - سلطنت خراسان کے چار[52] بادشاہی شہرون مین اس کا بھی شمار تھا -

نیشاپور کی بربادی

اب بدبختی کا دور آیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بارہوین صدی کے بعد سے اگر نیشاپور اس غرض سے تباہ ہوا کہ از سر نو تعمیر کیا جائے تو جون ہی کہ اس کی مکرر تعمیر عمل مین آئی بربادی بہی ساتھ ہی ساتھ آئی - کسی شہر نے کسی زمانہ مین ایسی سخت جانی نہین ظاہر کی - کوئی شہر کسی زمانہ مین ایسی سفاکانہ تباہی کا کھلونا نہین بنایا گیا - خود قدرت نے

---

۵۱ فسطاط کی بنا حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زمانہ تسخیر مصر مین ڈالی - اس شہر کے بنا ڈالے جانے کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے جسکو علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق مین اس طرح بیان کیا ہے -

"عمرو نے چند روز تک یہان قیام کیا اور یہین سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ علاقہ فتح ہو چکا - اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجین بڑھائی جائین - وہان سے منظوری آئی - عمرو نے کوچ کا حکم دیا -

اتفاق سے عمرو کے خیمہ مین ایک کبوتر نے گھونسلا لگا لیا تھا - خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو عمرو کی نگاہ پڑی - حکم دیا کہ اسکو یہین رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے - چونکہ عربی مین خیمہ کو فسطاط کہتے ہین اور عمرو نے اسکندریہ سے واپس آکر اسی خیمہ کے قریب شہر بسایا اس لئے خود شہر بہی فسطاط کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج یہی نام لیا جاتا ہے" الفاروق مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۱۹۶ - مترجم

۵۲ - باقی کے شہر مرو - بلخ اور ہرات تھے -

انسان کی اوسکے انتقام کے وحشیانہ عزم مین اعانت کی کیونکہ جو کچھ فاتح کی تسخیر سے بچ رہا تھا اوسے زلزلہ نے منہدم کیا[51]۔ بارہوین۔ تیرہوین اور پندرہوین صدیون مین یہان تین بڑے زلزلے آئے۔ ان کے ہاتھون جو تباہی نیشاپور پر نازل ہوئی اوسکا آغاز ترکمانون نے کیا جنہون نے ۱۱۵۳ع مین مشہور سلطان سنجر کے عہد مین اسکو ایسا غارت کیا کہ جب یہان کے باشندے لوٹ کر آئے تو اونہین اپنے گھرون کا نشان تک نہ ملا۔ لیکن اگر "ترکمانی صولت" تازیانہ کا حکم رکھتی تھی تو "مغلی ہلاوت" نے نیش عقرب کا کام دیا۔ چنگیز خان کے مغلون نے اوسکے بیٹے تلوی خان کی ماتحتی مین ۱۲۲۱ع مین شہر کو شعلہ و شمشیر کے حوالہ کیا[52] اور ایک معتبر مورخ بیان کرتا ہے کہ اونکی خوفناک

[51] عرفی نے جسکے کلام مین آثار ایران کا جابجا ذکر ہے اور جس کے اس مشہور شعر کو سنکر کہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنا دید عجم را

بے اختیار ایران کی گذشتہ شان و شوکت کا عبرت ناک نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے اپنے ایک مشہور نعتیہ قصیدے مین جسکا مطلع۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بہ شمع شعور — شنیدم آیۂ استغفروا ز عالم نور

ہے نیشاپور کے تباہ کن زلزلون کی طرف اسطرح سے اشارہ کیا ہے۔

نعوذ باللہ اگر روز حشر طے نہ کند — شفاعت تو عمل نامۂ اناث و ذکور

ز شرم کثرت عصیان من بہ رعشہ فتد — حساب گاہ قیامت چو ارض نیشا پور

مترجم

[52] اسی چنگیز گردی مین خواجہ فریدالدین عطار جنہین صوفیہ کرام کے طبقہ مین ایک ممتاز درجہ حاصل ہے اور جنکا پندنامہ زبان زد خاص و عام ہے شہید ہوئے۔ مترجم

سفاکی کی پیاس اوس وقت تک نہ بجھی جب تک کہ اوہنون نے سترہ لاکھہ چالیس ہزار
نفوس کا خون نہ بہا لیا اور شہر کو ایسا مسمار نہ کردیا کہ گہوڑا اوسپر ٹھوکر کہائے بغیر جا سکے۔
پچاس سال نیشاپور پہر آباد کیا گیا لیکن مصیبت اور عذاب کے جن جن مرحلون کو اس نے
اوسوقت سے طے کیا ہے اون کا ذکر کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مغلون تاتاریون۔
ترکمانون اور افغانون نے یکے بعد دیگرے اسے اپنا شکار بنایا اور بتدریج اسے
اوس شکل مین منتقل کردیا جسے اٹھارہوین صدی مین ایک وسیع کہنڈر سے تعبیر کیا گیا
۱۷۴۷ء مین نادر شاہ کی وفات پر اس شہر نے احمد شاہ ابدالی افغان کے حملہ کی مدافعت
کی لیکن چھہ مہینے کے محاصرے کے بعد اوسنے اسے مسخر کرلیا اور جو واقعات
کہ اس تسخیر کے وقت پیش آئے وہ اگرچہ چنگیز خان کی سفاکیون کے مساوی نہ تھے
تو کم از کم اونکے یاد دلانے والے ضرور تھے۔ لیکن فاتح جس قدر کامیاب ہوا اوسی قدر
حزم و احتیاط سے بھی اوسنے کام لیا۔ جس ترک سردار عباس قلی خان نے اوس کا
مقابلہ کیا تھا اور جسکو وہ تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا اور جسکی بہن سے اوس نے
شادی بہی کرلی تہی اوسی کو اس شہر کی حکومت احمد شاہ نے پھر دیدی۔ عباس قلی خان
اس احسان کے معاوضہ مین عمر بھر احمد شاہ ابدالی کا مطیع رہا۔ اور شہر کو آرایش و تزئین
کے لحاظ سے اپنی ہمت و مستعدی سے حالت اصلی پر لے آیا۔ اوسکے جانشین کے
زمانہ مین ۱۷۹۶ء مین نیشاپور بلاکسی جہگڑے کے قاجار غاصب آغا محمد خان کے
قبضہ مین چلا آیا اور اوسوقت سے ابتک دولت ایران کے ماتحت رہا ہے ۱۸۲۱ء

مین فریزر نے اسکی آبادی کا اندازہ ۰۰۰ ہ کیا - کونولی نے ۱۸۳۰ء مین آبادی کی تعداد ۰۰۰ ۸ ہونا بیان کی - مسٹر ایلف - گولڈاسمڈ نے بھی ۱۸۷۲ء مین یہی تعداد بیان کی - سب سے بعد کا اندازہ وس ہزار کا ہے اور یہ تعداد اوس ترقی کے لحاظ سے جسکی ایک طویل امن کے زمانہ مین امید کی جاسکتی ہے کچھ زیادہ نہین -

مقبرہ عمر خیام

اکثر انگریزی ناظرین شاید نیشاپور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہونگے کہ یہ ایران کے اوس ہیئت دان شاعر عمر خیام کا دار القرار ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجہ کے بہت سے شعرا کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہوگئے ہین - مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مینے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ "کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لیجاکر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑہاوے" اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جو وقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تہا اوسی وقت شاعر کی قبر پر اس کتاب کو بھی نذر چڑہا دیتا - اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ حالت کو اوسکے انگریزی معرفین دیکھتے تو اونہین سخت صدمہ پہونچتا - یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جس مین کبھی پہولون کی کیاریان اور پانی کی نہرین تہین مگر اب سواے خس و خاشاک کے اور کچھ نہین

رہا۔ قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے۔ اور مقام افسوس ہے کہ آجکل کے ایرانی عمر خیام کی مشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پرواہین جیسے اونیسوین صدی کے اہل لندن میتھیو پیرس[۵۱] یا ولیم آف مامسبری[۵۲] کی خاک کی طرف سے۔

سڑکین

پورمین مشہد و طہران کے سلسلہ تار برقی کا ایک دفتر تار ہے جس مین ایرانی عملہ مامور ہے مزید بران علاوہ اون دونون سڑکون کے جو مشہد سے آتی ہین۔ یہ اور کئی قابل ذکر سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ جانب جنوب ایک سڑک ترشیز سے آتی ہے اور جانب شمال ایک پگڈنڈی معادن[۵۳] سے ہوتی ہوئی جہان فیروزے کی کانین

۵۱۔ میتھیو پیرس ازمنۂ وسطی کا ایک مشہور مورخ۔ ہے جو ۱۱۹۵ء مین پیدا ہوا۔ اوس کی سب سے بڑی کتاب "ہسٹوریا میجر" (تاریخ کبیر) ہے جس مین اوسنے ابتدائے آفرینش سے اپنی وفات کے زمانہ تک جو ۱۲۵۹ء مین وقوع مین آئی۔ دنیا کے واقعات قلمبند کئے ہین۔ مترجم

۵۲۔ یہ ایک انگریزی مورخ ہے جو سامرسٹشائر واقع انگلستان مین ۱۰۹۵ء پیدا ہوا۔ اوس نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی اور عبائے رہبانیت پہن کر مامسبری کے کلیسا کے کتب خانہ کا خازن ہو گیا اور اسی لحاظ سے اوسکو مامسبری سے انتساب ہے۔ اوس کی خاص تصنیف انگلستان کی ایک تاریخ ہے جس مین ولیم فاتح کے حملہ سے لیکر ۱۱۴۳ء تک کے حالات درج ہین اوس کا سنہ وفات بھی ۱۱۴۳ء ہے۔ مترجم

۵۳۔ کرنیل ولینٹائن بیکر نے اس رستہ کا ذکر ۱۸۷۶ء مین اپنی کتاب "کلاوڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین) کے صفحات ۱۶۶۔ الی۔ ۱۷۱۔ پر کیا ہے۔

ہین کوچان کوجاتی ہے اورمغرب کی طرف وہ قدیم فراموش شدہ بحیرہ اخضر کی طرف جانیوالی تجارتی راہ واقع ہے جسکی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ ازمنہ وسطی مین چین۔ ہندوستان اور براعظم یوروپ کو جو بڑے خشکی کے رستہ کی زنجیر باہم ملاتی تھی اوس کا یہ ایک حلقہ تھی۔ یہ راہ نیشاپور سے غربی شہر اسفرائن کواسی نام کے میدان مین سے گذرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر مغربی سمت اختیار کرکے پہاڑون کواوس درہ کی طرف سے جو دہانہ گرگان کے نام سے مشہور ہے۔ اورجس مین دریاے گرگان بہتا ہے طے کرتی ہوئی اوس میدان مین جانکلتی ہے جو ڈہلتا ہوا بحیرہ اخضر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس راہ کی منزلین ایسیڈورساکن چیرکس اور الاصطخری نے اپنے سفرنامون مین بیان کی ہین اور شاہ عباس اعظم نے جو کاروان سرائین اس پر بنائی تہین وہ ابھی تک کہڑی ہین اگرچہ اب اون کے کہنڈر رہ گئے ہین۔

فیروزے کی کانین

نیشاپور سے شمال و مغربی سمت مین قریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر متذکرہ بالا سڑکون مین سے پہلی پر وہ مشہور و معروف فیروزے کی معادن واقع ہین جو نیشاپور کے قریب ہونے کے باعث ہمیشہ سے نیشاپور کی کانین کہلائی ہین۔ اگرچہ فیروزے ایران مین اور جگہہ بھی ہوتے ہین[۱]۔ اور بعض اوقات یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دوسرے

[۱] ایران مین فیروزے کی دوسری کانین جن کا ذکر مین نے سنا ہے یا جن کے حالات مین نے پڑھے ہے حسب ذیل ہین :۔ (۱) ترشیز کے قریب جنہین گورنمنٹ نے ۱۸۸۹ء مین ہزار تومان سالانہ کے ٹھیکہ پر دیدیا مگر ان مین کام نہین

ملکون مین بھی یہ پتھر پیدا ہوتا ہے لیکن تمام عملی مطالب کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا مین بھی صرف ایسی کانین ہین جو کان کنی کے مصارف کی ایک بڑی معیار پر تلافی کرتی ہین اور ہزار فیروزون مین سے جو بازار مین بکنے کیلئے آتے ہین ۹۹۹ کا مخزن ہوتی ہین - یہ کانین جن کی تعداد کثیر یہان موجود ہے جن مین کھدائی کا کام جاری ہے یا جو بند ہو گئی ہین ایک ضلع مین جسکا رقبہ چالیس مربع میل ہوگا واقع ہین - یہ ضلع معدنی پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے - یہان ایک نمک کی کان موجود ہے جس مین سے اس وقت نمک نکلتا ہے - ایک سیسے کی کان ہے لیکن اس مین سے اب سیسا نکالا نہین جاتا - اس کے علاوہ اس نواح مین بھربھرا پتھر بھی نکلتا ہے فیروزے پہاڑیون کے ایک سلسلے مین پیدا ہوتے ہین جسکے اجزائے ترکیبی سنگ سماق رسنگ سبز چونے کے پتھر اور بھربھرے پتھر ہین - یہ سلسلہ سطح سمندر سے کبھی ۵۸۰۰ سے زیادہ یا ۴۸۰۰ فیٹ سے کم بلند نہین رہا - فیروزون کے نکالنے کے دو طریقے ہین - یا تو کانون کو جو چٹانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴۱ - ہوتا - ان کا ذکر بلیو نے کیا ہے (۲) طبس کے قریب - جن کا ذکر سگر گیر اور ہربرٹ نے کیا ہے (۳) کرمان کے قریب جن کا ذکر مارکو پولو - لیسنگلے اور ہربرٹ نے کیا ہے (۴) تفت واقع ضلع یزد مین جن کا حال خانیکاف - نیپیئر اور ہربرٹ نے بیان کیا ہے (۵) قلعہ زری مین جو برجند اور نہہ کے درمیان بصیران کے قریب واقع ہے - ان کانون کا حال خانیکاف نے بیان کیا ہے - کرمان کے ضلع مین متعدد کانین پائی جاتی ہین (۱) پزیر کی کانین جو گود احمر مین ہین (ب) مشیز کے قریب (ج) شہر بابک کے قریب - لیکن ان تمام کانون سے جو پتھر نکلتے ہین اون کی رنگت نہایت زردی مائل ہوتی ہے اور وہ زیادہ قیمتی نہین ہوتے -

کے اندر غلام گردشون کی شکل مین تیار کی گئی ہین کہودنے یا بارود سے اوڑانے سے اور یا پرانی کانون کے ملبے یا اوس مٹی کو ڈہونڈنے سے جسے ندیان پہاڑیون کی پہلو سے میدان مین بہالاتی ہین۔ بہترین فیروزے اب بالعموم ثانی الذکر طریقہ سے حاصل ہوتے ہین۔ کان کنی اور فیروزہ تراشی وغیرہ مین پندرہ سو آدمی مصروف ہین جو معدن بالا اور معدن پایین کے دو بڑے گاؤن اور اسی نواح کے چند چھوٹے چھوٹے موضعون مین رہتے ہین۔

کان کنی کی تاریخ

باور کیا جاتا ہے کہ زمانہ سابق مین بعہد فرمان روایان خاندان صفویہ جبکہ ایران تمول اور شہرت کے نصف النہار پر پہونچا ان کانون پر خود سلطنت کی طرف سے کام ہوتا تھا۔ اٹھارہوین صدی کی بدعملی اور شورش وفساد کے زمانہ مین ان کانون کی طرف یا تو بالکل التفات نہین کیگئی اور یا انہین بالکل گاؤن والون پر چھوڑدیا گیا جنہون نے جو کچھ ممکن تہا ان مین سے نکالا۔ جب امن وامان قایم ہوا تو گورنمنٹ نے پھر ان پر قبضہ کرلیا اور اس صدی (انیسوین صدی) مین برابر یہ سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو ٹھیکہ پر دی جاتی رہی ہین۔ لیکن کان کنی کا کوئی معینہ اور منضبط طریقہ پہلی موجود نہ تھا۔ جو شخص جسطرح چاہتا تہا کہودتا تہا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی پرانی کانون کی چھتین اور دیوارین گر پڑین اور نہایت قیمتی پیداوار کا مخزن بالکل مسدود ہوگیا۔ اس کے علاوہ خود سائنس کی ترقی نے کان کنی کے کام کو زیادہ بے اصول کردیا کیونکہ جہان پہلے کدال سے

احتیاط کے ساتھہ کام لیا جاتا اب وہان غیر مقرر طور پر بارود کا استعمال کیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے پتھر نکالتے وقت چکنا چور ہو جانے لگے۔

آمدنی

نولی کا بیان ہے کہ جب حسن علی مرزا حاکم خراسان تھا تو فیروزے کی کانون کا سالانہ محصول ایکہزار تومان اور پتھر کے نمک کی کانون کا تین سو تومان لیا جاتا تھا۔ فریزر کے زمانہ مین (۱۸۲۱ء) دو ہزار خراسانی تومان یا دو ہزار سات سو پاؤنڈ کل کانون کے لئے اور تیرہ سو تومان سب سے بڑی کان کے لئے طلب کئے گئے۔ ایسٹوک کہتا ہے کہ ۱۸۶۲ء مین محصول صرف ایکہزار تومان یعنی چارسو پاؤنڈ تھا۔ دس سال بعد جماعت ملحوظ تصفیۂ سرحد کے اراکین کو معلوم ہوا کہ کل کانون کا محصول آٹھہ ہزار تومان یا تین ہزار دو سو پاؤنڈ تھا۔ گو کہ ۱۸۷۴ء مین کپتان نیپیر نے محصول کی مقدار چھہ ہزار تومان یا دو ہزار چار سو پاؤنڈ ہونا بیان کی۔ ۱۸۸۲ء تک محصول کی مقدار آٹھہ ہزار تومان رہی لیکن اس زمانہ مین شاہ نے دانشمندی و دوربینی کی راہ سے یہ خیال کیا کہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سال اسنے پندرہ سال کی مدت کے لئے مخبر الدولہ وزیر صیغہ تعلیمات و تار برقی و معاون کو یہ کانین اس شرح سے پٹہ پر دے دین کہ سال اول وہ نو ہزار تومان ادا کرے اور اسکے بعد ہر سال اٹھارہ ہزار تومان[1]۔ وزیر موصوف نے چند مالدار لوگون کو اپنا شریک

[1] بنجمین اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشینس" (ایران اور اہل ایران) کے صفحہ ۹۴ پر اپنی معمولی غلط بیانی سے یہ تعداد اسی ہزار ڈالر یعنی سولہ ہزار پاؤنڈ ہونا بیان کرتا ہے۔

بنا لیا اور طباع دیکیتا جرنیل شنڈلر کو جس کی خدمات سے ہر ایک مجوزہ (کہ کاش مین لفظ مجوزہ کے بجائے مکمل استعمال کر سکتا) اصلاح کے کام مین استفادہ کیا جاتا تھا ایک سال تک خدمت نظامت پر مامور رہا[۱]۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس شرکا کو اپنا طریقہ کان کنی غیر نافع ثابت ہوا کیونکہ جب مین یہان آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجلس مسطورہ نے کانین ملک التجار مشہد کو (یہ وہی باہمت شخص ہے جس نے کوچان کی سڑک کی تیاری کا ذمہ لیا تھا) دس ہزار تومان یا دو ہزار آٹھ سو پچاس پونڈ سالانہ کے شکمی ٹھیکہ پر دے دین۔ اور اس قدیم طریقہ کے بموجب جس پر ہر اجارہ دار ایرانی بابی مین کاربند ہوتا ہے ملک التجار نے بھی گاؤن والون کو اپنا شکمی حصہ دار بنا لیا۔ اوس کا ان اسامیون مین سے بعض کے ساتھ ابھی اسبات پر جھگڑا ہو چکا تھا کہ جو پتھر اونہین سے ملے اون مین سے بعض کلانی و عمدگی کے لحاظ سے متعہدہ پتھرون سے زیادہ بیش قیمت تھے۔ چنانچہ اوسنے یہ پتھر ضبط کر کے اون کا اجارہ منسوخ کر دیا۔ سال گذشتہ (سنہ ۱۸۹۰ء) مین کل فیروزون کی قیمت جو

---

[۱] ان کانون کا سب سے بہتر حال اوس کی مرتبہ رپورٹ مین مندرج ہے جو "ڈپلومیٹک اینڈ کانسیولر رپورٹس" (سیاسی و سفارتی رپورٹین) کے حصہ دوم مطبوعہ سنہ ۱۸۹۴ء مین شایع کیگئی۔ جن اور سیاحون نے معاون فیروزہ کو جاکر دیکھا ہے اوراد ملکے حالات بیان کئے ہین وہ حسب ذیل ہین:- بی فریزر (سنہ ۱۸۲۲ء) "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ باب شانزدہم۔ وضمیمہ "ٹریولس ساؤتھ آف دی کیسپین" (حالات سیاحت جانب جنوب بحیرہ اخضر)۔ صفحات ۳۴۴-الی-۳۴۶ + ایلیکس چوڈزکو (سنہ ۱۸۳۹ء) "ریویو دو دو پات" (سیر مشرق) بزبان فرانسوی + این ڈی خانیکاف (سنہ ۱۸۵۸ء) "میمائر ایسٹرا" (سرگزشت وغیرہ)۔ صفحات ۹۰-الی-۹۳ + کرنیل ویلنٹائن بیکر (سنہ ۱۸۷۳ء) کلاؤڈس ان دی ایسٹ" (گھٹا مشرق مین)۔ صفحات ۱۶۶-الی-۱۷۱-

کانون سے نکلے اسّی ہزار تومان یعنی بائیس ہزار آٹھ سو پچاس پاؤنڈ سے کم نہ تھی۔

فیروزون کی خریداری

فرض کرلینا غلطی مین داخل ہوگا کہ مشہد یا نیشاپور مین بلکہ کان کے مُنہ پر بھی جاکر سیاح کو نادر بہتر معقول قیمت مین مل سکتے ہین۔ ستر سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ فریزر نے یہ کوشش کی تھی لیکن اوسے جُل دینے کی جو بے ڈھب کوششین کی گئین اون کی وجہ سے اوسے اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اسکے بعد جو سیاح یہان آئے اون سب کو یہی تجربہ ہوا۔ بہترین پتھر دن کو کمیشن ایجنٹ کان سے نکلتے ہی خرید لیتے ہین اور یا تو یوروپ روانہ کردیتے ہین اور یا امراے ایران کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ باوجود تلاش و تفحص کے مجھے نہ تو مشہد مین اور نہ طہران مین ایک بھی اچھا فیروزہ دستیاب ہوا۔ مین اپنے تجربہ کے اظہار کے لئے بعینہ ٹیورنیئر کے الفاظ کا اعادہ کرسکتا ہون جو اوس نے دو سو سال پہلے استعمال کئے تھے۔

"سابق مین مشہد کے جوہری ایران کی پرانی کانون سے کچھ فیروزے لاتے تھے لیکن گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ سے کوئی فیروزہ اس طرح کا دستیاب نہین ہوا۔ جب مین پچھلی دفعہ وہان تھا تو صرف تین فیروزے دیکھنے مین آئے جو اچھے تھے۔ نئی کانون کے فیروزے بالکل نکمے ہوتے ہین اون کا رنگ برقرار نہین رہتا بلکہ کچھ مدت مین ہرا زردی مائل ہوکر پھیکا پڑجاتا ہے۔"

فریب دہی



وزون کے خریدار کو چاہیئے کہ مشرق کے جوہری کی عیاری سے جو ضرب المثل ہے اپنے آپکو بچائے ایک سچے فیروزے کا جو گہرا نیلا رنگ ہونا چاہیئے اوسکو مصنوعی طور سے بیچنے کے وقت تک قایم رکہنے کا ایک طریقہ ہے جسے یہ لوگ استعمال کرتے ہین - فیروزے مٹی کے گیلے برتنون یا کسی اور طرح سے نمی مین اوس وقت تک رکھے رہتے ہین جب تک کہ وہ بایع کے ہاتھ مین چلے نہ جائین - اس ترکیب سے اون کا رنگ آسمانی رہتا ہے - خریدار دام چکا کر فیروزہ لئے ہوئے گہر چلا جاتا ہے لیکن نا اُمیدی کے ساتہہ دیکہتا ہے کہ پتھر کا رنگ روز بروز پھیکا پڑ جاتا ہے یہان تک کہ کچھ مدت کے بعد پیلا سبزی مایل ہوجاتا ہے - معمولی قسم کے پتھر ایران مین خصوصًا اور مشرق مین عمومًا لگامون گہوڑے کے ساز یراق - پیش قبض کے دستون اور میانون کے مرصع کرنے کے لئے استعمال مین لائے جاتے ہین لیکن ان چپٹے سنگریزون کے بھی عمدہ نمونے اچھے دستیاب نہین ہوسکے - سب سے زیادہ معمولی قسم کے پتھر تعویذون اور نگینون کے کام آتے ہین - ان پر عربی آیات کندہ کردی جاتی ہین تاکہ اون کی رگین اور نقص چھپ جائین - اس قسم کے تعویذ اور نگینے مشہد مین زایرون کے ہاتھ کثرت سے بیچے جاتے ہین -

زعفرانی

اس جملہ معترضہ کے بعد مین پھر اپنے حالات سفر کا سلسلہ شروع کرتا ہون - نیشاپور -

کرمیدان کو میدان سبزوار سے جو ایک ہزار فیٹ کے زیادہ نشیب مین واقع ہے۔
زشت و بدنما پہاڑیون کا ایک جھکتا اور اوٹھتا ہوا سلسلہ جسپر سے سڑک گزرتی ہے
جدا کرتا ہے۔ نیشاپور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر زمین آباد کی بڑی کاروانسرائے
آتی ہے۔ اسکے بعد ایک پست دہانہ مین سے گزر کر مسافر پہاڑیون مین داخل ہوتا ہے
اور کچھ دور جاکر شور آب کا چھوٹا سا گاؤن جہان چاپارخانہ بھی ہے ایک وادی مین
نظر آتا ہے جب دوسری منزل آئی تو مجھے چاپار کے متعلق وہ تجربہ پیش آیا جس سے
زیادہ تکلیف دہ تجربہ کا ایران کے تمام سفر مین مجھے اتفاق نہین ہوا۔ جس کم بخت جانور
پر مین سوار تھا اوس سے ایسی گھناؤنی بو آتی تھی کہ بمشکل تمام مین اوس کی پیٹھ پر بیٹھ سکا
اور وہ خود درد اور کرب کے مارے اس طرح سے کراہتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اوس پر
عذاب الیم نازل ہو رہا ہے۔ جب اوس پر سے زین اوتاری گئی تو معلوم ہوا کہ اوس کی
پیٹھ پر ایک بہت بڑا گھاؤ تھا۔ اس پر مین نے غلام سے گھوڑا بدلا۔ مگر مجھے معلوم ہوا
کہ اوس کے عراقی کی بھی وہی حالت ہو رہی ہے۔ اٹھارہ میل تک برابر ان مصیبت
کے مارے ہڈیون کے ڈہانچون پر سوار ہونے پر مجبور ہوتا راکب اور مرکب دونون
کے لئے سوہان روح تھا۔ کئی میل تک ہموار میدان کا ایک قطعہ طے کرکے
ہم مقام زعفرانی مین پہونچے۔ یہان ایک زمانہ مین ایک عالی شان کاروانسرائے
تھی جسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس سے بڑی کاروانسرائے ایران مین اور کوئی
نہین۔ ایرانی جو ہر ایک شے کی تاویل مین حتی الامکان شاعرانہ نازک خیالی کو ملحوظ رکھتے

ہین بیان کرتے ہین کہ زعفرانی کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ ایک دولتمند سوداگر نے اس عمارت کے تیار کرتے وقت اینٹون مین کچھہ زعفران ملادی جو اوسنے امداداً ایک غریب شخص سے خریدی تہی جو۔ یہ زعفران معاً کرامت سے سونے کی خاک ہوگئی اور اسکے بعد ہمیشہ اینٹون مین چمکتی رہی۔ [۱] اس عمارت کو جس مین ایک زمانہ مین حمامون دکانون اور باغون کے علاوہ سترہ سو حجرے ہونے بیان کئے جاتے ہین لیکن جواب سب کے سب معدوم ہوگئے ہین۔ بعد سیاح شاہ عباس سے منسوب کرتے ہین۔ لیکن خانیکاف کی یہ رائے ایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ طرز عمارت اور کتبون سے جو کوفی خط مین ہین اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہ کاروان سراے عربون کے زمانے مین تعمیر کیگئی اور فیاساً اس کا زمانہ تعمیر ملک شاہ سلجوقی کے عہد کو قرار دیتا ہے۔ اسکے منہدمہ آثار پر اوس خیر خواہ خلائق صدر اعظم نے جسکا حال اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ زمانہ حال کی وضع کی ایک خوشنما کاروانسرا تعمیر کی۔ زعفرانی سے آگے چلکر شمالی پہاڑون سے کچھہ فاصلہ پر سڑک سبزوار کے میدان مین داخل ہوتی ہے۔ اور اس کو قطع کرتی ہوئی کچھہ دور جاکر شہر سبزوار مین پہونچتی ہے

سبزوار

سبزوار ایک شاداب وسیر حاصل ضلع کا صدر مقام ہے جہان ۱۸۷۱ء مین سخت قحط پڑا تہا اور یہ ضلع پہراب کچھہ پنپنے لگا ہے۔ ۱۸۷۱ء سے پہلے سبزوار کی آبادی کا

[۱] اس روایت کو فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے علی الترتیب اپنی اپنی تصانیف کے صفحات ۳۸۵ و ۳۸۶ اور صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳ اور جلد دوم صفحہ ۸۰ پر مختلف طور سے بیان کیا ہے۔

کا تخمینہ تیس ہزار لگایا جاتا تہا مگر قحط کی وجہ سے فوراً ہی کم ہوکر دس ہزار سے بھی گھٹ گئی لیکن اب پھر اٹھارہ ہزار ہوتا بیان کی جاتی ہے - شہر کے گرد حسب معمول کچی اینٹون کی ایک فصیل کھنچی ہوئی ہے اور شمال کی طرف ایک ٹیلے پر اس مین ایک ارک واقع ہے سبزوار کی روایتی بنا مشرق کے اور شہرون کی طرح عہد سلف کے بعید ترین طبقون سے تعلق رکھتی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس کا آغاز زیادہ موزون طور پر فرمانروایان سلسلہ سلجوقیہ کے زمانہ سے منسوب کیا جا سکتا ہے جسکے طرز عمارت کا سراغ اس کے بعض باقیات مین ملتا ہے - اپنے اکثر ہمسایون کی طرح سبزوار بھی کئی دفعہ برباد ہوا - چنانچہ محمد شاہ خوارزم نے جو دقیقہ اسکی تباہی مین اٹھا رکہا تہا اوسے تیمور نے ۱۳۸۰ء مین پورا کیا - جو خوشحالی اسنے بعد مین از سر نو حاصل کی اوسے افغان حملہ آورون نے اٹھارہوین صدی مین اپنی حقیقی قومی خصوصیت کے اقتضا سے ملیا میٹ کر دیا - موجودہ شہر کی عمر سو سال سے زیادہ نہین کیونکہ علی یار خان مزینانی خراسان کے ایک طاغی حاکم نے بعہد فتح علی شاہ اسے نئے سر سے تعمیر کیا - کچھ عرصہ سے سبزوار مین تجارت کو ترقی ہو گئی ہے کیونکہ یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ اون کی برآمد کی یہ ایک بہت بڑی منڈی ہے - شہر مین ارمنی سوداگرون کا ایک کارخانہ ہے جنکے تجارتی تعلقات روس کے ساتھ براہ استر آباد و گز ہین[۱] - یہ سوداگر روئی اور اون روس کو بھیجتے ہین اور

[۱] اس رستہ کے بجائے اب خراسان مین داخل ہونے کا وہ جدید رستہ اختیار کیا جاتا ہے جو عاشق آباد سے کوچان جاتا ہے - یہ نیا رستہ جسکا ذکر مین پیشتر کر چکا ہون سبزوار سے آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے -

تنکر اور چھینٹ کا کپڑا وہان سے منگواتے ہین۔ سبزوار مین ایک موٹا سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے اور تانبے کی بدوضع دیگچیان بھی یہان بنتی ہین۔ یہ تانبا تین کانون سے جو اس نواح مین ہین اور جو شمالی ایران مین پیداوار کے لحاظ سے سب مین زیادہ مشہور ہین نکلتا ہی لیکن یہ توقع نہین کی جاسکتی کہ ”پرشئین مائننگ رائیٹس کارپوریشن“ (کمپنی محافظ حقوق معدنیات ایران) ان کی پوری طرح سے چھان بین کرے گی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شمالی ایران کے جن جن مقامات مین بابیون کی کثرت ہے اون مین سے سبزوار بھی ہے

مینار خسروگرد

ایک اجنبی کے لیے سبزوار مین اگر کوئی دلچسپ شے ہے (بہ شرطیکہ اس غلطی کو جایز رکھا جائے) تو وہ شہر کے باہر واقع ہے۔ یہ ایک تن تنہا مینار ہے جسے ایرانی روایتاً خسروگرد[۱] کہتے ہین اور جو موجودہ شہر کی فصیل کے دوسری طرف مغرب کی سمت مین

---

[۱] مقام تعجب ہے کہ کرنیل ویلنٹائین جیسے باریک بین اور دقیقہ سنج سیاح نے اس مینار کا ذکر کرتے وقت اپنی کتاب ”کلاوڈس ان دی ایسٹ“ (گھٹا مشرق مین) کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھا ہے کہ ”یہ عجیب شکل کا مینارہ جو پکی اینٹون کا بنا ہوا ہے خسرو کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے“ خسرو سے اس مینار کو منسوب کرنا اوسی درجہ قرین عقل ہے ۔ جس درجہ ایڈورڈ دی کنفیسر (شاہ انگلستان) یا کنفیوشیس سے۔ اوڈونوون بھی اس بلند مینار سے کو ایرانی فن عمارت مین جس کی رو سے اذان دینے کے لئے عموماً مینار پر ایک غلام گردش بنادی جاتی ہی ایک غیر معمولی وضع سی تعبیر کرتا ہی لیکن اوسے یہ خیال نہین رہا کہ جس زمانہ مین یہ مینار بنایا گیا وہ سنیون کا دور تھا نہ کہ شیعون کا۔ خسروگرد ضلع بیہق کا جو موجودہ سبزوار کا دوسرا نام تھا خاص مقام تھا۔

———٭٭٭———

چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے مگر بلا شبہ اوس قدیم شہر کی حدود کے اندر تھا جسے محمد شاہ
خوارزمی نے برباد کیا۔ یہ بات مشکل سے سمجھ مین آتی ہے کہ کسی کو بھی اس مینار کی حقیقت
کے متعلق جس مین عربی فن عمارت کی ہر ایک شان پائی جاتی ہے محض اسوجہ سے تذبذب
واقع ہوا ہو کہ جو مسجد کسی زمانہ مین اسکے ساتھ موجود تھی وہ جاتی رہی ہے۔ علی الصباح اسکے
دیکھنے کیلئے مین جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو مین نے دیکھا کہ جاڑے کی آمد آمد مین
شمال اور جنوب کی طرف پہاڑون کی چوٹیان برف سے جو تازہ ہی گری تھی سفید ہو رہی تھین
آفتاب نے طلوع ہو کر اپنی شعاعین جب اُن کی جگمگاتی ٹوپیون پر ڈالین۔ تو وہ نورانی
نظر آنے لگین اور اون کے دامن ہائے زیرین کی اودی اور ارغوانی سنجاف عجب
بہار دکھانے لگی۔ اوڈونوون نے تعظیم کے خیال کو بالائے طاق رکھ کر اس مینار کو دور
سے کسی کارخانے کے دودکش سے تشبیہ دی ہے۔ اس مین شک نہین کہ یہ تشبیہ
کسی حد تک صحیح ہے لیکن جب ہم اس مینار کے پاس پہونچتے ہین تو یہ وہم رفع ہو جاتا ہے
اس وقت ہمکو نظر آتا ہے کہ یہ ایک اونچی لاٹھ ہے جو ایک سو فیٹ بلند ہوگی۔ اور
جس کی اینٹون کی چنائی اسطرح ہوئی ہے کہ بیرونی سطح پر آرایشی کام نظر آتا ہے۔ یہ لاٹھ
گاؤدم ہوتی ہوئی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اور خط کوفی کی ابھری ہوئی اینٹون کی دھاریان اس پہ
ثبت ہین۔ چوٹی ٹوٹی ہوئی ہے اور اسلئے لاٹھ ناتمام معلوم ہوتی ہے۔ یہ لاٹھ ایک
چونے اور کنکر کی تیار کی ہوئی کرسی پر کھڑی ہے جو چھ فیٹ نظر آتی ہے اور ایک اور چبوترے
پر جو قریب آٹھ فیٹ کے بلند ہے قایم ہے اس چبوترہ کے گوشون پر دروازے

بنے ہوئے ہین اور اسکے گرداگرد چہوٹے چھوٹے ستون اور ایک پست سی کچی مٹی کی دیوار کھینچی ہوئی ہے - فریزر ۱۸۲۲ء مین اس لاٹہہ پر ایک چکردار زینے سے جو اسکی اندر سے اوپر چڑہا تھا اور اوڈونون نے بھی ۱۸۸۱ء مین اوس کی تقلید کی - یہ زینہ اب منہدم ہوگیا ہے -

اس مینار کی تاریخ

سیاح کو فی خط پڑھ سکتا ہوگا اوسے زمانہ قدیم کی اس دلچسپ یادگار کی تاریخ کے متعلق کبھی بھی شبہ وارد نہ ہوا ہوگا کیونکہ جو کتبہ مینار پر ثبت ہے اوس مین لکھا ہی کہ ۵۰۵ھ (مطابق ۱۱۱۱ء) مین یہ مینار ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے سلطان محمد کے عہد مین جب کہ سلطان سنجر فرمانروائے خراسان تھا تعمیر کیا گیا - افغانون نے جب ۱۷۲۲ء مین حملہ کیا تو اس مینار کو سخت صدمہ پہونچا مگر بعد مین نادر شاہ نے اسے درست کردیا اور اب یہ اوس شہر اور اوس عظمت وشان کی ایک ہی یادگار رہ گیا ہے جو دنیا کے صفحہ سے مٹ چکی ہے -

مہر اور مزینان

سبزوار کے قریب زمین زراعت سے سرسبز تھی - علی الخصوص کپاس کے کہیت کثرت سے کہڑے تہے لیکن ایک گھنٹہ سے بھی کم کی مسافت ہم نے طے کی ہوگی کہ کہیتیان نظر آنی موقوف ہوگین - ہمارے سامنے اور دہنے بائین ایک ویران کنکریلا میدان پہیلا ہوا تھا جسکے وسط مین کچھہ فاصلہ پر ایک پہاڑ جسکی دو مخروطی چوٹیان تہین کھڑا تھا اور

جب ہم اسکے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اسکی ریڑہ کچھ دور تک پھیلی ہوئی چلی گئی ہے
اس پہاڑ کو اپنی بائین طرف چھوڑکر ہم اوس برف پوش سلسلہ کوہ کے قاعدہ کی طرف بڑہے
جو شمال کی طرف واقع ہے اور پانچ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم موضع مہر مین پہونچے یہ
پہلی آبادی تھی جو تیس میل کے بعد ہمارے دیکھنے مین آئی - چاپار خانہ گاؤن کے عین وسط
مین واقع ہے اور گاؤن کی سب سے بڑی گلی کے بیچون بیچ ایک تیز اور گدلی نہر بہتی ہے
مہر اور مزینان کے درمیان مین نے پہلی مرتبہ ایک کویر یعنی دشت نمک دیکھا یہ وہ عجیب و غریب
اور وحشت انگیز صحرا ہین جو بعض دفعہ سخت میدان اور بعض دفعہ فریبندہ دلدل کا حکم رکھتے
ہین اور وسط ایران کے اکثر حصہ مین پھیلے ہوئے ہین - آگے چل کر مین ان کا ذکر خاص طور
سے کرون گا - ریت کے سفید قطعے لون کی ایک پتلی تہ کے نیچے چمکتے ہوئے نظر
آتے تھے اور کچھ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا اوتھلے ڈابر ہین - مزینان کسی زمانہ مین بہت
بڑی آبادی تھی اور مستحکم گاؤن اور شہرون کے ایک مجموعہ کا مرکز تھی مگر ۱۸۳۱ء مین ایک
طاغی سردار کی سرکشی کا خمیازہ اسکو بھگتنا پڑا اور عباس مرزا نے اسے برباد کرڈالا - اب
اس مقام کی حالت نہایت ہی تباہ ہے - جو مکانات یہان موجود ہین وہ بوسیدہ یا ویران
ہین - گاؤن کے حوالی مین گزشتہ زمانہ کی ایک یادگار ایک کاروان سراے کی شکل مین
ہے جسے شاہ عباس نے تعمیر کیا تھا موجود ہے - ایک اور دلکشا تر عمارت بھی یہان موجود ہے
جو ہارون الرشید کے بیٹے اور حضرت امام رضاؑ کے قاتل مامون کی بنائی ہوئی ہے
لیکن اب اجڑ چلی ہے چارون طرف دوسرے قصبات یا دیہات کے آثار نظر آتے

ہین جو سب کے سب ویران ہین۔ جب مین ایک یخ بار صبح کے پانچ بجے مزینان سے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو دونون بڑی کاروانسرائون مین زایرون کے قافلے کوچ کی تیاریان کر رہے تہے اور گاہ بیگاہ کسی رفیع الصوت سپاہیا حاجی کے اللہ اکبر کی ضرب لگانے کی آواز کانون مین پڑتی تھی جسکے جواب مین زایرون کی کل جماعت صدائے بازگشت کی طرح وہی ضرب لگاتی تہی جسکی آواز سرد ہوا مین دور تک گونجتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ گاؤن کے دوسرے کنارے پر سے بھی اسی طرح کی آوازون کی گونج بلند ہوتی تھی۔ غرضنکہ اس شور اور پکار کے ساتھہ ان مقدس انبیاء السبیل کے لئے ایک نئے دن کا آغاز ہوا۔

زایرون کے قافلے

روزمرہ کے سفر مین زایرون کی جو تعداد کثیر میرے دیکھنے مین آئی اور جنہون نے مشہد کی سڑک کو گویا اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اون کا ذکر مجھے اس بات کا شوق دلاتا ہے کہ اپنے ہر روز کے سفر کے غیر دلچسپ حالات مین اون انسانی حوالی کی کیفیت کے اضافہ سے نرالا پن پیدا کرون جو مشہد کی سڑک کے محیط ہین۔ زایرون کی جماعتون کے سفر کا رخ اوس سمت کے مقابل تھا جس مین مین سفر کر رہا تھا۔ لبعض اوقات میلون سے کوئی کاروان بہتا ہے وسیع پر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا نظر آجاتا تھا۔ جب یہ کاروان قریب پہونچتا تہا تو زایرون مین سے کسی متقی یا خوش الحان شخص کی آواز قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے سنائی دیتی تھی یا کوئی زیادہ تر زندہ دل مسافر کسی ایرانی اُستاد کے

استعار گاتا ہوا سننے مین آتا تھا۔ جب اس قافلہ کا لمبا سلسلہ بالکل پاس آجاتا تھا تو اس مین گوناگون راکب اور انواع و اقسام کے مرکب نظر آتے تھے۔ متمول اور خوشحال لوگ گھوڑون پر سوار قلیان کا دم لگاتے جاتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹون پر سوار تھے خچر بھی بہت سے تھے جن پر کجاوے لدے ہوئے تھے۔ لیکن

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است　　　　چون بار ہمی برد عزیز است

عام طور سے بوجھ اوٹھانے کے لئے گدھا ہی دیکھنے مین آتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے جانورون پر اسقدر بوجھہ لدا ہوا تھا کہ دیکھہ کر حیرت ہوتی تھی۔ ہانڈیان اور دیگچیان اور برتن اور بندوقین اور پانی کی صراحیان اونکے دونون طرف لٹک رہی ہین اور گھر بھر کا کل سامان اون کی پیٹھ پر تھا اور اس تمام سامان پر سخرہ انگیز متانت و سنجیدگی کے ساتھ ... سامان کی مرغیان بھی موجود تھین۔ غریب زائرون کے لیے یہ معمولی بات ہے کہ پیدل سفر طے کرتے ہین اور جب تھک جاتے ہین تو کچھ دور کے لئے گدھے پر سوار

۵۱ کجاوہ جو نہایت تنگ ہوتا ہے اور جس مین تکلیف دہ ہچکولے لگتے ہین اور پینڈون کے لئے جن کا نیچے کا دھڑ اہل مشرق کی طرح ہر طرف مڑ اور دب سکنے کا عادی نہین ہے نہایت ہی زحمت کی سواری ہے بلکہ اس مین سوار ہونا یورپیون کے لئے قریباً ناممکن ہے۔ آدم اولیریس جو ۱۶۳۷ء مین ہالسٹین کے ڈیوک کی سفارت کے ہمراہ بطور سکرٹری مامور ہوکر آیا اپنے مصائب و آلام کی کیفیت حسب ذیل بیان کرتا ہے "طبیب سفارت کو اور مجھے کنژاوہ (کجاوہ) مین ایک ہی اونٹ پر بٹھایا گیا جس سے ہمین سخت تکلیف ہوئی۔ ایک عذاب تو ہمین اس بڑے جانور کی چال سے سہنا پڑتا تھا جو ہر قدم پر ہمین غضب کا جھٹکا دیتا تھا اور دوسرا تمام اونٹون کی ناقابل برداشت عفونت سے جو سیدھی ہماری ناک مین آکر حلول کرتی تھی"

ہو لیتے ہین۔ صبح کے وقت بسا اوقات یہ دیکھنے مین آتا ہے کہ مالک اپنے گدہے پر سوار بے خبر سو رہا ہے اور دھڑام سے زمین پر گر پڑا ہے۔ ہر ایک قافلہ کا ایک کاروان باشی یعنی قافلہ سالار ہوتا ہے جسکی علامت اکثر یہ ہوتی ہے کہ ایک سرخ پرچم جو ایک نیزے پر لہرا رہا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھہ رکھتا ہے۔ مرد اپنے بڑے بڑے اونی فرغلون مین جن سے اون کا سر تک ڈہکا ہوا تھا اور جن کی خالی آستینین دونون طرف بغلون پر سے بڑے بڑے کانون کی طرح نکلی ہوئی تہین سپٹے ہوئے جا رہے تھے اور بسا اوقات اونکے چہرونکا پہچاننا مشکل تھا۔ لیکن اگر مردون کا پہچاننا مشکل تہا تو اون نیلے سوت کے ہیولائی تودون کا پہچاننا جو گدہون کی پیٹھہ پر لدے ہوئے تھے اور بھی زیادہ مشکل تھا اور میری حمیت مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ مین اون کا انسانی الاصل ہونا باور کرون۔

ایک یا دو دفعہ جب ایک اس طرحکے قافلہ کے پاس سے مین ہوکر گزرا تو مین نے جان بوجھہ کر گھوڑے کو مہمیز لگائی اور سرپٹ دوڑایا کیونکہ گدہون کا اپنے پیچھے گھوڑے کی ٹاپون کی آواز سنکر دولتیان جہاڑتے ہوئے رستہ سے کترا کر بہاگ جانا اور جو بے ڈول تودے اون پر لدے ہوئے تھے اون کا ہلنا اور ڈگمگانا اور آخر مین چیخین مارنا اور نقابون کا اون کے چہرون پر سے اتر جانا اور اپنی سواری پر سے نیچے گر پڑنے کے خطرے مین مبتلا ہونا ایسا سمان نہ تھا کہ کوئی دیکھے اور ہنسی کے مارے جسکی ایسی اشد ضرورت تھی اور جس سے لطف اوٹھانے کیلئے اس قدر محنت کیگئی تھی پیٹ مین بل نہ پڑ پڑ جائین۔ عام طور سے ہر قافلہ کے ہمراہ فقیرون کی ایک جماعت بھی تہی جو ادہر مجھہ سے

بھیک مانگتے تھے اور ادوہر کافر سجھہ کر مجھہ پر تین حرف بھیجتے تھے۔ اِسکے علاوہ بھوکے حال درویش بھی تھے جو اسلامی ممالک مین سب سے زیادہ تکلیف وہ اوسوقت ہوتے ہین جب وہ بھیک مانگتے ہین۔

دوسرے لوگ

نہین کہا سکتا کہ جسقدر لوگون سے ہم دو چار ہوئے وہ سب کے سب زیارت کرنے کیلئے جارہے تھے۔ برخلاف اسکے ہمین بعض دفعہ خاموش ومتین سوداگرون سے بعض دفعہ ملاؤن سے جو موٹے تازے گدہون یا خچرون پر سوار تھے۔ بعض دفعہ سرکاری عہدہ دارون اور سپاہیون سے اور بعض دفعہ قبایل کے قبایل سے جو ہجرت کرکے دوسرے علاقہ مین جارہے تھے سابقہ پڑتا تھا۔ ہر صنف وقسم اور سن وسال کے مسافر سڑک پر تھے۔ سوار اور پیدل۔ امیر اور غریب۔ شریف ورذیل غرضکہ شاندار۔ غریبامور۔ نفرت سحر انگیز مشرقی دینا کے سبھی طرح کے نمونے دیکھنے مین آتے تھے۔

کاروانسرائین

رات کے وقت یہ گوناگون اور متنوع عناصر (کیونکہ مختلف ممالک کے زایر یہان آتے ہین۔ اون کاروان سراؤن مین پناہ لیتے ہین جو تمام راہ مین دس دس پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ سے واقع ہین۔ ان عمارات کا مین نے اتنی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ مین یہان ضمنی طور پر اون کا کسیقدر تفصیلی حال بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون۔ کاروانسرائے کو مشرق کی سرائے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن انگلستان کی سرائے کے ساتھہ اگر اسکو کوئی مشابہت

ہے تو وہ صرف برائے نام ہے۔ کیونکہ کاروانسرائے پر نہ کوئی شاندار علامت ثبت ہوتی ہے۔ نہ کوئی فرحت افزا او لکشا نشستگاہ ہوتی ہے۔ نہ کوئی صاف ستھرا کمرہ ہوتا ہے جہان سامان خورونوش مہیا ہو اور نہ کوئی منکسر خادم یا خندہ پیشانی مالک سرائے تمہارے خیر مقدم کے لئے بڑہتا ہے۔ کاروانسرائے کا محافظ اور نگران شاید ایک ہی شخص ہوتا ہے اور بس مسافر کو ہر ایک چیز کا اہتمام بذات خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنے جانورون کی نگہداشت اوسے خود کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سامان کے ڈھیر کی نگرانی بھی خود ہی کرتا ہے۔ اپنے لئے آگ وہ خود جلاتا ہے اور اپنا کہانا وہ آپ پکاتا ہے عمارت عموماً اینٹ یا پتھر کے ایک وسیع مربع یا مستطیل مکان کی شکل کی ہوتی ہے جس کی اندر ایک کہلا صحن اور اوسکے گرداگرد حجرے بنے ہوئے ہوتے ہین۔ اسکے دو بیرونی پہلو اور عقب کی دیوارین سادہ ہوتی ہین اور کچھہ دور سے دیکھنے پر یہ عمارت ایک بہت بڑا قلعہ معلوم ہوتی ہے اور بسا اوقات بانیان عمارت نے اس خیال کی پوری پوری تصدیق اسی ارادہ سے اس طرح کی ہے کہ زاویون پر باہر کو نکلے ہوئے برج ہین اور اوپر ایک فصیل ہے۔ سامنے کی بیرونی دیوار یا روکار بڑے بڑے محرابی طاقون کا ایک سلسلہ ہے جسکے ساتھہ دو فیٹ اونچا ایک چبوترہ بہی ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم مین راتون کو بسا اوقات ان چبوترون پر مسافر سوتے ہین۔ وسط مین ایک بہت بڑا پہاٹک ہے جسکے اوپر بعض دفعہ ایک برج یا بالاخانہ ہوتا ہے اس پہاٹک کی راہ سے اندر کی انگنائی مین داخل ہوتے ہین جسکا رقبہ شاید پچاس گز مربع ہوتا ہے اور جسکے اطراف مین دو کہلی

ہوا اور درجے بیرونی دیوار کے درجون کی طرح ہوتے ہین۔ اعلی درجہ کی کاروانسراؤن
مین ان محرابی درجون مین سے ہر ایک کی پشت پر ایک دروازہ ہوتا ہے جس مین سے
ایک اندرونی حجرہ مین داخل ہوتے ہین جو سردی کے موسم مین رات کے وقت خواب
گاہ کا کام دیتا ہے۔ ان کے پیچھے بیرونی دیوار سے ملے ہوئے گرم وتاریک
طویلون کی قطارین ہوتی ہین جن مین جانور باندہ دیے جاتے ہین اور جنہین چارون کونون
سے داخل ہوتے ہین۔ غرضکہ ایک عام ایرانی کاروانسرا کی یہ ہیئت ہوتی ہے
چند ترقی دادہ یا جدید وضع کی کاروانسراؤن مثلاً برازجان کی کاروانسرائے مین جو خلیج فارس
کے قریب واقع ہے (یہ عمدہ ترین سرائے تھی جو کل ملک مین میرے دیکھنے مین آئی)
ذی رتبہ یا ذی ثروت مسافرون کے لیئے اوپر کی منزل پر چند درجے ہوتے ہین۔ مگر علی العموم
ایران کی سرائے کی تدبیر منزل مین جمہوریت کا عنصر زیادہ ترساری ہے۔

رات کے وقت اونٹ کا سفر

مشرق کے اس قسم کے سفر کی جو بہت سی غیر معمولی یادگارین مسافر اپنے ساتھ لیجاتا
ہے اون مین شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پراثر یاد اون اونٹون کے قافلون کی
ہے جن سے وہ رستے مین رات کے وقت دوچار ہوتا ہے۔ شب تاریک مین دور سے
فریاد جرس سنائی دیتی ہے اور اسکی ماتمی آواز جو تہوڑی ہی دیر بعد بلند ہوتی ہے
بتدریج زیادہ قریب آتی جاتی ہے اور گاہ بیگاہ کسی چہوٹی گھنٹی کی ٹن ٹن اسکے ساتھ ملکر
بتاتی ہے کہ اوسی قافلہ کا آخری حصہ بھی قریب آپہونچا ہے۔ بڑا جرس قطار کے

پہلے اونٹ کے گلے مین پڑا ہوتا ہے لیکن جب اس کی آواز قریب تر اور بلند تر ہوتی جاتی ہے تو نہ تو کوئی اور آواز اوس کا ساتھہ دیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز ہی نظر آتی ہے دفعتاً تاریکی مین سے ایک جہاز کے سایہ کی طرح قافلہ کا سرگروہ بے پاؤن نمودار ہوتا ہے۔ اوسکے گدگدے تلوون کی دہمک ریت کے نرم بچھونے پر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور بیابانی غولون کی ایک بڑی مسلسل قطار کی طرح یہ خاموش سلسلہ پاس سے گذر جاتا ہے اور شب تار کی پہنائی مین نگاہ سے غایب ہوجاتا ہے۔

لطف تقابل

لیکن سب سے زیادہ انوکہا اور ہمیشہ یاد رہنے والا ہے وہ تناقص جو مشرقی ساحت اور انگلستان کے طرز زندگی اور ذرایع نقل وحرکت مین پایا جاتا ہے۔ نہ یہان بہاری ارلبے اور فرنی چھکڑے کسان کے مکان اور اوسکے کہیتون کے درمیان آتے جاتے ہوئے نظر آتے ہین۔ نہ ہلکی گاڑیان اور تیز رو سواریان مکانی سڑکون پر سرعت کے ساتہہ جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین۔ افسوس! یہان سڑکین ہی نہین ہین اور جب سڑکین نہین ہین تو پھر گاڑیان اور چھکڑے کیسے۔ خس پوش اور کہپریل کے مکان۔ کہیتون کی بیچ کی گذرگاہین جہاڑیون کی باڑین۔ صاف ستھری کھیتیان۔ چھلکتی ہوئی ندیان اور ان سب کے بعد ریل کا دہوین کی قطار اپنے پیچھے چھوڑکر ناگہانی جھپٹ کے ساتھ گرجتے ہوئے پاس سے گذرجانا یہ سب باتین ایسی ہین کہ مشرق کے مسافر کو خیال ہوتا ہے کہ یہ سرے سے دنیا مین ہین ہی نہین۔ اور کم از کم اہل ایران کے

لئے جن کی باوجود تنگ خیال اور غیر نشو و نما یافتہ ہونے کے یہ کیفیت ہے

"کہ جس حال مین ہین اوسی مین ہین شادان"

حقیقت مین ان چیزون کا وجود ہی نہین۔ وہان تو یہ حالت ہے کہ جس چیز مین دیکھو نقل و حرکت۔ تیزی و سرعت اور مستعدی و چالاکی کا تلاطم بپا ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ قرار و سکون۔ کہنگی و فرسودگی اور غیر تغیر پذیری و کاہلی کی ایسی مہر لگی ہے کہ ٹوٹتی ہی نہین

ترکمانی تاخت و تاراج

مزینان اور شاہ رود کے درمیان جن مین تقریباً ایک سو میل کا فاصلہ حایل ہے چار منزلین واقع ہین جو سابق مین منازل ہفتخوان کی طرح دشوار گزار سمجھی جاتی تہین۔ یہان خراسان کے پہاڑون کی مغربی حدود جو اوس پر پیچ سلسلہ کوہ سے شاخون کی شکل مین پہٹ کر نکلی ہین جو دریائے اترک کے طاس کے گرد حلقہ زن ہین میدان سے آملتی ہین اور سڑک اون کے دامنون اور نشیب و فراز مین سے لہراتی ہوئی گذرتی ہے یہ تمام کوہستانی علاقہ ایک زمانہ مین ترکمان قزاقون کی دستبرد اور لوٹ مار کا دنگل تھا اور ان وادیون اور گہاٹیون سے نکلکر وہ بلائے ناگہانی کی طرح مشہد کو جانے والے یا وہان سے آنے والے مسافرون کی بیکس جماعتون پر چہاپہ مارتے تہے اور جو کچھہ نقد و جنس اونکو ملتا تھا اوسے لوٹتے۔ جانورون کو اپنے آگے آگے ہانکتے اور قیدیون کو اپنے آگے گہوڑون پر بٹھا کر وہ اوسی تیزی سے اپنی پہاڑی کمین گاہون مین چلے جاتے تہے جس تیزی سے آئے تہے۔ مشہد سے مزینان تک جس رستہ کا مین ذکر کر چکا

ہون اوسکے کنارہ کنارہ مین سے اون کی موجودگی سے خوف کا بیّن ثبوت اون چھوٹے چھوٹے مدور برجون کی شکل مین دیکھا جو میدان پر جا بجا اس طرح کھڑے تھے جس طرح کسی بساط پر شطرنج کے مہرے اور جو عاشق آباد سے مشہد اور سرخس سے فرہ بلکہ شاہ رود سے قم تک اِن خوفناک سرحدی لٹیرون کی مخصوص شکارگاہ کے نشانات تھے ۔ بعض بعض مقامات پر تقریبًا ہر ایک کہیت مین ایک اس قسم کی عمارت کھڑی ہوئی نظر آتی تھی جو اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ جون ہی گرد کے اوٹھنے سے غنیم کے آنے کا حال معلوم ہوتا کسان فورًا ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سے جو تہ مین ہوتا تھا اسکے اندر گھس کر سوراخ کے مُنہ پر دو بڑے پتھر رکھہ دیتا تھا اور جب تک کہ یہ طوفان گذر نہ جاتا تھا اوسوقت تک اندر چھپا رہتا تھا۔ ترکمان لٹیرون کا جو خوف اُس زمانہ مین لوگون کے دلون پر چھایا ہوا تھا ۔ اور اپنی حفاظت آپ کرنے کی وجہ سے مجبوری کی جو حالت عام طور سے ملک مین پھیلی ہوئی تھی اوسکا اسی طرحکا ثبوت اون گڑھیون سے ملتا ہے جو اوس تمام علاقہ کے ہر ایک گاؤن مین بنی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے ۔ خوف کے وقت انہین گڑھیون مین باشندے پناہ لیتے تھے بیچارے مصیبت کے مارے کسان جب ایک دفعہ گڑھی کی چاردیواری کے اندر داخل ہو جاتے تہے تب تو وہ سلامت رہتے تھے لیکن اگر کہین کھلے میدان مین وہ دشمن کے قابو مین آجاتے تہے تو اسکے صرف دو نتیجے ہوتے تہے یا تو بخارا یا خیوا کا نخاس اور یا موت ۔

فوجی بدرقہ



نصیب دہقان کو جس مصیبت کا ہر روز سامنا کرنا پڑتا تہا وہ سڑک کے اس خوفناک قطعہ پر جس کا مین اب حال بیان کرنے والا ہون ڈرپوک زایر کو بھی پیش آتی تہی - اس خطرہ کی مدافعت کے لیے بہت کچھہ احتیاطی تدابیر عمل مین لائی جاتی تہین شاہ رود اور مزینان سے مہینے مین دو دفعہ ایک فوجی بدرقہ روانہ ہوتا تھا - اس مین پیدل سپاہیون کی ایک جمعیت توڑیدار بندوقون سے مسلح اور ایک رسالہ ایک پرانی توپ کے ساتھ ہوتا تھا - میان دشت دونون بدرقون کا مقام اتصال تہا جہان ایک دوسرے کو سبکدوش کرتا تھا - مزینان کی جمعیت کا صرف جس مین ڈیڑہ سو توڑے بندوقون والے جوان اور توپ خانہ کے بارہ سوار تہے مزینان کے گاؤن والون پر بجائے معمولی محصول کے عاید کیا جاتا تہا - اور ۱۸۷۲ء مین بھی جب جماعت مامورہ تصفیہ سرحد سیستان کے اراکین طہران جاتے ہوئے ادہر سے گذرے تو اونکے ساتھ حفاظت کے لئے مزینان اور شاہ رود کے درمیان ۸۰ توڑیدار بندوقون والے جوان ساڑھے چار پونڈ کے گولے والی ایک توپ جس مین چھہ گہوڑے جتے ہوئے تہے اور ڈیڑہ سو سے لیکر دو سو سوار دن تک کی ایک جمعیت متعین تہی -

زایرون کا بیم وہراس

کونولی - فریزر - ایسٹوک - اوڈونون اور دوسرے مصنفین نے جنہین زایرین کے کاروانون کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اپنے زاہد وعابد ہمراہیون

کے خوف وہیبت سے کے حالات کی بے نظیر یادداشت چہوڑی ہے - ایرانی ہمیشہ
بزدل ہوتا ہے مگر ایرانی زائر اوس سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جب ترکمان پاس
ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ گویا اوس مین جان ہی نہین رہتی - پہلے تو تشویش ناک افواہین
پہیلتی ہین اور روانگی مین توقف ہوتا ہے اوسکے بعد کسی مبہم سے خبر کو سنکر قافلہ روانہ ہوتے
ہوتے رہ جاتا ہے اور انجام کار بڑی ہمت کرکے قدم آگے بڑہاتا ہے اور اکثر رات
کے وقت سفر کرتا ہے جب کہ تاریکی خطرہ کو رفع کرنے کے بجائے اور اوسکی معین ہوتی
ہے - اوّل توڑہ دار بندوقون والے جوان اپنے توڑون کو سلگاتے یا تو پیدل اور یا
گدہون پر سوار نکلتے ہین - اوسکے بعد رسالہ کے جوان چقماق والی بندوقین اور سہ پائی لئے
آ‌تے ہین اور ان کے بعد زائرین کی بڑی جماعت آتی ہے جو حتی الامکان توپچیون اور
توپ کے قریب رہتی ہے - توپ کو محافظ جان ومال سمجھا جاتا تہا مگر واقعات
بتاتے ہین کہ اس غرض سے یہ ایک دفعہ بھی چلائی نہین گئی - ان سب کے بعد
پھر سپاہی آتے ہین اور گرد و غبار مین لپٹا ہوا پریشانی اور تشویش کے عالم مین
قافلہ آگے بڑہتا ہے - اون کے چلاّتے اور گانے اور وظیفہ پڑہتے اور ایک دوسرے
کو برا بھلا کہتے اور آپس مین لڑنے جہگڑنے کا شور میلون سے اونکے آنے کی خبر
دیتا ہے اور اگر وہ لوٹے جانے سے بچتے ہین تو اس کی وجہ یہ نہین کہ قزاقون کو گرفتاری
کا خوف ہوتا ہے یا وہ توپ سے ڈرتے ہین بلکہ اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ مال غنیمت
اس قدر نکما ہے کہ لٹیرون کی نظرون مین اوس کی کوئی قدر و قیمت نہین ہوسکتی کیونکہ

مسلمان زایر جب روانہ ہوتے ہین تو اپنا تمام مال و متاع پیچھے چھوڑ آتے ہین غرضکہ اُن کے خوف زدہ تصور مین ہر ایک جھاڑی دشمن کی کمینگاہ ہوتی ہے۔ ہر ایک ہوا کا جھونکا جس سے گرد اڑے غنیم کے حملہ کا قاصد ہوتا ہے اور ہر ایک پہاڑی ایک چھپے ہوئے سوارون کے دستے کے مامن کا حکم رکھتی ہے۔ جب قافلہ منزل مقصود کو پہونچتا ہے اور خدا کی تائید سے اوسکے یہ خاص بندے صحیح و سلامت وہان پہونچ جاتے ہین تو بآواز بلند خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور یا علیؑ یا حسینؑ اور شیعہ مذہب کے دوسرے تمام ائمہ کے نام لے لے کر نعرے مارے جاتے ہین۔

گرفتاری کے قصے

لیکن یہ کہنا قرین انصاف ہوگا کہ اگرچہ ایک قافلہ کے قافلہ کا بیم و ہراس قابل تحقیر تھا تاہم انفرادی حیثیت سے لوگون کا خوف بلاوجہ نہ تھا۔ ابھی تک بہت سے واقعات اس قسم کے بیان کئے جاتے ہین کہ ترکمان قزاقون نے اکیلے دکیلے مسافرون یا چھوٹی جماعتون کو گرفتار کرلیا اور اس نواح کے دیہات مین مشکل ہی سے کوئی ایسا کسان ملیگا جس پر کبھی نہ کبھی اوسکے کھیتون یا پانی کے چشمون پر قزاق نہ آگرے ہون اور جسے اگر خوبی قسمت سے سالہا سال کی غلامی کے بعد فدیہ دیکر رہا کرالیا گیا ہو تو اوسکی جسم پر سفاکی و بیدردی و طوق و سلاسل کا عمر بھر نہ مٹنے والا نشان نہ پایا جاتا ہو۔ کرنیل ایون اسمتھ نے یہ بیان کرنے مین غلطی کی ہے کہ موسوڈی بلاکول فرانسیسی عکاس جس نے اس فن کو شوقیہ طور پر اختیار کیا تہا اور جو ۱۸۶۰ء مین مرو کی مہم کے ساتھ

جسکا انجام بربادی اثر ہوا اس غرض سے گیا تہا کہ تصویرین اتارے اور شاہ کے لیے میدان جنگ کا ایک رنگین مرقع کھینچے اسی سڑک پر گرفتار کیا گیا اور اوس وقت تک رہا نہ ہوا جب تک ۱۵ مہینے کی قید بھگتنے کے بعد اوس کے شاہی سرپرست نے گیارہ ہزار تومان (جو اوس زمانہ مین پانچ ہزار پاونڈ کے مساوی ہوتے تہے) کا فدیہ اوس کی رہائی کے لئے ادا نہ کیا۔[1] اصل واقعہ یہ ہے کہ ترکمانون نے اوس حملہ مین اوسے گرفتار کیا جو اونہون نے بمقام مرو ایرانی دستہ فوج پر کیا تہا۔ البتہ یہ واقعہ درست ہے کہ اسی ایک پر ایرانی فوج کا ایک جرنیل جسکے زیر کمان چھ ہزار فوج تھی جب دو یا تین لمحون کے لیے اپنی فوج کے پیچھے قلیان کا ایک آخری کش لگانے کے لئے ٹھیرا تو ترکمان اوس کی فوج کے دیکہتے دیکہتے اوسکو پکڑ کر بھگا لے گئے اور چند ہفتون مین وہ خیوا کے بازار مین چند پاونڈ کو بیچ ڈالا گیا۔

روسیون کا کار نمایان

صوبہ خراسان پر روس کی نیت کے متعلق خواہ کچھ بھی کہا جائے لیکن اس مین

---

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اول اول ترکمانون نے اس ناشاد عکاس کی قیمت تین پاونڈ دس شلنگ لگائی۔ لیکن جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ شخص یورپ زا ہے اور ذی وقعت ہے تو اونکے مطالبہ کا نرخ بتدریج بڑہتا گیا اس اثنا مین خان خیوا کو معلوم ہوا کہ قیدی کے پاس آلات نقشہ کشی موجود ہین اور اس سے یہ قیاس لگا کر کہ وہ ضرور کوئی فوجی انجنیر ہے اوسے لے لینا چاہتا کہ اوس کی مدد سے وہ اپنے دار الحکومت کو مستحکم کر سکے۔ کرنیل ویلنٹائن بیکر نے فرط سیرچشمی سے فدیہ کی تعداد جو آخر مین ترکمانون نے لینی منظور کی المضاعف بتائی ہے۔ موسوی بلاکول نے اپنی سرگزشت ۱۰ اپریل ۱۸۶۲ء مین اپنی کتاب "تور دے ماندے" (سفر عالم) (بزبان فرانسوی) مین قلمبند کی۔

تو شک نہین کہ اس بلائے بے درمان یعنی ترکمان لٹیرون کے استیصال سے اوس نے
نہ صرف ایران کو بلکہ ہر ایک سیاح کو جو طہران اور مشہد کے درمیان سفر کرتا ہے ہمیشہ
کے لیے اپنا مرہون منت بنالیا ہے - ماوراء النہر کے تقی ترکمانون سے برخلاف
اس کامیابی کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے وقت بلا شبہ و شک روس کی علامت نمائی خود
غرضی سے معرا نہ تھی اور نہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اوسنے ایران کی اغراض کو مدنظر رکھکر
یہ کام کیا یا یہ کہ کافۂ انام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ خدمت اوسنے اپنے ذمہ لی لیکن
کم از کم اس بارہ مین تو روس کی نیت سے قطع نظر کیا جاسکتا ہے اور ہم اپنے آپ
اور اوس کو اس کامیابی پر مبارکباد دے سکتے ہین - اسکابیلت کی ۱۸۸۱ع کی کامیاب
فوج کشی اور اخال تقی کے الحاق کے بعد سے مشہد اور طہران کے درمیان کی سڑک
بالکل محفوظ و سلامت ہوگئی اب کوئی پہرا یہان مامور نہین ہے اور نہ اوس کی ضرورت
ہی باقی ہے اور زائرون کو درگاہ ایزدی مین عجز و الحاح کے ساتھ تائید چاہنے کی اب
کوئی خاص وجہ باقی نہین رہی مسافر اگر اب اچانک خوفزدہ ہوسکتا ہے تو اوس کا باعث
اس سے زیادہ تشویش ناک نہین کہ گاہ بیگاہ کبک کہساری جوان پہاڑون مین کثرت
سے ہین دفعتہً فراٹا بھرتے ہوئے اوسکے گھوڑے کے قدمون کے تلے سے
سے اوپر کو اڑتے ہین -

پل ابریشم

مزینان سے روانہ ہونے کے بعد ہماری سڑک شمال کی سمت مین پہاڑیون کی طرف

بڑہی۔ صبح کی دہندلی روشنی مین مین نے جنگلی ہرنون کا ایک بہت بڑا گلہ تخمیناً
تین سو گز کے فاصلہ پر دیکھا لیکن میرے طپنچہ کی گولیون کا اثر اس سے زیادہ نہین
ہوا کہ وہ معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ نگاہ سے غائب ہو گئے۔ چودہ میل طے
کرنے کے بعد ہم صدر آباد کی ویران کاروانسرا سے اور قلعہ مین پہونچے۔ جیساکہ نام
سے واضح ہوتا ہے یہ عمارات اوس صدر اعظم کی تعمیر کی ہوئی ہین جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا
ہے مگر قلعہ اور اوس کی فوج عملی لحاظ سے بالکل بیکار تہی کیونکہ اس فوج کی طاقت صرف
اسی قدر تہی کہ وہ دوسرون کی حفاظت کا خیال دل مین لائے بغیر فقط اپنا بچاؤ آپ
کر سکے۔ صدر آباد سے دوسری طرف ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر ہم پل ابریشم پر پہونچے
جسے ابتداءً نادر شاہ نے تعمیر کیا تہا اور جسکی حال ہی مین مرمت ہوئی ہے۔ یہ پل دریائے
ابریشم پر بندہا ہوا ہے جسکے پانی مین اون نمکین چشمون کی وجہ سے جو اسکے منبع کے
قریب واقع ہین۔ بہت زیادہ کہاری پن پایا جاتا ہے۔ دریائے ابریشم شمال کی طرف
سے بہتا ہوا یہان آتا ہے اور قالمورا کا نام اختیار کر کے آگے چلکر جنوب کے ایک
دیر مین جذب ہو جاتا ہے۔ قالمورا کو عموماً خراسان کی مشرقی سرحد خیال کیا جاتا ہے اور
اٹہارہوین صدی مین یہ احمد شاہ درانی کی افغانی سلطنت کی شمالی و مغربی سرحد تھا۔
جب مین یہان سے گذرا تو دریا کی تہ جس کا عرض تقریباً ۲۰ گز ہوگا بالکل خشک تہی نیگلیجو
سون نے مجھکو اسکا عکس لے لینے کی اجازت دی اور اس کی تصویر سے جو مقابل کے
صفحے پر درج ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایران کا بطور نمونہ پیش کئے جا سکنے والا پل ہے۔

اسکے بعد مین جلد جلد آگے روانہ ہوا۔

عباس آباد

میل آگے چلکر ہم ایک مقام پر پہونچے جو چشمہ گرم کے نام سے مشہور ہے اور جہان ایک چھوٹا سا سوتا متعدد ڈابرون کو بھرتا ہے اور گھاس کے چند قطعات کو سیراب کرتا ہے۔ یہ مقام عہد سابق مین نہایت خوفناک سمجھا جاتا تھا کیونکہ ترکمان قزاق کوہستان مین اپنے گھوڑون پر دور و دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہین اپنے گھوڑون کو پانی پلانے لایا کرتے تھے اور یہین بدقسمت مسافر بسا اوقات اون کے ہتھے چڑھ جایا کرتا تھا۔ ۱۸۴۵ء مین اسی مقام کے قریب فیریر کو بھی اون سے دست و گریبان ہونا پڑا اس منزل کے ختم پر عباس آباد کے گاؤن کا خوش سواد قلعہ واقع ہے جو ایک ٹیکرے پر درجہ بدرجہ بنا ہوا ہے اور اس کی رفیع الشان ردکار بے شمار دریچون سے مشبک اور برجون سے آراستہ ہے مگر یہ برج اب بوسیدہ ہو چلے ہین۔ اسکے باشندے سو گرجستانی خاندانون کی ایک نوآبادی کی نو مسلم نسل سے ہین جسے شاہ عباس اعظم نے تین صدی پہلے اس غرض سے لا بسایا تھا کہ شمالی سرحد پر وہ اوسکی فوجی نوآبادیون کی زنجیر کے ایک حلقہ کا کام دین اوسنے اونکے لئے سو تومان نقد اور گیہون کے سو خروار کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا مگر کچھہ عرصہ کے بعد یہ وظیفہ بند کر دیا گیا۔ تیسری نسل مین اونکو گرجستانی زبان بولنے کی ممانعت کر دی گئی اور اس لئے وہ مسلمان ہو گئے مگر بعض سیاحون نے اون کی بولی مین اونکی مادری زبان کا عنصر ابھی

ملک پایا ہے۔ ترکمانون کے خطرناک زمانے مین عباس آباد کا ایک بھی ایسا مرد نہ تھا جو ایک سے زیادہ دفعہ قیدی بنا کر نہ لیجایا گیا ہو۔

میان دشت

اور چٹیل ٹیلون کے اوپر سے گذرتے اور دہانۃ الحق نام ایک وادی کی کنکریلی تہ کو طے کرتے ہوئے ہم اسی نام کے ایک میلے کچیلے گاؤن مین پہونچے جہان کسی زمانہ مین پچاس فوجی سپاہیون کا ایک دستہ سڑک کی محافظت کے لئے مامور تھا۔ اسکے بعد اسی قسم کے مناظر اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے ہم عباس آباد سے روانہ ہونے کے بعد ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر پہونچے اور آخرکار میان دشت[۵۱] کی عالیشان کاروان سرائے مین جس کی اونچی فصیلین اور آگے کو نکلے ہوئے برج اسے ایک بہت بڑی گڑھی کے مشابہ بناتے ہین اور کئی میلون سے نظر آتے ہین وارد ہوئے۔ یہ مقام منازل ہفتخوان" کا مرکز تھا جہان پہونچکر مسافت کا نصف خطرہ رفع ہو جاتا ہے اور زائر جمع ہو کر اظہار مسرت کرتے ہین یا تشویشناک خبرین پھیلاتے ہین۔ یہان ایک پرانی کاروانسرائے بھی ہے جسے شاہ عباس نے بنایا تھا۔ چنانچہ شاہ موصوف کا نام اسکے پھاٹک پر لکھا ہوا ہے لیکن نئی کاروانسرائے جو ایک بہت بڑی برجون والی عمارت ہے اور پکی اینٹون کی بنی ہوئی ہے حال مین بنائی گئی

---

۵۱ کونولی نے اسے میرگان دشت لکھا ہے اور دان میر اپنے تقریباً سو سال قبل زیادہ صحت کے ساتھ میون دشت لکھا تھا۔

ہے۔ اس کی فصیل کا ارتفاع ۲۰ فیٹ ہے ۔ ایک صحن جس مین چاپار خانہ واقع ہے
دونون کو آپس مین ملاتا ہے اور پانی تین بڑے آب انبارون یعنی باولیون مین رہتا
ہے جن مین پتھر کے گھر سے زینے کی راہ سے پہونچتے ہین۔

دہانۂ زیدار

ان دشت کے پرے وہ علاقہ واقع ہے جسکو زمانہ سابق مین سفر کے سب سے
زیادہ خطرناک حصے کی گذرگاہ سمجھا جاتا تھا۔ سڑک پست دہانون مین چکر کاٹتی ہوئی گول
ٹیکرون اور ٹیلون کے بیچ مین سے گذرتی ہے جہان ہر ایک موڑ پر ایک چھپا
نشیب ہوتا ہے اور ہر ایک بلندی پر دشمن کی کمین گاہ کے موجود ہونے کا خوف
ہوتا ہے پہاڑیان چٹیل اور سنگلاخ ہین۔ روئیدگی اونپر اگر کہین ہے تو نہایت
ہی پست جھاڑیون کی شکل مین پائی جاتی ہے ان مین کبک کثرت سے رہتے ہین جو
بعض دفعہ جوڑ دن اور بعض دفعہ پانچ پانچ چھہ چھہ کی ٹکڑیون مین دیکھنے مین آتے
ہین۔ یہ ایسے سدھے ہوئے ہین کہ سڑک پر ادہر اودہر دوڑتے پھرتے ہین اور مسافر کے
پاس آجانے پر بھی نہین بھاگتے[۱]۔ یہان وہ مشہور دہانہ زیدار واقع ہے جس مین سے

[۱] یہ کبک یعنی عام سرخ ٹانگون والا تیتر ہے۔ ایران مین کبک دری کی بھی ایک قسم ہوتی ہے۔
اسکے علاوہ دراج یعنی ہندوستان کا کالا تیتر بھی پایا جاتا ہے۔ تیہو یعنی ریت مین رہنے والا تیتر بھی ہوتا ہے
جس کی نسبت فریزر نے یہ بیان کیا کہ اس کی دوڑ شیطان کی سی ہے۔ مزید بران جنیر فتی یعنی جھاڑیون مین
رہنے والا تیتر، کبک چپل یعنی خاکی تیتر اور بجری کرا۔ یا باقرغرا یعنی جنگلی مرغ بھی یہان پائے جاتے ہین۔

ہوکر ترکمان بالعموم تاخت وتاراج کے لئے آیا کرتے تھے اور اسکے سُنہ پر زیدار کا چھوٹا سا قلعہ واقع تہا جس مین پچاس سر بازون کی ایک جمعیت متعین تھی مگر یہ قلعہ اب مسمار ہوگیا ہے۔ پہاڑیون کو طے کرنے کے بعد ہمین میومائی کے اوپر توام چوٹیون والا پہاڑ[۱] نظر آتا ہے اور اسکے شمالی دامن کا چکر کاٹکر ہم موضع میومائی مین پہونچتے ہین جہان شاہ عباس ثانی کی تعمیر کی ہوئی ایک عمدہ کاروانسرائے واقع ہے اور کچھہ عالی شان پرانے چنار بھی کہڑے ہین۔ میومائی کے چاپار خانے کے جس بالاخانے مین مین مقیم ہوا اوسی مین اوڈونووون کو عرب حاجیون کی ایک غضب ناک جماعت نے گھیر لیا تہا جس سے وہ بال بال بچا تہا اور اسی کاروان سرائے مین ڈاکٹر جان کارمک جو کئی سال تک عباس مرزا کا طبیب خاص رہا ۱۸۳۳ء مین بعارضہ ٹائیفس مرا۔

ارمیان

اس کے بعد کی منزل جو میومائی سے لیکر شاہ رود تک کی ہے اور جسکا فاصلہ اٹھہ میل ہے ایران مین سب سے زیادہ لمبی ہوا کرتی تہی اور بہت سے مسافرون نے اسکی تکالیف پر نوحہ خوانی کی ہے لیکن ڈاک کے مطالب کے لئے اب اس کو ارمیان کی منزل اور چاپار خانہ سے دو حصون مین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ سڑک کا پہلا حصّہ جو اوسی سلسلہ کوہ کے قاعدہ کے ساتھہ ساتھہ جاتا ہے۔ نہایت پتھریلا ہے۔ رستہ مین

[۱] فریزر اس پہاڑ پر ۱۸۳۴ء مین چڑہا اور اس کی سب سے اونچی چوٹیون پر اوسنے دو نہایت ہی قدیم ویران قلعے بنے ہوئے دیکھے۔ دیکھو" اے ونٹرس جرنی" (موسم سرما کا سفر) - جلد دوم - صفحات ۱۵۴ - الی - ۱۶۴ -

دو چھوٹے چھوٹے گاؤن واقع ہین جن مین سے ہر ایک کی زندگی کا دارومدار ایک
چھوٹی سی ندی پر ہے جبکی کوہستانی گذرگاہ کا سراغ سفیدون کی ایک پتلی قطار سے
ملتا ہے۔ ارسیان ایک پہاڑی کے پہلو پر واقع ہے اور اس کا منظر خوش آیند ہے
چاپارخانہ کے دروازے کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ ایک پانی سے بھری ہوئی
ندی بہتی ہے اور بہت سے سرسبز کھیتون کو جو گاؤن کے قریب ہین شاداب کرتی ہی
شاہرود تک کی مسافت کا پہلا نصف حصہ پہاڑیون کے اوس پست تر سلسلہ
مین سے چکر کاٹتا ہوا گذرتا ہے جو بتدریج ڈھلکر شاہرود کے میدان مین جو ارسیان
سے ایک ہزار فیٹ نیچے ہے ضم ہو جاتا ہے۔ شاہ کوہ جو شاہرود اور استرآباد
کے درمیان البرز کی بلند ترین چوٹی ہے اوس کا برفانی تاج دن بھر میری نظرون کے
سامنے رہا اور مجھے معلوم تھا کہ شاہرود اسکے دامن مین واقع ہے۔ جب شاہرود
گیارہ میل رہ جاتا ہے تو ایک مسطح میدان پر نظر پڑتی ہے جس کا عرض دس میل ہوگا
اور جس پر درختونکے تین علیحدہ علیحدہ سبز جھنڈ کھڑے ہوئے نظر آتے ہین۔ انمین
سے جو دو قریب تر ہین وہ تو چھوٹے چھوٹے ناقابل ذکر گاؤن تھے اور ان سے
پرے جو سب سے بڑا تھا اور گویا البرز کا دامن اوڑھے ہوئے تھا وہ شاہرود تھا۔
یہ قصبہ درختون مین ایسا چھپا ہوا تھا کہ باغون کی دیوارون اور میوہ دار درختون کے
جھرمٹون مین سے بہت دیر تک گذر کرنے کے بعد مین دفعتًا بازار مین جا نکلا۔

شاہ رود



یک سابق کے باب مین شاہ رود کے موقع کی حربی اہمیت کا مین پہلے ہی ذکر کر چکا ہون۔ یہ قصبہ بہت سی سڑکون کا مقام اتصال ہے۔ ہرات سے مشہد کو جو سڑک جاتی ہے طبس۔ ترشیز۔ یزد۔ استرآباد۔ مازندران اور دارالسلطنت سے جو سڑکین آتی ہین وہ سب کی سب یہین ملتی ہین۔ شاہ رود ایک میدان پر واقع ہے جسکی زرخیزی اور سرسبزی کے متعلق نومبر کا مہینا ہونے کی وجہ سے مین کوئی صحیح راے قایم نہین کر سکا لیکن اس کی پیداوار کی بہت بڑی استعداد اور ذرایع آبرسانی کی فراوانی اور بہتات مین کوئی کلام نہین۔ رود شاہ اوس گلی کے پاس سے ہوکر بہتی ہے جو چاپار خانہ کے باہر واقع ہے لیکن اس موسم مین اوسکی حقیقت ایک چھوٹی سی ندی سے زیادہ نہ تھی اور اس لحاظ سے اوس عظمت وشان کی مستحق نہ تھی جو اس کے نام سے مترشح ہوتی ہے۔ یہ مقام باعتبار مستحکم ہونے کے میری نظر مین نہایت ہی حقیر ہے کیونکہ ایک اُجڑے ہوئے قلعے اور دو چھوٹے چھوٹے مٹی کے برجون کے علاوہ جو ایک مخروطی شکل کی پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے تھے اور کوئی تعمیر اِس کے بچاؤ کی لئے موجود نہ تھی۔ شاہ رود اپنے مقامی ساخت کے جوتون کی تیاری کے لئے مشہور ہے اور شاہ اور شاہی خاندان اس صنعت کے سرپرست بیان کئے جاتے ہین۔ اسکے علاوہ اس مقام کو اوس ہیبت ناک موذی شب گز یا غریب گز کی وجہ سے شہرت حاصل ہے جس نے یہان اوڈونون پر حملہ کیا تھا مگر شکر ہے کہ بندہ پر اوس نے نظر التفات

رکھی - مزید بران یہ مقام نہ صرف مازندران کی مقامی پیداوار کی منڈی ہے بلکہ روسی
مال درآمد براہ گز و استرآباد روسی اور روسی الاصل ارمنی سوداگرون کی وساطت سے
بکثرت یہان آتا ہے[ل] - روسی کاکیس ایند مرکری کمپنی کا بھی ایک ایجنٹ اس شہر مین رہتا ہے
اسکی آبادی پانچہزار ہونا بیان کی جاتی ہے - یہان ایک ایرانی تار کا دفتر ہے اور استرآباد
تک تار کا سلسلہ قایم ہے جہان چکشلیار کی راہ سے قزل اروات اور ماوراالنہر کے
ساتھہ مزید تعلقات تار برقی قایم ہین - روسی سفارتِ متعینہ طہران کو جب کوئی پیغام عاشق آباد
مین پہونچانا مقصود ہوتا ہے تو اسی سلسلہ کی راہ سے پہونچاتی ہے -

بازار

چونکہ مین شاہرود مین دوپہر کے وقت پہونچا تہا - اس لئے مین نے کچھہ دیر شہر کی
سیر مین گذاری - اس مین ایک بہت برا مسقف بازار ہے - چھت چھپر کی نہین بلکہ
پختہ ہے اور دوکانین وسیع اور آراستہ ہین - میرے مشاہدات اور استفسارات نے
اون خبرون کی پوری تصدیق کی جو مین نے مشہد مین سنی تہین - سب کی سب شکر روسی
تہی اور سب کی سب چاء ہندوستانی تہی جو بندر عباس سے براہ یزد لائی گئی تھی - رنگین
دریسون اور چھینٹون کا زیادہ تر حصہ روسی ساخت کا تہا لیکن لٹھے پر کسی بمبی کے کارخانے

ل عاشق آباد سے سبزوار تک کوچان کی راہ سے جو نیا تجارتی رستہ کہولا گیا ہے اوس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ابہی
سے اوسکے باعث روس کی اوس تجارت مین جو شاہرود کے ساتھہ ہوتی ہے بہت کچھہ کمی واقع ہوگئی ہے یا
یا شاید مجھے یون کہنا چاہیئے کہ تجارت کا رخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل گیا ہے -

کا نشان ثبت تھا اور مین نے نہ صرف مانچسٹر کے سفید دھلے ہوئے سفید سوتی کپڑے کا
ایک بہت بڑا انبار جسپر بمبئی کی چھٹیاں لگی ہوئی تھین دیکھا بلکہ بہت سے کورے
تھان بھی میرے دیکھنے مین آئے جو سیدھے مانچسٹر سے یہان لائے گئے تھے۔ یہ
بات قابل اطمینان تھی کہ باوجودیکہ شاہ رود عملی لحاظ سے بحیرہ اخضر کی ایک روسی بندرگاہ
سے صرف چار منزل کے فاصلہ پر واقع ہے پھر بھی مانچسٹر کا بنا ہوا کپڑا یہان دیکھنے
مین آیا۔ مین نے کچھ خوش طعم سفید انگور چند پنس دیکر یہان خریدے۔ ان سے شاہ رود
مین شراب بنائی جاتی ہے۔

بسطام

اگرچہ شاہ رود ضلع بسطام شاہ رود کا صدر مقام ہے پھر بھی گورنر یہان
نہین رہتا اور نہ یہان دارالحکومت ہی ہے۔ دارالحکومت شہر بسطام مین ہے جو
شاہ رود سے شمال و مشرق کی سمت مین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر رود شاہ
کے منبع کی طرف واقع ہے۔ بسطام کو شاہ رود سے ایک سنگلاخ پہاڑی جدا کرتی
ہے بسطام (جو ایک مازندرانی نام ہے) شاہ رود کے مقابلہ مین زیادہ زرخیز اور سیر
حاصل ہے اسکے علاوہ یہ مقام مسلمان زائرون کے نزدیک نہایت متبرک ہے
کیونکہ مشہور شیخ یا سلطان بایزید جو صوفیہ کرام مین سے ہین یہان ایک خوش نما مسجد
کے صحن مین ۸۷۴ء مین دفن کئے گئے۔ یہ مسجد اب بہت کچھ ویران ہوگئی ہے۔
اس مسجد کا گنبد کسی مغل فرمانروا نے ۱۳۱۳ء مین تعمیر کیا تھا اور اسکے ساتھ ایک مینارہ

مینارۂ لرزان بھی اوسی قسم کا ہے جو مین آگے چلکر اصفہان کے ذکر مین بیان کرون گا۔ اس منارہ کو جب چوٹی پر سے ہلاتے ہین تو یہ جنبش کرنے لگتا ہے۔ کرنیل لووٹ نے اس نظارہ کو اون اینٹون اور چونے کی لچک سے منسوب کیا ہے۔ جو اسکی تعمیر مین صرف کیا گیا ہے اور زیادہ مدت کے گذرنے کی وجہ سے زیادہ لچک دار ہوگیا ہے اور اسکو اسی طرح کے اوس نظارے سے تشبیہ دیتا ہے جو سنگ لرزان کی سلون مین دیکھنے مین آتا ہے[۵۱]۔ اس کے علاوہ بسطام مین اینٹون کا بنا ہوا ایک عجیب وغریب برج ہے جس کا بیرونی دور متعدد نمایان زاویون کی وجہ سے کتے کے دانت کے مشابہ ہے اور اوس برج کے ہم شکل ہے جسکا ذکر مین آگے چلکر رے[۵۲] کے بیان مین کرونگا۔

گورنر کی طرف سے وکلا مع تحف و ہدایا

شاہ رود کے چاپار خانہ مین جو اس لحاظ سے کہ اوس مین بالاخانہ کے تین درجے

۵۱۔ پروسیڈنگس آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی (رویداد رایل جاگرفیکل سوسائٹی) سلسلہ جدید جلد پنجم۔ صفحہ ۷۹ مطبوعہ ۱۸۸۳ع۔ بسطام کی عمارات کا بہترین بیان خانیکاف کی کتاب "میمو ایر اسے ٹسٹر اکٹ" تذکرہ وغیرہ کے صفحہ ۷۹ پر درج ہے۔

۵۲۔ فریزر اپنی کتاب "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان) کے صفحات ۶۱۲-الی-۶۱۴-مین ایک اسی قسم کے کثیر الاضلاع برج کا ذکر کرتا ہے جو جرجان کے قریب دریائے گرگان کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ برج ڈیڑھ سو فیٹ اونچا تھا اس کا اندرونی قطر دس گز اور بیرونی دور بارہ گز تھا اور اسکی چوٹی ٹیلیند مخروطی شکل کی تھی جس مین ایک دریچہ لگا تھا۔ عربی زبان کی دو چوڑی سطرون کے پڑھنے سے واضح ہوتا تھا کہ یہ بھی بسطام ہی کی طرح کا برج ہے۔

ہین۔ یکتا ہے جب مین پہونچا تو مین نے دیکھا کہ یہان قالین کے فرش اور پردہ دار دروازون کی وجہ سے تنعم کی غیر معمولی علامات نمایان ہین۔ بازار سے واپس آکر جب مین منھ ہاتھ دہونے لگا اور کپڑے بھی مین نے اوتار ہی رہے تھے تو بلا کسی اطلاع کے مجھے معلوم ہوا کہ مزید سرکاری توجہ مجھپر مبذول کی جا رہی ہے۔ پہلے دو آدمی جو تھوڑی سی فرانسیسی بول سکتے تھے بلا اطلاع کے اندر داخل ہوئے ایک تو شاہ رود کی کمپنی مسرس زیگلر کا گماشتہ تھا اور دوسرا توانیانس نامی ایک کوٹھی کا کارپرداز تھا۔ چونکہ اونھون نے اپنے آنیکی کوئی وجہ نہین بتائی اس لئے مین نے قیاس کیا کہ وہ محض بتقاضائے استعجاب آئے ہین لیکن مشرق مین اس قسم کی باتون پر اظہار ناراضی نہین کرنا چاہیئے بلکہ اور اونکو خوش اخلاقی کی علامات سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ لہذا مین منہ ہاتھ دہونے اور کنگھا وغیرہ کرنے مین مصروف رہا اور شاہ رود کی تجارت اور سوداگری کے متعلق اون سے باتین بھی کرتا رہا۔ لیکن تہوڑی دیر مین بالاخانہ کے دروازے مین پھر سایہ نمودار ہوا اور تین ایرانی عہدہ دار اندر داخل ہوئے اور ملازمین کی ایک جماعت باہر کھڑی رہی۔ ان تینون کے پیچھے پیچھے کچھ نوکر ایک کشتی لیے ہوئے آئے جس مین چاء کے دو ڈبے اور نیلے کاغذ مین لپٹے ہوئے چار مصری کے کوزے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد دو اور آدمی آئے جو ایک دنبہ کو جو لاتین پھینک رہا تھا اوٹھائے ہوئے تھے۔ ان سب کے بعد ایک اور شخص آیا جو بید کی بنی ہوئی دو کرسیان لایا۔ یہ نظارہ ایسا پر اثر تھا کہ اگر مین اسکو اپنے ناظرین کے سامنے تھیٹر

کے تماشہ کی شکل مین قلمبند کر کے پیش کرون تو غیر موزون نہ ہوگا۔

تماشہ گاہ - ایرانی چاپارخانہ کا ایک کچا مکان۔

افراد اہل تماشہ۔ ایک انگریز فلالین کی قمیص اور گھٹنا پہنے اور موزے چڑہائے ہوئے

ارمنی سوداگر۔

ایرانی پیشخدمت باشی۔

لاٹین چلاتے ہوئے دُنبے۔

لوازم تماشہ۔ مصری کے کوزے اور بید کی بنی ہوئی کرسیان۔

اب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی اور مین سمجھا کہ گورنر شاہ رود نے جو شاہی خاندا
سے ہے رسمی طور پر میرے پاس اپنے وکیل بھیجے ہین اور مجھے بسطام مین آکر اپنے
ہان مہمان ہونے کی دعوت دی ہے اور ارمنیون کو بطور مقدمہ کے روانہ کیا ہے
تاکہ وہ سب کچھ دیکھ بھال آئین اور ترجمانی کی خدمت انجام دین اونکی مدد سے مین نے ا
گورنر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور جو تحایف اوسنے میرے لئے بھیجے تھے۔
اونہین مین نے قبول کیا لیکن قدرتی طور پر یہ لازم تہا کہ مساوی قیمت کی کوئی سوغات
اوسکے وکیلون کو دون - چنانچہ [illegible] نے کچھ تومان ان حضرات کی خدمت مین نذر کئے
اور اونہون نے نہایت [illegible] کے ساتھ روپیہ جیب مین ڈالکر یہ سمجھا کہ چلو معاملہ ختم
ہوا۔ غرضکہ اونہون نے تما[illegible] آرام کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہہ کر کورنش
بجا لاتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ادہر مین نے دُنبہ ذبح کرایا اور بڑے مزے کی

بھنی ہوئی ران کھانے پر میرے سامنے آئی۔

سفر کا دوسرا حصّہ

شاہ رود کی منزل سفر مشہد و طہران مین قریباً نصف سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے اس سے سفر کے دو حصّے ہو جاتے ہین لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان دونون مین کم دلچسپ کونسا ہے۔ اونکی ہیئت ظاہری مین ایک عجب تطابق پایا جاتا ہے کیونکہ جس طرح مشہد سے شاہ رود تک کی سڑک پر دو مشہور قدیم شہر نیشاپور اور سبزوار واقع ہین اسی طرح اس سڑک کے شاہ رود سے لیکر طہران تک والے حصہ مین دامغان اور سمنان ہین اور جس طرح پہلے حصہ مین (اگر کوئی عمارت قابل دید ہے تو) سبزوار اور بسطام کے مینار اور برج ہین اسی طرح دوسرے حصہ مین بھی ہمین دامغان اور سمنان کے اسی قسم کے مقابر پر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔ بالآخر اس تطابق کو مکمل کرنے کے لئے جس طرح پہلا مشہور و معروف ترکمانی درون کو طے کرکے ختم ہوتا ہے اسی طرح اس رستہ کا دوسرا حصہ سفر کے آخری دن سے پہلے کے روز اون مشہور تر بحیرہ اخضر کے علاقہ کی طرف رہنمائی کرنے والے درون مین گذرتا ہے جو ویرامن کے میدان کا منفذ ہین۔ پتھر رستے کو یرا اور مریل گھوڑے دونون کی خصوصیات مشترکہ ہین۔

اوجڑے ہوے شہر

دیہ ملا کی طرف جاتے وقت ایک نہایت ہی ذلیل گھوڑا مجھے سواری کو ملا اور جس رستے پر مین نے سفر کیا وہ بھی کچھ کم برا نہ تھا۔ چاپار خانہ گاؤن کے سواد مین جو کچھ دور

آگے جاکر ایک میدان مین واقع ہے کھڑا ہے یہ گاؤن مٹی کے ایک بہت بڑے ٹیلے کی وجہ سے ذکر کے قابل ہے جس پر کسی زمانہ مین ایک قلعہ بنا ہوا تھا جسکی شکستہ دبوسیدہ دیواریں اب حسرت ناک کہنڈرون کی شکل مین بدل گئی ہین - وحیچہ ملا سے لیکر دامغان تک کا رستہ ذرا صاف ہے مگر کسی طرح کٹنے ہی مین نہین آتا میری دہنی طرف البرز کی سنگلاخ سرحد لئے ہوئے فصیل میدان سے عمودی اوٹھتی ہوئی چلی گئی تھی اور ایک سد برجی کی طرح اس عظیم الشان سلسلہ کوہ کی گہاٹیون اور درون کو اس نے مسدود کر رکھا تہا اور ان سب کے پیچھے مازندران کے دہندلے میدان بحیرہ اخضر کی طرف ڈہلتے ہوے چلے گئے تھے - بائین یعنی جنوب کی طرف اگرچہ مین نے اکثر نقشون پر ایک دشت کویر کی علامت دیکھی ہے لیکن میری ذاتی یادداشت مین مندرج ہے کہ دن بھر کے سفر مین اس طرف کا افق دس میل کے اوسط فاصلہ سے پہاڑیون کے ایک سلسلہ سے محدود تھا جن کا ارتفاع اسقدر ہے کہ اکثر نقشون پر او نہین دکھایا جاسکتا ہی لیکن جو نقشے میرے دیکھنے مین آئے اون مین سے اکثر مین مجھے ان پہاڑیون کا کوئی سراغ نہین پایا - دامغان تک کی سڑک متعدد دیہات مین سے ہوکر گذری جن مین سے ایک گاؤن مہمان دوست حقیقت مین اسم بامسمے تہا کیونکہ پیدل اور سوار مسافرون کا اس کی ایک ہی گلی مین بہت بڑا ہجوم تہا - دامغان سے تین میل کے قریب ہم ایک ویران شہر بستاجان کے کھنڈرون مین سے ہوکر نکلے کچے مکانون کے ایک ویران شہر کا اس سے زیادہ اندوہناک نظارہ تصور مین نہین

آسکتا۔ مکان چہتین اور دیوارین بتدریج منہدم ہوکر مٹی کے ناقابل شناخت تودون کی شکل مین منتقل ہوجاتی ہین۔ مگر بمرور زمانہ یہ تودے ایسے ٹہوس ہوجاتے ہین کہ بیسیون بلکہ بعض دفعہ سیکڑون سال تک قایم رہتے ہین۔ یہ فرض کرلینا بھی ٹہیک نہین کہ ہر ایک ویران شہر یا موقع کے ساتھ اوسکے باشندون کا نشان بہی روے زمین سے مٹ چکا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تہا کہ ایران کی آبادی جو اب فلسطین کی طرح منتشر ہے کسی زمانہ مین چین کی آبادی کی طرح گنجان ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ یہ قیاس غلط ہوگا۔ جس طرح ہر ایک بڑے ایرانی فرمانروا یا بانی خاندان شاہی نے کیخسرو کے زمانہ سے لیکر آج تک اپنے دارالسلطنت کو اس خیال سے ایک جگہہ سے دوسری جگہ منتقل کیا کہ اوس کے نام کے ساتہہ نئے جاہ و جلال کو انتساب ہو اسی طرح ہر ایک چہوٹے چھوٹے حاکم ضلع یا مرزا علاقہ نے اپنے فرمانروا کی مثال کو پیش نظر رکہہ کر اضلاع مین ایک نئی آبادی کے قایم کرنے کی کوشش کی اور ادنیٰ درجہ کے طبقون مین بہی ہر خاندان کے سردار نے اپنی حالت کی اصلاح اور اپنے پیشینیون پر تفوق لیجانے کے خیال سے نئی عمارت بنائی۔ غرضکہ

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ✤ رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نئی عمارتون کے بنانے کی اس عالمگیر خواہش نے جو ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون کے دلون مین ساری ہے اور قحط۔ وبا اور جنگ کی آفتون نے آپس مین مل کر شہرون اور مکانون کے بے شمار بوسیدہ ڈہانچون کی ترکیب مین حصہ لیا ہے۔

دامغان



میل کے فاصلے سے دامغان کے دو مینار سے جو سبزوار کے مینار کے مدمقابل ہین پردہ نگاہ پر ہویدا ہوتے ہین - دونون ایک دوسرے سے کچھہ فاصلہ پہ شہر کے مختلف حصون مین کہڑے ہین دونون مین سے جو زیادہ تر اپنی حالت اصلی پہ قایم ہے اور جسکے اوپر چڑہا جا سکتا ہے اور جسپر بعد کے زمانہ کی ایک برجی بہی ہے جس مین موذن کے لئے ایک دروازہ بنا ہوا ہے شہر کی سب سے بڑی گلی کے سرے پر واقع ہے - ایک مسجد اسکے قریب ہے - یہ وہ مسجد نہین جسکے ساتھہ یہ ابتداءً ملحق تھا بلکہ حال کے زمانہ کی تعمیر ہے - سبزوار کے مینار کی طرح اسکی روکار اینٹون کی ہے اور اون کی چنائی اس طرح سے کی گئی ہے کہ دور پر ہندسی شکلین بن گئی ہین اسکے علاوہ خط کوفی مین ابہرا ہوا کام کا ایک کتبہ بہی اس پر ثبت ہے - دونون مینار امامزادون کے مقبرون سے تعلق رکہتے ہین اور اونکے نام سے منسوب ہونے کے باعث مینار جعفری اور مینار قاسمی کہلاتے ہین - ان دونون امامون کی زیارت گاہون اور نیز پیر علمدار یعنی حضرت امام محمد فرزند امام ابراہیم کے مقبرے کے حالات کے متعلق ہین ناظرین کی توجہ ... کے عالمانہ

---

[1] دیکہو "میوائر انیسٹرا" (تذکرہ وغیرہ) صفحات ۴، ۵، ۷ - ییسٹ نے اپنی کتاب "لینڈ آف دی امامس" (سرزمین آئمہ) کے ص ۹۷ پر یہ لغو غلطی کی ہے کہ میارون کا نام چہل ستون اور مسشد جم بتایا ہے - اول الذکر نام ایران مین ہر بڑی اور نفیس عمارت سے منسوب کیا جاتا ہے اور اسلئے اوسکا اطلاق مسجد پر ہو سکتا ہے نہ کہ مینار پر - اسی طرح مسشد جم سے اوسکی مراد مسجد جامع ہے جو ایک شہر مین ویسا ہی حکم رکہتی ہے جیسا اکسفورڈ یا کیمبرج مین "یونیورسٹی چرچ" (کلیسائے دار العلم) -

اوراق کی طرف منعطف کرتا ہون - دامغان اگرچہ موجودہ صدی (انیسوین) مین بہی بہت
بڑا شہر تہا لیکن اب افسوسناک انحطاط کی حالت مین ہے ایک بہت بڑے مربع قلعہ کے
وہان کہنڈر جن مین ایک کرہ فتح علی شاہ کا مقام ولادت ہونے کے لحاظ سے مشہور تہا
اور دکھایا جایا کرتا تہا بازار کے مثلثی مینارون سے اوپر سر اوٹہائے کہڑے ہین لیکن بوسیدہ
ہو ہو کر گر رہے ہین مین گہوڑے پر سوار بازار مین سے ہو کر گذرا جو ایک لمبی سقف
پوش گلی پر مشتمل ہے اور شاہ رود کے مقابلہ مین بہت کم صاف اور آراستہ ہے -
شہر مین ایک ندی بہتی ہے جو ایک پہاڑی چشمہ سے جس کا نام چشمہ علیؑ ہے آتی ہے
اس چشمہ پر شاہ کا گرمیون کے رہنے کا محل بنا ہوا ہے اسکے علاوہ یہ مقام زیارت گاہ بھی ہے
کیونکہ یہ منجملہ اون مقامات کے ہے جہان حضرت علیؑ کے گہوڑے نے خشمگین ہوکر
اس زور سے اپنا سم پتہر پر مارا کہ اوسکا نشان مستقل طور پر رہ گیا اس کرامت کے موقع کے
قریب ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور کرامت ایک چشمہ کی شکل مین موجود ہے جس کا نام
چشمہ باد ہے - کہتے ہین کہ اگر خاص خاص وقتون مین اس کو جنبش دیجائے تو ایسا طوفان
اوٹہتا ہے کہ اوسکے تہپیڑون سے ہر ایک چیز برباد ہو جاتی ہے - [لہ]

دامغان کی تاریخ

تاریخی دلچسپی کے لحاظ سے دامغان کے دو پہلو ہین - روایتی اور جدید - اسے ہمیشہ

لہ جے - بی - فریزر - "اے ونٹر مس جرنی" (موسم سرما کا سفر) جلد دوم صفحہ ۲۰۰ + ای - پی - ایسٹوک - جلد دوم صفحہ ۱۵۷ + کرنیل ویلنٹائن بیکر صفحہ ۱۳۸ +

قدیم شہر ہیکاٹامپیلاس یعنی سو دروازون والے شہر کا موقع قرار دیا گیا ہے یہ نام یونانیون نے اوس شہر کا رکھا تھا جو سلسلہ ارساسیدیہ کے پارتھین فرمانرواون کا پایہ تخت تھا لیکن چند مٹی کے تودون اور متعدد زمین دوز نالیون کے سوا جن کے بنانے مین پتھر کی بڑی بڑی سلین صرف کی گئی ہین دامغان مین نہ تو اس وقت ایسے آثار باقی ہین جن کو اوس رفیع الشان عہد قدیم پر منطبق کیا جا سکے اور نہ تاریخ ہی اس امر کی شاہد ہے کہ کبھی اس قسم کے آثار یہان موجود تھے۔ فیریر نے البتہ اس نظریہ کی تردید کی کوشش اس استدلال سے کی ہے کہ سو دروازون والے شہر سے مراد لازمی طور پر ایک ایسا شہر ہونا چاہیئے جہان بہت سی سڑکین آپس مین ملتی ہون حالانکہ دامغان مین صرف دو سڑکین ہین مگر میرے خیال مین اوس کا خیال غلط ہے۔ اسی استنباط کی بنا پر وہ شاہ رود بسطام کو ہیکاٹامپیلاس کا موقع قرار دیتا ہے[۵]۔ لیکن قطع نظر اس واقعہ کے کہ دامغان مین دو سے زیادہ سڑکین ملتی ہین اس امر کو یقینیات سے تعلق نہین ہے کہ یونانیون نے اس کا جب یہ نام رکھا تو اونکی مراد شہر کے دروازون سے ہی تھی یہ نام اونہون نے مصری شہر تھیبیز کا بھی رکھا تھا جسکی نسبت یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سو دروازون سے اشارہ اون کثیر التعداد عالیشان مندرون کے دروازون سے ہے جن سے ریمیسس (فرعون مصر) کا پایہ تخت مزین تھا اور ممکن ہے کہ پارتھین شہر کے متعلق بھی سو دروازون سے یہی مراد ہو۔ لیکن اگر دامغان اور ہیکاٹامپیلاس کے ایک ہونے کے مسئلہ سے بلحاظ

[۵] "کاروان جرنیز" ۔ (سفر بذریعہ کاروان) صفحات ۶۹ الی ۷۴۔

اوس کے نظری ہونے کے قطع نظر بھی کیا جائے تاہم دامغان کے موجودہ نام کے ساتھہ بھی تاریخی اعتبار سے بہت کچھہ دلچسپیاں وابستہ ہین[۵۱]۔ نہ یہان اس امر کے تکرار کی ضرورت ہے کہ چنگیز خان نے اسے ایک دفعہ برباد کیا اور نہ اس واقعہ کے اعادہ کی حاجت کہ تیمور نے دوسری دفعہ اسکو تباہ کیا۔ بنی نوع انسان کے ان دونون دشمنون کیلئے شہرون کی شان وشوکت کا مٹانا ایک معمولی سی بات تھی۔ ڈان رائی ڈی کلاویجو جب ۱۴۰۴ء مین شاہ کیسٹیل کی طرف سے سفارت پر مامور ہوکر تیمور کے دربار سمرقند کو جاتے وقت شمالی ایران مین سے ہوکر گزرا تو اوس نے دامغان مین ابھی تک مٹی مین گڑے ہوئے انسانی سرون کے دو برج کھڑے ہوئے دیکھے جو تیمور نے اپنی فتح کی یادگار مین چند سال پیشتر یہان نصب کئے تھے۔ شاہ عباس نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اور اسکا ارک بنایا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۹ء مین نادر شاہ نے اپنی مشہور فتح اشرف افغان پر حاصل کی جو سال آیندہ مین افغانون کے ایران سے نکالدئے جانے کا پیش خیمہ تھی۔ اسی مقام پر ۱۷۶۳ء مین کریم خان زند کے وحشی منش سوتیلے بھائی زکی خان نے جسے قوم قاجار کا بلوہ فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اپنے قیدیون کو سر نیچے اور پاؤن اوپر برابر برابر فاصلہ سے زمین مین گاڑکر ایک باغ لگایا اور یہین ۱۷۹۶ء مین نادر کا مصیبت زدہ پوتا شاہ رخ اوس وحشیانہ عذاب کے اثر سے مرا جو مشہد مین آغا محمد شاہ نے اوس پر روا رکھا تھا۔ موجودہ (انیسوین) صدی مین دامغان کو

[۵۱]۔ دامغان کے قدیم حالات کے لئے دیکھو تصانیف اصطخری۔ مقدسی و یاقوت حموی۔

قطعی طور پر بچا ہے ایک دشمن کے ایک دوست نے تباہ کیا یعنی ۱۸۳۲ء مین عباس مرزا کی فوج تین ہفتے تک یہان آکر رہی اور اوسکے قیام کے بعد دکن اوتر سے یہ شہر کبھی نہین پنپا - کوئی ٹڈی دل بھی ایسی عام تباہی نہ پھیلاتا جو اس فوج نے اپنے زمانہ قیام مین پھیلائی - آبادی اب ۱۳۰۰۰ ہونا بیان کی جاتی ہے - مگر مجھے باور نہین آتا -

دولت آباد

دامغان سے روانہ ہونے کے بعد سڑک مغرب کا رخ اختیار کرتی ہے اور ایک میدان کو جو شروع شروع مین کنکریلا لیکن بعد مین زرخیز اور زراعت سے سرسبز ہے طے کرتی ہوئی غشاہ کی طرف بڑہتی ہے - غشاہ مین صرف دو عمارتین ہین - ایک کاروانسرا ہے اور ایک چاپارخانہ اور اگر ضروریات سفر نہ ہوتین تو اس مقام مین جو غیر آباد ہے یہ عمارتین بھی قایم نہ کی جاتین - رستہ مین اگر کوئی دلچسپ مقام آتا ہے تو وہ دولت آباد کا ویران قلعہ ہے جسکے گرد تین دیوارین کھینچی ہوئی ہین اور ایک گہری کھائی اوسے گھیرے ہوئے ہے - ساٹھ سال کا زمانہ گزرتا ہے کہ سارجنٹ گبنس ایک انگریز نے جو عباس میرزا کی فوج مین ملازم تھا اسکی نسبت لکھا تھا کہ ”ایران مین جو چھوٹے چھوٹے قلعے میرے دیکھنے مین آئے ہین اون مین یہ سب سے بہتر ہے“ [۱] دامغان کے حاکم نے جس نے کچھ مدت تک گورنر صوبہ کے استیصال کی مدافعت کی تھی عباس مرزا کو تیس ہزار تومان نذرانہ اس شرط پر پیش کیا کہ اوسے دامغان کی حکومت پر بحال رکھا جائے

[۱] جرنل آف دی رائل جاگریفیکل سوسائٹی ”روزنامچہ رائل جاگریفیکل سوسائٹی“ جلد یازدہم صفحہ ۱۳۶ (مطبوعہ ۱۸۴۱ء)

عباس مرزا نے روپیہ تو جیب مین ڈال لیا اور حاکم کو مشہد لیتا گیا اور مقامی گورنر نے اوس کی غیبت سے فائدہ اوٹھا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نواح کے دوسرے اکثر مقامات کی طرح یہ اب ویران ہے اور انحطاط جلد جلد اسپر اپنا عمل کر رہا ہے۔

کرگان

دن بھر بلکہ اپنے تمام سفر کے اثنا مین میرا گذر اون متعدد بڑے بڑے تودہ ہائے گل کے پاس سے ہوا جنکی حقیقت کے سمجھنے مین شمالی ایران کے مسافر کو بہت کچھ دقت پیش آئی ہے۔ یہ مٹی کے بہت بڑے بڑے مدور یا بیضوی ٹیلے ہین جو پچاس سے لیکر سو فیٹ تک بلند ہین۔ ان پر عمارت کا کوئی نشان نہین بلکہ چکنی مٹی کے ٹھوس ڈھیرون سے مرکب ہین۔ جنکے پہلوؤن کو مرور زمانہ نے صاف وہموار کر دیا ہے۔ مقامی روایت انہین جمشید سے منسوب کرتی ہے جسکے دوسرے لفظون مین گویا یہ معنی ہوئے کہ راویون کو ان کی حقیقت کچھ بھی معلوم نہین تھی۔ بعض لوگ انہین آتشکدون کے موقعہ سے تعبیر کرتے ہین جو قدیم زمانہ مین جبکہ مذہب زردشت رائج تھا تعمیر کئے گئے ہونگے۔ لیکن مجھے ذرا بھی شبہ نہین کہ اگر وہ سب کے سب نہین تو اون مین اکثر مٹی کے قلعے تھے جو گاؤن کی حفاظت کے لئے بنائے گئے تھے اور یہ گاؤن مدت ہوئی کہ پیوند زمین ہو چکے ہین۔ مٹی کے یہ ٹیلے علی العموم اون میدانون مین پائے جاتے ہین جہان قدرت نے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا اور اس لئے انسان کو مصنوعی طور پر اوسکے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ بہت سے ٹیلون کی چوٹیون پر ابھی تک

مٹی کی گڑھیون کی ٹوٹی ہوئی بےشکل دیوارین نظر آتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہ گڑھیان کسی زمانہ مین ان چوٹیون پر بنی ہوئی ہون گی۔ اس کا بین ثبوت بدشت مین جو شاہرود کے قریب واقع ہے اور بجنرد و شاہرود کے درمیان جاجرم مین ملتا ہے۔ جہان یہ ٹیلے جنہین یہان کرگان کہا جاتا ہے صاف اور چٹیل ہین وہان اوپر کی عمارت بالکل مسمار ہو چکی ہے۔ ان ٹیلون کا ایک طویل سلسلہ ابھی تک وادی گرگان مین واقع ہی ور گمیش تپی (یعنی چاندی کی پہاڑی) سے جو بظاہر انسان کے ہاتھہ کا بنایا ہوا ٹیلا ہے اور بحیرہ اخضر کے ساحل پر واقع ہے شروع ہو کر مٹی کی ایک تہری قلعبندی کو جو اسکندر اعظم سے منسوب کیجاتی ہے ترکیب دیتا ہوا بجنرد تک پھیلا ہوا چلا گیا ہے۔ بعض مقامات مین مثلاً قزوین اور طہران کے درمیان اون کے متساوی الفصل ہونے سے یہ بدیہی قیاس پیدا ہوتا ہے کہ انہین ایک کیمپ کی خبر دوسرے کیمپ کو دینے کے لئے روشنی کے مینارون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہوگا۔ بہرحال دونون صورتون مین اون کا مقصد فوجی تھا۔ اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ان مین سے کسی کو بھی مقبرہ تصور کیا جاے۔

اہوان

غشاش سے روانہ ہو کر سڑک ایک ویران اور غیر مزروعہ میدان مین سے گذرتی ہے۔ اسکے بعد بتدریج ایک چڑہاو آتا ہے جسے طے کرکے یہ ایک عسیر المرور درہ مین داخل ہوتی ہے اور پھر دفعتہً ایک تاریک سے نشیب مین جا پہونچتی ہے جہان اہوان کا چاپارخانہ اور

کاروانسراے واقع ہین۔ موجودہ اینٹ کی سراے شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے ایک قدیم تر سراے بھی ہے جو پتھر کی ہے اور نوشیروان ساسانی سے منسوب کی جاتی ہے مگر اب اوسکے کھنڈر رہ گئے ہین۔ لفظ آہوان کے معنی جسنے بظاہر سیاحان سابق[۵۱] کو بہت کچھ مغالطہ مین ڈالا ہے غزال[۵۲] صحرای ہین روایت اس مقام سے اون حیرت انگیز کرامتون مین سے ایک کو منسوب کرتی ہے جو حضرت امام رضاؑ سے سفر طوس کی مختلف منازل مین ظہور مین آئین۔ یہان اونہین ایک اسیر ہرنی ملی جسنے اونکے مقدس وجود کو پہچان کر گویائی حاصل کی اور اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لئے اون سے مدد مانگی۔ امام صاحب نے شکاری کو حکم دیا کہ ہرنی کو چھوڑ دے اور خود اوسکی واپس چلے آنے کے ضامن ہوئے۔ لیکن ہرنی کے لئے اپنے گھر کی خوشیان وعدہ کی ایفا پر غالب آئین اور اوسنے اپنا اقرار پورا نہ کیا۔ اسپر شکاری نے امام صاحب سے کہا کہ میری ہرنی لائیے چنانچہ اونہون نے اپنی قوت ارادی کے زور سے اوسکو اوسکے صیاد کے پاس واپس بلا بھیجا جسکے پاس وہ بعد کو ہمیشہ بطور ایک اسیر پالتو جانور کے رہی اس مقام پر مسافر اوس کوہستان مین داخل ہوتا ہے جو دامغان اور سمنان کے میدانون مین فاصل ہے۔ قلۂ فاصل کے بلند ترین مقام سے سمنان بارہ میل

---

۵۱ فریزر نے اسے اہیاے یون لکھا۔ فریر نے اہیون، اور اوڈونوون نے آغیوان۔ اسی طرح غشاہ کا ہجا لگا سبک۔ گوشہ۔ کوشک اور کوشہ کیا ہے۔

۵۲ آہو کے معنی غزال کے ہین اسی لئے آہو برہ (یعنی بچہ غزال) ایران مین برہ کو کہتے ہین۔

کے فاصلہ سے پتھرون کے فرش پر ایک سبز قطعہ کی شکل مین نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اتار گو آسان تھا لیکن رستے مین پتھر بہت بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑے کو پوچ ڈالکر شہر کی طرف جانے مین کوئی لطف نہ تھا۔ رستے مین مجھے ایک بند گاڑی ملی جسمین چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور ان مین سے دو پر سوار بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی کے آگے کچھ سوار بھی جارہے تھے اور ایک گارڈ بھی ہمراہ تھا مجھے یہ دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے خوف پیدا ہوا کہ کہین یہ میرے ہی استقبال کے سامان تو نہین ہین مگر اس امر کے دریافت کرنے سے مجھے اطمینان ہوا کہ گاڑی مین حاکم ضلع سوار تھا جو غالباً اپنے غیر وسیع علاقہ کا دورہ کرنے کے لئے نکلا تھا۔

سمنان

سمنان ایران مین اپنے وسیع اور شاداب باغون۔ اپنے پرانے درختون۔ دامغان کے مقابل کے ایک وسیع مینارے۔ حال کی بنائی ہوئی ایک خوشنما اور آراستہ مسجد۔ چار کی ٹکیون اور نیلے سوت کے پائجامون کی مقامی ساخت۔ عورتون کے حسن اور زبان کے عسیر الفہم ہونے کے لحاظ سے مشہور ہے۔ شاید ان تمام باتون مین ایک بھی ایسی نہین جو اجنبی کی توقع کو پورا کرتی ہو۔ چھوٹی گلیون مین ندیون کا پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ گلیان ایران مین عام طور سے نہ صرف سڑکون بلکہ نالیون کا بھی کام دیتی ہین۔ لیکن باوجودیکہ آبرسانی کے ذرایع اس قدر وسیع ہین پھر بھی شہر اوس سے پوری طور پر منتفع ہوتا ہوا معلوم نہین ہوتا۔ البتہ تمباکو کی یہان کثرت سے کاشت کیجاتی ہے

بازار کے باہر کھلے مقام مین چند پرانے چنار ہین اور ایک عالی شان درخت خود بازار مین کھڑا ہے اور اس کا دیو قامت تنہ چھت کو چھیدتا ہوا اوپر کو نکلا ہے قدیم مینارہ بھی بازار کے [illegible] مین واقع ہے اور مسجد جامع سے ملا ہوا کھڑا ہے لیکن مسجد کے اب کھنڈر رہ گئے ہین۔ مینارہ ایک سو فیٹ بلند ہے اور اس مین ایک زینہ ہے جس مین مینارے کی چوٹی تک سو سیڑھیان ہین مینارے کی چوٹی پر موذن کے لیے غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ زلزلہ اور مرور زمان کی وجہ سے یہ جھک گیا ہے۔ فتح علی شاہ کی مسجد مین جو یہان سے تھوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے ایک وسیع چاردیواری پچاس گز مربع ہے اس مین دو خوشنما ایوان بھی ہین جو کاشی کے کام کے چوکھٹون مین نصب ہین۔ اس کے متعلق ایک مدرسہ ہے۔ چار کی ٹکیون کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جب ویمبری نے جس نے اون کی شہرت ہرات سے بعید مقام مین سنی تھی اونھین خریدنا چاہا تو اوسے یہ ٹھیٹ ایرانی جواب ملا کہ ان چیزون کی مانگ اس قدر زیادہ اور اونکی مقدار برآمد اس قدر کثیر ہے کہ مقامی خرچ کے لیے کچھ بھی نہین رہین جسطرح ویمبری کو چار کی ٹکیان نہین ملی تھین اوسی طرح خوبصورت عورتین میرے دیکھنے مین نہین آئین۔ زبان کے متعلق مین لاعلمی کے باعث کوئی رائے نہین قایم کرسکا۔ لیکن خانیکاف جیسے محقق السنہ نے بھی سوالات کے ذریعہ سے اس زبان کے حالات دریافت کرنے کی ناکام کوشش مین مصروف رہکر اس سے زیادہ ناطق نتیجہ نہین نکالا کہ یہ ایک مازندرانی بولی ہے جس کی آوازون کا جزو اعظم حروف علت ہین۔ اس کے علاوہ

ایک روایت ہے کہ ایک عالم فاضل نے جسے کسی ایرانی شہنشاہ نے ایک دفعہ اس امر کی تحقیق پر متعین کیا تہا کہ جو زبانین اوسکے ملک کے باشندے بولتے ہین اونکے متعلق بعد تحقیق کیفیت پیش کرے تو اوسنے سمنان کی بولی کی تشبیہہ اپنے شاہی سرپرست کے حضور مین اس طرح سے ظاہر کی کہ ایک خالی کدو مین کچہہ سنگریزے ڈالکر اونہین کہڑکہڑا دیا[1]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمنان مین ۴۰۰۰ گہر اور ۱۶۰۰۰ باشندے آباد ہین لیکن غالباً اس اندازہ مین مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ یہودیون کو یہان رہنے کی ممانعت ہے لیکن پچیس کے قریب ہندو بنئے تجارت مین مصروف ہین کیونکہ سمنان وہ مقام ہے جہان بندر عباس سے براہ یزد و طبس ایک رستہ جنوب کی طرف سے آتا ہے اور شمالی صوبون کو مال تجارت بہم پہونچاتا ہے ایک عام وضع کی کچی دیوار جس کے پہلوؤن پر برج اور پہاٹک ہین اور جو معمولی بوسیدگی کی حالت مین ہے۔ شہر کے گرداگرد کہنچی ہوئی ہے اور گورنر ایک مستحکم ارک مین جو شہر کی شمالی و مغربی دیوار سے اوپر کو اوٹھا ہوا ہے رہتا ہے۔

لسگرد

ایک لمبا پتہریلا چڑہاؤ اون چند دلچسپ مقامات مین سے ایک کی طرف ہماری رہنمای

---

[1] دیکہو "گرامیٹکل نوٹ آن دی سمنونی ڈائیلکٹ" (سمنانی زبان کے متعلق ایک نحوی یادداشت) مصنفہ پادری بیجٹ۔ مندرجہ "جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی" (روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی) - جلد شانزدہم - صفحہ ۱۲۰ - (مطبوعہ ۱۸۸۴ء) اور نیز دیکہو مضمون متعلقہ زبان سمنان مرقومہ - اے - ایچ شنڈلر - مندرجہ تصنیف خود - جلد سی و دوم باب ہوم

کرتا ہے جو مشہد اور طہران کی درمیانی سڑک پر واقع ہین - یہہ لسگرد کا عجیب و غریب آدمیون کے رہنے کا ڈربہ ہے کیونکہ مین اس سے زیادہ موزون نام اسکے لئے تجویز نہین کر سکتا - یہان کسی زمانہ مین ایک اونچے مدور گلی ٹیلے پر جو میدان سے شاید اسّی فیٹ اوپر کو اٹھا ہوا چلا گیا ہوگا - ایک قلعہ بنا ہوا تہا - قلعہ اب برباد ہو گیا ہے اور اسکے اندرونی مکانات اینٹ اور خاک کے تودون کی شکل مین بدل گئے ہین - لیکن گاؤن والے انہین ویران کہنڈرون مین آباد ہین اور بیرونی دیوارون کی چوٹیون پر اونہون نے دومنزلے کچے مکان بنا لئے ہین جن پر اندر کی طرف سے بوسیدہ سیڑہیون کی راہ سے چڑہتے ہین - ان مکانون کی ہیئت کذائی کا سب سے زیادہ نمایان جز ان گہڑ لکڑی کی کڑیون کا ایک چھجا ہے جسے مٹی سے لیپ دیا گیا ہے - یہی کمزور چھجا جبکہ گرد کسی کو نیچے گر پڑنے سے بچانے کے لئے کوئی کٹہرا بھی نہین اور جو سارے سوراخون کے چھلنی ہو رہا ہے - ان لوگون کا آنگن ہے - کچھ دور سے یہ جگہ یون نظر آتی ہے کہ گویا پرندون کی ایک بہت بڑی ٹکڑی نے یہان آکر بسیرا لیا ہے اور دیوارون مین اپنے رہنے کے لئے گھونسلے بنائے ہین - اس تمام ٹیلے کی بیرونی شکل ایک بہت بڑے پیپے سے مشابہ ہے - ٹیلے کے اوپر سیڑہیون کے ذریعہ سے جن کی سلامی مین بہت کم ڈہال ہے چڑہتے ہین اور اسکے اندر داخل ہونے کی راہ ایک چھوٹا سا چور دروازہ ہے جو پتھر کی ایک سل پر جو ایک چول پر گھومتی ہے مشتمل ہے - مین اندر داخل ہوا اور سیڑہیون پر چڑہ کر اوپر کی منزل کے چند گھونسلون (مین اونہین جھونپڑی کے نام سے تعبیر نہین کر سکتا) کو مین نے

جہانک کر دیکھا۔ عورتون کے منہ پر نقاب تھی اور وہ کثافت اور غلاظت ممتائی ہوئی تھین۔ مکانون کی عام اندرونی حالت وہی تھی جسکی توقع کسی عقاب کے نشیمن کے آئین خانہ دارہی سے کیجاسکتی ہے۔ یہان بھی وہی زبان بولی جاتی ہے جو مشہد مین رائج ہے۔ قصبے کے گرد ایک عمیق و عریض خندق ہے جو اب باغ کی شکل مین منتقل کر دی گئی ہے۔ اس باغ کے محاصل خانقاہ حضرت امام رضا واقع مشہد کے اوقاف کی توفیر مین حصہ لیتے ہین۔

قشلاق تک کی سڑک

وہ سے روانہ ہو کر سڑک ایک پہاڑی علاقہ مین سے گذرتی ہے جس مین کوہ سار کے سیلابون کی کاوش نے گہری نالیان اور گہاٹیان پیدا کر دی ہین جن پر پل بندھے ہوئے ہین۔ جب سڑک ایک ہموار میدان مین اترتی ہے تو موضع دیہہ نمک کم ازکم بارہ میل کے فاصلہ پر ایک ایسے انتہا ویران اور نفرت انگیز صحرا کے وسط مین واقع نظر آتا ہے۔ سیاحت ایران مین اوس جہوٹی اُمید سے زیادہ فریب دہ اور کوئی شے نہین ہوسکتی جو مسافر کو اپنی منزل مقصود کے دیکھنے سے جو بادی النظر مین صرف چند میل کے فاصلہ پر واقع معلوم ہوتی ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ اوس مایوسی سے زیادہ تکلیف دہ اور تھکانے والی کوئی اور شے ہوسکتی ہے جو اوس وقت مسافر کو ہوتی ہے جبکہ میل طولانی ہو کر فرسخوں کی شکل مین بدل جاتے ہین اور منزل مقصود تک مسافر کسی طرح پہونچتا ہی نہین۔ کچہہ فاصلہ سے دیکھنے پر جو مقام صرف ایک دو مکانات کی

آبادی معلوم ہوتا تھا وہ قریب آنے سے ایک اچھا خاصہ گاؤن نکل آتا ہے جس مین بہت سے مکانات ہین اور جو کف دست بیابان کے خاکستری محیط" کے کسی چھوٹے سے نیم سبز شعب مین چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ آتا ہے اور جو ویرانی مین اس سے کچھ کم نہین اوسمین ہمارا گذر پادیھہ اور ارادان[۵] کے پاس سے ہوتا ہے۔ یہ گاؤن بھی مٹی کی بڑے بڑے مصنوعی ٹیلون کی چوٹیون پر قلعہ کی شکل مین بنے ہوئے ہین اور اجڑے ہوئے ہین۔ لسگرو کی طرح یہ مکرر آباد نہین ہوئے۔ جب ابتداءً یہ قلعے تعمیر اور برجون اور کنگرون سے آراستہ کئے گئے ہونگے تو ان کی شان ہی نرالی ہوگی۔ اب ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ کہین کہین تو قلعہ کی شکل پہچانی جاسکتی ہے اور کہین کہین فقط مٹی کے ٹھوس اور چٹیل ٹیلے رہ گئے ہین جن کے متعلق مین فقرہ سابق مین تفصیلی بحث کرچکا ہون ارادان کی پرے ایک پانی سے بھری ہوئی ندی پہاڑون سے نکلتی ہے اور بہت سی شاخون مین منقسم ہوجاتی ہے جن مین سے کم ازکم بیس کو مین نے نصف میل کے فاصلہ مین طے کیا ہوگا۔ زراعت مین بھی اسی نسبت سے ترقی ہوجاتی ہے اور قشلاق سے (جسکے لغوی معنی قیام گاہ موسم سرما کے ہین) جو علاقہ خالصہ ہے طہران کے شاہی اصطبلون کے لئے دانہ اور چارہ بہم پہونچایا جاتا ہے۔ یہ علاقہ ضلع خار کا ہے جسکا ذکر قدیم تاریخون اور سفرنامون مین اکثر آیا ہے اور جو شمالی ایران کے ایک خرمن ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہان سے سڑک شمال ومغرب کی سمت اختیار کرتی ہے اور قشلاق سے

[۵] فریزر اس مقام کو ہرالو کہتا ہے۔

آٹھ میل کے فاصلہ پر پہاڑیون کے ایک سلسلہ مین اوس راہ سے داخل ہوتی ہے جس کو عام طور پر مشہور دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے منسوب کیا جاتا ہے اور جو اس لحاظ سے اس علاقہ کے سیاسی مسئلہ کو پیدا کرتا ہے۔

دروازہ ہاے بحیرہ اخضر



س مقام پر میرا یہ مقصد نہین ہے کہ اس مسئلہ پر بالتفصیل بحث کرون اور اس کے لیے یہان گنجایش ہی نہین۔ اسکے امور تنقیح طلب کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنفین سابق اونکو اپنا مبحث بنایا اگرچہ اونہون نے کوئی قطعی راے قایم نہین کی نظر بران مین اپنے ناظرین کو اس مسئلہ کے متعلق۔ رینل[51]۔ اوسلے[52]۔ موریر[53]۔ فریزر[54]۔ فیریر[55]۔ ایسٹوک[56] اور گولڈ اسمڈ[57] کی تصانیف کی ورق گردانی کا مشورہ دیتا ہون۔ دروازہ ہاے بحیرہ اخضر سے مراد وہ درہ ہے جس مین سے ہوکر اربیلا[58] کی شکست کے بعد دارا باختر

۵۱- دیکھو "دی جاگرفیکل سسٹم آف ہیروڈوٹس" (ہیروڈوٹس کا نظام جغرافی)۔ صفحہ ۱۷۴۔

۵۲- دیکھو "ٹریولس ان دی ایسٹ" (سفر مشرق)۔ جلد سوم ضمیمہ سوم۔

۵۳- دیکھو "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) ۱۸۱۳ء صفحہ ۳۶۴ و ۳۶۵۔

۵۴- دیکھو "جرنی انٹو خراسان" (سفر خراسان)۔ ۱۸۲۱ء صفحات ۲۹۱ الی ۲۹۳۔

۵۵- دیکھو "کاروان جرنیز" (سفر بذریعہ کاروان)۔ ۱۸۴۵ء صفحات ۵۹ و ۶۰۔

۵۶- دیکھو "جرنل آف اے ڈپلومیٹ" (ایک سفر کا روزنامچہ)۔ ۱۸۶۲ء جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔

۵۷- دیکھو "جرنل آف دی رایل جاگرفیکل سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگرفیکل سوسائٹی)۔ ۱۸۷۴ء جلد چہل و چہارم صفحہ ۱۶۲

۵۸- اربیلا جس کا نام اب اربیل ہے موصل سے ۴۸ میل بجانب مشرق و جنوب واقع ہے۔ اس کے قریب سکندر نے

کی طرف بھاگا تھا اور جس مین سے سکندر کی فوج نے اوس کا تعاقب کیا تھا۔ اس درہ کی شناخت کے لیے ضروری اطلاع کا اکثر حصہ اریَن[51] اور پلائنی[52] کی تصانیف مین مل سکتا ہے۔ پلائنی کہتا ہے کہ یہ درہ آٹھ میل لمبا ہے اور اٹھائیس[53] میل تک اس کی راہ مین کہین پانی نہین ملتا۔ اور اریَن کہتا ہے کہ سکندر دھاوا کرتا ہوا یہان رستے[54] سے ایک دن مین پہونچا۔ لیکن دروازہ ہاے بحیرہ اخضر ہونے کا دعوی کا استحقاق چار درون کو ہے۔ ایک درہ تنگ شمشیر ہے جس کی نسبت روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۸۔ دارا کو ۳۳۱ قبل مسیح مین آخری شکست دیکر سلطنت ایران کا خاتمہ کردیا۔ مترجم۔

۵۱۔ ایک فیلسوف اور مورخ تھا جو سنہ ۹۰ء مین پیدا ہوا۔ سکندر اعظم کی مہم ایشیائی کے مفصل حالات اوسنے قلمبند کیے۔ ہندوستان کے متعلق بھی اوسکی ایک تصنیف موجود ہے۔ یہ تصانیف جرمنی زبان مین ترجمہ ہوکر شایع ہوئی ہین۔ مترجم

۵۲۔ اٹلی کا ایک نہایت مشہور عالم اور مورخ اور سلطنت کا رکن رکین تھا۔ سنہ ۲۳ء مین پیدا ہوا۔ اوسکی مشہور کتاب "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) ہے جس کا ترجمہ ہر ایک یورپین زبان مین ہوچکا ہے۔ اس کتاب کو مختلف مضامین کا مجموعہ اور معلومات کا مخزن سمجھنا چاہیے کیونکہ پلائنی کے تمام مشاہدے اور تجربے اس مین مندرج ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوسکی کتاب مین بیس ہزار مسایل سے بحث کیگئی ہے۔ سنہ ۷۹ء مین وہ "ویسوویس" کی اوس مشہور آتش افشانی کے موقع پر راکھ اور چنگاریون کے ڈھیر مین دب کر مرگیا جو پمپیائی کی حسرتناک بربادی کا باعث ہوئی۔ مترجم

۵۳۔ دیکھو "ہسٹوریا نیچرلیس" (صحیفہ فطرت) کتاب ششم فصل چہاردہم۔

۵۴۔ دیکھو "مہم اسکندر"۔ کتاب سوم فصل بستم۔ "دھاوے" کا لفظ مین نے اس لیے لکھا کہ اریان نے حسب ذیل الفاظ لکھے ہین:۔ "اوس شخص کے لیے ایک دن کا سفر جو اسکندر کی طرح مسافت طے کرے"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ سفر کیا۔

ذو الفقار کے ایک وار سے چٹان کو کاٹ ڈالا - یہ درہ اوس سڑک پر واقع ہے - جو دار السلطنت سے شاہ رود کو جاتی ہے اور کوہ البرز کی بلند ترین چوٹی شاہ کوہ کے نیچے استرآباد اور شاہ رود کے درمیان ہے اس درہ کا طول ڈیڑھ سو گز اور عرض فقط اٹھارہ فیٹ ہے اور اسکی دونوں دیوارین جو چونے کے پتھر کی ہین عمودی چلی گئی ہین نیپیر کہتا ہے کہ "اس مین ذرا شک نہین کہ یہی دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہین" مگر اس مین بہی شک نہین کہ نیپیر غلطی پر ہے کیونکہ نہ صرف اس درہ کی ہیئت کذائی اور طول بیان متذکرہ سے غیر مطابق ہین بلکہ تنگ شمشیر بُر بقدر دو سو میل کے زیادہ تر مشرق کی سمت مین ہے - برنس[۱] نے درہ گدوک واقع کوہستان البرز کو جو فیروزکوہ کے شمال مین ہے اور جس مین سے ہوکر مازندران کو جانے والی معمولی سڑک گذرتی ہے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر قرار دیا ہے شمالی درون مین جو عراق عجم سے مضافات بحیرہ اخضر کی طرف رہنمائی کرتے ہین درہ سوا چی متصل فیروزکوہ اور تنگ سر انزا کو بھی جو یہان سے کچھ دور ہے سنگلاخ اور عمودی دیوارون والی گھاٹیون کے ہونے کی وجہ سے دروازہ ہائے بحیرہ اخضر ہونے کا دعویٰ ہو سکتا ہے[۲] - لیکن موریر جو بذات خود یہان آیا اور جس نے اونکی ہیئتون کے تشابہ کو محسوس کیا اوسے بہت جلد یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاصلہ کے اعتبار سے جس مشابہت کا ہونا اون مین لازمی تہا وہ اُن مین موجود نہین ہے کیونکہ وہ طہران سے

---

[۱] "ٹراولس انٹو بخارا" (سفر بخارا) جلد سوم صفحہ ۱۱۱ -

[۲] "سکنڈ جرنی" (سفر ثانی) - مصنفہ موریر صفحہ ۳۶۵ -

۹۰ میل جانب مشرق واقع ہین اور اس لحاظ سے سکندر بھی ایک دن مین اس قدر مسافت طے نہین کرسکتا تھا۔ نظر بران اونسنے یہ رائے ظاہر کی اور فریزر۔ فیریر اور ایسٹوک نے بدلائل موجہ اوسکی تائید کی کہ دروازہ ہائے بحیرہ اخضر اوس درہ کو سمجھنا چاہیئے جو خار اور ورامن کے میدانون کے درمیان واقع ہے اور جہان سفر کرتا کرتا مین اب پہونچا ہون

تنگ سردرہ

اس درہ کا نام سردرہ ہے۔ اس مین ایک تنگ گذرگاہ سے جانب جنوب ومشرق داخل ہوتے ہین اور یہ سلسلہ کوہ البرز کی اوس شاخ مین سے پیچ کھاتا ہوا جاتا ہے جو یہان جنوبی ومغربی سمت مین ایران کے بڑے وسطی صحرا کی طرف جاتی ہے۔ جو یادداشت مین نے قلمبند کی اوس کی رو سے اس درہ کا طول قریباً چھ میل[ل۵] ہے۔ ایک شور ندی وادی کی تہ مین بہتی ہے جسکے کنارون پر لونی کی ایک سفید پپڑی جمی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی یہ درہ کشادہ ہوکر ایک چھوٹا سا میدان بن جاتا تھا۔ اور پھر سکڑ جاتا تھا۔ وسط ایک پرانی ویران عمارت کھڑی ہے جسکے کونون پر برج ہین اور مغربی مخرج پر دو قدیم قلعون یا برجون کے آثار موجود ہین۔ بظاہر اس جگہ کو اوس زمانہ کے معیار کے مطابق جو توپون سے آشنا نہین تھا اچھی طرح سے مستحکم کیا گیا ہے اور اسی

ل۵ مصنف جب گھوڑے پر سوار ہو اور اپنا بیان بعد مین شاید حافظہ سے قلمبند کرے تو اس صورت مین فاصلہ کی تعیین مین جو غلط فہمی اوسکو واقع ہوسکتی ہے اوسکا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس درہ کے طول کی مقدار کا مختلف مصنفین نے مختلف اندازہ لگایا ہے۔ فیریر ۲ ۳/۵ میل بیان کرتا ہے ایسٹوک ۴ میل اور اوڈونوون ۱۲ میل ہے۔

واقعہ سے اس امر کے قرین احتمال ہونے کی تائید ہوتی ہے کہ عہد سلف مین یہ ضرور ایک مسلمہ کوہستانی گذرگاہ تھی۔ اسکے علاوہ مصنفین عہد عتیق نے اس گار سے جو فاصلہ قلمبند کیا ہے اور جو قریب چالیس میل کے ہے آجکل کے فاصلہ کا تطابق رکھتا ہے۔

اختلاف آرا

بخلاف اسکے اس خیال کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ اس درہ کی طبعی ہیئت ایسی نہین کہ صحیح طور سے دروازون کے لفظ کا اطلاق اوسپر ہوسکے یا پلائنی کے بیان کی تصدیق ہوسکے کہ یہ انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور بعض مقامات پر سے اسقدر تنگ ہے کہ صرف ایک گاڑی اوس مین سی گذر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ اس کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے کہ چونکہ یہ درہ خاص سلسلہ کوہ کی صرف ایک چھوٹی سی شاخ کو طے کرتا ہے اس لئے مقام تعجب ہے کہ اسے دوسرے ممتاز تر درون کے مقابلہ مین اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ اور سب سے زیادہ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ سیدھا علاقہ بحیرہ اخضر داخل نہین ہوتا بلکہ اسے طے کرکے البرز کا خاص سلسلہ کوہ پھر بھی قطع کرنا باقی رہ جاتا ہے اور اس لئے اس امر کی کافی توجیہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ دروازہ ہائے بحیرہ اخضر کے نام سے موسوم ہو۔ بہرحال ان مشکلات مین سے اول الذکر[۱] مشکل کو سر ایچ۔ رالنسن نے جنہین ایران کے علم الجبال مین بے نظیر دستگاہ حاصل ہے یہ رائے پیش کرکے حل کیا

---

[۱] یہ مشکل شاید اس امر کے فرض کرلینے سے رفع ہوسکتی ہے کہ جیسے "(بحیرہ اخضر) کی طرح اس درہ کی وجہ تسمیہ

سے کہ اصلی ابواب بحیرۂ اخضر درۂ سردرہ نہین ہین بلکہ اسی سلسلہ کوہ کی ایک دوسری گہاٹی کا نام ہین جو شمال کی طرف چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور تنگ سلوک کے نام سے مشہور ہے۔ اس گہاٹی کو مسٹر ایچ رالنسن نے سنہ ۱۸۳۵ع مین جاکر دیکھا اور اس کی طبعی خصوصیات اگرچہ غیر معروف ہین لیکن مصنفین یونان وروما کے بیانات سے مطابق ہین اور اسکے علاوہ رے اور میدان خار کو ایک زیادہ قریب کے راستہ سے یہ گہاٹی ملاتی ہے۔

اصلی دروازے

اس خیال سے گریز نہین کرسکتا کہ جو لوگ یونانی اور رومائی مصنفین متذکرہ صدر کے بیانات کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اونہین اس مشکل عقدہ کا یہ حل تسلیم کرنا پڑیگا یا کم از کم اسکی نسبت اونہین یہ باور کرنا پڑے گا کہ آیندہ چلکر اس کی تصدیق ہوجاے گی اسکے علاوہ یہ اہم واقعہ بھی انداز نہین کیا جاسکتا کہ جو یورپین سیاح اصفہان سے مازندران کو شمال کی سمت مین عباس اعظم کے دربار فرح آباد یا اشرف واقع بحیرۂ اخضر مین گئے جسکو تین سو سال سے بھی کم کا عرصہ ہوتا ہے اونہون نے اون گہاٹیون کے حالات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۲ یہی قوم کیسپیائی ہے جسکا ذکر استرابو[۵] نے اکثر کیا ہے اور جو اس نواح مین رہا کرتی تہی اس قوم کا نام ابہی تک ضلع جاسپ مین جو کاشان کے مغرب کی طرف ہے باقی ہے۔

[۵] استرابو مشہور یونانی جغرافیہ دان اور مورخ۔ حمص مین سنہ ۶۶ع قبل مسیح کے قریب پیدا ہوا۔ سنہ وفات کا ٹھیک حال معلوم نہین مگر سنہ ۲۱ع اور سنہ ۲۵ع کے درمیان اس کا واقع ہونا تصور کیا جاسکتا ہے۔ یورپ ایشیا اور افریقہ کے اکثر حصون مین اوسنے سفر کیا اور اوسکے جغرافیہ کے سترہ مقالے ہین جو لندن مین بسلسلہ بالن کلاسیکل لائبریری سنہ ۱۸۵۴ع مین شایع ہوئے۔ مترجم

سپرد قلم کئے ہین جن مین سے ہو کر وہ اسی نواح مین کوہ البرز کو طے کر کے گئے اور اونکے بیانات پلائنی کے بیان سے مطابقت رکھتے ہین۔ محلہ باغ سے (جسے ایک ایرانی جغرافیہ دان میدان خار سے تطبیق دیتا ہے) پیٹر وڈیلا ویلی ۱۶۱۸ء مین اور سر ٹامس ہربرٹ بھہر ہی سر ابرٹ شرلی و مسر ڈاڈ مور کاٹن ۱۶۲۷ء مین روانہ ہو کر ایک گھاٹی مین سے ہوتے ہوئے حبلہ رود اور فیروز کوہ کو گئے اور وہان سے بحیرہ اخضر کی طرف روانہ ہوئے اس گھاٹی کے جو حالات ان دونون نے بیان کئے ہین وہ پلائنی کے بیان سے بالکل مطابق ہین۔ پیٹر وڈیلا ویلی بیان کرتا ہے کہ محلہ باغ سے روانہ ہو کر وہ ایک نہایت تنگ و عمیق گھاٹی مین داخل ہوا جس کے دونون طرف بلند پہاڑ تھے اور جو بعض موڑون پر سے اسقدر تنگ تھی کہ فینس کا بھی اس مین سے گذرنا مشکل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس گھاٹی مین کھاری پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہتی تھی۔ ہربرٹ اپنے اون کے فقرون مین بیان کرتا ہے "اس رات کے سفر کا اکثر حصہ دریاے طارس کی ترین سی طے ہوا جسکی دیو پیکر پیشانی خلا مین پانی کر پسینے سے تر ہوتی ہے۔ گھاٹی کا عرض چالیس گز کے قریب ہے اور اسکی تہ پر سنگریزے بکھرے ہوئے ہین دونون طرف دیوار کی شکل کی عجیب و غریب پہاڑیان ہین جو دو گوبی کے ٹیہ سے بھی زیادہ بلند ہین۔ آٹھ میل تک یہ گلی اس طرح چلی جاتی ہین اور اسکی ہیئت کذائی اوس بیان سے مطابق ہے جو پلائنی اور سالینس نے اسکے متعلق درج کیا ہے۔ غرضکہ یہ ایک عظیم الشان گذرگاہ ہے جسکے مصنوعی یا قدرتی ہونے کی نسبت قطعی طور سے فیصلہ نہین کیا جا سکتا لیکن اگر

مجھہ سے پوچھا جاے تو مین اسکو آفرینندہ کون و مکان کی کنیز یعنی قدرت کی دستکاری سی
سے تعبیر کرونگا"۔ ان مصنفین کے بیانات اوس بیان سے کچھہ زیادہ مختلف نہین ہین جو
پ جو ڈ کو سابق روسی قونسل متعینہ رشت نے اوس درہ کے متعلق قلمبند کیا ہے جس مین
ہو کر وہ ۱۸۳۵ء مین بھمرہی سر ایچ - رالنسن گذرا تھا - وہ اسے گردن سیالک کہتا ہے
اور اسکے بیان مین لکھتا ہے کہ یہ ایک مہیب گھاٹی ہے جس کا طول ۲۵۰۰ گز ہوگا جسکی
ئیل اور عمودی دیوارین بلندی مین ساڑھے چھہ سو سے لیکر ایک ہزار فیٹ تک
ہونگی اور جو سب سے زیادہ چوڑے مقام پر صرف تیس فیٹ اور سب سے زیادہ تنگ حصّہ[۱]
پچ فیٹ چوڑی ہوگی - بخلاف اسکے یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ جن درون کا پلائنی
اویلی - ہربرٹ اور رالنسن نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ وہ دروازہ ہاے بحیرۂ خضر
ہون جن مین سے ہو کر دارا بھاگا تہا اور سکندر نے اوس کا تعاقب کیا تہا اور اس
کے دعویدار ایک سے زیادہ درے ہین - یہ حل سب سے زیادہ مظنون معلوم ہوتا ہے
لکہ تنگ سردرہ بڑے بڑے فاضل اہل الراے کے نزدیک ایرین اور تیز کوئنٹس[۲]
یس اور مارسیلنس[۳] کے بیانات سے کسی اور شمالی یا مشرقی درہ کے مقابلہ مین زیادہ

---

۱ "اینیلے وڈسے دایئرسے" (حالات سفر) - مطبوعہ ۱۸۵۰ء - حصّہ سوم

۲ روفس کوینٹس کرٹیس ایک رومائی مورخ تہا جس نے رومۃ الکبریٰ کے شہنشاہ ویسپسین کے عہد مین جس کا زمانہ سنہ ۹ء سے ۷۹ء تک ہے نشو و نما پایا اوسنے اپنی تاریخ مین جو دس جلدون مین ہتی مگر جس کی دو پہلی جلدین گم ہوگئی سکندر کی مہم کا حال لکہا ہے - اوس کی کتاب اوّل اول ۱۴۷۱ء مین وینس مین طبع ہوئی - اوسکے بعد ۱۸۴۱ء مین برلن مین چہپی - مترجم - ۳ ایمینس مارسیلینس چوتہی صدی کا ایک رومائی مورخ ہے - ۳۳۰ء مین پیدا ہوا - شہنشاہ جولین

مطابق ہے[لہ] - لیکن میری راے مین اسے وہ درہ قرار نہین دیا جاسکتا جس کا ذکر پلائنی نے کیا ہے اور نہ اسے اون دروازہ ہاے بحیرۂ اخضر سے تطبیق دیجاسکتی ہے جسے استرابو نے اسقدر جغرافی اہمیت منسوب کی ہے -

دماوند

رے سے نکلکر ہم ایک مرتفع میدان مین پہونچے جسپر قریب ترین سلسلۂ کوہ کی بادامی اور خاکستری چٹانون کو اپنے سایہ مین لئیے ہوے ایک مخروطی کی متساوی الساقین جگمگاتی ہوئی چوٹی ملکھڑی تھی اور میری مسحور نظرون کے سامنے دماوند کا عالی شان نظارہ پیش کر رہی تھی اِس دن کے بعد سے ایک مہینے تک اوس حالت کے جبکہ صبح کے وقت دھند اور کہر کی وجہ سے مطلع مکدر ہوتا تھا یہ رفیع نظارہ جو ہمیشہ طہران پر سایہ کئیے رہتا ہے میری نگاہ کے پردے سے محو نہین ہو ۱۶۰ میل تک میرے سفر جنوب کے اثنا مین میرے ساتھ ساتھ رہا - جا پا پائی ہنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰۵ - نے ایران پر جو چڑہائی کی تھی اور جس کا نتیجہ اوسکے حق مین بادی بخش ہوا اور سمیں یہ بھی شریک تھا - اوسنے اپنی تاریخ ۱۴۲ جلدون مین لکھی ہے مگر پہلی ۱۴ جلدین گم ہوگئی ہین باقی کی ۱۸ ایڈیشن ۱۵۳۳ء سے لیکر ۱۷۸۳ء تک ۔ واقعات درج ہین اور اس لحاظ سے نہایت ہی قابل قدر ہین کہ یہ واقعات اوسکے اپنے چشم دید تھے جغرافیہ تاثات اور مصانع و اطوار اقوام کے متعلق اوسنے اپنی تاریخ مین جابجا یاد داشتین قلمبند کی ہین اور قومون مین عرب اور جرمنیون پر اور ملکون مین مصر - ایران - شام اور تھریس پر اوسنے نہایت دلچسپ نوٹ دئیے ہین - اوس کی کتاب کی بہترین طبع ۱۸۷۴ء مین بمقام لیپزگ ہوئی - مترجم -

لہ - جرمن مصنفون مثلاً اسپیگل - ڈرایزن - توماشک اور شنڈلر نے اس خیال کی تائید کی ہے آخرالذکر یہ

مین جو درجہ فیوجی[ف۱] یاما کو حاصل ہے وہی ایرانی مناظر مین دماوند کو ہے۔ دونون مین ابدیت فعت اور تمکنت کی شان پائی جاتی ہے دونون کی مستقل مہر اپنے اپنے ملکون کی یات پر ثبت ہے[ف۲] اور اگر عدیم المثال فیوجی نے نپان[ف۳] کی صنعت پر اوس سے بہت یادہ اثر ڈالا ہے جتنا دماوند نے ایران پر تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جاپان اگرچہ

یہ حاشیہ صفحہ ۶۰۶ ۔ نے اوس راستہ کی حسب ذیل قیاسی سمت مجھکو بتائی ہے جو اسکندر نے دارا کے تعاقب
مین اختیار کیا تھا۔ روز اول رے سے موجودہ ایوان کیف تک ۳۸۳ اسٹیڈیم یعنی ۴۴ میل۔ روز دویم دروازہ ہائے
ہو اخضر (تنگ سردرہ) اور کہرا (غار) مین سے ہوکر موجودہ ارادان تک ۲۹۷ اسٹیڈیم یعنی ۳۴ میل۔ روز سویم لسگرد
۳۳۱ اسٹیڈیم یعنی ۳۸ میل روز چہارم آلہ یا گراب تک ۳۷۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۲ میل۔ روز پنجم۔ فرات تک
ہو ہیکاٹامپیلاس یعنی دامغان کے قریب واقع ہے ۴۱۷ اسٹیڈیم یعنی ۴۸ میل۔ روز ششم۔ ۴۰۰ اسٹیڈیم یعنی ۴۶ میل
م رود تک جہان اوسنے دارا کی نعش پڑی پائی۔

ف۱ - جاپان کے ایک بلند پہاڑ کا نام ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۳۸۸ فیٹ بلند ہے ۔ مترجم ۔

ف۲ "مقامی روایات کے مطابق دماوند یا دیوبند (یعنی دیوون کے رہنے کی جگہ) اون تمام واقعات کا مقام وقوع بتایا جاتا ہے جو افسانون کی نقاب اوڑھے ہوئے ہین۔ ایرانی مسلمانون کے قول مطابق یہی وہ مقام ہے جہان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد آکر ٹھہری۔ یہین جمشید اور رستم جنکے کارنامون سے قومی نظمین بھری پڑی ہین رہتے تھے یہین فریدون نے جسکے ہاتھون ضحاک کو شکست ہوئی آتش افروزی کی۔ یہین خود ضحاک کی قبر ہے اور پہاڑ کا دہوان اوس کے نتھنون مین داخل ہوتا رہتا ہے۔ یہین ایران کا پرامیتھس[ف۱] یا سد زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے جسکے جگر کو ہمیشہ ایک بڑا پیکر پرندہ نوچ نوچ کر کھایا کرتا ہے۔ آتش افشان پہاڑون کے قعر خزانون سے معمور ہین جنکی محافظ اژدہے ہین"۔ ماخوذ از یونیورسل جیوگرفی" (جغرافیہ عالم) طبع انگریزی جلد نہم صفحہ ۴۸ ۔ ف۳ نپان جسکے معنی مطلع خورشید کے ہین جاپان کا دیسی نام ہے ۔ مترجم

ف۱ یونانی روایت کے مطابق پرامیتھس ایک دیوتا تھا۔ جسے مہا دیوتا جوپیٹر نے آسمان سے بجلی چرانے کے جرم کی پاداش مین ایک پہاڑ سے جکڑ دیا تھا تاکہ ایک مردار خور پرندہ اوسکی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائے ۔ مترجم

اختراعاً ایرانیون سے کم نہین ہین تاہم تخیلاً وہ اہل ایران پر سبقت لے گئے ہین۔

یوان کیف



ایک مسطح اور غیر مزروعہ میدان کو طے کرنے کے بعد ہم ایوان کیف[51] سے گاؤن اور چاپار خانے مین پہونچے جس مین داخل ہوتے وقت ہمین ایک تیز اور گدلی پایاب ندی مین سے گذرنا پڑا جو اسکے قریب بہتی ہے۔ ایوان کیف سے مراد عشرت منزل ہے اگرچہ بعض لوگون نے اسکی وجہ تسمیہ اور بھی بیان کی ہے یعنی ایوان کے (ایک ویران عمارت جو اس نواح[52] مین ہے اوسکی نسبت روایت ہے کہ کیمبیس کا تھا) اور ایوان کی (منزل بادہ نوشی) جو کچھ بھی اسکی وجہ تسمیہ ہو لیکن میری نظرون مین تو عیش پرستون کے لیے یہ مقام باعث دلچسپی نہ تھا۔ بہت سے مکانات مکینون سے خالی تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ باشندے ان مکانون کو چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے ہین۔ اور جس شہنشاہ نے ایسے گندے اور میلے مقام کو اپنی نزہت گاہ قرار دیا ہو گا وہ بھی بڑا ہی بد مذاق ہو گا۔ ایوان کیف اور کبود گنبد کے درمیان دریائے جاجرود پہاڑون سے نکلتا ہے اور اس موسم مین جبکہ میرا یہان سے گذر ہوا کم از کم پچیس جداگانہ نہرون مین تقسیم ہو گیا تھا جو اپنی کنکریلی تہون مین بہنے کی کوشش کر رہی تہین اور ان سب کا پاٹ ملا جلا کر پاؤ میل ہو گا۔ مین نے ان سب کو پایاب عبور کیا اور کبود گنبد مین تمدن کی

---

[51] فریزیا سے ہیوانک یا ایوانی کیج کہتا ہے۔

[52] ایسٹوک نے اپنے سفرنامہ کی جلد دوم صفحات ۱۳۷ و ۱۳۸ پر اسکا ذکر کیا ہے۔

مین علامات کی رجعت قہقہری کو دیکھا جن سے نو دن ہوئے کہ مین نے مفارقت اختیار کرچکا تھا۔ یہ علامات خطوط کے ایک بہت بڑے انبار پر جو روانگی انگلستان کی پہلی دفعہ مجھے ملے اور ایک عمدہ سے گھوڑے پر مشتمل تھین جو میرے ایک دوست مقیم طہران نے میرے استعمال کے لئے پہلے سے بھیج رکھا تھا۔ مین خوشی خوشی ویرامین کے میدان کو تیزی کے ساتھ طے کرنے لگا۔ جسکے کھنڈر جو کچھ دور سے چارستونون کی شکل مین نظر آتے تھے ایک ٹیکرے پر میدان کے ایک نشیب مین سے اوٹھے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ دس میل کے فاصلہ سے افق پر مجھے اسطرح کی تاب نظر آئی جیسے اندھیری رات مین دور سے جلتی ہوئی آگ کی ہوتی ہے یہ شاہ عبدالعظیم کے مقبرہ کے سنہرے کلس کی جگمگاہٹ تھی جس پر آفتاب کی شعاعین اپنی برچھیان پھینک رہی تھین۔ سابق مین کاروان کا رستہ اس زیارت گاہ کے پاس سے اوس سلسلہ کوہ کے دامن مین ہوتا ہوا گذرتا تھا جو ویرامن اور طہران کے میدانون کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اب تک بھی اس راہ کو زایرین اختیار

(۱) شاہ عبدالعظیم قدس سرہ کی خانقاہ باعتبار اپنے تقدس کے زائرین کے لئے گو کیسی ہی مشہور کیون نہ چلی آتی ہو لیکن تاریخی لحاظ سے جس اہم واقعہ نے اسکو ہمیشہ کے لئے مشہور کردیا ہے وہ ایران کے اوس فرمانروا کی حسرتناک شہادت ہے جو عباس اعظم کے بعد سطوت و جبروت اور تدبر و سیاست کے لحاظ سے مشرق مین اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ ۱۸۹۶ء مین جب شاہ جمجاہ ناصر الدین شاہ عبدالعظیم کی خانقاہ مین جہان وہ بہ نیت ارادت سے اکثر آیا کرتے تھے اپنے معمول کے موافق آئے تو خانقاہ سے نکلتے وقت ایک بابی نے گولی مار کر اونکو شہید کیا۔ مترجم۔

کرتے ہین اور اون کا یہ فرض ہے کہ خواہ وہ مشہد کو جاتے ہون یا وہان سے واپس آتے ہون لیکن اس بزرگ کی خانقاہ کی ضرور زیارت کرین مگر باربرداری کے جانور اور چاپار کی سڑک اب سلسلہ کوہ کے اوپر سے شمالی سمت مین ایک زاویہ ہوئے جاتے ہین۔ درہ کی چوٹی پر چڑھ کر نئی سڑک پہاڑ کے گرد آلود تھون مین سے چکر کاٹتی ہوئی گذرتی ہے یہان تک کہ جب شمالی چوٹی آتی ہے تو میدان مین جو پہاڑ کے قاعدہ سے شروع ہو کر دور تک چلا گیا ہے حد نظر پر سبزہ کا وہ قطعہ نظر آتا ہے جس مین صرف چند عمارتون کے بام و رواق سر اوٹھائے نظر آتے ہین اور جو کا دار السلطنت ہے اس سے پچھے شہر سے کوئی سات میل کے فاصلہ پر کوہ تیوری چڑھائے کھڑا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زنگ کھائے لوہے کی ایک فصیل آسمان سے باتین کر رہی ہے۔

طہران

مسافر دور و دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب اوّل اوّل طہران کو دیکھتا ہے تو اوسکو فرحت ہوتی ہے لیکن اس کا منظر کچھ زیادہ شاندار نہین ہے جب مین پہاڑ کی پہلو سے اوترا اور طہران کے قریب پہونچا تو یہ بات مین مشکل سے باور کر سکا کہ جو سبز سی پٹی مجھے نظر آرہی ہے وہ اصل مین ایک بہت بڑا شہر ہے جسکی آبادی قریباً دولاکھ ہے۔ جو عمارتین درختون کی چوٹیون سے اوپر اوٹھی ہوئی نظر آتی تھین اون مین سے ایک تو ایک بڑی مسجد تھی جسکے چار کاشی کے کام کے مینارے تھے اور جو اتنی دور

مینارگن کے رنگین بیلنون کی طرح اور زیادہ قریب پہونچکر کارنتھین وضع کے مصنوعی
ستونون کے طرح نظر آتے تھے۔ایک یا دو برج تھے اور ایک گنبد وار عمارت تھی
جسکی چھت پر لوہے کی پٹیون کا ایک ڈھانچ تھا جو بعینہ اُس لوہے کے حلقے کی طرح
نظر آتا تھا جس مین مدرسون کا کرۂ زمین نصب ہوتا ہے۔قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ آخر الذکر
عمارت تکیہ یا امام باڑہ تھی جو شاہ کے محل کی حدود کے اندر واقع ہے۔دیوار کے
جانب جنوب اینٹون کے بہت سے پزاوے ہین۔جن کا ٹھیکہ صدر اعظم[۱] کے
نام ہے اسی مقام پر مسلخ بھی واقع ہین جن کا محصول سالانہ دوہزار دوسوتیس پاونڈ ہے
شہر پناہ کے اندر ایک مزین و محشی پہاٹک مین سے جو آبادی سے کچھ دور ہے مین
شہر کے اندر داخل ہوا اور انگریزی سفارت خانہ مین جو شہر کی شمالی حدود پر واقع ہے
پہنچنے سے پہلے مجھے کوئی دو میل تک گلیون مین سے گذرنا پڑا۔

طہران اور مشہد کے درمیان دوسرکے رستے

از طہران تا بہ شاہ رود۔(گرمی کے موسم کا یعنی کوہستانی راستہ براہ دماوند۔فیروزکوہ
اور چشمہ علی۔۲۳۷ میل)۔جے۔بی۔موریر(۱۸۱۵ء)۔"سیکنڈ جرنی"۔(سفر ثانی)

[۱] صدراعظم حق اجارہ ۱۲ ہزار تومان یعنی ۳۴۳۰ پاونڈ سالانہ ادا کرتا ہے اور اینٹون کا نرخ مقرر کرنے مین
اپنے نفع کو مدنظر رکھتا ہے۔۱۸۸۷ء مین دو قسم کی اینٹین تیار کی گئین ہین۔اچھی اور بری۔اچھی کی قیمت موسم
کے لحاظ سے ۳۵ سے لیکر ۴۰ قران تک اور بری کی ۲۵ سے ایکر ۳۰ قران فی ہزار رہتی۔اب ایک اور قسم
ایجاد کی گئی ہو جسے قسم بدترین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ان تینون اقسام کی قیمتین علی الترتیب ۴۵ سے ۵۲۔
۳۲ سے ۴۲۔اور ۲۰ سے ۲۵ قران فی ہزار تک ہین۔

باب بست وسوم * کپتان آنریبل - جی - نیپیر (۱۸۷۴ء) "جرنل آف دی رایل جاگ سوسائٹی" (روزنامچہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی) جلد چہل وششم - صفحہ ۶۲ - الی - آخرہ
جو راستے طہران اور مشہد کے درمیان جرنیل - اے - ایچ - شنڈلر نے ۶ء مین اختیار کئے اور جن کا ذکر اوسنے نقشہ کے ساتھ اپنی تصنیف مطبوعہ ۸ء کے صفحات ۲۱۵ - الی - ۲۲۹ پر کیا ہے وہ حسب ذیل ہین :- (۱) سمنان جنوب براہ فرات تا بہ دامغان - (۲) میومائی - شمالی راہ - براہ شریف آباد تا بہ میان دشت (۳) میان دشت - جنوبی راہ - براہ خان خودی و دشت گرو تا بہ عباس آباد - عباس آباد - شمالی راہ - براہ فرومید و جغتائی تا بہ میدان جوین اور وہان سے جنوبی سمت مین براہ طبس تا بہ سبزوار - (۵) نیشاپور شمالی و مغربی راہ تا بہ معادن فیروزہ اور و سے جنوبی و مغربی سمت مین براہ شوراب تا بہ زعفرانی -



جلد اول ختم ہوئی

التماس

نقشہ ایران جس کا حوالہ مین نے اپنے دیباچہ اور فہرست تصاویر مین دیا ہے وہ مین اسوجہ سے اس جلد کے ساتھ ہدیہ ناظرین نہین کرسکا کہ اوس کی تیاری کے لئے بہت کچھ محنت اور وقت کی ضرورت تھی حالانکہ میرے پاس اسقدر وقت نہ تھا کہ مین اوس کو خاطر خواہ طور پر تیار کرا سکتا۔ اس جلد کی ضروریات کے لئے نقشہ مقابل صفحہ (۱۲۵) کافی ہوگا۔

نقشہ ایران کے لئے ناظرین کو چوتھی جلد کا منتظر رہنا چاہیئے۔ واضح رہے کہ اصل کتاب کا نقشہ رایل جاگریفیکل سوسائٹی انگلستان کی کامل توجہ اور مصنف کتاب کی پوری نگرانی کے ساتھ کہین ایک سال کے بعد جا کر تیار ہوا تھا اور اوسکے ساتھ ہر طرح کی آسانیان اس کی تیاری کے لئے ولایت مین موجود تھین۔ ہندوستان مین نہ تو وہ آسانیان موجود ہین نہ یہان ایسے صناع ہی ہین اور سب سے زیادہ یہ کہ میرے پاس اس قدر وقت نہین۔ اور چونکہ مین یہ چاہتا ہون کہ مین اپنی کتاب کے ساتھ جو نقشہ دون وہ اصل سے بہت ہی گھٹا ہوا نہ ہو۔ لہذا ناظرین کو جو مایوسی اسوقت نقشہ کے نہ موجود ہونے سے ہوگی اوسکی تلافی انشاء اللہ تعالی چوتھی جلد کی اشاعت کے وقت ہو جاے گی۔

ظفر علیخان